فتاویٰ مفتی محمود

جلد نہم

حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود

شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان

Fatawa Mufti Mahmood Vol.9

By

Maulana Mufti Mahmood

ISBN : 978-969-8793-661

قانونی مشیر   سید طارق ہمدانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ضابطہ

نام کتاب : فتاویٰ مفتی محمود (جلد نہم)

اشاعت اول : جولائی ۲۰۰۷ء

اشاعت دوم : اگست ۲۰۰۹ء

ناشر : محمد ریاض درانی

باہتمام : محمد بلال درانی

سرورق : تحسین حسین

کمپوزنگ : اخلاق حسین

جمعیت کمپوزنگ سنٹر اردو بازار لاہور

مطبع : اشتیاق اے مشتاق پریس لاہور

قیمت : -/300 روپے

فہرست

☆ شکار اور حلال حرام جانوروں کا بیان ۵۷

☆ حدود اور جنایات کا بیان ۸۱

☆ وصیت کا بیان ۱۵۳

☆ امانت اور گمشدہ چیز مل جانے کا بیان ۱۸۹

☆ اجارہ کا بیان ۳۲۷

رہن کا بیان

☆ غصب کا بیان ۴۳۳

☆ تقسیم کا بیان ۴۹۹

☆ زراعت اور مساقات کا بیان ۵۰۱

عالیشان اسکولوں، کوہ قامت جامعات اور یونیورسٹیوں، ضخیم و حجیم کتب، دنیا جہان کے موسوعے اور انسائیکلوپیڈیے کیونکر وجود میں آتے؟ اگر تعلیم، تعلّم، سیکھنے سکھانے، سوال و جواب اور فقہ و فتویٰ کا دنیا میں وجود نہ ہوتا تو حضرات انبیاء کرام کی بعثت کیونکر ہوتی؟ سماوی ہدایات افرادِ امت تک کیونکر پہنچتیں؟ انسانیت ضلالت و گمراہی کی دلدل سے نکل کر ایمان و ہدایت کی شاہراہ پر کیسے گامزن ہوتی؟ اور جہالت و بدعملی کے بادل کیونکر چھٹتے؟

لہٰذا فقہ و فتویٰ، تعلیم و تعلّم اور سیکھنے سکھانے کا عمل، اسی کارِ نبوت کا تسلسل ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

بلاشبہ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی، آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے بعد صحابہ کرام، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور آج تک علمائے امت اس فریضہ کو نبھاتے چلے آتے ہیں، جو ان کو اللہ تعالیٰ، اس کے نمائندوں اور ان کے جانشینوں صحابہ کرامؓ اور اسلاف اکابر سے وراثت میں ملا تھا۔

موجودہ دور کے عربی، اردو فتاویٰ اور ان کے مرتبین اکابر و اساطینِ امت، دراصل اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں، بلکہ یہ امتِ مسلمہ اور انسانیت کی دینی، ایمانی حیات اور روحانی بقا کا ذریعہ ہے۔

بلاشبہ فتاویٰ مفتی محمودؒ بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے، جو دراصل حضرت مفتی محمود قدس سرہٗ کی علمی تحقیقی زندگی کے تجربات کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن مدظلہ، مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ اور جمعیت پبلی کیشنز لاہور کے روحِ رواں مولانا محمد ریاض درانی کو، جنھوں نے اس خوانِ یغما کو امت کے سامنے پیش کر کے ایک بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔

بلاشبہ فتاویٰ مفتی محمودؒ جہاں طلبہ، علماء، اربابِ تحقیق کے لیے بہترین دستاویز ہے، وہیں عوام الناس کی ہدایت و راہنمائی کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔

ہمارے خیال میں اس علمی اور تحقیقی فتاویٰ کا ہر کتب خانہ اور لائبریری میں ہونا از حد ضروری ہے اور کسی عالمِ دین اور مفتی کو اس سے مستغنی نہیں ہونا چاہیے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

(مولانا) سعید احمد جلال پوری

خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مدیر ماہنامہ بینات، کراچی

۷ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

جو زمین اس کو واپس کر کے اپنا ثمن مدد خان سے لے لے اور مدد خان رسول خان سے اپنا وقت یا اس کی قیمت اگر وہ ہلاک ہو گیا ہو واپس لے لے اور چونکہ روپیہ سے خریدا گیا تھا اور روپیہ تعیین قبول نہیں کرتا اس لیے مثل بیع حال رسول خان کی ملک ہے۔ اس لیے ملا عبدالرزاق کا خریدنا صحیح ہے۔ اس کو استعمال کرنا حلال ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ رجب ۱۳۷۵ھ

مشترکہ زمین سے جو حصہ آباد کیا گیا ہے وہ آباد کرنے والوں ہی کا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مدت قدیم سے کچھ زمین پڑی رہتی جس کو کاغذات سرکاری میں شجر قدیم شمار کیا گیا ہے۔ اگر کچھ حصہ داروں نے جو زیادہ حصہ داری رکھتے تھے آباد کر کے اپنے قبضہ میں لے کر اس میں درخت اور کھیتی وغیرہ کاشت کرنا شروع کر دیا ہے تو حصہ کے مالکوں نے مطالبہ شروع کر دیا ہے کہ ہمیں بھی حصہ دیا جائے۔ کیونکہ مالک ہم بھی تو ہیں۔ حالانکہ شجر قدیم اور بھی پڑی ہے جو ان کے حصہ سے زائد ہے؟ وہ زمین پڑی ہے ہم نے جو آباد کی ہے اپنے حصہ سے کم آباد کی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو زمین ہم نے آباد کی ہے اس میں سے دوسرے حصہ دار لے سکتے ہیں یا شرعی حکم کیا ہے۔ جبکہ انہوں نے آباد نہیں کیا۔ مطالبہ آباد شدہ کرتے ہیں۔ آباد شدہ زمین سے حصہ دیا جائے حالانکہ ہم نے بڑی محنت سے آبادی کی ہے۔ بینوا توجروا

فاضل محمد اسمعیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

قال علیہ السلام من احیا ارضا میتۃ فھی لہ ولیس لعرق ظالم حق فیھا رواہ ابوداؤد ص ۸۱ ج ۲

(جس نے بھی بے آباد زمین کو آباد کیا وہ زمین اسی کے لیے ہے اور جبر ظالم کا اس میں کوئی حق نہیں ہے) پس حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق آباد کرنے والے ہی اس کے مالک ہیں۔ کسی اور کا حصہ اس میں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

جنگلات اور غیر آباد زمین کا کون مالک ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کی وضاحت میں کہ ایک وطن یا علاقہ میں جیسے کوہستان ہو گیا تین قسم کے [illegible]

میں سے ۳ ایکڑ پر غلط طریقہ یعنی پٹواریوں سے ساز باز کر کے گرداوری اپنے نام کروا کر مزارع بن گئے اب ان کو ۲ سال سے مزارع تصور کرتے ہوئے از روئے شریعت فیصلہ دیں کہ کیا مشتاق یا جان محمد وغیرہ ہمارے اس رقبہ کے حقوق میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ حکومت مذکورہ رقبہ کو مزید ۵ سال کے لیے عارضی کاشت کے لیے الاٹ کرنا چاہتی ہے یا حقوق ملکیت دینا چاہتی ہے۔ دو سال سے مزارع کی کیا حیثیت ہے۔ جبکہ جان محمد اور مشتاق خود بھی ساڑھے تیرہ ایکڑ اراضی کے مالک ہیں۔ بینوا توجروا

بشیر احمد تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ اگر یہ زمین بالکل غیر آباد (بنجر) تھی اور اس شخص نے محنت مزدوری وغیرہ سے اس کو آباد کیا اور قابل کاشت بنایا تو شرعاً یہ مالک ہے۔ لحدیث من احیا ارضا میتۃ فھی لہ۔ احیاء موات کا پورا حصہ اس پر دال ہے۔ حکومت کے لیے اس کا کوئی حصہ کسی اور کے نام الاٹ کرنا اور منتقل کرنا جائز نہیں۔ شرعاً آباد کار ہی مالک ہے۔ دوسرے مزارع کو ملکیت حاصل نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

سرکاری زمین کو آبادکاری کے لیے گورنمنٹ سے لے کر دوسروں کو آباد کرنے کے لیے دینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے سرکاری رقبہ بشرائط آبادکاری پر لے کر قبضہ اراضی حاصل کیا ہے۔ شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) موضع یا چک جس میں اراضی حاصل کی ہے رہائش و مکان رہائش تیار کرے گا۔

(۲) عام دیہی کاشتکاری تحصیلدار کی حاضری کا پابند ہوگا۔ حاضری ہر ششماہی ہوتی رہے گی۔

(۳) اراضی ہموار و آباد کرنی ہوگی۔ اقساط مقررہ ہر ششماہی کے فصل پر مطالبہ سرکاری کے ساتھ ادا کرے گا۔ قیمت واقساط تیس سال تک ہوں گی۔ بعد گزرنے قیمت واقساط انتقال زید کے نام درج ہو کر منظور ہوگا۔ اگر اقساط ادائیگی میں تاخیر ہوگئی تو بھی رقبہ ضبط کر لیا جائے گا۔ حاضری موجودگی نہ ہوئی تو کسی عذر معقول کے بغیر تو پھر بھی رقبہ زید سے ضبط کر لیا جائے گا۔ رہائش بھی وہاں رقبہ میں نہ ہوئی تو پھر رقبہ ضبط کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد زید نے یہ رقبہ حسب بالا شرائط

پر لے کر نقد مبلغ چار صد روپیہ منافع کے ساتھ بکر کو رقم نصف دے دیا ہے۔ کوئی تحریر و رسید قلم بھی نہ لی۔ اب بکر نے بغیر موجودگی زید کے اپنے دو نصف کا نصف حصہ عمرو کو برشرائط خود یعنی رقم مبلغ دو صد روپیہ بھیت آبادکاری بشمولیت خود یعنی بکر و عمرو دونوں شامل ہو کر کام کریں گے اور اس میں موجود رہیں گے۔ شرائط بالا کے دونوں کا پابند رہنے کے وعدہ پر بکر نے عمرو کو زمین دے دی۔ زید کو جس وقت بکر کے عمرو کو اراضی دینے کا علم ہوا تو اس نے پہلے دن بکر کو بتلایا کہ میرا عمرو سے کوئی معاہدہ نہیں ہے نہ ہوگا تو اس کا ذمہ دار ہوگا اور میں اس کی کوئی تحریر یا رسید یا انتقال نہیں درج کروں گا ان باتوں کا عمرو کو کوئی علم نہ تھا جو زید نے بکر سے کی تھی۔ عرصہ دو سال کے گزرنے کے بعد بکر اور عمرو کے اتفاق میں گڑبڑ ہو گئی۔ تو بکر نے آ کر عمرو کو کہا کہ اراضی اگر تم رکھو تو رقم مبلغ دو صد روپیہ مجھ کو دے دو اور اگر اراضی چھوڑ دو تو مبلغ دو صد مجھ سے لے لو۔ عمرو نے جواب دیا کہ اب زید نے کوئی رسید یا تحریر قبضہ کی نہیں کر دی۔ پہلے چل کر اس سے تحریر کرا دیں بعد میں حصہ کا چناؤ کر لیں۔ بعد میں بکر اس کو کہتا ہے اگر تمہارے حصہ میں اراضی آ گئی تو مجھے پیسے یعنی رقم تحریر کے بعد دے دینا میں جا کر تحریر قبضہ رسید رقم لے آؤں گا۔ اگر خود میرے حصہ میں تم نے اراضی چھوڑ دی تو صرف آپ مجھ سے رقم لے لینا پھر میں تحریر کروا دوں۔ یا نہ کرواؤں۔ اس کے بعد عمرو حصہ اراضی لے لیتا ہے اور دو صد روپیہ کا وعدہ کرتا ہے کہ تحریر کرا دیں تو رقم لے لیں۔ عمرو اراضی پر بدستور خود قابض رہتے ہوئے چھ ماہ گزر جاتے ہیں فصل کی پختگی کے وقت زید اس کو فصل دینے سے انکاری ہو جاتا ہے لیکن وہ اپنی زبردستی سے فصل اٹھا لیتے ہیں۔ زید اس کے پاس آ کر نصف حصہ وصول کر جاتا ہے۔ اندریں عرصہ بکر ایک یا دو یا تین بار آ کر عمرو کو کہتا ہے کہ میں زید کے ساتھ وعدہ مقرر کرتا ہوں اب چل کر اس سے تحریر کرا دیتا ہوں اور رقم مبلغ دو صد روپیہ لے لوں گا۔ یہاں سے چل کر وہاں زید کے پاس دونوں بکر و عمرو پہنچے تو اس نے کہا میں نے بکر کو زمین دی تھی نہ کہ عمرو کو دی ہے بکر اراضی پر مقیم رہے تو تحریر کر دیتا ہوں ورنہ میں تحریر نہیں کرتا۔ اب بکر اراضی پر قبضہ نہیں کرتا نہ جاتا ہے۔ عمرو کو زید قابض ہونے نہیں دیتا۔ عمرو بکر کو کہتا ہے کہ مجھے تم رقم واپس دو اور بکر بھی عمرو کو کہتا ہے کہ وہ جو تم کو طے یاد ہے مجھے تم رقم ادا کرو۔ اب یہ بتلایا جائے کہ شرعاً بیع صحیح ہے یا باطل یا فاسد۔ نیز رقم کے لیے بھی شرعی حکم صادر فرمایا جائے کہ رقم بکر کے ذمہ ہوئی یا عمرو کے ذمہ۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ تمام معاملات باطل ہیں۔ بکر عمرو سے کچھ لینے کا حقدار نہیں ہے اور نہ عمرو زمین کی آبادکاری کا شرعاً مجاز ہے۔ اس طرح بکر بھی زید کو کچھ نہ دے۔ اگر دے چکا تو شرعاً واپس لے سکتا ہے۔ زمین کی آبادکاری وہ بھی نہیں کر سکتے۔ صرف زید خود اگر چاہے تو آباد کرے ورنہ چھوڑ دے۔ واللہ اعلم

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

حاکم وقت اگر بعض لوگوں سے بنجر زمین لے کر غریب لوگوں کو دے دے تو وہ مالک بن جائیں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت پاکستان کے سابق صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے جب زمینداروں سے کچھ زمینیں چھین کر مساکین میں تقسیم کی تھیں اور حکومت نے ان غرباء سے زمینوں کی قیمت بھی وصول کی تھی مگر زمین کے اصل مالک زمینداروں کو وہ پیسے نہیں دیے تھے۔ وہ زمینیں آج بھی ان مساکین کے قبضہ میں ہیں۔ تو کیا از روئے شریعت ان زمینوں سے وہ مساکین کھا سکتے ہیں اور اس کی آمدنی سے حج کر سکتے ہیں یا نہیں۔ مسجد یا مدرسہ تعمیر کرا سکتے ہیں یا نہیں۔

(عبدالقادر مدرسہ عربیہ نوار العلوم باہو کوٹ قصبہ محل پوسٹ جیکب آباد سندھ)

﴿ج﴾

مذکورہ زمینوں کے یہ لوگ مالک بن گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے ان زمینوں کی پیداوار حلال ہے اور دیگر تمام ضروریات میں ان زمینوں کو استعمال کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۴ صفر ۱۳۹۶ھ

دو شخصوں کی مشترکہ زمین تھی ایک مسلمان ہو کر یہیں رہا دوسرا انڈیا چلا گیا اس زمین پر مسجد کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قبل آزادی کے بعد جب مہاجرین پاکستان میں آباد ہوئے تو ایک قدیم زمین پر انہوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی بعد میں وہ زمین دو شخصوں کی معلوم ہوئی۔ ایک تو یہیں مسلمان ہو کر بیٹھ گیا۔ دوسرا ہندوستان چلا گیا۔ اب مسلمان اس مسجد کو زیادہ بڑھانا چاہتے ہیں۔ زمین کا مالک جو یہیں مسلمان ہو کر بیٹھا ہے وہ اجازت دے سکتا ہے۔ دوسرے شخص سے اجازت مشکل ہے اور اس زمین کا کوئی مالک نہیں۔ اب کس طریقہ پر مسجد کو بڑھایا جائے جو شخص ہندوستان چلا گیا وہ یہاں کے باشندہ مسلمان کا رشتہ دار تھا۔ بینوا توجروا

جناب مستری نیاز علی مقام و ڈاکخانہ بیرو ضلع [illegible]

﴿ج﴾

جو زمین مسلمان اور ایک دوسرے شخص کی (جو ہندوستان چلا گیا ہو) مشترک ہے تو اس صورت میں حکومت کو درخواست دے کر زمین تقسیم کروا کر مسلمان کے حصہ میں اس کی اجازت سے مسجد تعمیر کروائی جائے۔ مزید زمین کی ضرورت پڑے تو دوسرے شریک کا حصہ بھی حکومت کی اجازت سے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ محرم ۱۳۹۱ھ

پاکستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی ٹیکس اور آبیانہ دینے سے خراجی ہو جائیں گی یا نہیں۔

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) پاکستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ اگر عشری ہیں تو عشر مہاجرین و انصار دونوں پر واجب ہیں یا کہ ان کا آپس میں فرق ہے اور اگر عشری ہیں تو آبیانہ ٹیکس وغیرہ سے وہ زمینیں خراجی ہو جائیں گی یا نہ۔ اگر نہیں تو عشر ٹیکس وغیرہ سے ادا ہو جاتا ہے یا نہ۔ اگر نہیں تو کیا ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر پر عمل کرنا ضروری ہے یا کہ مستحب۔ اگر واجب ہے تو نہ ادا کرنے کا جرم گناہ کبیرہ ہے اور سنین ماضیہ کا ادا کرنا بھی ضروری ہے جبکہ عمداً باوجود فرض ہونے کے ادا نہ کیا۔

(۲) ایک آدمی ایسا ہے کہ مسجد کا خادم ہے اور مکمل خدمتگار ہے۔ اور ظاہری شکل بصورۃ لحیۃ بھی درست ہے لیکن بغیر شراب کے تمام مسکرات استعمال کرتا ہے اور بزرگان دین اہل السنۃ والجماعۃ خصوصاً علماء دیوبند کو برا بھلا کہتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدیم اور خدا تعالیٰ کے نور کا جز ہے۔ یعنی کہ جیسے آٹے کے بڑے پیڑے سے تھوڑا سا آٹا لیا جاتا ہے۔ اور فی الواقع مذہب کا بھی مکمل و صحیح پتہ نہیں لگتا کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ کبھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتا ہے اور کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل کہتا ہے تو اس کے شیعہ اور سنی ہونے کا پتہ لگتا ہے بلکہ شیعہ کی طرف راغب ہے ایسے آدمی کو مسجد کا خدمتگار و موذن بنانا درست ہے یا نہیں اگر نہیں تو دوسرا آدمی ایسا خدمتگار مشکل سے ملے گا بلکہ عادۃً متعذر لگتی ہے۔

(۳) بعض قوموں کا رواج ہے کہ جب ان کی کوئی عورت زنا کرے یا کہ ان کو شبہ زنا ہو جائے تو ایسی عورت کو گھر میں نہیں رکھتے اور دوسرے کو دے دیتے ہیں اور اس سے پیسے لے لیتے ہیں اور اپنے منہ سے طلاق نہیں دیتے۔ بعض علماء نے اسے عرفاً طلاق کہا ہے تو اس کا حکم کیا ہے۔ بینوا بما فی کتب الحنفیۃ توجروا یوم القیمۃ

المستفتی نیاز محمد متعلم مدرسہ نور الہدیٰ مراد پور تحصیل و ضلع جیکب آباد

﴿ج﴾

(۱) جو زمین اس زمانہ کی آباد زمین ہے۔ جس زمانہ میں مسلمان پہلی مرتبہ یہاں حملہ آور ہوئے تھے اور وہ آباد زمین ہندوؤں کی ملکیت تھی اور جہاد کر کے قہراً ہندوؤں کو مغلوب کر دیا گیا تھا اور پھر وہ زمین ہندوؤں کے پاس ان کی ملکیت میں چھوڑ کر ان پر اسلامی حکومت نے خراج مقرر کیا تھا یا اس کے بعد آباد شدہ ہیں لیکن اس نہر کے پانی سے آباد کی گئی جو ہندوؤں کی نہر تھی اور حسب سابق مسلمانوں نے قہراً اسے لے لیا تھا۔ یہ زمین خراجی ہے اور اس کے بعد مسلمانوں کی آباد شدہ زمین جو سابق ہندو نہروں سے آباد نہ کی گئی ہو بلکہ دریاؤں یا اسلامی زمانہ کی نہروں یا کنوؤں یا کاریزوں یا بارانی پانی سے آباد کی گئی ہوں وہ سب عشری ہیں۔ غرض یہ کہ خراج ابتداء میں صرف کفار کی زمین پر لگ سکتا ہے تو اگر مسلمان حکومت نے ہندو کی اراضی پر خراج مقرر کر دیا ہو خواہ بعد میں وہ مسلمانوں کی طرف منتقل بھی ہو جائے وہ خراجی ہیں اور اب تک خراجی رہیں گی۔ اس کے علاوہ اراضی عشری ہیں جن کی تاریخ معلوم نہ ہو۔ وہ احتیاطاً عشری ہوں گی۔ موجودہ ٹیکس آبیانہ عشر کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے زمانہ گزشتہ کا عشر بھی عشری اراضی میں ضروری ہے۔

(۲) یہ شخص موذن بننے کا اہل نہیں ہو سکتا یہ عقیدہ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ اسے سمجھا کر صحیح العقیدہ بنانے کی کوشش کی جائے۔

(۳) طلاق کے لیے الفاظ ضروری ہیں۔ اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ البتہ اگر بیچ کے لفظ سے طلاق مراد لی جائے تو صحیح ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسی رئیس کے زیر اثر آباد ہونے والوں نے
اگر جنگل کاٹ کر زمین آباد کی تو کیا وہ رئیس بھی شریک ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین در یں مسئلہ کہ مہر خان، مصری خان وغیرہ کے آباؤ اجداد نے ۱۸۶۸ء سے قبل ایک علاقہ میں جنگل کاٹ کر زمین ہموار کر کے خود قابل کاشت بنا کر آباد کی اور اس کی پیداوار اٹھانے لگے۔ اس طائف الملوکی کے زمانہ میں ایک غریب خاندان کسی رئیس اعظم کے سہارے کے بغیر یہاں پر اقامت پذیر نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد نے بوڑھا خان رئیس اعظم کی پناہ لے کر رہائش اختیار کی اور اس کی پناہ داری کے عوض رئیس اعظم کو اس زمین کی پیداوار کا $\frac{1}{4}$ حصہ دینے لگے اور بقیہ $\frac{3}{4}$ خود اٹھانے لگے۔ مہر خان کے آباؤ اجداد نے اس میں اپنا شہر، مکانات، مسجد اور

عن المفتي ابي السعود اه الشامي بجوازه ص ۵۲۲

(۳) واستدل بعضهم للجواز بنزول سيدنا الحسن بن علي رضي الله عنهما عن الخلافة لمعاوية رضي الله عنه على عوض وهو ظاهر ايضاً ص ۵۲۰۔

اور ص ۵۲۰ میں حق شفعہ اور حق القسم بالوجہ وغیرہ کا فرق لکھ کر پہلے پر عوض لے سکنا اور دوسری پر عوض لے سکنے کو اس طرح بیان فرمایا ہے: بخلاف حق جعله الشرع لدفع الضرر فذلك حق فيه الصلة الى آخره۔ ثانیاً سن ۱۹۶۹ء میں جمیعۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام مشرقی و مغربی پاکستان کے علماء کا جو اجتماع ترتیب منشور کے لیے ہوا تھا احقر نے شامی اور تنقیح الفتاوی الحامدیہ کی ان عبارات کو علماء کے سامنے پیش کیا تھا اور کافی بحث و تمحیص کے بعد اس قسم کے کاشتکار کے لیے جس کو نمبر ۲ میں ذکر کیا گیا ہے حق مسکہ سب حضرات نے تسلیم کر لیا تھا، جس کو منشور میں بھی درج کیا گیا ہے اور مشرقی و مغربی پاکستان کے علماء کے دستخط اس پر موجود ہیں۔ منشور کی اشاعت اور تشہیر کے بعد بھی میرے علم میں نہیں آیا کہ کسی نے از روئے فقہ حنفی اس پر نکیر کی ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس حق مسکہ کا عوض لے کر اس حق کو چھوڑ دینا شامی نے مقام مذکورہ بالا میں اعتیاض عن الحقوق کے عنوان میں جائز قرار دیا ہے۔ سیدی حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم نے بھی اس کی توثیق فرمائی ہے کہ مسئلہ اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن امر سلطانی کے باعث اس شق پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد اب گزارش یہ ہے کہ زید کاشتکار کو مالک زمین نے خاص محنت وغیرہ کے باعث اگر موروثی کاشتکار تسلیم کر لیا ہے اور حکومت نے بھی ان زبانی اعمال اور عقود کے ذریعہ اس کا حق مسکہ مان لیا ہے تو اس کا حق کاشت شرعاً بھی حسب تصریح شامی اور تنقیح فتاوی حامدیہ ثابت ہو گیا ہے اور بحکم مقدمہ ثالثہ اعتیاض عن الحق کے تحت وہ اس کو چاہے تو عوض لے کر چھوڑ بھی سکتا ہے۔ اب حکومت نے اگر زید کو حق کاشت کے عوض میں اس زمین کا ایک حصہ دلا دیا ہے اور اس نے اس حصہ کے حق کاشت کو چھوڑ دیا جو زمیندار کو دیا گیا ہے تو از روئے کتب فقہ اس کی کافی گنجائش ہے۔ بنا علیہ زید حکومت کے مالک قرار دینے سے اس کا مالک بن گیا ہے اور اب اس کے متصل جو زمین فروخت ہوگی اس میں اس کا شرعاً حق شفعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمد عبدالکریم مہتمم مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ھو المصوب﴾

قسم اول سے متعلق تو حکم واضح ہے کہ کاشتکار غاصب ہے۔ وہ شفعہ کا حق نہیں رکھتا۔ قسم دوم میں دو شقیں ہیں۔ شق اول یہ کہ زمین آباد کر لی گئی تھی اور عمرو آبادکاری کی وجہ سے مالک بن گیا تھا لیکن پھر زید کو بطور مزارعت پر دی اور اس نے حق

محنت تھی کہ اس کی محنت کے آثار و برکات موصوف قائم ہیں۔ اس میں حق ملک کا حصول کاشتکار کے لیے اور پھر احیاء فی الحقوق کی بنیاد پر اس حق کے عوض میں زمین کا کچھ حصہ اس کو دیا جائے جائز ہے۔ جیسا کہ مجیب نے تحریر فرمایا۔ شق دوم یہ ہے کہ زمین بالکل غیر آباد ہے اور کبھی آباد نہیں ہوئی۔ مگر صرف کاغذات سرکار میں اس کے نام مندرج ہونے کی وجہ سے اپنے کو مالک سمجھتا ہے لیکن اس صورت میں وہ مالک نہیں ہے۔ شرعاً آباد کرنے سے ہی ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ حدیث من احیا ارضا میتۃ فھی لہ۔ شاہد عدل ہے احیاء موات کا پورا حصہ اس پر دال ہے۔ سرکاری کاغذات میں اندراج زیادہ سے زیادہ تحجیر کہلائی جا سکتی ہے۔ جو سبب ملک بالاتفاق نہیں ہے۔ لہٰذا زمین غیر مملوک شرعی کو مزارعت پر دینا عقد فاسد ہے۔ کل غیر مملوک پر وہ عقد کا انشاء نہیں کر سکتا۔ لہٰذا زمین مباح ہے۔ جب کاشتکار نے اس کو آباد کیا تو آباد کرنے کی وجہ سے وہ شرعاً اس زمین کا واحد مالک ہے۔ اس صورت میں بھی وہ عشر ادا کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ

جن لوگوں نے بنجر زمین آباد کی گورنمنٹ واپس لے سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت کی قدیم بنجر اراضی کو فوجی سکیم کے تحت لے کر غیر آباد کو آباد کیا اور حکومت کا کل مطالبہ بابت اراضی مذکورہ بالا بھی ادا کر دیا ہے۔ اس اراضی پر شرعاً کس شخص کا حق ہے اور ملکیت کس کی تصور ہوگی۔

غلام مصطفیٰ ولد غلام غوث ذات راجپوت تحصیل مینسی ضلع وہاڑی

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو لوگ غیر آباد (بنجر) زمین کو آباد کریں وہی مالک ہو جاتے ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ من احیا ارضا میتۃ فھی لہ۔ جس نے افتادہ (بنجر) زمین کو آباد کیا وہی اس کا مالک قرار دیا جائے گا۔ پس صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے حکومت کی اجازت سے بنجر زمین کو خود آباد کیا تو یہی آباد کار ہی شرعاً مالک ہیں۔ قال فی الهدایہ، ص ۴۲۷ ج ۴ ثم من احیاہ باذن الامام ملکہ وان احیاہ بغیر اذنہ لم یملکہ عند ابی حنیفۃ وقالا یملکہ الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ

غیر آباد زمین جب آباد کی گئی تو کسی کا بلا دلیل شرعی دعویٰ کرنا درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمین بے آبادی کو دو سو سال ہو گئے ہیں۔ پہلے یہ بستی تھی اور لوگ اس میں سکونت پذیر تھے۔ پھر دوبارہ دریا برد ہو گئی۔ اب یہ عرصہ دراز سے بنجر ہے۔ عرصہ تیس سال ہو گئے ہیں۔ غلام حیدر قریشی عرصہ ۲۰ سال سے اس میں کاشت کرتا چلا آ رہا ہے۔ متحول لوگ سیدان مسمی گلشن شاہ وغیرہ کہتے ہیں یہ زمین ہمارے آباؤ اجداد کی ہے۔ مسمی غلام حیدر نے کہا کہ تمہارے آباؤ اجداد کی ہے تو مجھ کو شرعاً ثبوت دو۔ تم ثبوت کاغذات لے آؤ۔ پھر نقول اس زمین سے تلاش کیے گئے۔ بندوبست اول یعنی ۱۸۷۲ء والی میں یہ تھا کہ یہ زمین مقبوضہ باشندگان کی ہے کسی کی مملوک نہیں۔ اس مذکورہ سوال کے موافق یہ زمین شرعاً کس کی ہے۔ بینوا توجروا

ضلع ڈیرہ غازی خان تحصیل تونسہ شریف ضلع [illegible]

﴿ج﴾

حسب تحت سوال یہ زمین بندوبست ۱۸۷۲ء میں مقبوضہ باشندگان تحریر ہے تو متحول لوگوں کا دعویٰ بغیر ثبوت (کہ ہمارے آباؤ اجداد کی ہے) بالکل غلط ہے اور ان متحول لوگوں کا کوئی حق شرعاً نہیں ہے کہ ایک کاشتکار پر ظلم کریں اور اس سے محصول مطالبہ کریں۔ یہ زمین موات قسم کی ہے۔ جو شخص حکومت کی اجازت سے آباد کرے اور حکومت کو ٹیکس وغیرہ ادا کرے اور شرعی عشر بھی ادا کرتا ہے وہ اس کا مالک ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۱ صفر ۱۳۹۳ھ

مشترکہ زمین جو کبھی زیر آب آ جاتی ہے کبھی نکل جاتی ہے سے فائدہ کیسے اٹھایا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زمین مشترکہ زمینداران علاقہ بیٹ والی جو کہ کسی وقت دریا برد ہو جاتی ہے اور کبھی نکل پڑتی ہے تو ریگستانی ٹکڑے ہوتے ہیں جس میں کاشت نہیں ہو سکتی اور کئی مرتبہ لائق کاشت بھی ہوتے ہیں اور مالک جس کا تھوڑا حصہ ملکیت ہو اور بہت علاقہ پر قبضہ کاشت وغیرہ کر لے تو حکومت اس سے آبادی کا مالیہ وصول کرتی ہے اور تمام حاصل وہ اکیلا شخص اٹھا لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص حقوق کا مطالبہ کرے تو کہتے ہیں کہ تقسیم کر کے علیحدہ کرا لو لیکن تقسیم کرانا بذریعہ حکومت بھی بہت مشکل ہے۔ اب اگر کوئی مالک جس کا حصہ کافی ہو لائق زمین قبضہ کرے یا ریگستانی ٹکڑے

ہو اور اس کی صفائی (یعنی جنگل کاٹ کر) کرانے کاشت کرے اور قبضہ کاشت شدہ اس کی ملکیت سے کم ہو وہ رقبہ زیادہ ہو تو شرعاً اس مالک مشترکہ زمین کی آمدنی کو اٹھا لینا جائز ہے یا نہ اور بعض مالکان میں سے یتیم اور بیوگان بھی ہیں۔ بینوا توجروا!

مقام خاص مانڑاں ڈاکخانہ پینا تحصیل و ضلع ڈیرہ اسماعیل خان معرفت مفتی حافظ اللہ داد

﴿ج﴾

واضح رہے کہ مشترکہ زمین سے نفع لینے کا طریقہ یہ ہے کہ بذریعہ حکومت تقسیم کرائی جائے اور تب اس سے نفع حاصل کر لیا جائے اور یا حصہ داران آپس میں مل کر خود حصص کے مطابق تقسیم کر لیں اور ہر ایک حصہ دار کو جو قطع اراضی آ جائے اس سے نفع حاصل کرے اور یا حصہ داران اس زمین کو کرایہ پر دے دیں یا کسی کو مزارعت پر دے دیں اور جو حاصل آ جائیں اس کو اپنے حقوق کے مطابق تقسیم کر لیں یا اس مشترکہ زمین کے منافع کو باری باری کے ساتھ ہر ایک حصہ دار حاصل کرتا رہے اور اگر ان سب صورتوں میں سے کوئی صورت نہ بن سکے تب اگر ان حصہ داروں میں سے کوئی حصہ دار اپنی ملکیت کے برابر یا اس سے کم رقبہ کو کاشت کرے تو اس کے محاصل اس کے لیے جائز ہیں اور اپنی ملکیت سے زائد رقبہ کو کاشت کر کے اس کے محاصل اس کے لیے ناجائز ہیں۔ ہاں اگر بالغ شرکاء اس کی اجازت دے دیں تب ان کے حصہ کے برابر ان کی اجازت سے مزید محاصل اٹھانے بھی اس کے لیے جائز ہیں۔ کما قال فی العالمگیریة ص ۳۰۲ ج ۵ الباب التاسع والعشرون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة روی ابن ابی مالک عن ابی یوسف عن ابی حنیفة رحمهم الله فی الارض انه لیس للحاضر ان یزرع بقدر حصته وفی النوازل انه یمکن وفی نوادر هشام ان له ذلک فی الوجهین. کذا فی المحیط۔

وفی البزازیة علی هامش العالمگیریة ص ۲۲۳ ج ۶ (نوع فی الانتفاع بالمشترک) کرم او ارض بین حاضر وغائب او بالغ ویتیم یرفع الحاضر او البالغ الامر الی الحاکم فان لم یرفع ففی الارض لو زرع طاب له حصته وفی الکرم یقوم علیه فاذا ادرکت الثمرة یبیعها ویاخذ حصته ویوقف حصة الغائب ویسع له ذلک ان شاء الله تعالی فاذا قدم الغائب ان شاء ضمنه القیمة او اجازه وان ادی الخراج فهو متطوع۔ ہاں اگر دوسرے شرکاء تقسیم کرنے کا مطالبہ کریں یا باری باری سے استعمال کرنے کا مطالبہ کریں اور شخص مذکور اس پر آمادہ نہ ہو بلکہ یوں کہہ کر ٹالتا ہے کہ بذریعہ حکومت تقسیم کرالو بطور برادری ان کے ساتھ تقسیم نہیں کرتا ہے جو ان کو پریشان کرتا ہے تب اس کے لیے اپنے حصہ کے برابر انتفاع لینا بھی زمین مشترکہ سے ناجائز ہے۔ وهکذا کما قال فی العالمگیریة ص ۲۵۱ ج ۵ اراضی مشاعة بین قوم عمد بعضهم الی شئ منها فزرعه ببذره وسقاه بالماء المشترک بینهم وترک الارض علی

هذه الصفة منه وذلك كله بغير امر شركائه ان كان الذي اشتغل من الارض هو مقدار حصته لو جمع على المهاياة وكانوا قبل ذلك يتهايؤن ولم يكن شركاءه طلبوا القسم فلا ضمان عليه فيما اشتغل ولا يشركه شركاءه فيما تشترك من ذلك كذا في خزانة المفتين۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
ربیع الاول ۱۳۸۶ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کنواں دوسرے شخص کے کنواں سے کتنے فاصلہ پر ہونا چاہیے

﴿س﴾

علمائے کرام و فقہائے اسلام دریں مسئلہ شرعیہ چہ می فرمایند کہ یک شخص مالک برائے آب دادن زمین قنات است مطابق حکم اللہ حریم کاریز چہ اندازہ است بدیگر آں شخص میخواہد در پہلوی قنات سابق قنات جدید میکشد یا نیست۔ و اگر قنات جدید در پہلوی آن کشیدہ آمیخت قنات سابق را بحیلہ اند ممانعت نماید یا نیست۔ حکم اللہ بیان فرمایند بحوالہ جات منقول و از اہل عقل۔

﴿ج﴾

وفي الدر المختار ص ۲۸۹ ج ۵ وللقناة هي مجرى الماء تحت الارض حريم بقدر ما يصلحه لالقاء الطين ونحوه وعن محمد كالبئر الى قوله فوضه لرأي الامام اى لو بأذنه والا فلا شيء ذكره البرجندي۔

از روایت مذکورہ معلوم شد کہ در حریم برائے کاریز مقدار معین ثابت نیست۔ پس اولی الامر کہ در ایں ملک قانون برائے حریم و عرف تمام است مطابق و بے درجہ آن وادن او قنات جدید کشادن قنات جائز باشد۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
شعبان ۱۳۹۰ھ

شراب کا بیان

بھنگ، افیون اور چرس کا استعمال کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کہ آیا بھنگ، چرس، افیون وغیرہ اتنی مقدار میں استعمال کریں کہ جس سے نشہ پیدا نہ ہو تو وہ جائز ہے یا حرام ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

محمد حلیم قریشی [illegible] ضلع ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جملہ نشہ آور اشیاء میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ نشہ آور چیز پینے والی ہے خواہ شراب ہو یا کچھ اور، اور اس کے زیادہ پینے سے نشہ ہو جاتا ہے تو اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ اگرچہ اس قلیل مقدار سے نشہ نہ ہوتا ہو۔ اسی طرح اس کا دوا میں استعمال کرنا خواہ پینے میں ہو یا لیپ کرنے میں بہرحال ممنوع ہے۔ خواہ وہ نشہ آور چیز اپنی اصلی حالت پر ہے خواہ کسی تصرف سے دوسری ہیئت میں ہو جائے بہرحال میں ممنوع ہے۔ اور اگر نشہ آور چیز پتلی نہ ہو بلکہ اصل سے منجمد ہو جیسے تمباکو، افیون وغیرہ تو اس میں اتنی مقدار جو بالفعل نشہ پیدا کرے یا اس سے ضرر شدید ہو تو وہ حرام ہے۔ نیز ایسے ہی مقدار نشہ سے کم بلا ضرورت استعمال کرنا بھی درست نہیں۔ البتہ جو مقدار نشہ نہ لائے نہ اس سے کوئی ضرر پہنچے اس کا دوا استعمال کرنا جائز ہے اور ضماد وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو تھوڑی کی بھی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دستخط نور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

کیا شراب بنانے والا، اٹھانے والا، پینے والا سب برابر ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ شراب خریدنے والے، اٹھا کر لے جانے والے اور دینے والے اور پینے والے سب کو برابر گناہ ہوتا ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ وضاحت فرمائیں۔

محمد اعظم ولد عبدالرشید خان [illegible] تحصیل [illegible] ضلع [illegible]

﴿ج﴾

شراب کے خریدنے والے، فروخت کرنے والے اور پینے والے تینوں سخت مجرم اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ البتہ ان کو دیکھنے والا ان کے برابر گنہگار نہیں ہوگا۔ اگرچہ ان لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھنا بھی گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

شکار اور حلال وحرام جانوروں کا بیان

بندوق سے مارے ہوئے پرندے اگر ذبح سے پہلے مرجائیں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ درخت پر کبوتر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس وقت ایک آدمی بندوق سے شکار کرتا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ فوراً جا کر اس کو ذبح کر دیا جائے لیکن اس کے قریب جانے سے پہلے وہ مرجاتا ہے۔ کیا اس وقت اس کا کھانا جائز ہے۔

﴿ج﴾

بندوق سے کیا ہوا شکار بغیر ذبح کیے حلال نہیں ہوتا اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۴۷۱ ج ۶ (او بندقة ثقیلة ذات حدة) لقتلها بالثقل لا بالحد ولو کانت خفیفة بها حدة حل لقتلها بالجرح ولو لم یجرحه لا یؤکل اتفاقاً۔

وقال الشامی تحته. ولا یخفی ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذ لیس له حد فلا یحل وبه افتی ابن نجیم فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ محرم ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ محرم ۱۳۸۷ھ

فصلوں کو نقصان سے بچانے کے لیے سور کو شکار کرنا

سور کی کھال، بال اور گوشت فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ سور کے فصلوں کو ضائع کرنے سے روکنے کے لیے ان کو شکار کرنے پر محکمہ جنگلات ۵ روپے دیتا ہے لینا جائز ہے یا نہیں۔ یہ معاوضہ نہیں انعام ہے۔ شکاری کے کارتوس کا خرچ ہے اور حوصلہ افزائی ہے۔

(۲) سور کو مار کر اس کی کھال، بال کی فروخت کی رقم کیسی ہے۔

(۳) اس کا گوشت بند کر کے دوسرے ملکوں کو بھیجنا کیسا ہے۔

اختر علی

﴿ج﴾

(۱) فصلوں کو تلف سے بچانے کے لیے سور کا شکار جائز ہے اور انعام لینا بھی جائز ہے۔ فی الهداية ويجوز اصطياد ما يؤكل لحمه من الحيوان وما لا يؤكل (الى قوله) لان صيده سبب للانتفاع بجلده او شعره او ريشه او لاستدفاع شره وكل ذلك مشروع (هداية ص ۵۱۲ ج ۴)

(۲) سور کے تمام اجزاء نجس ہیں۔ كما في الشامية ص ۲۰۳ ج ۱ تحت قوله (فلا يطهر) اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا وميتا الخ۔

خنزیر کے بال، گوشت وغیرہ فروخت کرنا جائز نہیں۔ ولا يجوز بيع شعر الخنزير لانه نجس العين فلا يجوز بيعه اهانة له (ہدایہ ص ۵۸ ج ۳)

(۳) جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۶ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

بندوق سے کیا ہوا شکار اگر ذبح سے پہلے مر جائے تو مردار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی شکار کو رائفل یا بندوق کے ساتھ شکار کیا جس سے وہ شکار مر گیا ہے کیا وہ شکار حلال ہے یا حرام۔ اس کا استعمال کرنا کیسا ہے۔ اس کا جواب مع حوالہ تحریر فرما دیں۔

﴿ج﴾

بندوق کا شکار اگر ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ کھانا اس کا حلال نہیں ہے۔ درمختار میں ہے او بندقة ثقيلة ذات حدة لقتلها بالثقل لا بالحد الخ اور شامی میں ہے۔ قال قاضي خان لا يحل صيد البندقة والحجر والمعراض والعصا وما اشبه ذلك وان جرح لانه لا يخرق. الى ان قال فاما

الجرح الذي يشق في الباطن ولا يخرق في الظاهر لا يحل لانه لا يحصل به انهار الدم الخ. والاصل ان الموت اذا حصل بالجرح بيقين حل وان بالثقل او شك فيه فلا يحل حتما واحتياطاً او ولا يخفى ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنيف اذ ليس له حد فلا يحل وبه افتى ابن نجيم (ص ۱۴۳ ج ۶)

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

خرگوش کو شکاری کتے سے چھڑا کر درانتی سے ذبح کیا اس نے حرکت کی نہ خون نکلا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چند آدمی خرگوش کو شکار کر کے پکڑنا چاہتے ہیں۔ جب خرگوش تھک جاتا ہے تو اس کو کتا غیر معلم پکڑ لیتا ہے اور کھانے کی کوشش کرتا ہے۔ شکاری اس کے منہ سے زبردستی چھڑا لیتے ہیں اور ذبح کرنے لگتے ہیں۔ زبان سے تکبیر پڑھ کر درانتی کے ساتھ ذبح کرنے لگتے ہیں۔ درانتی کے کند ہونے کی وجہ سے درانتی نہیں چلتی اور تیز دست ذبح کر دیتے ہیں۔ درمیان ذبح کے خرگوش کوئی حرکت نہیں کرتا اور نہ بعد از ذبح کرتا ہے اور نہ خون نکلتا ہے۔ کیا یہ حلال ہے یا حرام ہے تو جو اس کو کھاتا ہے اس پر کیا حد ہوگی اور جو صاحب یہ کہے کہ تکبیر پڑھتے وقت زندہ ہو بعد میں اگرچہ مر بھی جائے حلال ہے۔ یہ قول ان کا درست ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کا کیا کفارہ دینا ہوگا۔ بینوا توجروا
حافظ محمد حسین مظفر گڑھی

﴿ج﴾

اگر رگیں کاٹتے وقت اس میں حیات موجود ہو تو حلال ہے ورنہ حرام۔ اگر ذبح کے وقت حیات کے آثار نہیں پائے جاتے اور بعد میں نہ کوئی حرکت کی اور نہ خون دھار کے ساتھ نکلا تو حرام سمجھا جائے گا۔ اگر کسی نے کھا لیا ہے تو اس پر استغفار اور توبہ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

طوطا حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

جناب مفتی صاحب السلام علیکم! مہربانی فرما کر طوطے کے متعلق تحریر کریں کہ وہ حلال ہے یا حرام کتاب کے حوالے دے کر مشکور فرمائیں۔ اگر حلال ہے تو کس امام کے نزدیک اور اگر حرام ہے تو کس کے۔

جناب اعراب دین تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

ہر اس پرندے کا کھانا حرام ہوتا ہے جو کہ پنجے کے ساتھ شکار کرتا ہو اور درندہ پرندہ ہو۔ طوطا چونکہ اس قسم کا پرندہ نہیں ہے لہٰذا اس کا کھانا حلال ہے۔ جیسا کہ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ ص ۲ ج ۲ پر ہے ویحل من الطیر اکل العصافیر باوالسمان والقنبر والزرزور والقطا والکروان والبلبل والبغاء والعلمہ والطاؤس وقال فی حاشیۃ نمبر ۱ الشافعیۃ قالوا لایحل اکل البغاء ہاں امام شافعیؒ کے نزدیک طوطے کا کھانا جائز نہیں ہے اور فتاوی دار العلوم امداد المفتین ص ۵ ج ۱-۲ پر ہے۔ طوطا بلا شبہ حلال ہے اور زید جو حرمت پر استدلال کرتا ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ ذی مخلب جس کو حدیث میں حرام فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ پنجے سے پکڑ کر کسی چیز کو کھائے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ جانور جو پنجے سے شکار کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ طوطا شکاری جانور نہیں اور نہ پنجے سے جانوروں کا شکار کرتا ہے الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

جس بھینس سے بدفعلی کی گئی ہو اس کے دودھ اور گوشت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا جس کی عمر دس سال تین ماہ ہے۔ اس نے متعدد بار ایک بھینس کے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ یعنی زنا کیا ہے جبکہ ایک دفعہ ایک شخص نے اس کو موقعہ پر پکڑ لیا ہے اور اس لڑکے نے اپنے فعل کا اقرار بھی کیا ہے۔ کیا اس بھینس کا دودھ پینا یا گوشت کھانا نوع انسان کے لیے حلال ہے یا حرام۔ اگر حرام ہے تو اس کو کیا کیا جائے اور اس کی تعزیر کیا ہے۔ مدلل جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مقام چوک اعظم تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ ڈاکخانہ خاص محمد صدیق ولد محمد

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مولانا رشید احمد صاحب احسن الفتاویٰ ص ۳۰۰ ج ۵ پر فرماتے ہیں اس شخص پر تعزیر ہے جس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے اور بھینس کو ذبح کر کے ضائع کر دینا یا جلا دینا مندوب ہے اور بدفعلی کرنے والا شخص بھینس کی قیمت کا مالک کے لیے ضامن ہوگا۔ ذبح کرنے کے بعد جلانا ضروری اور واجب نہیں۔ صرف اس لیے مندوب ہے کہ گناہ کی یادگار کو ضائع کر کے بدفعلی کرنے والے سے عار زائل کر دیا جائے۔ پس اگر ذبح نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بھی بلاشبہ حلال ہے۔ دور موجودہ میں عوام ذبح کو واجب سمجھتے ہیں اور ایسے جانور کے گوشت اور دودھ کو حرام تصور کرتے ہیں لہٰذا اس زمانہ میں ذبح کرنا مناسب نہیں اس لیے کہ مندوب کو ضروری سمجھنا یا حلال کو حرام قرار دینا سخت گناہ ہے۔ ایسے موقع پر مندوب پر عمل کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ کہیں دور دراز علاقہ میں فروخت کرے۔ چونکہ اس کا گوشت اور دودھ حلال ہے اس لیے اگر مالک بدستور اپنے استعمال میں لائے یا دور دراز لے جا کر فروخت کرے تو بدفعلی کرنے والا شخص مالک کے لیے قیمت کا ضامن نہیں ہوگا۔ وقال فی الشامیة (قوله تذبح ثم تحرق) ای لقطع امتداد التحدث به کلما رؤیت ولیس بواجب کما فی الهدایة وغیرها وهذا اذا کانت مما لا یؤکل فان کانت تؤکل جاز اکلها عنده وقالا تحرق ایضاً فان کانت الدابة لغیر الواطی یطالب صاحبها ان یدفعها الیه بالقیمة ثم تذبح هکذا قالوا ولا یعرف ذلک الا سماعا فیحمل علیه زیلعی ونهر وفی احسن الفتاوی ایضاً نقلا عن جواهر الفتاوی لمخدوم محمد هاشم التتوی. وما ذکر فی بعض المواضع انه اذا کانت للفاعل ذبحت فالوجه له ان البهیمة له وقد جنی فجاز اتلاف ماله بجنایته انکارا علیه وتقبیحا لفعله وان کانت بغیره لایجوز اتلاف ملک انسان بجنایة غیره اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ

بچھو اگر کنویں میں مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس صورت مسئولہ میں اگر کنویں میں بچھو مر جائے اور اس کو نکال کر پھینک دیا جائے تو کنویں کا پانی پاک ہے یا ناپاک۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بچھو اگر بڑی ہو تو کنواں پاک نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حلال جانور کے خصیے حلال ہیں یا نہیں

﴿س﴾

ذبح کیے ہوئے جانور کے خصیے کھانا جائز اور حلال ہے یا حرام اور کن کن صورتوں میں حلال اور حرام ہو سکتا ہے۔

﴿ج﴾

حلال جانور کے خصیے کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ بدائع صنائع میں ہے۔ فصل واما بیان مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول فالذی یحرم اکلہ منہ سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ لقولہ عزشانہ ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث وھذہ الاشیاء السبعۃ مما تستخبثہ الطبائع السلیمۃ فکانت محرمۃ وروی عن مجاھد رضی اللہ عنہ انہ قال کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشاۃ الذکر والانثیین والقبل والغدۃ والمرارۃ والمثانۃ والدم۔ فالمراد منہ کراھۃ التحریم بدلیل انہ جمع بین الاشیاء الستۃ وبین الدم فی الکراھۃ والدم المسفوح محرم الخ بدائع صنائع ص ۶۱ ج ۵ کنز الدقائق ص ۴۹۲ مسائل شتی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ شوال ۱۳۹۵ھ

کسی کے درختوں پر سے شہد نکالنا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے حق میں کہ پاکستان میں کسی کے درختوں سے شہد اتارنا جائز ہے یا نہیں۔ جو درخت اس کی زمین مملوکہ مزروعہ یا غیر مزروعہ میں ہیں اور وہ درخت شہد کے لیے نہیں بوئے گئے بلکہ اتفاقاً شہد کی مکھیاں وہاں بیٹھ جاتی ہیں نیز بعض ایسے مقامات ہیں کہ مالک اتارنے سے منع نہیں کرتا کیا وہاں اتارنا جائز ہے یا نہیں اور بعض ایسے مقامات ہیں کہ مالک منع کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ مذکورہ بالا صورتوں میں بلا اجازت شہد اتارنا جائز ہے یا نہیں بالدلیل تحریر کریں۔

﴿ج﴾

زمین مملوکہ میں سے جو شہد نکلتا ہے وہ مالک زمین کا ہوتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے اس کا اُتارنا جائز نہیں۔ البتہ غیر مملوکہ جنگلات اور پہاڑوں سے حاصل کیا ہوا شہد اُتارنے والے کی ملک میں آ جاتا ہے۔ عالمگیری کتاب الصید ص ۴۲۱ ج ۵ کے آخر میں ہے۔ وفی المنتقی داود بن رشید عن محمد نحل اتخذت کوارات فی ارض رجل فخرج منها عسل کثیر کان ذلک لصاحب الارض ولا سبیل لاحد علی اخذه قال ولا یشبه هذا الصید وبیضه اھ واللہ اعلم۔

جو مچھلی پانی میں اپنی موت مرجاتی ہیں حلال ہیں یا حرام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو مچھلی حتف انفہ اپنی موت مرجاتی ہے۔ حلال ہے یا حرام، جو کسی بیماری یا سردی وغیرہ کی وجہ سے مرجاتی ہے اس کا کیا حکم ہے اور مچھلی طافی کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اگر صورت مسئولہ میں حرام ہے تو کھانے والے کا کیا حکم ہے۔ بالتفصیل بحوالہ کتب آگاہ فرمادیں۔

﴿ج﴾

جو مچھلی اپنی موت مرجاتی ہے بغیر آفت کے اور پیٹ اوپر ہو۔ اس کو طافی کہتے ہیں اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ مگر پشت اوپر ہو تو اس کو طافی نہیں کہتے اس کا کھانا حلال ہے۔ اگر کسی آفت سے یا دوسری وجہ سے مرجائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ ولا یحل حیوان مائی الا السمک الذی مات بآفة ولو متولدا فی ماء نجس ولو طافیة مجروحة غیر الطافی علی وجه الماء الذی مات حتف انفه وهو ما بطنه من فوق فلو ظهره من فوق فلیس بطاف فیؤکل کما یؤکل ما فی بطن الطافی وما مات بحر الماء او برده او بربطه فیه او القاء شیء فموته بآفة ص ۲۹۶ ج ۶ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

گوہ کھانا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گوہ کا کھانا شرعاً حلال ہے یا حرام بینوا توجروا

﴿ج﴾

گوہ (ضب) کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ مکروہ تحریمی فقہاء حنفیہ کی اصطلاح میں حرام کے قریب ہوتا ہے جس کی تعریف فقہاء نے یہ کی ہے ما ثبت بدلیل فیہ شبهة جس کا حکم یہ ہے کہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا اور حرام وہ ہوتا ہے ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فیہ جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہ نہ ہو یعنی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو جیسے زنا، چوری، قتل مومن وغیرہ ہے جس کا منکر کافر ہوتا ہے لہٰذا گوہ اس معنی میں حرام نہیں ہے کہ اس کو حلال سمجھنے والا معاذ اللہ کافر ہو جائے اور اگر اس پر حرام کا اطلاق بمعنی مکروہ تحریمی کے کیا جائے تو درست ہے۔ کما قال فی الهدایة ص ۴۴۳ ج ۴ قال ویکره اکل الضب الخ وفی الحدیث عن عبد الرحمن بن شبل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن اکل لحم الضب (ابوداؤد ص ۱۷۶ ج ۲ کتاب الاطعمة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ رجب ۱۳۶۹ھ

ہمارے ہاں جو کوے ہیں یہ حلال ہیں یا حرام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہ کوا ہمارے گھروں میں آ جاتا ہے اور بچوں سے روٹی چھین کر لے جاتا ہے حلال ہے یا حرام یا مکروہ ہے۔

صوفی محمد صادق

﴿ج﴾

واضح رہے کہ فقہاء کرام نے غراب (کوا) کی تین قسمیں ذکر کی ہیں اور تینوں کے احکام علیحدہ ہیں۔ ایک وہ غراب ہے جو صرف نجاست اور مردار چیزیں کھاتا ہے اس کا کھانا ناجائز ہے اور ایک وہ ہے جو کھیتی سے دانے اور پاک چیزیں کھاتا ہے اس کا کھانا حلال ہے اور ایک وہ ہے جو مردار چیزیں اور دانے دونوں قسمیں کھاتا ہے اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے حلال اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اسے مکروہ کہتے ہیں اور امام اعظم کے قول کو صحیح کہا ہے۔ كما قال في البحر ص ۱۷۱ ج ۸ تحت قول الكنز (وحل غراب الزرع) لانه ياكل الحب وليس من سباع الطير ولا من الخبائث (الا الابقع الذي ياكل الجيف والضبع والضب والزنبور والسلحفاة والحشرات والحمر الاهلية والبغل) يعني هذه الاشياء لا توكل اما الغراب الابقع

فلانہ یاکل الجیف فصار کسباع الطیر والغراب ثلاثۃ انواع نوع یاکل الجیف فحسب فانہ لا یوکل ونوع یاکل الحب فحسب فانہ یوکل ونوع یخلط بینھما وھو ایضا یوکل عند الامام وھو العقعق لانہ یاکل الدجاج وعن ابی یوسف انہ یکرہ اکلہ لانہ غالب اکلہ الجیف والاول اصح۔ وھکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ص ۲۹۰ ج ۵ والشامیۃ ص ۳۰۸ ج ۶

آپ اپنے کوے کا حکم اس تفصیل سے معلوم فرما سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ صفر ۱۳۹۵ھ

مچھلی شکار کرنے کے لیے زندہ کیڑوں کو کنڈوں میں لگانا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مچھلی کا شکار کھیلتا ہے۔ مچھلی کیڑے کے مارنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کیڑے کو لوگ سانپ کہتے ہیں اس کیڑے کو مار کر یا زندہ کنڈی کے منہ پر لگا دیا جاتا ہے۔ جس سے مچھلی جلدی شکار ہوتی ہے۔ کیا شریعت میں کیڑے کو مارنے کا گناہ ہوگا یا نہیں۔ یہ بھی بتائیں کہ سانپ مچھلی شرعاً حرام ہے یا حلال۔
محمد یار ہرید غازی خان

﴿ج﴾

شکار کے لیے زندہ کیڑوں کو کنڈی پر لگانا درست نہیں۔ البتہ مارنے کے بعد درست ہے مسک یعنی مچھلی جمیع انواع حلال ہے اور مار ماہی بھی مسک ہے۔ فی الدر المختار کتاب الذبائح (ص ۳۰۶ ج ۶) الا الجریث اسود والمار ماھی سمک فی صورۃ الحیۃ۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ شوال ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۷ شوال ۹۴ھ

بکری کے جس بچے کی پرورش عورت کے دودھ سے ہوئی ہو حلال ہے یا حرام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بکری نے بچہ دیا۔ اتفاقاً بکری مرگئی اس بکری کے بچے کو ایک عورت

نے اپنے پستانوں سے دودھ پلایا اور تقریباً دو ماہ تک دودھ پلاتی رہی۔ اس بچہ کا کیا حکم ہے جس نے بنی نوع انسان کے دودھ سے پرورش پائی اس کو ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے یا ناجائز۔ اس وقت بکری کا بچہ اور عورت دونوں زندہ ہیں۔

ضلع ملتان تحصیل کبیر والا موضع چراغ بیلہ

حکیم مولوی محمد فاضل

﴿ج﴾

اس بکری کے بچہ کو ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بکری کا بچہ ہی تو ہے اور جو دودھ انسان کا پی چکا ہے وہ فنا ہو کر ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس بچہ کا کھانا بعد از ذبح شرعاً جائز ہے۔ کما قال فی فتاوی قاضیخان علی هامش العالمگیریة ص ۳۵۹ ج ۳ روی ان جدیاً غذی بلبن الخنزیر لا باس باکله لان لحمه لا یتغیر وما غذی به یصیر مستهلکا لا یبقی له اثر. وفی الفتاوی العالمگیریة ص ۲۹۰ ج ۵ الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاماً فلا باس لانه بمنزلة الجلالة والجلالة اذا حبست ایاماً فعلفت لا باس بها فکذا هذا کذا فی الفتاوی الکبری۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ

بیمار شخص کی وجہ سے جانور کو ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بیمار ہے۔ کیا اس پر جانور خدا کے واسطے ذبح کیا جا سکتا ہے اور نیت خاص فی سبیل اللہ کی ہے اور باقی کوئی رسوم شرک کی نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جانور خدا کے نام سے ذبح کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کر لیا جائے یہ جائز ہے۔ کسی طرح کی اس میں قباحت نہیں ہے۔ البتہ ثواب صدقہ کا ملے گا۔ ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی ثواب علیحدہ نہیں۔ ذبح کرنے کا اور خون بہانے کا ثواب یا تو زمین حرم میں ہوتا ہے یا عید کے موقع پر قربانی کا۔ عام طور پر خون بہانا کوئی زائد ثواب نہیں رکھتا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ صفر ۱۳۸۹ھ

چور اگر جانور کو ذبح کر کے بھاگ جائے تو حلال ہے

حلال جانوروں اور پرندوں کی کیا علامات ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی کا حلال جانور گم ہو جائے اور پھر وہ جانور مالک کو اس طرح ملے کہ چور ذبح کر کے بھاگ جائے اور جانور مالک کے ہاتھ آ جائے تو کیا مالک اپنا چور کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتا ہے یا نہیں۔ مدلل تحریر فرما دیں۔

(۲) حلال چوپائے جانوروں اور پرندوں وغیرہ کی کیا علامت ہوتی ہے کہ یہ حلال ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

محمد گل زمان معرفت محمد سلطان کریانہ اسٹور

﴿ج﴾

چور نے اگر شرعی طریقہ سے جانور کو ذبح کیا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔

(۲) جو پرندے پنجے سے شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں۔ اس طرح جو جانور مردار کھاتے ہیں اور کمزور جانوروں کو شکار کر کے کھا جاتے ہیں جیسے شیر، چیتا، لومڑ، گیدڑ وغیرہ یہ حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حلال جانور کے کپورے حرام ہیں

﴿س﴾

جناب مفتی صاحب مزاج گرامی! پچھلے دنوں تونسوی صاحب نے یہاں تقریر کی جس میں مسئلہ بیان فرمایا کہ بکرے کے یا کسی حلال جانور کے (کپورے) کھانا حرام ہے چونکہ یہ دیہات ہے یہاں یہ مسئلہ نہ کسی عالم نے پہلے بیان کیا نہ ہی ہم لوگوں نے سنا تھا۔ لہٰذا ان کا استعمال یہاں کوئی کوئی مشتوں سے کرتا ہے۔ یہ مسئلہ سننے کے بعد یہاں لوگوں میں بے چینی اور بحث مباحثے شروع رہتے ہیں۔ لہٰذا یہاں کے ایک اسلامیات کے پروفیسر صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ مسئلہ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ لہٰذا ہم اسے حرام نہیں کہتے جس سے اختلافات اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ لہٰذا آپ اس کے متعلق فیصلہ فرما دیں۔

جاوید احمد خان دکاندار بستی دورشہ

﴿ج﴾

یہ درست ہے کہ حلال جانور کے کپورے کھانا حرام ہے۔ کما فی العالمگیریۃ ص ۲۹۰ ج ۵ واما بیان ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ. الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ کذا فی البدائع۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ شوال ۱۳۹۶ھ

کراہت کی جو علت مثانہ میں ہے وہی اوجھڑی میں ہے فرق کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جانور کی اوجھڑی جہاں گوبر ٹھہرتی ہے۔ اس کی کراہت کے متعلق حضرت امام صاحب سے کوئی روایت آئی ہے یا نہیں اور یہ مکروہ ہے یا نہیں۔ جبکہ الجوہرۃ النیرۃ والے نے کتاب الذبح میں نقل کیا ہے کہ ذبیحہ سے سات چیزیں مکروہ ہیں۔ ان میں مثانہ بھی شمار کیا ہے اور دلیل پیش کی ہے کہ نفس ان اشیاء کو خبیث سمجھتا ہے اور جو علت مثانہ میں ہے یعنی پیشاب جو کہ نجاست حقیقی ہے یہی علت اوجھڑی میں ہے۔ کیونکہ وہاں بھی نجاست حقیقی ٹھہرتی ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اس کو مکروہ لینا چاہیے۔ بینوا توجروا

نظام الدین فاروقی

﴿ج﴾

اوجھڑی کی حلت اس لیے ہے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں۔ فقہاء نے جن اعضاء کو حرام شمار کیا ہے۔ یہ ان کے علاوہ ہے۔ یہ شامی ردالمحتار کے مسائل شتی میں مذکور ہے۔ الحیاء والخصیۃ والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر اھ درمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۷۴۹ ج ۶ اوجھڑی سے طبائع سلیمہ نفرت نہیں کرتیں بخلاف مثانہ کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی مزار پر منت کا بکرا ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص کسی پیر یا ولی کے مزار پر منت مان کر دنبہ یا بکرا ذبح کر سکتا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں مع دلائل کے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

(۳) ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(۴) اس پر بھی شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(۵) بکر پر کوئی تعزیر نہیں ہے۔

(۶) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے جانور کا حکم یہ ہے کہ اُسے ذبح کر کے جلا دیا جائے۔ استحباباً تاکہ اس بدفعلی کی یادگار ختم ہو جائے اور اگر ایسا جانور حلال گوشت والا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا گوشت کھانا بھی جائز ہے اور صاحبین بہر حال اس کے جلانے کا حکم دیتے ہیں۔

والدليل على ذلك كله ما قال في الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۲۶ ج ۴

(و) لايحد بوطء (بهيمة) بل يعزر و تذبح ثم تحرق ويكره الانتفاع بها حية و ميتة مجتبى وقال الشامي تحته (قوله وتذبح ثم تحرق) اى لقطع امتداد التحدث به كلما رؤيت وليس بواجب كما في الهداية وغيرها. وهذا اذا كانت مما لا يؤكل فان كانت تؤكل جاز اكلها عنده وقالا تحرق ايضاً الخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

کتے نے جن انتڑیوں کو سونگھا ہو اُن سے حاصل ہونے والی چربی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جانور ذبح کیا گیا ہے۔ اس کی انتڑیوں کو ایک طرف رکھ دیا ہے۔ انتڑیوں کو کتے نے سونگھ لیا ہے۔ جو آدمی گوشت بنا رہے تھے ان کو معلوم نہیں ایک آدمی دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آدمی کسی کام چلا گیا جو آدمی گوشت بنا رہے تھے انہوں نے ان انتڑیوں سے تین چار سیر چربی اتاری تو بعد میں وہ آدمی آیا اور اس نے کہا ان انتڑیوں کو کتا سونگھ گیا ہے۔ اب اس چربی کا کیا کیا جائے۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ اگر اس آدمی کا بیان یہ ہے کہ کتے نے چربی کو محض سونگھا ہے منہ اور زبان نہیں لگا تب چربی پاک ہی ہے۔ محض سونگھنے سے نجاست نہیں آتی اور اگر اس کا بیان اور مطلب یہ ہو کہ کتے نے منہ لگایا ہے اور اس کا لعاب چربی کو لگ گیا ہے تب چربی کو منہ لگانے کی جگہ اگر معلوم ہو تو اس کو کاٹ کر جدا کر دیا جائے اور اگر نامعلوم ہے تو ساری چربی نجس

ہوگئی۔اب اس کو کھانے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ہاں اس کو اگر پاک وصاف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس چربی پگھلائی ہوئی میں اس کے برابر یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر گرم کریں اس پانی کے بعد چربی کو اوپر سے اتار لیں۔ دوبارہ اتنا پانی اس چربی میں ڈال دیں اور پھر گرم کر چربی اُتار لیں اسی طرح تیسری دفعہ کر لیں تب چربی پاک ہے اور کھانے وغیرہ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحه رد المحتار ص ۲۲۲ ج ۱ ویعتبر سؤر بمستر اسم فاعل من اسأر ای ابقی لا ختلاطه بلعابه۔

وفی العالمگیریة ص ۳۸ ج ۱ لو استنجی بالماء ولم یمسحه بالمندیل حتی فساعامتهم علی انه لا ینجس ماحوله۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفی عنہ مدرسہ قاسم العلوم
۷ محرم ۱۳۸۷ھ

طوطا، بگلا، ہدہد، لالی حلال ہیں یا نہیں
ذبح فوق العقدہ کا کیا حکم ہے، بغیر وضو اذان دینا

﴿س﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ طوطا حلال ہے یا حرام۔

(۲) بگلا ہر دو رنگ کا سرخ وسفید آبی جانور ہے۔مچھلی کے شکار میں مصروف کار رہتا ہے حلال ہے یا حرام۔

(۳) ہدہد حلال ہے یا حرام ہے۔

(۴) شارک ملتانی زبان میں لالی کو بولتے ہیں یا جانور عام پھرتا ہے حلال ہے یا حرام۔

(۵) ذبح فوق العقدہ حلال ہے یا حرام ہے۔باحوالہ نقل فرمادیں۔

(۶) اذان بغیر وضو درست ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

مولوی محمد حیات وہاڑی ملتان

﴿ج﴾

(۱) جو جانور اور جو پرندے شکار کر کے کھاتے ہیں یا ان کی غذا فقط گندگی ہے ان کا کھانا ناجائز ہے۔جیسے شیر، بھیڑیا، کتا، باز، گدھ وغیرہ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا، بگلا، مینا، فاختہ، چڑیا، مرغابی، ہدہد وغیرہ سب جائز ہیں۔ کما فی الهدایه ص ۴۳۸ ج ۴ ولا یجوز اکل ذی ناب من السباع ولا ذی مخلب من الطیور۔ لان النبی علیه السلام نهی عن اکل کل ذی مخلب من الطیور وکل ذی ناب من السباع الخ۔

(۲) ذبح فوق العقدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض حرمت کے قائل ہیں اور بعض نے حلت کا فتویٰ دیا ہے اور اس اختلاف کا محل صرف یہ امر ہے کہ ذبح کی رگیں جو کہ چار ہیں۔ حلقوم، ودجان، مری۔ ذبح فوق العقدہ سے منقطع ہوتی ہیں یا نہیں۔ محرمین کا زعم یہ ہے کہ چونکہ ذبح مافوق العقدہ سے اکثریت جو کہ حلت ذبح کے لیے شرط ہے قطع نہیں ہوتے اس لیے کہ حلقوم اور مری کی ابتدا عقدہ پر ہے۔ ذبح اگر عقدہ سے اوپر ہو جائے تو یہ دونوں باقی رہیں گی تو اکثر قطع نہیں ہوئیں اور حلت کے لیے تین کا قطع ہونا شرط ہے۔ لہٰذا وہ جانور حرام ہے اور محللین کی تحقیق یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ سے بھی عروق منقطع ہو جاتی ہیں لہٰذا حلال ہے۔ تو یہ بات مشاہدہ اور اہل تجربہ سے متعلق ہے۔ شامی نے بھی کافی بحث کے بعد قول فیصل یہی لکھا ہے کہ اہل تجربہ سے دریافت کرنا چاہیے یا خود مشاہدہ کرنا چاہیے کہ عروق منقطع ہوتی ہیں یا نہیں۔ چنانچہ شامی ص ۲۹۵ ج ۵ پر لکھتے ہیں اقول والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ماقال شراح الہدایة تبعا للرستغفنی والا فالحق خلافه اذ لم يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ويظهر ذلك بالمشاهدة او سؤال اهل الخبرة الخ۔

اب یہ بات ثقات سے محقق ہے کہ ذبح فوق العقدہ سے بھی عروق منقطع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ذبح فوق العقدہ حلال ہوگا۔ چنانچہ اسی کے متعلق مولانا عزیز الرحمن مفتی دار العلوم دیوبند کے فتاویٰ: اقول و باللہ التوفیق حل المذبوح فوق العقدة هو الراجح رواية و دراية۔ عزیز الفتاویٰ ص ۷۳۲ ج ۱۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی تحقیق اس مسئلہ میں مجھ کو سالہا سال سے تحقیق کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے اس کی تحقیق کے لیے خود ذبح کرا کر دیکھا ہے۔ میرے نزدیک محرمین جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ذبح فوق العقدہ ہوگا تو حلقوم اور قطع نہیں ہوں گے یہ صحیح نہیں ہے۔ خلاصہ اس کا عدم تجربہ ہے (قول بالا) سے اور اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے فتویٰ (چونکہ مشاہدہ قطع و روایت ثقات سے محقق ہو چکا اس لیے حلت کا حکم دیا جائے گا۔ امداد الفتاویٰ ص ۴۹۵ ج ۳) سے یہ حکم ثابت ہوا کہ ذبح فوق العقدہ حلال ہے۔ البتہ بہتر یہ ہوگا کہ ذبح فوق العقدہ نہ کیا جائے۔ بلکہ تحت العقدہ ہو تاکہ بالاتفاق حلال ہو جائے۔

(۳) بے وضو اذان کہنا درست ہے۔ البتہ باوضو اذان کہنا افضل اور مستحب ہے۔ کما فی الہدایۃ ص ۷۲ ج ۱ وینبغی ان یؤذن ویقیم علی طهر فان اذن علی غیر وضوء جاز لانه ذکر ولیس بصلوٰة فکان الوضوء استحبابا الخ

محمد انور عفی عنہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ صفر [illegible] ھ

بیمار کی طرف سے خدا کے نام پر جانور ذبح کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بیمار ہے۔ کیا اس پر جانور خدا کے واسطے ذبح کیا جا سکتا ہے اور نیت خاص فی سبیل اللہ کی ہے اور باقی کوئی رسوم نہیں کی گئی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جانور خدا کے نام سے ذبح کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کر لیا جائے یہ جائز ہے۔ کسی طرح کی اس میں قباحت نہیں ہے۔ البتہ ثواب صدقہ کا ملے گا۔ ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی ثواب علیحدہ نہیں۔ ذبح کرنے کا اور خون بہنے کا ثواب یا تو زمین حرم میں ہوتا ہے یا بقر عید کے موقع پر قربانی کا عام طور پر خون بہانا کوئی زائد ثواب نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

بندوق یا تیر کا شکار اگر ذبح سے پہلے مر جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شکار کردہ وحشی جانور خواہ پرندہ بھی ہو اگر بندوق وغیرہ کی گولی یا ہاتھ کے پتھر پھینکنے یا کسی اور آلہ سے مارا جائے اور اس جانور کا سانس اگر پکڑ کر چاقو یا چھری وغیرہ کے ذریعہ ذبح کرنے سے پہلے نکل جائے تو کیا اس کا کھانا شرعاً مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں۔ نیز بعض لوگ کہتے ہیں کہ بندوق میں گولی رکھنے کے وقت اگر تسمیہ و تکبیر پڑھی جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ کچھ الجھن پیدا کنندہ ہے۔ لہٰذا برائے کرم اس مسئلہ کو دلائل قطعیہ سے مبرہن فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

السائل محمد عبداللہ بلوچستانی متعلم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

جانور مذکور کا کھانا دریں صورت درست نہیں ہے کیونکہ یہ بدون ذبح کے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر آلہ تیز دھار ہو اور اس پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر مارا جائے اور جانور اس سے زخمی ہو کر مر جائے تو وہ درست ہوتا ہے۔ ثقیل آلہ سے مرا ہوا شکار بسم اللہ پڑھ کر بھی حلال نہیں ہوتا اور تیز دھار کا مرا ہوا شکار بھی بدون بسم اللہ کے حلال نہیں ہوتا اور جو شکار زخمی تیز دھار کا ایسی حالت میں پکڑا گیا کہ اس کے اندر مذبوح سے زیادہ زندگی موجود ہے اور ذبح نہیں کیا گیا وہ بھی حلال نہیں

ہوتا۔ بندوق کا مرا ہوا شکار بھی حلال نہیں ہے۔ اگرچہ گولی رکھتے اور چلانے کے وقت تسمیہ اور تکبیر پڑھی جائے کیونکہ یہ از قبیل مثقل کے ہے اور مثقل میں بدون ذبح کے درست نہیں ہے اور یہ شرط بھی ہے کہ تیز دھار سے مار کر اس کی طلب میں تاخیر نہ کرے۔ اگر تاخیر کرے گا تو پھر بھی اس کا کھانا درست نہ ہوگا۔ یہ احکام کتب فقہ حنفی میں مفصل مذکور ہیں بوجہ تطویل سے عبارات کو نقل کرنا ترک کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی مدرسہ دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی
۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ

﴿ہو المصوب﴾

بدون ذبح کے اگر شکار بندوق کی گولی سے مر جائے تو حرام ہے قال الشامی ص ۴۷۱ ج ۶ فی کتاب الصید ولا یخفی ان الجرح بالرصاص انما ھو بالاحراق والثقل بواسطۃ اندفاعہ العنیف اذ لیس لہ حد فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم قال قاضی خان لایحل صید البندقۃ والحجر المعراض والعصا وما اشبہ ذلک الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ رجب ۱۳۸۹ھ

جو گائے سور سے حاملہ ہوئی ہو اس کے دودھ، گھی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی گائے کو خنزیر سے حاملہ کرایا گیا ہو تو اس کا دودھ گھی استعمال کرنا حرام ہوگا یا نہیں۔

قاری محمد حسینی مدرسہ شرف المدارس محلہ گوروانا نک پورہ

﴿ج﴾

اس گائے کے دودھ گھی وغیرہ کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں حلال ہوگا۔ البتہ اس سے جو نسل پیدا ہوگا اس کی حلت و حرمت میں تفصیل ہے۔ کما فی الدر المختار مع شرحہ رد المحتار وان نزا کلب علی عنز فجاء ھذا نتاج لہ راس ککلب فیتظر فان اکلت لحما فکلب جمیعہا وان اکلت تبنا فلا الراس یبتر ویو کل باقیہا وان اکلت لذاء وذا فاضربھا والصیاح یخبر۔ وان اشکلت فاقبح فان کرشہا بدا فعتر والا فہو کلب فیطمر ص ۳۱۱ ج ۶۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

محرم شریف کے شکار کا کیا حکم ہے
بندوق سے کیا ہوا شکار اگر ذبح کے بعد تڑپ نہ سکے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ
(۱) کیا محرم شریف کے ماہ میں شکار کھیلا جا سکتا ہے۔
(۲) بندوق سے شکار ہونے والے پرندہ کے گلے سے ذبح کے وقت خون صرف اس قدر نکلے کہ اس کا گلہ سرخ ہو جائے اور وہ تڑپ نہ سکے تو کیا وہ حلال ہے یا حرام؟

ایم سید مرزا آگاہی روڈ ملتان شہر

﴿ج﴾

(۱) محرم شریف کے مہینہ میں شکار کھیلنا جائز ہے محرم اور دیگر مہینوں میں شکار کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ و اذا حللتم فاصطادوا الآیۃ۔ یعنی جب احرام حج سے حلال ہو جاؤ تب شکار کھیلو سوائے حرم کے اور سوائے حالت احرام کے شکار کھیلنا کسی وقت بھی شرعاً ممنوع نہیں ہے۔
(۲) اگر ذبح کرتے وقت شکار زندہ ہو یعنی جس وقت اس کے گلے پر چھری رکھے اس وقت شکار زندہ ہو تب ذبح کرنے کے بعد تڑپ جائے یا نہ جائے، خون نکلے یا نہ نکلے بہر حال حلال ہے اور ذبح کرتے وقت اس کی حیات معلوم نہ ہو تب اگر حرکت کرے اس قسم کی جو شکار کی حیات کی علامت ہو مثلاً منہ بند کر لے یا آنکھ بند کر لے یا ٹانگ سمیٹ لے تب حلال ہے اور اگر اس قسم کی حرکت کرے جو موت کی علامت ہو مثلاً منہ کھول دے یا آنکھ کھول لے یا ٹانگ پھیلا دے تو ایسی صورت میں حلال شمار نہیں ہوگا یا حرکت نہ کرے لیکن اس سے خون نکل جائے اس قسم کا جو کہ زندہ سے نکلتا ہے۔ تیز ہو تب شکار حلال ہے۔

کما قال فی التنویر ذبح شاۃ فتحرکت او خرج الدم حلت و الا لا ان لم تدر حیاتہ و ان علم حلت و ان لم تتحرک و لم یخرج الدم ذبح شاۃ لم تدر حیاتہا وقت الذبح ان فتحت فاھا لاتوکل و ان ضمتہ اکلت و ان فتحت عینہا لا توکل و ان ضمتہا اکلت و ان مدت رجلہا لاتوکل و ان قبضتہا اکلت و ان نام شعرھا لاتوکل و ان قام اکلت و ان علمت حیاتہا وقت الذبح اکلت مطلقاً. فقط واللہ تعالیٰ اعلم (ص ۳۰۸ ج ۶)

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ محرم ۱۳۸۷ھ

پیر کے نام منت کیے ہوئے بکرے کو اللہ کے نام پر ذبح کرنا، طعام پر فاتحہ اور میلاد کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ایک شخص نے پیر کے نام کا بکرا مقرر کیا یعنی منت مانی کہ یہ بکرا فلاں پیر کا ہے کسی دوسرے کام کے لیے ذبح نہیں کرنا چاہتا ہے اور ذبح کے وقت تکبیر پڑھی گیا یہ بکرا حلال ہے یا حرام؟

(۲) طعام آگے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے

(۳) میلاد شریف کے وقت یا بعد نماز الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا کیسا ہے۔

(۴) قبر پر اذان دینا کیسا ہے۔

(۵) گیارہویں کرنا کیسا ہے۔ ان جملہ امور کا جواب قرآن و حدیث اور قرون اولیٰ کے طرز عمل سے عنایت فرمائیں۔

سائل شیخ محمد ابراہیم کینٹ ملتان

﴿ج﴾

(۱) ما اہل لغیر اللہ کے تحت داخل ہے۔ اس لیے حرام ہے۔ اگرچہ ذبح کے وقت تکبیر بھی کہی جائے۔ البتہ اگر ذبح سے پہلے اس عقیدہ فاسدہ سے رجوع کر لیا تو یہ حیوان مذبوح طیب ہے۔ پھر خدا کے نام سے ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔

(۲) یہ رسم بدعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و تابعین سے عام حالات میں منقول نہیں اور نہ صدقہ وغیرہ کے لیے پڑھنا ضروری ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر ثواب میت کو نہیں پہنچتا صحیح نہیں۔ میت کو بغیر کچھ پڑھنے کے بھی ثواب پہنچ جاتا ہے۔

(۳) یا رسول اللہ کہنا اگر اس عقیدہ کے تحت ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت درود سنتے ہیں تو ناجائز ہے ورنہ جائز۔

(۴) قبر پر اذان دینا بدعت سیئہ ہے۔ سلف الصالحین سے بالکل منقول نہیں ہے۔

(۵) اگر غوث اعظم رحمہ اللہ کے لیے منت مانی ہے تو حرام ہے۔ ورنہ کھانا اس کا جائز ہے۔ البتہ اس خاص دن کا تعین بدعت سیئہ ہے۔ اس سے بچنا لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ

کھال کی خاطر بھیڑ کے چھوٹے بچوں کو ذبح اور فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقے میں بھیڑ کے چھوٹے بچے تازہ تازہ کھال کی قیمت گراں کے واسطے بیچے جاتے ہیں۔ گوشت وغیرہ تو کسی خاص کام میں نہیں آتا فقط کھال کا منافع پیش نظر ہوتا ہے۔ مالک فقط حصول زر کے لیے ذبح کر دیتے ہیں اور جو پیشہ لوگ ایک جاندار چیز کو حاصل کرتے ہیں بھیڑ بیچاری پریشان ہو جاتی ہے۔ اور دودھ کم کر دیتی ہے۔ دلائل سے واضح فرماویں کہ اس قسم کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہ۔ پوری وضاحت سے تحریر فرماویں۔ نیز گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی غلام حیدر ... مرید احمد علی صاحب

﴿ج﴾

ذبح کرنا اس کا جائز ہے اور کھال فروخت کرنا بھی جائز ہے اور گوشت کھانا اس کا جائز اور حلال ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ رجب ۱۳۹۱ھ

جس مرغی کا سر بلی نے الگ کیا ہو وہ ذبح کرنے سے حلال ہوگی یا نہیں، پانی خشک ہونے کی وجہ سے جو مچھلی مر جائے حلال ہے یا نہیں، کافر نے مچھلی پکڑی اور مرگئی مسلمان کے لیے حلال ہے یا نہیں، ونٹ کو مروجہ طریقہ سے ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) مرغی کا سر تک بلی نے جدا کر لیا اور مرغی تڑپ رہی ہے۔ اگر مرغی کے سانس نکلنے سے پہلے ہی باقاعدہ شرعیہ تکبیر پڑھ کر گردن کا کچھ حصہ قطع کر دیا جائے تو مرغی مذکورہ حلال ہے یا بے کار ہے یعنی قطعاً حرام ہے۔

(۲) مچھلی پانی کے گڑھا میں زندہ موجود ہے پانی خشک ہو جاتا ہے۔ مچھلی مر جاتی ہے لیکن ابھی بدبو بالکل نہیں آئی یا بدبو پڑ گئی ہے۔ جو مچھلی ندی یا دریا میں مر کر ایسے ہی بہ رہی ہے بدبو بالکل نہیں پڑی یا اس صورت میں بدبو پڑ گئی۔

کافر نے مچھلی پکڑی اس کے ہاتھ میں مر گئی وہ مسلمانوں کو دیتا ہے پانچوں صورت میں مچھلی کی حلت و حرمت کا کیا حکم ہے؟

(۳) اونٹ کے ذبح کا طریقہ تحریر کریں۔ موجودہ وقت میں نہ نیزے ہیں اور نہ ہی تیر کا رواج ہے بلکہ بخلاف اور جانوروں کے اونٹ کا گلا دو جگہ ذبح کے وقت کاٹا جاتا ہے۔ ایک حلقوم کے موقع پر دوسرا گردن اور دھڑ کے اتصال کے قریب یہ صورت جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

صدر مدرسہ عربیہ بحرو(ا) کانہ بحر براستہ بغداد الجدید تحصیل وضلع بہاولپور

﴿ج﴾

(۱) مرغی کا سر اگر ایسا ہے کہ گردن کی رگیں یعنی دو شہ رگ اور ایک حلقوم یا مری باقی تھیں تو حلال ہے اور اگر بالکل تینوں کو کاٹ ڈالا ہے تو حرام ہے۔ شامی ص ۳۰۸ ج ۶ **شاة قطع الذئب او داجها وهی حية لاتذكی لفوات محل الذبح ولو انتزع رأسها وهی حية تحل بالذبح بين اللبة واللحيين انتهى**

(۲) مچھلی پانی میں اگر خود بخود مر جائے تو حرام ہے اور اگر کسی آفت کی وجہ سے مر جائے تو حلال ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر پیٹ اوپر کو تھا تو خود بخود مر گئی ہے اور یہ حرام ہے اور اگر پیٹھ اوپر تھی تو آفت کی وجہ سے ہے اور یہ حلال ہے۔ درالمختار ص ۳۰۶ ج ۶ **ولا يحل حيوان مائی الا السمک الذی مات بآفة ولو طافية مجروحة وهبانية (غير الطافی) علی وجه الماء الذی مات حتف انفه وهو ما بطنه من فوق فلو ظهره من فوق فليس بطاف فيؤكل انتهى۔** مچھلی بدبودار حرام ہے اور کافر کے ہاتھ اگر زندہ مچھلی مر جائے تو حلال ہے۔

(۳) اونٹ کے ذبح کا طریقہ مسنون نحر ہے۔ البتہ ذبح بھی جائز ہے۔ (در مختار **وحب نحر الابل وكره ذبحها**) **وينبغی ان تكون الكراهية تنزيها انتهى** اور اونٹ کا گلا دو جگہ سے کاٹنا ظلم ہے۔ شامی ص ۳۰۳ ج ۶۔ واللہ اعلم

نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر عبدالرحمٰن

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۱۷ ذی القعدہ ۱۳۷۸ھ

ناقل فتویٰ محمد امین ضلع ڈیرہ اسماعیل خان متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا خرگوش میں ایسی چیزیں ہیں جو حلت کے منافی ہیں

﴿س﴾

خرگوش (سیہہ) کے متعلق بعض اہل سنت کہتے ہیں کہ اس کے اندر چند اوصاف ایسے ہیں کہ ان کے حلت کے منافی ہیں۔ مثلاً اوپر اور نیچے کے دانت ہونا اور کتے بلی کی طرح اس کا پنجہ ہونا۔ نیز پچھلی طرف سے خون آنا اور مونچھوں کا ہونا ان علامات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے حلال ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

خرگوش کے متعلق بعض لوگوں کی مذکورہ باتیں بے اصل ہیں۔ کیونکہ فقہاء نے جو ذی ناب جانوروں اور ذی مخلب پرندوں کو حرام لکھا ہے محض ان کے ذی ناب اور ذی مخلب ہونے کو حرمت کا مدار نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ جانور ذی ناب ہونے کے ساتھ چیر پھاڑ بھی کرتا ہو اور پرندہ ذی مخلب ہونے کے ساتھ اس سے شکار بھی کرتا ہو۔ نیز قرآن آیۃ بھی کوئی حرمت کی وجہ نہیں بن سکتی اور خرگوش کے حلال ہونے کا ثبوت احادیث سے ہے۔ ترمذی شریف میں ہے عن هشام بن زيد قال سمعت انسا يقول انفجنا ارنبا بمر الظهران فسعى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم خلفها فادركتها فاخذتها فاتيت بها ابا طلحة فذبحها بمروة فبعث معي بفخذها او بوركها الى النبي صلى الله عليه وسلم فاكله فقلت اكله قال قبله الحديث اس حدیث سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کے ران کو قبول کیا اور اگر حرام ہوتا تو آپ قبول بھی نہ فرماتے اور اس کی حرمت کے متعلق ضرور فرماتے۔ کیونکہ آپ شارع ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرگوش کے گوشت کو قبول فرمانا اس کے گوشت کی حلت کا واضح ثبوت و دلیل ہے اور نیز کسی جانور کی حلت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود طعام فرمانا بھی ضروری نہیں۔ لہذا خرگوش کی حلت میں کوئی شبہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

حدود اور جنایات کا بیان

بچھڑی سے بدفعلی کرنے والے کی کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص جو عاقل و بالغ مسلمان ہے نے ایک گائے کی بچھڑی کے ساتھ زنا کیا ہے جس کی صرف دو عورتیں گواہ ہیں۔ ان دو عورتوں کے سوا کسی بالغ مرد نے نہیں دیکھا اور وہ ملزم بھی انکار کرتا ہے لہٰذا عرض ہے کہ اس ملزم پر کیا سزا عائد ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے کیا سلوک کرنا چاہیے جبکہ صرف دو عورتیں گواہ ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حجت تامہ (دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں) نہ ہونے کی وجہ سے اس شخص پر کوئی سزا عائد نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ دوسرے مسلمان بھائی جیسا سلوک کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

صرف ایک عورت کی گواہی سے کسی پر جرم ثابت نہیں ہو سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمات جنت بی بی کی لڑکی مسماۃ اللہ رسائی کو حیض ماہواری بند ہو گیا ہے۔ پہلے بھی بوجہ بیماری بند ہو جاتا تھا لیکن بغیر علاج کیے تندرست ہو جاتی تھی لیکن جو ماہواری بند ہوئی اور دائی کو دکھایا گیا تو دائی نے جواب دیا کہ حمل نہیں ہے یہ بوجہ بیماری ہے لیکن مسماۃ جنت بی بی اپنے خاوند لالو خان پر الزام لگاتی ہے کہ میرے خاوند مذکورہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حرام کاری کی ہے لیکن خاوند حلفاً انکار کرتا ہے اور مدعی جنت بی بی کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور لڑکی حلفاً کہتی ہے کہ میرے والد نے حرام کاری نہیں کی اور لڑکی نابینی اور بیمار ہے۔ از روئے شریعت کیا حکم ہے کہ آیا والد صاحب پر جرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور عورت جو اس افواہ کو پھیلانے والی ہے مسماۃ جنت بی بی اس کے لیے از روئے شرع کیا تعزیر لگتی ہے۔ توبہ کرے یا نہیں بصورت عدم ثبوت۔ بینوا توجروا

حافظ محمد بخش موضع جبوری ڈاکخانہ تحصیل لیہ

﴿ج﴾

مسئولہ صورت میں بشرط صحت سوال واقعہ کو شرعاً مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مسماۃ جنت بی بی کے پاس جب ثبوت نہیں تو اس تہمت لگانے کی وجہ سے وہ گنہگار بن گئی ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ناشزہ عورت نے اگر جنین کا اسقاط کرایا ہو تو دیت کا کیا حکم ہے اور شوہر ناشزہ عورت کا مہر روک سکتا ہے یا نہیں، ناشزہ عورت کو گھر لے آنے کے لیے عدالت میں جو شوہر نے خرچ کیا، کیا وہ بیوی سے لے سکتا ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کی بیوی کو زید کا حمل تھا زید کی بیوی نے بوجہ بغض و عداوت اپنے بھائیوں کے جو ان کو زید کے ساتھ تھا بچوں کے ایام پر دو بار اسقاط دایہ وغیرہ لوگوں سے دوائی حاصل کر کے حمل کو ضائع کر دیا اور خود میکے چلی گئی۔ زید نے تقریباً دو سال سے زائد عرصہ تک مختلف علماء و شرفاء کے ذریعے سے اگر بیوی کو واپس گھر آباد کرنے کی سعی کی مگر انہوں نے ایک نہ مانی بلکہ بیوی نے زید پر جھوٹا دعویٰ طلاق کو کر دیا اور بصورت قبول تنسیخ کا دعویٰ عدالت عالیہ میں ایک عرصہ تک جاری رکھا۔ زید کو کافی خرچ کر کے ایک سال بعد نجات ملی اور بیوی کو گھر لانے میں کامیاب ہوا مگر زید کی بیوی اس وقت تک اپنے بھائیوں کے کہنے پر زید کو برباد کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔

(۱) تو کیا زید ان حالات میں اپنی بیوی سے حمل کے ضائع کی دیت وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو تفصیل فرمائی جائے کہ پاکستانی وزن کتنا سونا چاندی ہوگی۔

(۲) زید نے جتنا روپیہ اپنے حقوق کے بچاؤ پر خرچ کیا ہے چونکہ اس کے اتلاف کا باعث زید کی بیوی ہوئی ہے کیا یہ روپیہ زید اپنی بیوی سے وصول کر سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) زید کی بیوی زید سے مہر طلب کرتی ہے کہ مہر میرے قبضہ میں دے دے مگر زید کو حالات موجودہ یقین ہے کہ اگر میں مہر کا روپیہ اس کے حوالہ کرتا ہوں تو حسب سابق اپنی عزت مال خطرہ میں ڈالتا ہوں اور بیوی کا عمل نشوز پر قائم ہے۔ تو کیا زید اس کے مہر کو روپیہ اپنے قبضہ میں رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ حالانکہ زید کہتا ہے کہ جس قدر روپیہ تجھے ضرورت ہو مجھ سے لیتی رہا کرو مگر وہ کہتی ہے روپیہ میرا ہے میں جو چاہوں کروں۔ تجھے اس کا کوئی حق نہیں۔

ایک مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زید اگر دیت جنین معاف نہ کرے جائز ہے۔ اگر معاف کر دے تو اولیٰ ہے

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مفتی رشید احمد صاحب احسن الفتاوی ص ۵۰۳ ج ۵ میں لکھتے ہیں کہ اس شخص پر تعزیر ہے جس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے اور بکری کو ذبح کر کے دفن کر دینا یا جلا دینا مستحب ہے اور بدفعلی کرنے والا شخص بکری کی قیمت کا مالک کے لیے ضامن ہوگا۔ ذبح کر کے دفن کرنا ضروری اور واجب نہیں صرف اس لیے مستحب ہے کہ گناہ کی یادگار کو ختم کرنے سے بدفعلی کرنے والے سے عار زائل ہو جائے پس اگر ذبح نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بھی بلاشبہ حلال ہے۔ زمانہ موجودہ میں عوام ذبح کو ضروری اور واجب سمجھتے ہیں اور ایسے جانور کے گوشت اور دودھ کو حرام تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا اس زمانہ میں ذبح کرنا مناسب نہیں اس لیے کہ مستحب کو ضروری سمجھنا یا حلال کو حرام قرار دینا سخت گناہ ہے۔ ایسے موقع پر مستحب پر عمل کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ باقی حنفی بکری کس کو دی جائے گی اس کے متعلق احقر کو حوالہ کی تصریح نہیں مل سکی اور علماء سے تحقیق کی جائے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

کسی بے گناہ پر زنا کا الزام لگانے والے کو کیا سزا دینی چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص نے امام مسجد و خطیب جامع مسجد پر ناجائز زنا کا الزام لگایا ہے اور جب روبرو پنچایت کے دریافت کیا گیا تو امام مسجد اس الزام سے بالکل بے گناہ ثابت ہوا اور گواہوں نے حلفیہ بیان دے کر یہ کہا کہ یہ الزام بالکل جھوٹا ہے۔ امام مسجد اس الزام سے پاک ہے۔ اب جھوٹا الزام لگانے والے پر پنچایت کی طرف سے کوئی سزا لگائی جائے تو پنچایت جملہ کی طرف سے یہ آواز آئی کہ جو سزا شریعت کی طرف سے ہوگی وہی درست ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اب قرآن و حدیث کی روشنی میں جھوٹا الزام لگانے والے پر کیا سزا ہے۔ جبکہ پنچایت میں الزام لگانے والا جھوٹا ثابت ہو چکا ہے۔ برائے مہربانی اس چیز سے آگاہ فرمایا جائے۔ پنچایت میں فیصلہ کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔ عبدالغفور بی ڈی ممبر کونسل نمبر ۲۲۸، چوہدری محمد اسماعیل، چوہدری امام الدین، غلام نبی، نذر محمد، عبدالستار، محمد یوسف، محمد شریف، شہاب الدین اور جملہ پنچایت عامہ۔

سائل حافظ محمد اصغر بدھ کوٹ تحصیل و ضلع ملتان

اصرار کرنے والے اور اس کا پرچار کرنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

(۲) کیا مندرجہ بالا کیس میں بری شدہ ملزم مذکور کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔

(۳) اگر نکاح فسخ نہیں ہوا تو ان مسلمانوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جو کہتے ہیں کہ نکاح ٹوٹ گیا۔

اللہ بخش کمہار صدر بازار

﴿ج﴾

بغیر کسی شرعی ثبوت کے کسی پر تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے اور جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے اور عاصی ہے توبہ کرے۔ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا الآیۃ (سورۃ الحجرات) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ شوال ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ شوال ۱۳۹۳ھ

قرآن کریم کو جلانے والے کی کیا سزا ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زوجہ سے کہتا ہے کہ میں قرآن شریف آپ کے پڑھنے کے لیے خرید لایا ہوں لہٰذا تم وظیفہ کلام پاک کیوں نہیں کرتی۔ زوجہ کہتی ہے کہ میں بیمار ہوں جب تندرست ہو جاؤں تب پڑھوں گی اور اس وقت ایک قریبی عورت ان کے گھر آئی۔ زوج کہنے لگا زوجہ کو کہ جب آپ نہیں پڑھتی تو اس عورت کو دے دینا۔ بس اتنا زوج اور زوجہ کا تنازع ہوا زوجہ کہتی ہے کہ قرآن شریف میں نہیں دیتی خود پڑھوں گی۔ تو زوج اٹھ کر قرآن شریف کو آگ لگا دیتا ہے کہ نہ آپ پڑھتی ہو اور نہ ان کو دیتی ہو ضرور جلاؤں گا۔ تو شہر سے مولوی ان کو پکڑ کر لے آئے اور گدھے پر سوار کر کے بازار میں اور پیچھے لڑکے پتھر مارتے تھے۔ سزا دے کر تجدید نکاح بھی کر دیا اور توبہ بھی کرائی تو بعض مولوی صاحبان کہنے لگے کہ یہ کچھ نہیں بلکہ سزا اس کی اور ہے اور یہ ہے کہ مجرم کو زمین میں نصف حصہ دبا کر پتھر سے مارا جائے۔ یعنی قتل کیا جائے۔ بینوا توجروا

محمد سعید شیر کوٹی بورڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اس شخص کی یہی سزا کافی ہے۔ بعض مولوی صاحبان کا یہ کہنا کہ اس کو نصف زمین میں دبا کر پتھروں سے مارا جائے غلط ہے۔ کیونکہ اس شخص نے اگر چہ کافی قرآن پاک کی بے ادبی کی ہے۔ اس کا غصہ و ناراضگی اس کی حالت ہے لیکن در حقیقت اس کا غصہ قرآن پاک پر نہیں بلکہ اس کا غصہ و ناراضگی زوجہ کی نافرمانی کرنے پر ہے۔ لہٰذا اس کی یہی سزا کافی ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے کہ آئندہ کے لیے ایسا اقدام نہیں کرے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

آٹھ ماہ نکاح کے بعد جو بچہ پیدا ہوا اس کے نسب میں شک نہیں کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں امام صاحب کے پاس پہلے شادی شدہ ایک عورت تھی۔ جس کے شکم سے صرف ایک لڑکی تھی۔ پھر ان کو دوسری شادی کی خواہش ہوئی تو امام صاحب نے ایک منکوحہ عورت کے خاوند کو دو ہزار روپیہ نقد دے کر اس کے خاوند سے طلاق لے کر اسی روز عورت کو اپنے گھر میں لے آیا۔ یہ پچھلے رمضان المبارک کے پندرہویں روزے کو طلاق حاصل ہوئی تھی۔ پھر عید سے اگلے ماہ کے اخیر میں عقد کیا گیا۔ جس سے تین حیض گزر جانے کی مشہوری تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس دو ماہ پندرہ دن میں تین حیض غالباً آ گئے ہوں گے۔ اب نکاح کے بعد آٹھویں ماہ کے دوران ان کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں شک ہے کہ بچہ نو ماہ سے پہلے جو پیدا ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ جب بغیر نکاح کے عدت کے دوران عورت کو گھر رکھا ہوا تھا اس وقت کا حمل ہوا ہو۔ لہٰذا اس شک کو رفع کرنے کے لیے فتویٰ صادر فرماویں تا کہ ہم ان کو پیش امام رکھیں یا نہ رکھیں۔

شاہ نواز خان مقام گلاب کورمانی تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

مطلقہ عورت کے ذمہ لازم ہے کہ جس منزل میں اسے طلاق ملی ہو ایام عدت وہاں گزارے۔ امام صاحب کا حالت عدت میں اس کو اپنے گھر لانا ناجائز اور گناہ ہے۔ توبہ کرنی ضروری ہے۔ باقی وقت نکاح سے آٹھویں مہینہ کے دوران بچی کے پیدا ہونے میں شک و شبہ کرنا شرعاً بالکل ناجائز ہے۔ کیونکہ کم از کم مدت حمل جس سے نسب ثابت شمار ہوتا ہے وہ شرعاً چھ ماہ ہے اور یہاں تو وقت نکاح سے ولادت تک چھ ماہ سے زیادہ عرصہ گزرا ہے لہٰذا محض اس وجہ سے امام صاحب کو

ختم کرنا جائز نہیں ہے۔ قال فی شرح الوقایۃ ص ۴۲۹ ج ۱ . واکثر مدۃ الحمل سنتان و اقلہ ستۃ اشہر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ رجب ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی کو ایسا کاری زخم لگانا کہ وہ مر جائے تو قاتل سے کیا بدلہ لیا جائے گا

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دو بچے آپس میں لڑ پڑے جن کے نام خدا خان اور دین محمد۔ دین محمد نے خدا خان کو سوٹیوں کے ساتھ مارا کوئی زخم نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد دین محمد کے گھر والے خدا خان کے ساتھ صلح کرنے کے لیے اس کے گھر چلے گئے تو گھر میں صرف خدا خان اور اس کی والدہ موجود تھی تو دین محمد کے گھر والوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے ساتھ صلح کرنے کے لیے اور اس لیے آئے ہیں کہ آپ دین محمد کو معاف کر دو گے تو خدا خان نے کہا کہ میں نے معاف کیا ہے لیکن فی الحقیقت معاف کرنا مقصود نہیں تھا۔ صرف اس وجہ سے یہ کہا کہ وہ اپنی والدہ کے سامنے دین محمد کو مارنا نہیں چاہتا ہے۔ بعد میں کچھ عرصہ کے بعد خدا خان نے دین محمد کو دو چھروں سے گردن پر مارا اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا لیکن کوئی زخم یا نشان وغیرہ اس پر نہیں تھا اور وہاں سے چارپائی پر گھر لایا گیا۔ پھر اس کو علاج کیا گیا علاج ہونے کے بعد بالکل درست ہو گیا۔ اس کے بعد خدا خان اور اس کا والد صاحب اور دیگر معززین صلح کرنے کے لیے دین محمد کے گھر چلے گئے تو دین محمد نے کہا کہ میں صلح کرتا ہوں لیکن خدا خان پر چڑھائی کروں گا۔ تو خدا خان کے والد صاحب یہ شرط قبول کرتے ہوئے خدا خان کا بازو پکڑا اور دین محمد کو کہا کہ اس پر چڑھائی کرو تو دین محمد نے تیز چھرے سے قصداً اس کو زور سے مارا جس سے زخم بازو کی ہڈی تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد اس پر علاج کیا گیا اور زخم تندرست ہو گیا لیکن ہاتھ معذور ہو گیا یعنی منڈا ہو گیا اور اس کے بعد تقریباً دس مہینے کے بعد خدا خان بقضاء الٰہی فوت ہوا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دین محمد نے جو ظلم کر کے حق سے زیادہ بدلہ لیا ہے از روئے شریعت اس کا کیا حکم ہے اور کیا خدا خان کا والد صاحب اس سے بدلہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر لے سکتا ہے تو بدلہ کیا ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی فیروز خان بلوچستان

ج

اس صورت میں خدا خان اور اس کے والد نے چونکہ دین محمد کو صرف ضرب کرنے کی اجازت دی تھی ہاتھ کے کاٹنے یا

منفعت ہاتھ کے فوت کرنے کی اجازت نہیں دی تھی اور اس کو پتھر مارنے کی جہت سے حق قطع ہاتھ شرعاً حاصل نہیں تھا۔ لہٰذا دین محمد پر شرعاً ہاتھ کی دیت واجب ہوگی۔ جو کل نفس کی دیت کا نصف ہوتا ہے۔ کل نفس کی دیت دراہم میں سے دس ہزار درہم شرعی ہوتا ہے جس کا نصف پانچ ہزار درہم شرعی ہے۔ قال فی العالمگیریة ص ۳۰ ج ۶ ولو قال اقتل اخی فقتله والآمر وارثه قال ابو حنیفه رحمه الله تعالى استحسن ان اخذ الدية من القاتل ولو امره ان يشجه فشجه فلا شئ عليه فان مات كان عليه الدية كذا في الظهيرية. وفي الهداية ص ۵۸۶ ج ۴ ومن ضرب عضوا فاذهب منفعته ففيه دية كاملة كاليد اذا شلت والعين اذا ذهب ضوءها لان المتعلق تفويت جنس المنفعة لا فوات الصورة وفيها ايضاً ص ۵۸۰ ج ۴ قال ومن العين الف دينار ومن الورق عشرة آلاف درهم. فقط والله تعالیٰ اعلم

عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ صفر ۱۳۸۵ھ

نابالغ کی گواہی سے کسی پر جرم ثابت نہیں کیا جا سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

مدعی کا بیان:

(۱) غلام حسین، مجھے معلوم نہیں۔ (۲) گواہ رب نواز ولد قادر بخش یہ کہتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ اس نے پانی میں دوپہر کے وقت بھینس کی بچی کے ساتھ بدفعلی کیا ہے۔ بھینس کا منہ جنوب کی طرف تھا اور فاعل کا منہ بھی جنوب کی طرف تھا۔

(۳) محمد نواز ولد حسین بخش کا لڑکا نابالغ ہے یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ یہ آدمی بھینس کی بچی کے ساتھ بدفعلی کر رہا تھا۔ بھینس کا منہ جنوب کی طرف تھا اور وقت دوپہر سے کچھ قبل تھا اور تھا بھی پانی میں۔

(۴) اللہ دتہ ولد غلام رسول چوڑ کا نابالغ ہے یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ بھینس کی بچی کے ساتھ بدفعلی کر رہا تھا پانی میں۔ بھینس کی بچی کا منہ جنوب کی طرف تھا دوپہر سے قبل کا وقت تھا۔

بیان مدعی علیہ۔ غلام حسین مدعا علیہ حلفیہ بیان کرتا ہے کہ میں نے بھینس کی بچی کے ساتھ بدفعلی نہیں کیا لیکن چادر دھو رہا تھا کنارہ تھا میرا ایک قدم پھسلا اور چادر بچی سے لپٹ گئی اس لیے صاف کر رہا تھا۔ جب اتو جرا

بتاریخ ۲۴ جولائی یہ بیانات ہوئے ہیں۔

بمقام یوسف شاہ شریف مدرسہ حقانیہ یوسف شاہ شریف براستہ بھکر تحصیل بھکر ضلع میانوالی
از محمد ابراہیم صدر مدرس مدرسہ مذکورا
۱۳۸۲ھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں محمد نواز اور اللہ دتہ کی گواہی بوجہ نابالغی کے مقبول نہیں اور صرف ایک گواہ رب نواز کی گواہی سے اس واقعہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا شرعاً خادم حسین کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بھینس کی بچی کا گوشت اور دودھ بلاشبہ حلال ہے۔ قال فی الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ص ۲۷۶ ج ۵ لاتقبل من اعمی (الی قولہ) وصبی ومغفل ومجنون الخ۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

جس شخص نے بکری سے برا فعل کیا ہو تو اس شخص اور بکری کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے نابالغ بکری کے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ شریعت میں آدمی اور بکری کے متعلق کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

جس شخص نے برا فعل جانور کے ساتھ کیا ہے اس کو تعزیر و توبیخ کی جائے اور مناسب سزا در پٹائی جوتے لگانا وغیرہ بھی ضروری ہے اور بکری کا گوشت اور دودھ حرام نہیں ہے۔ اس کو ذبح کر کے دفن کر دیا جائے۔ یہ مندوب ہے۔ مگر مالک بکری کو پورا معاوضہ دینا ضروری ہے۔ چاہے چندہ کر کے دیا جائے یا اس شخص سے وصول کیا جائے۔ دوسری صورت آسان یہ ہے کہ اس بکری کو کسی دور دراز مقام پر جا کر فروخت کر دیا جائے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ فعل بد کا چرچا نہ ہو۔ دور علاقہ میں فروخت کرنے کے بعد اس فعل بد کا ذکر اور چرچا ختم ہو جائے گا۔ بکری کا دودھ اور گوشت حرام نہیں ہوتا اور لوگوں میں بھی زیادہ اس فعل کا ذکر اور چرچا کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ تمام رد المحتار سے ماخوذ ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

مصر علی الزنا سے زجراً تعلقات کاٹ دینے چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید عرصہ ۳۰ سال سے زائد عرصہ ہوا کہ اس نے ایک عورت اغوا کر کے اپنے پاس رکھی۔ اس عرصہ میں بلاخوف و خطر وہ اس عورت کے ساتھ فعل زنا کرتا رہا۔ اب بھی وہ مصر ہے اور اس

عورت سے اس کے بال بچے بھی موجود ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں زنا سے اس کے پاس موجود ہیں۔ کیا اس شخص کے بارے میں شریعت اس کو سعی علی الزنا کا حکم دے کر کافر کہہ سکتی ہے یا نہ؟ اور ایسے شخص کو نکاح خوانی اور امامت کی۔ شریعت اس کو اجازت دے سکتی ہے یا نہ؟ بالفرض تقدیر کسی کا نکاح وہ پڑھے تو وہ نکاح شرعاً منعقد و نافذ ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

ایسا شخص جو اس طرح سے سعی علی الزنا ہے ہرگز ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اسے علاقہ کا نکاح خواں بنایا جائے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ زجراً و توبیخاً اپنے فاسق سے بالکلیہ بائیکاٹ کر دیں۔ جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفی عنہ مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

بدفعلی کی گئی اونٹنی اور مجرم کا کیا حکم ہے، کیا جبراً نکاح ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص نے اونٹنی سے زنا کیا ہے۔ اب بتائیں کہ اونٹنی کے ساتھ کیا کیا جائے۔ رکھی جائے یا نہیں اور اس شخص کی کیا سزا ہے۔

(۲) ایک عورت کے ساتھ جبراً نکاح ہوا ہے اس کا کیا مطلب ہے لڑکی بھی کنواری ہے۔ اب شریعت کیا بتاتی ہے۔

(۳) ایک شخص نے ایک عورت نکالی ہے اور بعد میں اس کی رضامندی کے ساتھ اس کے ماں باپ کی عدم موجودگی میں یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) اونٹنی پر مستحب یہ ہے کہ اسے ذبح کر کے اس کا گوشت جلا دیا جائے اس کو ذبح نہ کرنا اور رکھنا بھی جائز ہے مگر خلاف مستحب ہے۔ اس شخص کو مناسب سزا دی جا سکتی ہے۔

(۲) اگر لڑکی بالغہ ہو اور نکاح کسی رذیل پیشہ والے کے ساتھ نہ ہوا ہو تو نکاح صحیح ہے۔ اگرچہ جبر سے ہو نکاح ہوا ہو۔

(۳) نکاح اگر رذیل پیشہ والے کے ساتھ نہیں ہوا تو نکاح صحیح ہے۔ باپ یا دیگر ولی کی اجازت بالغہ کے لیے ضروری نہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ صفر ۱۳۷۷ھ

کر عمر دین کو چار صد پچیس روپیہ میں فروخت کر دی۔ عمر دین خرید کر گھر چلا گیا۔ بعد میں گائے حرام ہو گئی۔ قبضہ کرنے کے بعد وہیں چھوڑ دی۔ محمد عمر نے گائے دیکھی تو کہا کہ گائے حرام ہو چکی ہے۔ دوسرے ساتھی محمد یٰسین نے گائے کے گلے پر چھری پھیر دی اور عمر دین کو جا کر کہا کہ گائے ہم نے ذبح کر دی ہے۔ لہٰذا اس کو اٹھا لو۔ عمر دین خریدنے والے نے جھگڑا کیا کہ مجھے کیوں نہیں بتایا۔ محمد عمر جس نے قیمت مذکورہ میں پچیس روپے وصول کرائے اور عمر دین نے خریدنے والے کو یہ نہیں بتایا کہ گائے حرام ہو چکی ہے۔

از روئے شریعت ایسے آدمیوں کے لیے جنہوں نے مری ہوئی گائے کو فروخت کیا از روئے شریعت کا کیا حکم ہے۔

نوٹ: پنچایت فیصلہ میں ان پر ایک صد روپیہ جرمانہ کیا کہ پنچایت کو یہ حق تھا کہ وہ ان پر جرمانہ کر سکتے تھے۔ اگر کیا تو وہ رقم کہاں خرچ کر سکتے ہیں۔ کسی مفلوج الحال یا نابالغ کے مریض کو دے سکتے ہیں یا نہیں۔

محمد اکرم شہر قاسم بیلہ ملتان

﴿ج﴾

جس شخص نے جان بوجھ کر میتہ یعنی مردہ گائے کا گوشت لوگوں کو کھلایا ہے یہ شخص سخت گنہگار ہو گیا ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہو جائے اور استغفار کرے اور ایسے شخص پر حاکم تعزیر بھی کر سکتا ہے۔ مالی جرمانہ شرعاً جائز نہیں۔ ایک صد روپیہ جو ان دونوں کو جرمانہ کیا ہے یہ رقم کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز نہیں واپس کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۳۰ ربیع الثانی ۹۴ھ

ثبوت جرم کے لیے کامل شہادت شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص پر لوگ الزام لگاتے ہیں کہ اپنی بچی کے ساتھ برا فعل کرتا ہے۔ تو دو آنکھوں سے دیکھنے والا نہ دو گواہ وغیرہ موقعہ پر گواہی دیتا ہے۔ صرف علامات پر لوگ بہتان باندھتے ہیں۔ وہ آدمی دودھ بھینس رکھنے والا ہے ایک دفعہ اس نے قسم کھائی تھی ہے۔

﴿ج﴾

ثبوت فعل کے لیے جب تک کامل شہادت موجود نہ ہو کسی پر تہمت اور الزام لگانا گناہ کبیرہ ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳/۴/۱۳۹۵ھ

درج ذیل صورت میں جرم ثابت نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ تین افراد جن میں سے دو عورتیں ایک مرد گواہ امام مسجد پر تہمت زنا لگاتے ہیں۔ ایک عورت کہتی ہے کہ وہ عورت جس کے ساتھ زنا ہوا مسجد میں جھاڑو دے رہی تھی دیکھا گیا اور کچھ نہیں دیکھا۔ دوسری عورت کہتی ہے کہ وہ عورت جس کے ساتھ زنا ہوا مسجد کے اندر حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹانے پر امام مسجد و عورت دونوں حجرہ میں دروازہ بند پائے گئے اور کچھ نہیں دیکھا۔ (حالانکہ مذکورہ گواہ عورت خود بھی ناحشرہ اور زانیہ ہے)۔ مرد گواہ کہتا ہے کہ مسجد کا دروازہ کھول کر اس مسجد میں داخل ہو کر مذکورہ عورت مسجد میں جھاڑو دے رہی تھی مسجد والے کمرہ سے وہ حجرہ کی کھڑکی سے تڑ تڑ آئی اور کچھ نہیں دیکھا۔ بیان جو سب کچھ ہے۔

المطلوب شرع کے نزدیک اس مرد کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ وہ مجرم ہے یا نہیں۔

محمد حسین

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ان شہادتوں سے جرم ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا امام کی امامت جائز ہے اور بغیر ثبوت کے کسی پر الزام لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے اور امام صاحب کے لیے مواضع تہمت سے بچنا لازم ہے۔ اتقوا مواضع التہمۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اپنے بھائی کو حرامی کہنے والے کے لیے حد قذف ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے حقیقی بھائی سے کہہ سکتا ہے کہ تم اپنے باپ

فاسـق نیز گالی کے بدلے گالی دینا بھی جائز نہیں۔ پس صورۃ مسئولہ میں دونوں شخص گنہگار ہوں گے عالم دین کو گالی دینے اور توہین کرنے سے صورۃ مسئولہ میں کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس لیے کہ کفر جب ہوتا ہے کہ عالم دین کی اہانت اور علماء حق کو اس لیے گالیاں دینا کہ وہ حاملین علم دین ہیں کفر ہے اور مسئولہ صورت میں ذاتی قسم کا جھگڑا ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ شعبان ۱۳۸۹ھ

جس شخص نے اپنی شادی شدہ لڑکی کو گھر بٹھایا ہو اس سے تعلقات توڑ دینا چاہئیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد خان ولد شیخ خان قوم اعوان ساکن چک نمبر ۳۷۷ WB تحصیل لودھراں ضلع ملتان کے باشندگان میں سے ہیں۔ مسماۃ نور بھری دختر محمد خان نے ضلع کیمبلپور بمقام لاوہ میں اپنی لڑکی مسماۃ مذکورہ کی شادی عرصہ دس سال سے کی ہوئی ہے جس کا خاوند عثمان خان ولد نور خان زندہ موجود ہے۔ عرصہ تین سال سے نور بھری اپنے والدین کے پاس رہتی ہے۔ اس عرصہ میں اپنے خاوند کے پاس نہیں گئی۔ در یں اثنا نور بھری کے ناجائز تعلقات مسمی دوست محمد ولد محمد خان (ساکن) چک نمبر ۳۷۴b والے کے ساتھ ہیں۔ ناجائز تعلقات کا نتیجہ اس وجہ سے معلوم ہوا کہ نور بھری کا حمل گرایا جا چکا ہے۔ نور بھری کے حمل گرانے پر لوگوں نے نور بھری کی والدہ سے پوچھا ہے کہ حمل کس شخص کا ہے۔ نور بھری کی والدہ نے کہا ہے کہ یہ دوست محمد ولد محمد خان کا ہے بلکہ دوست محمد کا نور بھری کی والدہ نے گناہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جب نور بھری صحت یاب ہوئی تو نور بھری پھر دوست محمد کے گھر تین چار دن رہی۔ جب گھر واپس آئی تو نور بھری کے والد و بھائی نے کسی قسم کی لعن طعن نہ کی اور اب بھی نور بھری دوست محمد کے گھر آتی جاتی رہتی ہے اور دوست محمد بھی نور بھری کے والد و بھائی کے گھر آتا جاتا رہتا ہے۔ کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

لہٰذا عرض ہے کہ نور بھری کے والد و اس کے بھائی صاحب و دوست محمد کے ساتھ برتاؤ کرنا یعنی روٹی پانی کھانا پینا یا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز میں داخل کرنا یا اور دنیا کا کوئی بھی کام ہو شریعت میں کیا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ برائے مہربانی شریعت کا فیصلہ دیا جائے تاکہ ہم کسی غلط فہمی میں نہ پھنس جائیں۔ جناب کی نہایت مہربانی ہوگی۔

شیر خان ولد دوست محمد قوم پٹھان تحصیل ساکن چک نمبر ۳۷۷ WB لودھراں ضلع ملتان شیر خان بقلم خود

﴿ج﴾

اگر اس بات کا ثبوت ہو تو دوست محمد نور بھری اور نور بھری کے والدین کے ساتھ تعلق رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان سب سے تعلقات ختم کر لیں اور دوست محمد کو مجبور کر دیں کہ اس گاؤں سے نکل جائے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں ۶۳ میں ہے کہ فساق سے ربط ضبط مودت کا حرام ہے اور دوست محمد بھی فاسق ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذی القعدہ ۱۳۷۶ھ

جس شخص نے اپنی بھتیجی سے زیادتی کی ہو اس کی کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اپنی سگی بھتیجی غیر شادی شدہ کے ساتھ زنا کرتا ہے اور اس کے بعد فریقین اقرار کرتے ہیں کہ لڑکی کی رضامندی ثابت نہیں ہے۔ زانی مرد کے لیے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

رب نواز خان ولد اکرم خان تحصیل ٹھٹھہ

﴿ج﴾

شرعی حدود اس وقت یہاں نافذ نہیں۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہو جائے۔ استغفار کرے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے کہ اس وقت یہی ممکن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

گناہ کی نیت سے سفر کرنے والے کو اگر قتل کیا جائے تو قصاص ہے یا نہیں مقتول شہید ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) زید بارادہ زنا یا چوری سفر کرتا ہے اور ابھی تک فعل نہیں کرنے پاتا کہ راستہ میں قتل ہو جاتا ہے۔

(۲) یا بموقعہ زنا و چوری عین حالت ارتکاب فعل میں پکڑا جاتا ہے اور قتل کیا جاتا ہے ان دونوں صورتوں میں کیا قاتلین پر قصاص واقع ہوگا یا نہیں اور اس مقتول کی موت شہادت ہے یا حرام موت مرا ہے اور ابدی جہنمی ہے۔ مع دلائل بیان فرمادیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) زید اگر ارتکاب فعل سے پہلے قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے اور قاتل پر قصاص یا دیت آئے گی۔

(۲) اگر عین ارتکاب زنا کے وقت قتل کیا گیا اور قاتل نے اس کے زنا یا دواعی زنا یا چوری کو گواہوں سے ثابت بھی کیا تو اس صورت میں قاتل پر قصاص یا دیت لازم نہیں آتی اور نہ مقتول شہید شمار کیا جائے گا۔ البتہ مقتول ابدی جہنمی نہیں ہے مسلمان ہے۔ اللہ کے سپرد ہے۔ مغفرت فرمائے یا عذاب دے لیکن اس کا آخری مستقر جنت ہے۔ فی رد المحتار باب التعزیر ص ۱۹۳ ج ۴ رجل رای رجلا مع امرأته یزنی بها او یقبلها او یضمها الی نفسه وهی

مطاوعة لقتلهما او قتلها لا ضمان عليه ولا يحرم من ميراثها ان اثبته بالبينة او بالاقرار ولو رأى رجلاً مع امرأته في مفازة خالية او رآه مع محارمه هكذا ولم ير منه الزنى ودواعيه قال بعض المشائخ حل قتلهما وقال بعضهم لا يحل حتى يرى منه العمل اى الزنا ودواعيه اھ. اس کی مزید تصریح شامی باب التعزیر ص ۲۲۳ ج ۳ میں اس طرح ہے کہ ويكون التعزير بالقتل كمن وجد رجلاً مع امرأة لا تحل له الخ قوله مع امرأة ظاهره ان المراد الخلوة بها وان لم ير منه فعلاً قبيحاً كما يدل عليه ما يأتي عن منية المفتي الهتي (وايضاً فيه) وعلى هذا القياس المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس وجميع الظلمة بادنى شئ له قيمة وجميع الكبائر (قوله وجميع الكبائر) اى اهلها والظاهر ان المراد بها المتعدى ضررها الى الغير الى ان قال ليشمل كل من كان من اهل الفساد كالساحر وقاطع الطريق واللص واللوطي والخناق ونحوهم ممن عم ضرره ولا ينزجر بغير القتل الخ (رد المحتار ص ۲۲۳ ج ۳) وفي الدر المختار ص ۲۲۵ ج ۳ ويقيمه كل مسلم حال مباشرة المعصية (قنيه) واما بعده فليس ذلك لغير الحاكم والزوج والمولى اھ. واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ رمضان ۱۳۸۸ھ

گمان کی وجہ سے چور سمجھ کر جو رقم اس سے لی ہو واپس کرنی چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کا پیشہ جوتیاں چرانا ہے اور وہ ہمیشہ نمازیوں کی جوتیاں چرا کر لے جاتا ہے۔ اچانک ایک رات وہ پکڑا گیا ایک مسافر مسجد میں سویا ہوا تھا اور وہ چور مسجد میں آیا اور اس نے اس کی جوتی اٹھا کر چھپا دی اور کوشش کر رہا تھا کہ چپکے سے لوٹے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے ہم کو اٹھایا اور وہ چور قسم اٹھانے لگا کہ میں نے نہیں اٹھائی۔ جب ہم نے اس کو جھڑک دی تو اس نے کہا کہ میرے سے پانچ روپے لے لو اور میں جوتی لا دوں گا اور پانچ روپے لے جاؤں گا۔ ہم نے ایسا کیا تو اس نے جوتی لا کر مسجد کی صف کے پیچھے رکھ دی اور چلا گیا وہ اچانک وہ جوتی ہم نے اٹھائی۔ اب اگر وہ پیسے اس کو دے دیے جائیں تو وہ لوگ ہمیں چور بناتے ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو جوتے اٹھاتے ہوئے نہیں پکڑا گیا بلکہ محض اس قرینہ پر کہ یہ جوتیاں چرایا کرتا ہے لہٰذا اس نے چرائی ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے نہ چرائی ہو جیسا کہ بعد کو جوتیوں کے ملنے سے معلوم ہوتا

ہے۔ لہٰذا اس شخص کو ان جوتیوں کا چور نہیں کہا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ مسافر خود صف کے پیچھے رکھ کر بھول گیا ہو۔ خلاصہ یہ کہ کوئی دعویٰ بغیر گواہ ہونے کے ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ نے جو تنگی دے کر جو اس سے روپے لیے ہیں وہ کسی طرح واپس کر دیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زانی سے تعلقات توڑ دیے جائیں اور زنا سے پیدا شدہ بچوں کی نماز جنازہ میں شرکت درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مثلاً کسی غیر کی منکوحہ عورت کو اغوا کر کے اپنے پاس علی الاعلان ازدواجی برتاؤ قائم رکھتا ہے۔ جس پر سالہا سال گزر جاتے ہیں اور کئی مقدار میں اولاد پیدا ہو جاتی ہے لیکن مسلمانوں کی روک ٹوک سے بھی مذکورہ قبیح فعل سے باز نہیں آتا۔ ایسے آدمی سے دیگر مسلمانوں کو برتاؤ کرنا یا اس کی اس زنا والی اولاد کے مرنے پر جنازہ میں شمولیت کرنا وغیرہ میں کیا حکم ہے۔ اگر دیگر مسلمان کی اس اعمال غیر جائز سے تعاون والے برتاؤ کیے جائیں تو آپس میں فرق کیا ہے۔ اگر برتاؤ چھوڑنے کا حکم ہے تو مدلل بیان سے افادہ بخشیں تاکہ لوگ مستفید ہو کر عمل پیرا ہوں اور لوگوں کو یہ آواز پہنچ دی جائے خواہ حکم تحریراً ضروری ہے۔ جواب جلد تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

ایسے اللہ تعالیٰ کے نافرمانی پر اصرار کرنے والے شخص سے جو کہ باوجود مسلمانوں کی طرف سے روک ٹوک کے مذکورہ قبیح فعل سے باز نہیں آتا تعلقات توڑ دیے جائیں۔ دوسرے مسلمانوں جیسے برتاؤ ایسے آدمی سے نہ کیے جائیں۔ زنا والی اولاد کے مرنے پر جنازہ میں شمولیت کرنا جائز ہے۔ قطع تعلقات کے منافی نہیں اس لیے کہ اولاد کا تو کوئی جرم نہیں اور جنازہ حق میت ہے اس لیے اولاد کے جنازہ میں شرکت کرنی چاہیے۔

محمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ شوال ۱۳۸۸ھ

پنچایت نے مجرموں سے مختلف قسم کے جرمانے وصول کیے کیا یہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فقہائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں بھائی تھے ایک زمیندار کے ہاں کام کرتے ہیں جس میں سے چھوٹا بھائی بکر اس زمیندار کا نوکر تھا اور بڑا بھائی زمیندار کے بارے میں تھا تقریباً تیس سال سے

سلسلہ جاری تھا۔ حسب طرف نے بھی دنبار سے اپنی بھینس کو کھیتوں میں چرا کر کھاتے تھے۔ زمین کے مالک نے آکر زمیندار سے فریاد کی تو زمیندار نے مالک زمین کو کہا جاکر دنبار کو مارو۔ جس کی بنا پر مالک زمین نے دنبار کو تین دفعہ خوب زدو کوب کیا۔ تیسری دفعہ مار لینے کے بعد جب زید نے اپنے بھائی کے بدن پر دیکھا کہ ضرب لگانے کے نشانات ہیں جو کہ مار نیچے سے جگہ جگہ سوجی ہوئی ہے تو زید نے بھائی کے بدن کے نشانات دیکھ کر ناجائز طور پر کہا کہ اگر مالک زمین کے مار لینے کے وقت میں وہاں حاضر ہوتا تو مالک زمین کے ہر ایک ٹکڑی دیتا کہ اس کو مارنے کا حق نہیں تھا۔ بلکہ وہ مستحق کو شکایت کر کے سرکار میں لے جاتا۔ کسی موقع پر جب زید کسی شادی پر جاکر واپس گھر آرہا تھا ابھی گھر تک نہیں پہنچا تھا کہ اچانک کسی دوسرے کے گھر کے سامنے آکر زید کو مالک زمین نے اور اس کے ماموں اور تقریباً پانچ چچا زاد بھائیوں نے خوب مارا۔ یہاں تک کہ زید کے سر میں چوٹ لگنے سے خون جاری ہوا۔ جب زید کی بہن نے دیکھا کہ میرے بھائی کو مار رہے ہیں تو اس نے جاکر کہا کہ میرے بھائی کو چھوڑ دو۔ تو مالک زمین کے چچا زاد بھائی عبدالرحمن نے زید کی بہن کو زور سے پکڑ کر قریب ہی ایک خاردار درخت کے اندر پھینک دیا اور اس کی گود میں ایک بچی تھی اس کے پھینکنے پر دونوں خاروں کے اندر گر گئیں اور بدن کے اندر خاروں کی وجہ سے درد ہو گیا۔ ابھی آپ صاحبان سے عرض یہ ہے کہ مالک زمین کا کہاں تک قصور ہے اور شرع شریف اور شارع کی طرف سے مالک زمین کو کتنا جرمانہ ادا کرنا ہوگا اور شرع شریف نے انسان کا خون بہا کیا رکھا ہے اور مالک زمین وغیرہ قصور کے معترف ہیں جس کی بنا پر یہاں ایک شخص جو سب کا زمیندار ہے ثالث ہوکر حاکم بن کر فیصلہ کیا کہ مالک زمین کو دو سو روپے جرمانہ اور چوری زید کو ایک سو روپے جرمانہ جو ضرب خطا پر محمول کیا گیا اور جو بانی فساد تھا اس پر دو سو روپے جرمانہ اور چوتھے پر ڈیڑھ سو روپے جرمانہ رکھا گیا۔ کچھ لوگ اس جرمانہ کو زیادہ بتاتے ہیں۔ بنا بریں عرض ہے کہ آپ حضرات قرآن شریف اور احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ کے حوالہ سے فیصلہ کر کے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی حسین بخش ولد پیر محمد عارف

الجواب

ان جرائم پر شرعاً کوئی حد واجب نہیں ہے۔ ان میں ہر جرم کی سزا اس کے اندازے کے موافق ہے۔ جس کی کوئی کیفیت یا تعداد شرعاً مقرر نہیں بلکہ حاکم شرعی کی رائے پر ہے کہ جس جرم کی سزا مارنا یا قید یا زبانی تنبیہ وغیرہ جو مناسب و کافی سمجھے اس کا استعمال کرے۔ البتہ اگر مارنے کی سزا تجویز کرے تو اس میں یہ شرط ہے کہ انتالیس کوڑوں سے زیادہ تجویز نہ کریں اور اس سزا میں اس شخص کی رعایت کی جائے جس پر سزا جاری کی جاتی ہے۔ اگر کوئی شریف آدمی ہے جس کے لیے زبانی تنبیہ مارنے اور پیٹنے کے برابر ہے یا زیادہ بھی ہوتی ہے تو اس کے لیے زبانی تنبیہ پر اکتفا کیا جائے اور اگر رذیل اور شریر ہے تو اس کو خوب زور سے کوڑے لگائے جائیں۔ باقی شریعت میں جرمانہ مالی کی کوئی اصل نہیں حاکم شرعی بھی کسی پر مالی

جرمانہ واجب نہیں کر سکتا۔ شامی ص ۶۵ ج ۳ پر ہے۔ قال الزیلعی ولیس فی التعزیر شئ مقدر وانما ھو مفوض الی رای الامام الی مااقتضی حالھم فان العقوبۃ فیھم مختلف باختلاف الجنایۃ الی قول کذا ینظر فی احوالھم لان من الناس من ینزجر بالیسیر ومنھم من لاینزجر الا فی الکثیر وقال فی الدر المختار اکثرہ ای الضرب بالتعزیر تسعۃ وثلاثون سوطاً واقلہ ثلاثۃ وقال الشامی قال فی الفتح فلو رای انہ ینزجر بسوط واحد اکتفی بہ وقال فی الدر المختار ویقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ واما بعدہ فلیس ذلک لغیر الحاکم والزوج الی ان قال لکن فی الفتح مایجب حقاً للعبد لایقیمہ الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ ص ۶۵ ج ۳ فالحاصل ان المذھب عدم التعزیر باخذ المال وبمحظور (فیہ) لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال۔ جب مذہب میں تعزیر یعنی مجرم کو جرمانہ کرنا جائز نہیں تو صورت مسئولہ میں بھی کسی قسم کا جرمانہ ناجائز وظلم ہوگا۔ مذکورہ بالا سزاؤں میں جو کوئی مناسب سزا ظالم کو نہیں دے سکتے تو دونوں فریقین کے درمیان صلح کی جائے اور ظالم فریق کو اس قسم کے حرکات سے روکنا عامۃ المسلمین کا فرض ہے کہ آئندہ ناجائز حرکت نہ ہو اس معاملہ میں مظلوم فریق سے معافی مانگ کر ان کو راضی کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شادی شدہ عورت اگر کسی کے ساتھ بھاگ گئی تو سزا رجم ہے

﴿س﴾

بخدمت جناب حضرت علامہ مفتی صاحب مدرسہ قاسم العلوم ملتان مدظلہ العالی السلام علیکم! عرض خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو اغوا کیا۔ جس کے ساتھ ایک معصوم بچی بھی تھی اور عورت کو اغوا ہوئے عرصہ ۱۶ سال گزر چکے ہیں۔ اس کے وارث نے فیصلہ کے لیے بڑی کوشش کی۔ مگر عورت کا والد فیصلہ پر نہ آتے تھے۔ پھر اپنے موضع کے تمام معززین کو اکٹھا کر کے دور نمبر بنا کر اڑھائی ہزار روپیہ اور لڑکی واپس دینے کا فیصلہ کیا تو وہ عورت والے پھر بھی انکاری ہو گئے۔ پھر دوسری دفعہ چند معززین نے دو ہزار روپے پر فیصلہ کیا۔ مگر پھر بھی فیصلہ تسلیم نہ کیا۔ پھر اس شخص نے جس نے عورت کو اغوا کیا تھا اس نے اس عورت سے نکاح فسخ کا دعویٰ بعدالت جناب سول جج ملتان کی خدمت میں دائر کر دیا جس کی نقل لف ہے۔ اب پھر جناب حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری اس علاقہ میں تشریف لائے تو تمام سرگزشت بخاری صاحب کی خدمت میں پیش کی کہ جو شریعت فیصلہ کرے مجھے منظور ہے تو بخاری صاحب نے عورت والوں کو بلایا جس میں موضع کے معززین بھی تھے۔ مگر پھر بھی وہ نہ آئے بڑی کوشش کی گئی کہ عورت والے آجائیں تو جس

﴿ج﴾

شرعی حدود قائم کرنا قاضی شرعی کا کام ہے۔ شرعی حدود اس وقت یہاں نافذ نہیں۔ اس لیے شرعی حد قائم کرنا آپ کے اختیار میں نہیں، اس وقت یہ ممکن ہے کہ جب تک وہ توبہ تائب نہ ہو جائے اس کے ساتھ مسلمان برادری کے تعلقات نہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فاحشہ عورت کو قتل کرنا اور اس کے قتل کے مشورہ میں شامل ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت زنا کاری کو اپنے لیے ذریعہ آمدنی بنائے، ماں باپ کے روکنے سے اس کا رد ہے نہ رکی نیز اقرباء کے روکنے سے بھی نہ رکی اور اس عورت کا اپنا خاوند بھی نہیں ہے۔ لوگوں کی طرف سے قسم قسم کی باتیں اس کے اقرباء کو پہنچیں۔ آخر میں یہ لوگ یعنی اقرباء تنگ آ کر اس عورت کو قتل کر ڈالا۔ کیا اس عورت کے ساتھ شہید کا سلوک کیا جائے گا یا عام مردوں کا سلوک کیا جائے گا اور قاتلین عورت کا کیا حکم ہوگا۔ مواخذہ اخروی و دنیوی ان سے ہوگا یا نہیں۔ نیز جو لوگ مشورہ میں شریک ہیں اور قتل میں نہیں ہیں ان کا کیا حکم ہے عند اللہ بالتفصیل مع حوالہ جات جواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: ایسی عورت کا قتل اقرباء اور غیر اقرباء کے لیے مباح ہو سکتا ہے یا نہیں۔

عبدالرحمن مدرسہ ریاض العلوم قصبہ کوٹ حنفیہ کلی ضلع ژوب

﴿ج﴾

واضح رہے کہ حالت ارتکاب معصیت یعنی حالت مباشرت زنا میں اگر ان کو دیکھے اور اسی وقت قتل کر ڈالے تو بنا بر قول علامہ شامی یہ قتل درست ہوگا۔ خواہ اقرباء کی طرف سے ہو یا غیروں کی طرف سے ہو اور خواہ وہ بدون قتل کرنے کے زنا سے ممنوع ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ بہر حال حالت مباشرت میں قتل کرنا مرد کا اور بصورت رضامندی عورت ہر دونوں کا قتل درست ہے اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قبیل سے ہے۔ یہ حد کی قبیل سے نہیں ہے۔

(شامی ص ۶۳ ج ۴ باب التعزیر) اور بنا بر تحقیق مولانا رشید احمد صاحب مدظلہ مفتی مؤلف احسن الفتاویٰ۔ اگر حالت مباشرت زنا میں ان کو دیکھ لے تب اگر اس کے علم میں یہ ہو کہ سوا قتل کرنے کے زنا سے نہیں رکتے تو قتل کرنا جائز

ہے ورنہ نادرست ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۳۲۱ ج ۵) ان کا مستدل عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۲ کی درج ذیل عبارت سے
ہے۔ سئل الهندوانی رحمه الله تعالیٰ عن رجل وجد مع امرأته رجلاً أيحل له قتله قال ان كان يعلم
انه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح لا يحل وان علم انه لا ينزجر الا بالقتل حل
له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ايضا كذا في النهاية. اور اگر زنا کرنے کی حالت میں قتل نہ کرے
بلکہ کسی اور وقت قتل کر ڈالے تو اگر اس نے حالت زنا میں اس کو کبھی دیکھا تھا اور یہ عورت محصنہ تھی اور احصان کے تمام شرائط
اس میں موجود تھے تو ممکن ہے قتل نہ ہوگا۔ گرچہ گناہ اقامت حد بدون اذن امام ضرور ہوگا اور چار گواہ چشم دید کے عدالت کے
روبرو پیش کرنے سے قصاص و دیت سے بچ جائے گا اور اگر اس کو نہیں دیکھ چکا تھا اور نہ اس پر زنا کی شرعی شہادت پیش
ہوئی تھی اور یا غیر محصنہ تھی تو ایسی صورت میں قتل کا گناہ ہوگا۔ قصاص بصورت عمد اور دیت بصورت غیر عمد واجب ہوگی۔
نیز عورت مقتولہ اخروی صورت شہیدہ ہوگی اور شہیدوں والا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔ كما قال في
العالمگیریة ص ۱۸۷ ج ۲ قالوا لكل مسلم اقامة التعزير حال مباشرة المعصية واما بعد المباشرة
فليس ذلك لغير الحاكم. (والتفصيل في احسن الفتاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نابالغ بچے اگر برا فعل کرتے دیکھے جائیں تو ان پر حد ہے یا نہیں
والدین پر بچوں کے متعلق کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو بچے (لڑکا گیارہ سال چار ماہ کا لڑکی چار سال گیارہ ماہ کی تقریباً) فحش
حرکت دن میں چھپ کر دیکھے گئے جو صرف رہ جانے کی صورت پر گزرتی تھی۔

(۱) ان کے متعلق شرعی احکام کیا ہیں۔ بالخصوص تادیبی کارروائی کی حد کیا ہونی چاہیے۔

(۲) بچوں کے بارے میں (والدین سرپرست وغیرہ) پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے بالخصوص مشتعل جذبات کو
حدود و قیود شرعی کے اندر قابو میں رکھنے کے لیے۔

براہ کرم التماس ہے مسئلہ کے متعلق بلا ضرورت کسی غیر کو اطلاع نہ ملے۔

سائل عبد الخالق ...

{ج}

صورت مسئولہ میں چونکہ لڑکا اور لڑکی یقیناً نابالغ اور صغیر ہیں۔ لڑکے کے بلوغ کے لیے کم از کم عمر بارہ سال قمری شرعاً معتبر ہے اور لڑکی کے لیے نو سال قمری۔ یہاں لڑکے کی عمر بحساب سال قمری بھی بارہ سال نہیں تھی۔ اس لیے لازماً دونوں نابالغ ہیں اور حسب بیان نابالغ کا یہ فعل سوئی دھاگے کی طرح بھی نہیں۔

اس لیے اس فعل کو زنا نہیں کہا جائیگا ویسے اگر زنا کا تحقق بھی ہو جائے تب بھی شرعی حد یا تعزیر جو قاضی یا شرعی عدالت سے متعلق ہے حقوق اللہ میں صغیر پر نافذ نہیں ہوتی۔

اور یہ حرکت یا زنا بھی حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔ درمختار کتاب التعزیر ص ۶۸ ج ۴ (الصغر لا یمنع وجوب التعزیر: فیجری بین الصبیان (و) هذا لو كان حق عبد اما (لو كان حق الله تعالى) بان زنى او سرق) (منع) الصغر منه (مجتبى)

البتہ حقوق اللہ سے متعلق گھر میں والدین ان کو مناسب سزا دے سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے مروا صبیانکم بالصلوٰۃ اذا بلغوا سبعا واضربوهم علیها اذا بلغوا عشرا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ترک صلوٰۃ جو حقوق اللہ سے متعلق ہے پر نابالغ لڑکے کو جو دس سال کا ہو مارا جائے۔ اس لیے صورت مسئولہ میں والدین ان کو مناسب سزا مارنے کی دے دیں تو بہتر اور جائز و مناسب امر ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ

بعض معمولی واقعات کو بنیاد بنا کر کسی امام کے امامت کی عدم جواز کا فتویٰ لینا

{س}

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ نے یعقوب علیہ السلام کا واقعہ اس طرح پر کہ بشیر نامی ایک شخص تھا۔ جو حضرت پیغمبر مذکور کی باندی کا بچہ تھا یہ حکایت فلاں فلاں کتاب کے حوالہ سے ذکر کی تھی۔ الغرض حقیقت یہ ہے کہ میرا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ اس واقعہ کو جس طرح کتب معتبرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ میں اس کو درست مانتا ہوں محض کسی کتاب کا قول نقل کرنے سے میرے عقیدہ میں یہ بات نہیں کہ بندہ توہین انبیاء علیہم السلام کرتا ہو بلکہ کسی نبی کی بھی توہین کا عقیدہ رکھنا کفر سمجھتا ہوں اور توہین کرنے والے کو کافر سمجھتا ہوں کیا جس کا یہ عقیدہ ہو وہ حنفی اور صحیح العقیدہ سنی ہو اس کے پیچھے امامت جائز ہے۔ اگر کوئی شخص مجھ پر افتراء باندھتا ہے تو اس کا کیا ہونا چاہیے۔ کیا اس پر بھی شرعاً توبہ لازم باقی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جب یہ شخص جو کہتا ہے کہ میرا عقیدہ توہین انبیاء کا نہیں ہے۔ بلکہ میں توہین انبیاء کرنے والے کو کافر سمجھتا ہوں۔ تو پھر ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز و درست ہے اور جب اس نے توہین نہیں کی تو اس پر توبہ بھی لازم نہیں جس شخص نے امام مسجد پر اتہام لگایا ہے اس کو ایسے الفاظ واپس لینا چاہئیں اور آئندہ سے احتیاط رکھنی چاہیے کہ کسی کی طرف ایسے الفاظ منسوب نہ کرے کہ جو اس نے نہ کہے ہوں کسی کے الفاظ نقل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود بھی ان کو پسند کرتا ہے۔
فقط واللہ اعلم

سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
۷ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح بر تقدیر صدق سائل

اگر امام مذکور کا اس واقعہ یا کسی ایسے واقعہ سے توہین انبیاء کرام کا عقیدہ نہیں اور نہ توہین کا مقصد ہے اگر اس نے صرف کسی قول کو نقل کیا ہے تو کسی ایسی صورت کے نقل کرنے سے نہ کفر لازم آتا ہے نہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمد شریف غفرلہ مدرسہ انوار العلوم ملتان

﴿ہو المصوب﴾

کاغذ کی دوسری طرف جواب استفتاء درست اور صحیح ہے۔

ایسے واقعات کو آڑ بنا کر کسی کی امامت کے عدم جواز کا فتویٰ حاصل کرنا اچھا فعل نہیں اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ رجب ۱۳۸۲ھ

خاوند کا بیوی پر بلا ثبوت شرعی الزام تراشی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک پاک دامن عورت حسینہ بی بی پر اس کا خاوند اور اس کے کنبہ والے زنا کا بہتان لگاتے ہیں۔ عورت اور اس کے ورثاء اس سے ثبوت مانگتے تھے۔ مگر وہ ثبوت دینے کے بجائے سارے علاقہ میں اپنے عائد کردہ بہتان کی تشہیر کرتے ہیں۔ انہیں حلف اٹھاتے یا اٹھوانے اور اس پر شرعی حد کے لیے کہا جاتا تو وہ

دونوں صورتوں سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ الزام لگانے والے اُمراء اور وفی الامراء کے پاس دوڑتے ہیں۔ ان کے ذریعہ عورت اور اس کے ورثہ پر ظلم کرواتے ہیں۔ عورت اور اس کے ورثہ ماتحتی بار بار شریعت کے فیصلہ کی طرف جاتے ہیں مگر یہ دوسرے راستہ پر اور اپنے عائد کردہ بہتان پر مصر ہیں نیز شریعت کی غلطی تسلیم کرتے ہیں۔

(۱) انکار فیصلہ شریعت اور انکار حلف اور شریعت کے خلاف چلنے کی وجہ سے یہ مسلمان ہیں یا کافر۔

(۲) شرعی طور پر فدا حسین کا حسینہ بی بی سے نکاح باقی ہے یا ختم ہو گیا ہے۔

(۳) بلا ثبوت بہتان لگانے سے فاسد و مردود الشہادۃ ہیں یا نہیں۔

(۴) ان کی امداد ان سے دوستی اور ان سے میل جول رکھنا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں۔

مولوی فقیر محمد صاحب خطیب جامع مسجد بستی قاضی ڈاک خانہ تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) ان لوگوں کو کافر تو نہیں کہا جائے گا۔ البتہ ان لوگوں کے لیے عورت مذکورہ پر اس قسم کا بہتان لگانا ہرگز جائز نہیں۔ شرعی قانون میں ایسے لوگوں پر حد قذف جاری ہو گی جس کی مقدار اسی کوڑے مارنا ہے۔

(۲) فدا حسین کا نکاح مسماۃ حسینہ بی بی سے باقی ہے۔

(۳) بغیر ثبوت کے کسی پر بہتان لگانا موجب فسق ہے۔

(۴) ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا درست نہیں۔ ان پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ رجب ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۸ رجب ۱۳۹۲ھ

رجم کے متعلق مفصل تحقیق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو سزا دی گئی کوڑوں سے دی گئی اس کی وضاحت کیا واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قطع ید کا حکم کسی زمانہ میں معطل کر دیا تھا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) رجم کے متعلق قرآن میں کہیں ذکر موجود ہے یا نہیں۔

(۲) رجم کے متعلق جو احادیث ہیں وہ "متواتر" یا آحاد ہیں۔

والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة الا انه انتسخ فی حق المحصن فبقی فی حق غیره معمولا به. وقال ابن الهمام فی فتح القدیر ص ۲۷ ج ۵ وهذا عام فی المحصن وغیره نسخ فی حق المحصن قطعا ویکفینا فی تعیین الناسخ القطع برجم النبی صلی الله علیه وسلم فیکون من نسخ الکتاب بالسنة القطعیة وهو اولی من ادعاء کون الناسخ الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم لعدم القطع بثبوت کونها قرآن ثم انتساخ تلاوتها وان ذکرها عمر وسکت الناس الخ وقال فی فتح القدیر ایضا ص ۱۲۱ ج ۴ (قوله رجمه بالحجارة حتی یموت) علیه اجماع الصحابة ومن تقدم من علماء المسلمین وانکار الخوارج الرجم باطل لانهم ان انکروا حجیة اجماع الصحابة فجهل مرکب بالدلیل بل هو اجماع قطعی وان انکروا وقوعه من رسول الله صلی الله علیه وسلم لانکارهم حجیة خبر الواحد فهو بعد بطلانه بالدلیل لیس مما نحن فیه لان ثبوت الرجم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم متواترة المعنی کشجاعة علی وجود حاتم والآحاد فی تفاصیل صوره وخصوصیاته اما اصل الرجم فلا شک فیه الخ.

(۴) زانی اور زانیہ کے لیے کوڑوں کی سزا تو قرآن شریف میں منصوص ہے۔ بشرطیکہ غیر محصن ہو۔ قال تعالٰی الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة الآیة۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں اگر نفی کی سزا ہوگی دوسری تو کوئی سزا ہو ہی نہیں سکتی۔ باقی تفصیلات کا مجھے علم نہیں ہو سکا ہے۔

(۵) ایام فقہ میں الخ پر معطل کرنے کے بارہ میں مجھے کوئی روایت نہیں ملی۔ لہٰذا اس کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(۶) شرب خمر کی حد کے متعلق حدیث میں جو وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرب بالجرید والنعال ہوا کرتا تھا لیکن ضرب کی تعداد کی کوئی خاص تعیین ثابت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس تک کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لیے مجتہدین کا آپس میں اس بارہ میں اختلاف ہو گیا ہے۔ امام شافعی داؤد ظاہری چالیس کے قائل ہیں اور جمہور مجتہدین سے اسی کوڑے مقرر فرمانا ثابت ہے۔ کما فی الصحیح لمسلم ص ۷۱ ج ۲ عن انس بن مالک ان نبی الله صلی الله علیه وسلم جلد فی الخمر بالجرید والنعال ثم جلد ابوبکر اربعین فلما کان عمر ودنا الناس من الریف والقری قال ما ترون فی جلد الخمر فقال عبدالرحمن بن عوف اری ان تجعلها کاخف الحدود قال فجلد عمر ثمانین اور حدیث شریف میں ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی او کما قال۔ فقط واللہ تعالٰی اعلم

محمد عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱ صفر ۱۳۸۶ھ

الجواب کلہا صحیحة محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد سے اگر زنا کا صدور ہو جائے تو امامت پر قائم رہے یا چھوڑ دے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ ایک مسجد میں تعلیم القرآن و خطابت اور امامت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ایک دن نفس امارہ کے غلبہ سے مسجد میں اپنی ہی شاگرد و کمسن (قریب البلوغ) کے ساتھ زنا کر بیٹھا بعد میں بہت پچھتایا۔ فکر خدا اور عذاب آخرت کے پیش نظر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے لیے کیا سزا ہے۔ از روئے شرع شریف نیز اس مسجد میں اب امامت کرا سکتا ہوں یا نہیں۔ یہ واقعہ پانچ جولائی کو دن کے ۹ بجے مجھ سے سرزد ہوا۔ ایک اور شخص نے موقع پر دیکھ لیا اس کے لیے کیا فرض عائد ہوتا ہے اور لڑکی کے ورثاء کو اطلاع دینا گواہ کے لیے ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

محمد یار متقی امام مسجد مہر احمد علی موضع مردان تحصیل ...

﴿ج﴾

یہ گناہ بہر حال گناہ کبیرہ ہے جس کے ارتکاب سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اس کا مرتکب فاسق بن جاتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے لیکن یہ گناہ خالص حق اللہ ہے جو توبۃ نصوح کرنے سے معاف ہو سکتا ہے دنیاوی سزا جو حد رجم اور جلد کی ہے جس کا اختیار تو اسلامی حکومت کو ہوا کرتا ہے اور یہاں پاکستان میں حدود شرعی جاری نہیں ہیں لہٰذا سزا مذکورہ دینے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لڑکی کے ورثاء کو اطلاع دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ عنداللہ ان سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

لہٰذا اگر شخص مذکور صحیح طور پر تائب ہو گیا ہے تو وہ امامت کے قابل ہے لیکن اگر اس معصیت کی تشہیر ہو گئی ہے اور لوگوں کو اس کا علم ہو گیا ہے یا اس کی تشہیر تو نہیں ہوئی لیکن اس ماحول میں اور پھر ایک دفعہ اس کی عدم تشہیر ہو جانے میں توبہ تائب ہو جانے کے بعد بھی اس معصیت میں شیطان و نفس کے مبتلا کر دینے کا مستقبل میں بھی شدید خطرہ موجود ہے۔

لہٰذا یہاں کی امامت کو چھوڑ دینا ہی ان حالات میں اس شخص کے لیے مفید ہے اور شرعاً مطلوب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب ثبوت جرم کے لیے گواہ نہ ہوں اور ملزم خود انکاری ہو تو وہ بری الذمہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بلاوجہ خواہ مخواہ ایک آدمی نے میری بھتیجی لڑکی کے ساتھ بد فعلی کا بہتان باندھ لیا ہے۔ میں اس تہمت سے بالکل بری ہوں اور ہر قسم کی صفائی دینے کے لیے تیار ہوں اس شخص کے پاس کوئی دوسرا گواہ نہیں ہے۔ اس تہمت کے بنا پر میرے سسرال والے میری بیوی اور بچوں کو اپنے گھر لے گئے ہیں اور کہتے ہیں جب تک فتویٰ نہ لاؤ گے بیوی بچے ہم نہ دیں گے۔ لہٰذا علماء کرام اس کے متعلق فتویٰ عنایت فرماویں۔

سائل پٹھانہ ولد عظمت قوم مہر کھاں تحصیل و ضلع جھنگ

﴿ج﴾

کسی مسلمان پاک دامن شخص پر زنا کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ اگر اس زنا کے اوپر شرعی گواہ موجود نہ ہوں اور خود وہ شخص اس سے صاف انکاری ہو اور ہر قسم کی صفائی دینے کو تیار ہو تو وہ بری الذمہ شمار ہوگا۔ اس سے بیوی بچوں کو بلاوجہ چھیننا اور اسے ستانا جائز نہیں ہے۔ بیوی بچوں کو اس کے حوالہ کر دیا جائے اور اسے بلاوجہ پریشان نہ کیا جائے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ رجب ۱۳۹۵ھ

ایک شخص کی گواہی سے جرم ثابت نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گھر سے چلا ہے ساتھ دو گھڑیاں بکری بھی تھیں۔ رستے میں ایک درخت کے نیچے دو گھڑیاں رکھ دیں پھر پیچھے کی طرف لوٹ آئے کنواں تھا کنواں سے آگے کسی مقصد کے لیے پھر پیچھے کنواں کی طرف آیا۔ تیار شدہ تھا مگر جاری نہیں تھا۔ بعد ازیں آب نوشی کے لیے حویلی کی طرف گیا۔ حویلی کے اندر ایک مجنونہ بھی ہے زینب جو [illegible] کا بچہ تھا۔ تو وہ مجنونہ اپنی کیفیت کی بنا پر اس شخص کو پکڑنے لگی تو وہ شخص اپنے آپ کو چھڑانے لگا اس وقت وہ بچہ بھی چلا گیا وہ شخص اپنے آپ کو چھڑوا کر جہاں پانی تھا وہاں گیا اس مجنونہ کا خیال نہ کیا جہاں پانی تھا وہاں پانی پینے کا برتن نہیں تھا تو برتن دیکھنے کے لیے ساتھ جانوروں کی جگہ بھی وہاں گیا۔ ایک طرف دیکھا تو پھر دوسری طرف دیکھا تو وہ مجنونہ وہاں بیٹھی تھی۔ اس وقت ایک آدمی لاٹھی لے کے آیا اور کہنے لگا کہ تم اندر کیوں آیا اور مجنونہ کو کیوں پکڑ

تو وہ شخص دوڑا اس کے پیچھے جا کر لاٹھی ماری۔ یہ بیان جو لکھے گئے ہیں ملزم حلفیہ طور پر کہتا ہے کہ اس طرح حقیقت ہے اور واللہ باللہ ثم اللہ کی قسم کھا کر روزے کے ساتھ کہتا ہے کہ میں نے زنا نہیں کیا اور تحقیق سے بھی ثابت نہیں ہوتا اور وہ پہلے آدمی جو اندر تھا یا تھا وہ حلفیہ کہتا ہے کہ میں نے اوپر سے اٹھایا ہے۔ اس وقت باقی کوئی آدمی نہیں تھا بعد میں جمع ہوئے۔ اب عند الشرع شریف صورت مسئولہ میں وہ حد وغیرہ کا مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر یہ بات صحیح ہے تو اس پر کوئی حد نہیں لگے گی کیونکہ زنا کی حد کے لیے چار چشم دید گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور جو شخص مدعی ہے کہ اس نے اس مجنونہ کے ساتھ بدفعلی صادر ہوگی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بات سے باز آ جائے۔ ہر حال میں اس معاملہ کو فوراً ختم کرنا ضروری ہے۔ عوام میں اس قسم کی باتوں کی اشاعت نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر واقعتاً اس آدمی سے اس مجنونہ کے ساتھ بدکاری کا صدور ہو گیا ہے اگرچہ اس کا ثبوت گواہوں سے نہیں ہو سکتا تب بھی اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر سسر بہو سے بدفعلی کرے تو وہ شوہر کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں اور خسر کے لیے کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بیٹے کا رشتہ کیا۔ اپنی دختر کے بدلے ان کی دختر اپنے بیٹے کے لیے مگر ایک جانب سے لڑکا نابالغ تھا۔ مگر دوسری پارٹی والوں نے کہا اگرچہ ہمارا لڑکا چھوٹا ہے مگر ہم جب اپنی لڑکی بیاہ دیں گے یعنی شادی کر دیں گے۔ جب تم اپنی لڑکی کی شادی کر دو گے الغرض طرفین سے شادی ہو کر لڑکی اپنے دلہا کے پاس پہنچ گئیں مگر جس لڑکی کا خاوند چھوٹا تھا اس کے والد نے اپنی بہو کے ساتھ بدفعلی کر لی۔ دو شاہد بھی موجود ہیں۔ کیا یہ لڑکی اپنے خاوند کے نکاح میں رہے گی یا کہ نکاح فاسد ہو گیا۔ کیا یہ دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے اور اس کے سسر پر شریعت کیا سزا مقرر کرتی ہے۔ بحوالہ جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی محمد رمضان پیش امام مسجد مہر والا ڈاکخانہ ونجری والا تحصیل و ضلع ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے شہادت نصاب یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے

صورت مسئولہ میں اگر شہادت تامہ موجود ہے تو حرمت ثابت ہو جائے گی لیکن ثبوت کے بعد خود بخود نکاح نہ ٹوٹے گا بلکہ ضروری ہے کہ شوہر بالغ خود بخود زبان سے کہے کہ میں نے اسے چھوڑا لیکن اگر لڑکا نابالغ ہے تو پھر اس کے قول کا اعتبار نہیں بلکہ حاکم کے تفریق کرنے اور عدت گزرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوگا۔ کما فی الدر المختار ص ۳۸ ج ۳ وتقبل الشهادة على الاقرار باللمس والتقبيل عن شهوة وكذا تقبل على نفس اللمس والتقبيل والنظر الى ذكره او فرجها عن شهوة الخ. وفيه ص ۳۷ ج ۳ وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة الخ. وعبارة الحاوي الا بعد تفريق القاضي او بعد المتاركة الخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

متہم شخص کو امام نہیں رہنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی جو کہ بستی کا پیش امام بھی ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے پہلے بھی ایک بستی میں تھا وہاں سے لوگوں نے بدکرداری کی وجہ سے اس کو نکال دیا۔ اب دوسری مسجد میں دوسری جگہ امام ہے۔ بدکرداری اس کی یہ ہے کہ وہ بچوں سے لواطت کرتا ہے کئی لوگوں نے اس کو یہ فعل بد کرتے دیکھا ہے اور جن لوگوں کے بچوں سے لواطت کی ہے وہ غریب طبقہ کے لوگ ہیں اور جن لوگوں کا امام رکھا ہوا ہے وہ امیر لوگ ہیں یہ لوگ امام کے خلاف کوئی بات سننا برداشت نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔ اس امام نے ساری زندگی میں شادی نہیں کی۔ اب سفید ریش ہے لیکن شغل بد میں وقت چلا رہا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے اور جن لڑکوں سے لواطت کی ہے وہ لڑکے اقرار بھی کرتے ہیں اور تنگ آ کر لڑکے اس کے پاس سے پڑھنے سے ہٹ گئے اور کچھ اس کے پاس پڑھتے ہیں جن سے وہ لواطت کرتا ہے۔ ان کو مٹھائی وغیرہ اور کبوتر وغیرہ بھی خرید کر دیتا ہے اور اگر لوگوں کو یہ بات اس کی بتلائی جائے تو وہ مانتے نہیں اس کے ساتھ بھی کافی لوگ ہیں جو کہ اس کا ساتھ دیتے ہیں اور اگر مولوی صاحب کو کہا جائے کہ یہ کام تیرے لیے ٹھیک نہیں ہے تو وہ انکار کر دیتا ہے اور قرآن اٹھا لیتا ہے۔ اب ایسے شخص کے بارے میں کیا کیا جائے اور ان کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا کہ نہیں لوگوں کے نکاح بھی پڑھاتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿جواب﴾

یہ فعل شدید ترین گناہ ہے قوم لوط علیہ السلام پر اس فعل بد کی وجہ سے عذاب آیا تھا۔ انسانیت بلکہ حیوانیت سے بھی گرا ہوا گھناؤنا فعل ہے۔ مسلمان تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جو شخص اس فعل بد سے متہم ہوا ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔

جب تک باقاعدہ ثبوت نہ ہو سکے اور دو گواہ چشم دید گواہی نہ دے دیں گو کوئی بھی معتقد ہو اس وقت تک ثبوت شرعی تو نہیں ہو سکتا لیکن جس شخص کے متعلق اس قسم کے الزامات ہوں اور اس طرح کے خرافات میں ملوث اور متہم ہوا اس کو امامت کا اعلیٰ مقام ہرگز نہ دیا جائے۔ امامت کے لیے پرہیزگار متقی عالم کو منتخب کیا جائے اور اس شخص کو معزول کر دیا جائے۔ باقی اس کا پڑھایا ہوا نکاح ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ

کسی بے گناہ استاد پر الزام لگانا اور ٹرانسفر کرانا

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میرا نام محمد عبداللہ ہے۔ میرا پیشہ معلمی ہے۔ بندہ ایک پرائمری مدرسہ کا اول مدرس رہ چکا ہے۔ مسمی عبدالقدوس ۹ ستمبر ۱۹۶۰ء مدرسہ میں پہنچایا ۲۰ ستمبر ۱۹۶۰ء تو ... کی تعطیل تھی۔ میں مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۶۰ء سے ۱۱ دسمبر ۱۹۶۰ء تک رخصت اتفاقیہ پر رہا۔ جب میں مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۶۰ء کو مدرسہ پہنچا تو مجھے خبر اس سے ہوئی کہ چند طلباء نے اپنے والدین کو شکایت کی ہے کہ اول مدرس مذکور نے ہمیں بدفعلی میں مشغول بنایا۔ صرف بات ہی ہوئی تھی کہ فوری پولیس مجھے اپنے بڑے افسر کے روبرو لے گئی۔ سرکار ان کو یہ سارا قصہ میں نے سنایا کہ یہ چند اشخاص مسمیان نذیر محمد، رئیس الدین، محمد علی کی ایک سازش ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ بے فکر رہیں ہم عید کے بعد انکوائری کریں گے۔

۱۸ ستمبر کو انکوائری ہوئی۔ انکوائری میں طلباء نے صحیح بتایا کہ ہمارے ساتھ اس مدرس نے زیادتی نہیں کی۔ یہ انکوائری میری عدم موجودگی میں ہوئی۔ جب میں نے انکوائری افسر سے پوچھا جناب فرمایئے انہوں نے فرمایا کہ آپ بری ہیں۔ بری کا لفظ بولتے ہوئے انہوں نے انکوائری کاغذات کی طرف اشارہ بھی کیا۔ اس کے بعد جو میرے دشمنوں نے مجھے پھر بھی معاف نہ کیا میرے ضلعی تعلیمی افسر کو بتایا کہ یہ معلم بدچلن ہے۔ کیم جنوری ۱۹۶۱ء کو ضلعی تعلیمی افسر تشریف لائے۔ جب نائب ان کے سامنے نہ تو طلباء کو پیش کیا گیا بلکہ اس دن مدرسہ بھی بند رکھا اور میرے ضلعی افسر کو صرف یہی کہا گیا کہ استاد

﴿ج﴾

ایک عورت کی گواہی سے یہ فعل ثابت نہیں ہوگا اس لیے شخص مذکور کو مجرم سمجھنا درست نہیں اور اس کے باپ کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مزید جہالت اور شیطان کا دھوکہ ہے اور جہاں ثبوت نہیں تو ذاتی کا ذبح کرنا بھی شرعاً لازم نہیں آتا۔ ایسے فواحش کے اثبات اور شہرت دینے کی آخر کیا ضرورت پڑی ہے۔ العیاذ باللہ البتہ باپ ضرور اپنے اس بیٹے کو تنبیہ اور نصیحت کرے کہ اس قسم کی حرکات انسانیت کے خلاف ہیں۔ اس سے احتیاط لازم ہے۔ خصوصاً کسی قوم کے امام کی اولاد کے لیے۔ واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

سگی بھانجی کو بیوی کے طور پر گھر میں رکھے اس کے لیے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص اپنی سگی بھانجی سے ناجائز تعلق قائم کر لیتا ہے اور بعد میں اس کو اغوا کر کے اپنے گھر لے جاتا ہے اور اس عورت اپنی بھانجی کو آٹھ نو برس اپنے گھر میں بسایا ہے اور اس سے اولاد بھی پیدا ہوئی ہے۔ کیا شریعت اس پر سوائے حد زنا کے کوئی اور سزا لاگو کرتی ہے یا نہیں۔ محرم سے ایسا فعل کرنے سے کیا پہلے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے یا نہیں۔

(۲) ایک شخص اپنی عورت کو دو گواہوں کے سامنے تین طلاقیں دے دیتا ہے اور زبان سے تین باریوں بھی کہتا ہے کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے لیکن بعد میں جو طلاق نامہ تحریر کیا جاتا ہے اس پر کسی کے بہکانے سے اپنے انگوٹھے لگانے سے انکار کر دیتا ہے کیا یہ طلاق شرعاً نافذ ہوگی یا نہ۔ بینوا توجروا

سائل موضع ۔۔۔ تحصیل پاکپتن شریف ضلع منٹگمری

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص حد درجہ گنہگار ہے حدود شرعیہ اگر نافذ ہوتے تو اسے حد لگائی جاتی۔ اب وہ اعلانیہ توبہ کرے ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں ہر قسم کے تعلقات اس سے منقطع کر دیں۔ اس سے اس کا سابقہ نکاح نہیں ٹوٹتا۔ جب تک کہ وہ اس فعل کو جائز نہ سمجھ لے۔

(۲) گواہوں کے سامنے زبانی طلاق دینے سے بھی عورت حرام ہو جاتی ہے۔ تحریر یہاں شرعاً ضروری نہیں۔ اگر وہ گواہ گواہی دے دیں۔ تو شرعاً قضاءً تو یقیناً اور دیانةً بھی عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

چوری کے ارادہ کا اقرار کرنا اور چور بھاگنے کی گواہی دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کیا ملزم سرقہ کا اقرار جرم روبرو گواہان بحیثیت اقرار جرم قاضی عدالت پر اور اس پر حد نافذ ہوسکتی ہے۔ اگر گواہوں نے چوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ چور کو بھاگتے دیکھا ہے۔ کیا اس پر حد جاری ہوسکتی ہے۔

پروفیسر حافظ نثار احمد نواں شہر ملتان

﴿ج﴾

سارق کا اقرار گواہوں کے سامنے موجب قطع ید نہیں۔ جب تک خود حاکم کے روبرو سارق سرقہ کا اقرار نہ کرے۔

کما فی الدر المختار ص ۸۱ ج ۳ او شهدا علی اقراره بها وهو یجحد او یسکت فلا قطع

(۲) ایسے چور پر بھی جبکہ وہ چوری کا اقرار نہ کرے حد جاری نہ ہوگی اور شرعاً یہ شخص سارق نہیں ہے۔ جب تک وہ خود اقرار نہ کرے **کما فی البحر ص ۵۰ ج ۵ هو اخذ مکلف خفية قدر عشرة دراهم مضروبة محرزة بمكان او حافظ اطلق في الاخذ فشمل الحقيقي والحكمي فالاول هو ان يتولى السارق اخذ المتاع بنفسه والثاني هو ان يدخل جماعة من اللصوص منزل رجل وياخذوا امتاعه ويحملوه على ظهر رجل واحد ويخرجوه من المنزل فان الكل يقطعون** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ جمادی الاخری ۱۳۹۹ھ

جس شخص نے اپنی سوتیلی ماں اور بہن سے بدکاری کی ہو اس کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی گھروالی سے یعنی اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور اس کے بعد اپنی بہن جو اس کی ماں کے بطن سے پیدا ہوئی اس کے ساتھ بھی بدفعلی کی ہے اور اس کے بعد ایک گائے کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور دوسری گائے کے متعلق شک ہے کیا ایسے شخص کے ساتھ شریعت محمدی میں برتاؤ یعنی کھانے پینے، شادی، غمی پر یا اس کی شادی وغیرہ پر جانے کا حکم دیتی ہے یا نہیں۔ کیا ایسے شخص کا اپنی گھروالی کے ساتھ نکاح باقی ہے یا نہیں۔ اس شخص نے ان فعلوں کے کر چکنے کے بعد توبہ بھی کرلی ہو۔ تو شریعت کا کیا حکم ہے اور اگر توبہ نہ کی ہو تو کیا حکم ہے۔ جواب بحوالہ کتب فقہ و کتب حدیث سے عنایت فرمائیں۔

محمد قاسم

خود والدین نے ہندو کو بری نگاہ سے نہیں دیکھا بعد میں ہندو کا نکاح زید سے کیا گیا اور یہ نکاح عدت کے اندر ہوا۔ یہ نکاح غلط فہمی کی وجہ سے ہے انہوں نے یہ خیال کیا کہ عدت ختم ہو گئی ہے اور دراصل عدت ختم نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں عدت کے ختم ہونے پر نکاح ثانی کیا گیا ہے یہ جو دوسری دفعہ نکاح کیا گیا ہے خالد شریک نہیں تھا کیا اس مذکورہ بالا صورت میں خالد تعزیر کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر مستحق ہے تو قبل از تعزیر خالد کے ساتھ برتاؤ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا الکتاب

حافظ محمد امیر

﴿ج﴾

خالد پر الزام لگانے والے جیسا کہ اثبات زنا کے لیے چار شرعی گواہ معتبر موجود نہیں ہیں تو کہنے والا فاسق ہے۔ اس کو توبہ کرنی لازم ہے۔ اسلامی قانون میں اگر عورت ان پر دعویٰ کرے تو انہیں حد قذف کی سزا ملے گی۔ ان الذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة الآية پس خالد بالکل بری ہے کسی سزا کا مستحق نہیں ہے۔ مذکورہ نکاح زید سے پہلے تو فاسد تھا اس لیے کہ عدت کے اندر نکاح فاسد ہوتا ہے۔ جس کا ختم ہونا ضروری ہے۔ بعد عدت کے دوبارہ جو نکاح کیا ہے وہ نکاح درست ہے۔ اس سے پہلے کے معاملہ پر توبہ عورت مرد دونوں کو کرنا چاہیے۔ البتہ خالد بوجہ نہ شریک ہونے کے بری الذمہ ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذوالحجہ

زمین کے لیے الگ کھال بنانے پر جو رقم پڑوسی کی مخالفت کے باعث خرچ ہوئی اس کا ذمہ دار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں صورت مسئولہ میں کہ زید اور عمرو کی زمین ایک جگہ پر واقع ہے۔ مگر عمرو کا کھال شروع سے ہی علیحدہ ہے۔ زید نے کاغذات میں منظور شدہ کھال سے پانی نہ لگنے کے باعث عمرو کی رضامندی سے دوسری جگہ کھال باندھی اور کاغذات میں منظوری لینے کے واسطے درخواست کی۔ زید کا رقبہ ایسا تھا کہ باوجود محنت اور کوشش کے اس کو پانی نہ لگتا تو ناچار دوسرے کھال پر واپس لے جانے کے لیے جس پر کہ پہلے تھا۔ درخواست دی تو مہتمم انہار موقعہ پر آیا اور دونوں فریق پیش ہوئے۔ عمرو نے مخالفت کی۔ صاحب بہادر نے سمجھایا کہ تم دونوں بھائی ہو۔ ایک دوسرے کا نقصان نہ کرو۔ دو ثالث مقرر کیے کہ موقعہ دیکھ کر فیصلہ کریں جہاں سے کھال بغیر تکلیف

سے پانی دے وہاں منظور کر دوں گا اور جس رقبہ کو اس کے کھال سے پانی نہیں لگ سکتا تو وہاں جدید کھال بھی زید کے مطالبہ
کے مطابق کر دوں گا۔ منصف مقرر کرنے کے بعد عمرو نے صرف زید کی مخالفت کی بنا پر منصفوں سے انکار کر دیا۔ دوسرے
دن تک زید اور عمرو کے والد نے عمرو کے کہنے پر زید کے خلاف مہتمم سے کہا کہ جیسا پہلے منظور ہے ویسا ہی رکھا جائے چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔ بعدہ بہت کوشش اور زر کثیر خرچ کر کے زید نے اپنا حسب ضرورت زمین کا پانی اور کھال منظور کرایا۔ کیا زید
نے جو عمرو کی مخالفت کے باعث رقم کثیر خرچ کر کے کھال منظور کرایا ہے یہ خرچ شرعاً عمرو پر لازم آتا ہے یا نہیں۔ دیگر کئی سال
جو زید کا پانی ضائع ہوتا رہا یہ نقصان بھی بذمہ عمرو ہے۔

السائل محمد عبداللہ سوہدرہ

﴿ج﴾

خرچ و نقصان بذمہ عمرو نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان کچہری روڈ ملتان
۵ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

قاتل سے یا قصاص لیا جائے یا دیت یا معاف ہوگی عمر قید کوئی سزا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے باپ کی اعانت سے ایک شخص کو کلہاڑی سے عمداً قتل
کرے۔ جس کے خلاف شہادتیں مکمل طور پر عدالت میں گزر چکی ہوں۔ پھر قاتل اپنی اور اپنے باپ کی جان بچانے کی
خاطر عدالت میں اعتراف جرم کرتے ہوئے یہ بیان دے کہ مقتول میری بہن کو پکڑے ہوئے تھا تو میں نے اشتعال میں
آ کر یہ جرم قتل کیا ہے۔ اس میں میرا باپ شامل نہیں تھا۔ وہ یہ اقبالی قاتل دونوں بیانات باپ قاتل کی موقعہ سے غیر حاضری
اور وجہ قتل مقتول کا بہن کو پکڑنا کسی طریقہ سے بھی ثابت نہ کر سکے بلکہ ان بیانات کے خلاف مقتول کی بے گناہی
اور مدعا علیہ قاتل کی موقعہ پر موجودگی کے متعلق شہادتیں موجود ہوں تو قابل استفسار بات یہ ہے کہ شریعت محمدی میں ایسے
قاتل اقبالی جرم کرنے والے اپنی اور باپ کی جان بچانے کی خاطر مقتول پر جھوٹی تہمت لگانے جو کہ کسی طریقہ سے
ثابت نہ ہو سکے تو ایسے ہر دو افراد کے لیے کیا سزا ہے۔ آیا شریعت میں قاتل کو قتل کے بدلے قتل کرنے کے علاوہ عمر قید یا
دیگر سزا دینے کس حد تک جائز ہے۔ ایسے کیس میں جبکہ قتل ہونا مکمل طور پر ثابت ہو جائے۔ یہاں تک کہ قاتل خود اقبال
جرم کرے۔ شریعت میں سوائے قتل کرنے کے کوئی رعایت بھی ہے؟

قاری نعمان جی عباسی مقام وڈاکخانہ کوٹ [illegible]

کے لیے تیار ہے۔ مجلس میں فیصلہ کر لیا گیا جو بچہ حاضر تھا اس کو معاف کر دیا گیا اور جو بچہ حاضر نہ تھا اور پیش نہیں کیا گیا تھا اس کے باپ کو بچہ پیش نہ کرنے اور جال کاٹنے کے جرم میں مبلغ پانچ سو روپے جرمانہ کیا گیا۔ جرمانہ ادا کرنے والا غریب شخص ہے اور اتنی استطاعت نہیں رکھتا۔ جرمانہ جبراً وصول ہونے کی صورت میں دو سو روپے جال والے کو اور تین صد روپے کسی دینی مدرسہ کو بھیجا گیا۔ آیا یہ فیصلہ اسلام کی رو سے شرعاً جائز ہے اگر جائز ہے تو وہ رقم جو مدرسہ کو دی گئی وہ مدرسہ میں کس مصرف میں لائی جا سکے گی اور کس مد میں لکھی جائے گی۔

رحیم بخش صاحب موضع دوآبہ ڈاکخانہ خاص تکی ضلع مظفر گڑھ

ج

ظاہر مذہب کے مطابق مالی جرمانہ لگانا جائز نہیں۔ لما فی الشامی ص ۶۱ ج ۴ والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ الاموال۔

پس صورت مسئولہ میں اگر جرم ثابت ہو گیا ہے تو اس سے جال کے نقصان کے مطابق تاوان لینا درست ہے لیکن جرمانہ جائز نہیں۔ جرمانہ کی رقم جس شخص نے وصول کر لی ہے اس پر لازم ہے کہ یہ رقم واپس کر دے۔ شرعاً یہ فیصلہ جائز نہیں۔ جرمانہ کی رقم مالک کو واپس کر دینے کے بعد مدرسہ جس مد میں چاہے رقم صرف کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ رجب ۱۳۹۵ھ

محصول دینے سے انکار پر جب کاشتکار کو زدوکوب کیا گیا تو مارنے والا ہی مجرم ہے

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمین ہے۔ مقبوضہ باشندگان جو کہ آبادی کہلاتی ہے اس زمین میں کسی غلام حیدر قوم قریشی کاشت کرتا ہے۔ پہلے اس زمین میں سیلاب آتا تھا کہ غلام حیدر قریشی محصول دیتا تھا غلام حسین شاہ وغیرہ کو اب دو سال ہونے والے ہیں اس زمین کے اردگرد بند بن گیا ہے سیلابی پانی بند ہو گیا ہے۔ بجز ٹیوب ویل لگ گئے ہیں امیر لوگوں کے۔ چونکہ یہ زمین مقبوضہ باشندگان آبادی کی تھی کہ غلام حیدر نے اپنا کرایہ اڑھائی ہزار روپیہ ادھار اٹھا کر کنواں کھدوا لیا اس زمین مذکورہ کی سیرابی کے لیے پھر کچھ گندم ہوئی پھر کسی غلام حسین شاہ محصول لینے کے لیے آیا تھا۔ پھر غلام حیدر نے کہا چونکہ تم نے پانی ٹیوب ویل کا نہیں دیا اس لیے میں محصول نہیں دیتا۔ غلام حسین شاہ نے تیز دھار اور وزن دار بھاری لکڑی جس کو ٹھوڑا بولا جاتا ہے تین بار مارا غلام حیدر کو۔ غلام حیدر قریب بے ہوشی کے ہو گیا۔ ایک بار [illegible] پہ زخم ہو گیا اور بہت سا خون بہا۔ ایک ماہ کے بعد یہ زخم ٹھیک ہوا [illegible] سر پر مارا

گیا۔ زخم نہیں کیونکہ سر پر پگڑی تھی۔ تیسری بار کمر پر مارا پھر غلام حیدر بدلہ لینے کے لیے اٹھا اپنے بچاؤ کے لیے غلام حسین شاہ کو لاٹھی کی ماری۔ غلام حسین کو بھی زخم ہو گیا سر پر۔ ان دونوں میں شرعاً مجرم کون ہے۔ غلام حیدر اس زمین جس میں کاشت کرتا ہے ڈھیری اکھاڑ رہا تھا غلام حسین شاہ نے مداخلت کر کے اس کو مارا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

حسب تحریر استفتاء مذکور اگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ غلام حسین شاہ نے ابتداءً غلام حیدر کو زدوکوب کیا ہے تو وہ شرعاً مجرم ہے۔ اس کو لازم ہے کہ غلام حیدر کو راضی کرے اور اس سے معافی مانگے اور حصول حق کے لیے قانونی چارہ جوئی کرے۔ از خود زدوکوب کا شرعاً و قانوناً کوئی حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱ صفر ۱۳۹۴ھ

جب مشترکہ اونٹنی دو شریکوں نے تقسیم کر لی بعد میں معلوم ہوا کہ ایک شریک کے بھتیجے نے اس سے برا فعل کیا ہے تو ذمہ دار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی نیاز احمد و جان محمد ایک اونٹنی کے تقریباً تین سال تک مشترکہ مالک رہے۔ اسی اثناء میں اونٹنی کا بچہ پیدا ہوا۔ بچہ پیدا ہونے کے ایک سال بعد دونوں نے اونٹنی اور اس کے بچہ کو تقسیم کیا۔ جس میں اونٹنی کی قیمت مبلغ دو ہزار روپے اور بچہ کی قیمت ایک ہزار روپے طے ہوئی۔ اونٹنی نیاز احمد نے رکھ لی اور بچہ جان محمد نے لے لیا اور مزید پانچ صد روپے بھی نیاز احمد سے وصول کیے کہ تقسیم اونٹنی کے بعد ایک سال معلوم ہوا کہ جان محمد کے بھتیجے نے اونٹنی کی تقسیم سے چھ ماہ قبل اونٹنی سے بدفعلی کی ہے اور ایک عینی شاہد نے جان محمد کو بتایا بھی مگر جان محمد نے اپنے حصے دار نیاز احمد کو کچھ نہ بتایا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ تقسیم مذکورہ ان حالات میں شرعاً صحیح ہے یا نہیں اور جان محمد پر از روئے شرع شریف کوئی مواخذہ ہے یا نہیں۔

نوٹ: واضح رہے کہ اونٹنی تقسیم سے آٹھ ماہ بعد بوجہ مرض مر گئی ہے۔

عبدالرحمٰن الرسانی چاہ رجوڑا تحصیل بورے والا ڈاڑی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اس واقعہ کا تقسیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ تقسیم صحیح ہو چکی ہے۔ البتہ اگر یہ بات دو

﴿ج﴾

اگر یہ شخص رشوت کی رقم واپس کر دے اور اس فعل سے توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کو ایسے فعل سے بالکلیہ توبہ کرے تو اس کو معاف کرنا جائز ہے لیکن شہادت میں جھوٹ بولنا جو ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

لڑکے سے بدفعلی کرنے والے کے لیے کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ورین مسئلہ کہ ایک شخص جو کہ پابند صوم و صلوٰۃ و پابند شریعت ہے اس نے ایک لڑکے سے جو کہ حافظ قرآن ہے مسجد کے اندر ایک لڑکے کے ساتھ غیر فطری فعل کیا۔ تو روئے شریعت مطلع فرمائیں کہ شریعت ایسے شخص پر کیا حد قائم کرتی ہے۔

مقام ڈاکخانہ [illegible] ضلع ملتان [illegible]

﴿ج﴾

شرعی ثبوت کے بعد ایسے شخص کو سزا تعزیر ہے۔ جس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے۔ عوام کو تعزیرات جاری کرنے کا حق نہیں۔ اس کو ڈرانے سے تنبیہ کی جائے کہ اس وقت یہی ممکن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

دکاندار کا آٹھ آنے کی چیز چوری کرنے والے چور سے دو یا اڑھائی روپے وصول کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دکاندار ہے کا [illegible] ہے۔ اگر کوئی چلتا پھرتا آدمی اس دکان کی کوئی چیز چوری کر لیتا ہے۔ تو یہ دکاندار چور مرد ہو یا عورت ہو بہت سے لوگ اکٹھے کر کے چوری ہوئی چیز جس کی قیمت مثلاً آٹھ آنے ہو اس سے یہ چیز چھین لیتا ہے اور اس آٹھ آنے کی قیمت والی چیز کی بجائے دو روپیہ چور سے وصول کر لیتا ہے۔ چور بیچارے چار و ناچار ڈر کے مارے چلے جاتے ہیں کیا دکاندار کو ایسا کرنا چاہیے یعنی اصل سے زیادہ قیمت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر چوری کیا ہوا مال چور کے پاس موجود ہے تو اسے ہی واپس کر لینا ضروری ہے اور اگر نہیں تو اس کی بازاری قیمت مالک کو دینا اس کے ذمہ لازم ہے۔ زیادہ لینا مالک کے لیے جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

ایک شخص نے سگی بھانجی سے نکاح کر لیا اس کے لیے کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بھانجی سے خواہشات کا نشانہ کر لیا کچھ عرصے کے بعد گناہ کبیرہ کا نتیجہ ظاہر ہونے لگا تو وہ شخص اس بھانجی کو لے کر مقام بہاولپور سے لے آیا۔ ابھی کچھ دن ہوئے تھے کہ پولیس کو شبہ گزرا اور عوام کے الزام سے گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیا۔ عدالت میں عورت نے بیان دے دیا کہ میرا یہ ماموں ہے میرا اس سے ناجائز تعلق ہے۔ عرصہ ایک ماہ کے بعد میں ایک بچے کی ماں بننے کے قابل ہو گئی ہوں۔ آپ مہربانی کر کے ہم دونوں کو رہنے کی اجازت دیں میں والدین کے پاس نہیں جانا چاہتی۔ لہٰذا مجسٹریٹ صاحب فاضل نے بری کر دیا۔ میں یہ چاہتا ہوں مسلمان کہلاتے ہوئے ایسے معاملے کو کس شرع کے قانون سے فاضل مجسٹریٹ نے بری کر کے ان کو رہنے کی اجازت بخش دی برائے کرم نوازی مجھ کو اس مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے۔ ویسے عرض ہے اشتہار لف ہذا ہے۔

قاری عبدالرحمن ولد مراد دولت گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات سے معاشرہ کو پاک کرنے کی انتہائی کوشش کریں اور سعی کریں کہ اس ملک میں صحیح اسلامی قانون نافذ کرا کر حدود و تعزیرات کے ذریعے سے ایسے ناپاک مجرموں کو سخت عبرتناک سزائیں دی جائیں۔ جب تک یہ سعی کامیاب نہیں ہوتی اس سے قبل برادری اور قومی پنچایتوں کے ذریعہ ان سے انقطاع تعلق اور اس طرح کی مناسب سزا ضرور دی جائے اگر مسلمان معاشرے نے مل کر اصلاح احوال کی کوشش نہ کی تو اللہ عزوجل کی طرف سے عظیم عذاب آنے کا خطرہ ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۵ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ

﴿ج﴾

(۱) حرمت زنا حقوق اللہ میں سے ہے۔ صرف توبہ سے زانی کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

(۲) اپنی سالی سے زنا کرنا نکاح تو نہیں توڑتا۔ محض نکاح قائم رہتی ہے۔ البتہ گناہ اس کا بہت ہے۔ واللہ اعلم

مفتی عبدالرحمٰن مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ ذی القعدہ ۱۳۷۱ھ

اگر عورت اقبال جرم کرے لیکن مرد انکاری ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت اور مرد پر شبہ زنا کا تھا اور کچھ ظاہری علامات بھی تھیں لیکن حقیقت کا پتہ کسی کو نہیں ہے۔ تو جب عورت سے بلا جبر و خوف کے کسی وجہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ فتیح کام ہوا ہے یا نہیں تو عورت حلفیہ بیان دیتی ہے کہ میرے سے قصور ہو گیا ہے اور مرد زانی انکار کرتا ہے اور وہ بھی حلفیہ بیان دیتا ہے کہ یہ قصور مجھ سے نہیں ہوا۔ اب از روئے شریعت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

مقام خاص لودھراں ضلع ملتان مدرسہ عربیہ سراج العلوم عیدگاہ حافظ فضل احمد نائب

﴿ج﴾

مرد چونکہ انکاری ہے اور اس کے خلاف شرعی ثبوت موجود نہیں ہے صرف عورت کا کہنا اس کے خلاف کافی نہیں ہے۔ اس لیے اس کو تو کچھ نہیں کہا جا سکتا ہاں عورت چونکہ اقراری ہے لہٰذا بوجہ نہ جاری ہونے حدود شرعیہ کے اس کے اولیاء اس کو زجر و توبیخ کریں اور ان سے توبہ نصوح کرالی جائے۔ حق اللہ تعالیٰ کا ہے توبہ صادقہ سے یہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ رجب ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ رجب ۱۳۸۷ھ

گندم کے کھلیان کو آگ لگانے والا مجرم ہے اس سے قیمت لی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے گندم کے ۱۵ عدد کھلیان کو کسی دشمنی کی بناء پر آگ لگا دی اور

جو شخص بلا نکاح عورت اپنے پاس رکھتا ہو اس سے مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک بیوہ عورت بلا نکاح رکھتا ہے اس سے علانیہ زنا کرتا ہے۔ باوجود مسلمانوں کے سمجھانے کے زنا سے باز نہیں آتا اور نکاح بھی نہیں کرتا۔ جس سے معاشرہ وملت میں خراب ہوتا ہے ہمارے دوسرے محلے پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ شرعاً اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کو شرعی سزا تو حکومت ہی دے سکتی ہے لیکن جب تک حکومت اسلامی نہ ہو اس وقت تک مسلمانوں کا کم از کم فرض یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیں اور اس کا مکمل بائیکاٹ کر کے اسے توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

زنا کا اقرار بالجبر معتبر ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص پر اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کی تہمت ہے۔ حالانکہ موقع پر کوئی گواہ نہیں ہے جو تہمت لگانے والا ہے اس نے ڈرا دھمکا کر اقرار کرایا ہے کیا اس کا اقرار بالجبر معتبر ہے کہ نہیں۔

(۲) اگر اس نے اقرار کیا تو اب کہتا ہے کہ میں نے ڈر کر کیا ہے میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ علاقہ کے لوگ اس کے ساتھ لین دین نہیں کرتے شرعاً کیا حکم ہے۔

حافظ نجم الدین ضلع جھنگ

﴿ج﴾

اگر اس کو ڈرا دھمکا کر اس سے اقرار کرایا گیا ہو اور چشم دید گواہ بھی موجود نہ ہوں تب اس پر تہمت لگانا اور لین دین روکے رکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ آخر ایک مسلمان بھائی کے ساتھ بلا وجہ شرعی تعلقات منقطع کرنے کہاں جائز ہیں ہرگز جائز نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

چور نے جتنی چوری کی ہو کیا اسی قدر اس کا مال چرانا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کا مال چرا لیا اور بکر نے بجائے اس کے کہ عدالت میں دعویٰ دائر کرے، زید کا اسی قدر مال چرا لیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہ۔

نوٹ: یہ بھی ممکن ہے کہ بکر نے اس اندیشہ سے کہ عدالت میں میری صحیح طور پر حق رسی نہیں ہوگی یہ اقدام کیا۔

عبدالرحمن محمد بن سرفراز خان چھپایہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر کو زید کے اتنے مال کو چرانا جتنا زید نے بکر کا مال چرایا تھا شرعاً جائز ہے۔ یاد رہے کہ چونکہ بکر کا زید کے مال کو چرانا دیانت ہے فیما بینہ وبین اللہ اس لیے چوری شدہ مال سے زیادہ زید کے مال سے نہیں چرا سکتا۔ زیادہ چرانے کی صورت میں زیادتی زید کو واپس کرے گا۔ قال وينقل جد والدي لامه الجمال الاشقر في شرحه للقدوري ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم على جواز الاخذ عند القدرة من اي مال كان لاسيما في ديارنا لمداومتهم للعقوق. الشيخ شامی ص ۹۵ ج ۴ نیز اس عبارت سے یہ بھی واضح ہے کہ بکر حسب مقدرت زید کے مال پر چوری شدہ مال کے خلاف جنس سے بھی لے سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بچی کے رشتہ دینے سے انکار کرتے ہوئے طعنہ دینا اور پاک دامن عورت پر الزام لگانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ الف نے اپنے بیٹے کے رشتہ کے لیے ب سے بڑی عاجزی، انکساری اور شریفانہ طریق سے سوال کیا کہ اپنی بچی کا رشتہ میرے بیٹے کو دے دو۔ ب جو ہر طرح تعلیم یافتہ ہے حالانکہ بات ماننے اور انکار کرنے کے بیسیوں طریقے ہیں مگر چار و ناچار ب نے ناموزوں، ناشائستہ اور ناگفتہ بہ الفاظ کہتے ہوئے انکار کر دیا۔ ساتھ ہی الف کو طعنہ آمیز الفاظ سے مطعون کرتے ہوئے الف کی بیوہ ہمشیرہ پر ناگفتہ بہ الفاظ میں ذاتی حملہ کیا اور اس کے چلن پر تہمت لگائی۔ حالانکہ ب کو کسی طرح بھی نکتہ چینی و طعنہ تشنیع کرنے اور بیوہ کے چلن پر تہمت لگانے کا کوئی

اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو ویں۔

لواطت تو ہر حال میں حرام ہے۔ چنانچہ لوط علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے ہلاک کر دیا اور لوط علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قال انی لعملکم من القالین (پ۱۹ ر ۱۳) فرمایا میں تمہارے کام سے البتہ بیزار ہوں۔ نیز عورت سے لواطت کی حرمت قرآن مجید کی اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ فاذا تطہرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ (پ۲ رکوع ۱۲)

پس جب خوب پاک ہو جاویں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ تعالیٰ نے۔

اس آیت کی تشریح میں شیخ الہند رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں یعنی جس موقع سے جماعت کی اجازت دی ہے یعنی آگے کی راہ سے جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا موقع یعنی لواطت حرام ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند) اسی طرح حدیث شریف میں ہے۔ ملعون من اتی امرأتہ فی دبرھا (الحدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ شخص ملعون ہے جو اپنی عورت کے ساتھ پاخانہ کے راستہ سے فراغت کرتا ہے۔

الغرض لواطت حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب ملعون ہے۔ لہٰذا اس شخص پر لازم ہے کہ وہ فوراً توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے لواطت سے قطعاً احتراز کرے۔ اگرچہ لواطت سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا۔ حمل کی صورت میں مجامعت جائز ہے اور حمل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن لواطت جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

مالی جرمانہ کی رقم کو مسجد پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کافی عرصہ سے یہ طریقہ شروع کر رکھا ہے کہ مسجد سے ٹین وغیرہ چوری کر لیتا ہے حتیٰ کہ اس کے گھر سے مسجد کے پنکھے آہنی لوٹے بھی برآمد ہوئے اسی طرح کنوؤں پر سے بالٹی بھی اٹھا لیتا ہے اور اس نے اپنی شقاوت قلبی کا یہاں تک مظاہرہ کیا کہ ایک گھر سے اس نے بھینس چوری کیا۔ حالانکہ اس گھر میں اس وقت نوجوان لڑکا چارپائی میں بیٹھا تھا۔ بالآخر چور پکڑا گیا اور اس نے خود اقبال جرم کرتے ہوئے کہا کہ پیشہ میں کافی عرصے سے گزر رہا ہوں۔ اب تقریباً تین صد روپے کا تیل مسجد کا فروخت کر دیا ہے اور ایسی صورت اہل محلہ اور مسجد کے مقتدیوں نے فیصلہ کیا کہ دوسروں کی عبرت کے لیے سارق پر کم از کم پانچ صد روپے جرمانہ کرنا چاہیے چنانچہ اس

ہے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ اس لڑکی کو زنا کے موقعہ پر قتل نہیں کیا گیا ہے اس لیے یہ قتل ناجائز ہوا ہے اور قاتل گناہ گار ہو گئے ہیں۔ شرعاً اگر اس قتل کا ثبوت ہو جائے تو اس کی سزا قتل کی سزا ہے کہ اس کے باپ اور چچا کے ذمہ ان کے مال میں مقتولہ کے وارثوں کے لیے دیت واجب ہوگی اور کفارہ ادا کریں گے اور توبہ واستغفار کریں گے۔ کما قال فی ردالمحتار ص ۱۲ ج ۳ وقد ظهر لی فی التوفيق وجه آخر وهو ان الشرط المذكور انما هو فيما اذا وجد رجلاً مع امرأة لاتحل له قبل ان يزنى بها فهذا لايحل قتله اذا علم انه ينزجر بغير القتل سواء كانت اجنبية عن الواجد او زوجة له او محرما منه اما اذا وجده يزنى بها فله قتله مطلقاً الخ باقی باپ سے اولاد کا قصاص نہیں لیا جاتا۔ کما قال فی الکنز ص ۴۵۰ ولا یقتل الرجل بالولد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

جس شخص کے عورت سے ناجائز تعلقات ہیں اس سے تعلقات کاٹ دیے جائیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بنام سراج احمد قوم ربا مسماۃ فیضان زوجہ بیگ علی قوم وریا کے ساتھ ناجائز تعلقات رہے۔ تعلقات سے قبل فیضان کی ایک لڑکی جوان نور بی بی تھی اور اس دوران میں سراج احمد نے نکاح و شادی کر لی اور لڑکی نور بی بی گھر آباد رہی تب بھی تعلقات قائم رہے اور اس لڑکی سے ایک بچی بھی ہوئی اور چند یوم کے بعد لڑکی فوت ہو گئی۔ یعنی نور بی بی اور فیضان اپنا خاوند اور گھر بار وہاں کے سب چھوڑ کر اپنے داماد سراج احمد کے پاس آئے ناجائز تعلقات میں دونوں مشغول رہتے ہیں اور اس شخص نے ایک شادی اس سے پہلے بھی کی تھی اور اس شادی کا بھی برتاؤ یہی کیا تھا کہ ہم نے اس لڑکی کو طلاق کرائی تھی۔ عورت و مرد دونوں کے ایسے جرم کی کیا سزا ہے بروئے شریعت کے اور ایسے جرم والے کو جگہ دینے یعنی اپنے پاس رکھے اور اس کی حمایت کرنے والے کی کیا سزا ہے۔

نوٹ: اس شخص سراج احمد نے کئی دفعہ قسم کھائی اور توڑ دی اور ایک دفعہ غسل کر کے قرآن اٹھا کر توبہ کی اور پھر توڑ دی۔ دو بار قسمیں گواہوں کے اور تین ماہ کے بعد توڑ ڈالی۔ یہ ایسے سخت جرم ہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں تحقیق کی جائے اگر واقعی اس شخص کے کسی عورت سے ناجائز تعلقات ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس عورت کو چھوڑ دے اور توبہ تائب ہو جائے اگر توبہ تائب نہیں ہوتا تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ

برادری وغیرہ کے تعلقات ختم کر دیں۔ بمقتضائے تخلیع زجر کے بطور ترک موالات کو دور کریں کہ وہ اس فعل بد سے باز آ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ محرم ۱۳۹۴ھ

والدہ کے قاتل کی مغفرت کی کوئی صورت ہے
زندگی بھر زنا کا کام کرنے والے کے لیے مغفرت کی کیا صورت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے اپنی والدہ محترمہ کو کسی جرم کے بدلے میں قتل کر ڈالا چند روز بعد زید اپنے اس فعل شنیع پر نہایت نادم پریشان ہوا کیا اس صورت میں زید کی توبہ قبول ہو سکتی ہے کیا یہ شخص نجات اخروی حاصل کر سکتا ہے۔ نیز یہ معاملہ حقوق اللہ میں داخل ہے یا حقوق العباد میں۔ بینوا توجروا

(۲) بکر کچھ عرصہ اپنی محرمات سے فعل زنا کا مرتکب ہوتا رہا کیا شریعت مطہرہ میں اس کی نجات کا کوئی ذریعہ ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ص ۵۴۹ ج ۵ میں ہے۔ لا تصح توبة القاتل حتى يسلم نفسه للقود۔ شامی میں ہے (قوله ولا تصح توبة القاتل حتى يسلم نفسه للقود) اي لا تكفيه التوبة وحدها قال في تبيين المحارم واعلم ان توبة القاتل لا تكون بالاستغفار والندامة فقط بل يتوقف على ارضاء اولياء المقتول فان كان القتل عمدا لابد ان يمكنهم من القصاص منه فان شاؤا قتلوه وان شاؤا عفوا عنه مجانا فان عفوا عنه كفته التوبة وقدمنا آنفا انه بالعفو عنه برئ في الدنيا وهل يبرأ فيما بينه وبين الله تعالى هو بمنزلة الدين على رجل فمات الطالب وابرأته الورثة يبرأ فيما بقي اما في ظلمه المتقدم لا يبرأ فكذا القاتل لا يبرأ عن ظلمه ويبرأ عن القصاص والدية والظاهر ان ظلمه المتقدم لا يسقط بالتوبة لتعلق حق المقتول به واما ظلمه على نفسه بالاقدام على المعصية فيسقط تأمل۔ شریعت میں کفر کے بعد عمداً مومن مسلمان کو قتل کرنے سے کوئی بڑا گناہ نہیں اور قرآن وحدیث میں

سخت سے سخت سزا اس کے حق میں وارد ہے لیکن اگر واقعی یہ قاتل مسلمان نادم ہے اور تائب ہونا چاہتا ہے تو اس کی توبہ کی صحیح شکل وہ ہے جس پر مذکورہ بالا عبارات دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نادم ہونے اور تائب ہونے اور معافی مانگنے رونے کے ساتھ مقتول کے اولیاء کو راضی کرے اور ان سے ظلم کا جو کہ مقتول پر اور خود ان پر کیا ہے معافی طلب کرے اور نیز مقتول کے اولیاء سب لڑکوں والد اور اس کے بھائیوں کے سامنے اپنے آپ کو قصاصاً قتل ہونے کے لیے پیش کرے اس کے بعد چاہے وہ قتل کر لیں اور چاہے معاف کر لیں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مقتول کے اولیاء سے معافی کے ساتھ آخرت میں مقتول کے قصاص اور پھر مواخذہ سے بچنے کی خاطر اور اس کو راضی و خوش کرنے کی خاطر کثرت سے مقتول کے لیے دعا مغفرت مانگے اور کثرت سے صدقات و خیرات و ذکر و تلاوت و نوافل اعمال حسنہ کر کے اس مقتول کو اس کا ثواب بخشے۔ ان باتوں کے کرنے کے بعد یہ شخص قاتل قطعاً اللہ تعالیٰ جیسی غفور الرحیم غفار ذات کی وسعت رحمت و مغفرت سے ناامید نہ ہو کیونکہ اس غفور الرحیم ذات نے خود ایسے لوگوں کے بارے میں جو جہالت سے گناہوں کے مرتکب ہو جائیں اور اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھیں اور پھر دل سے نادم و تائب ہو کر مخلص بن جائیں ان کے بارے میں ناامید نہ ہونے کا حکم فرمایا ہے۔ قوله تعالى لا تقنطوا من رحمة الله الآية

(۲) محارم سے زنا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر یہ شخص دل سے نادم اور آئندہ اس قسم کے حرکات سے تائب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ جیسی غفار و غفور الرحیم ذات سے ناامید نہ ہو اور طاعات فرائض و واجبات وسنن و مستحبات اعمال حسنہ کے کرنے میں کوشاں رہے۔ ان الحسنات يذهبن السيئات الآية اور حرام و مکروہات سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت و نجات کی قوی امید رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

جرمانہ بالمال کے متعلق مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے علاقوں میں یہ طریقہ ہے کہ ایک آدمی قتل کرے تو ورثہ مقتول کے لیے قاتل کے مال کو قتل کرتے ہیں اور جو ہاتھ آئے لے جاتے ہیں اور اگر دوسرا آدمی دوسرے کو قتل کر ڈالے ہیں جس کو ہم جرمانہ بالمال دیتے ہیں کیا شریعت متین میں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں۔ ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ ثواب دارین حاصل کریں اور کوئی ثبوت ہو تو اس سے

ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء ولا یقبل فیہا شہادۃ النساء لحدیث الزہری مضت السنۃ من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ ان لا شہادۃ للنساء فی الحدود والقصاص الخ. (ھدایہ کتاب الشہادۃ ص ۱۵۳ ج ۳)

پس صورت مسئولہ میں جبکہ چار عینی شاہدوں کی شہادت موجود نہیں اور لڑکی بھی غیر مشتہاۃ ہے تو محض ان بیانات کی وجہ سے قاری صاحب پر زنا کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور شرعاً قاری صاحب کو زانی نہیں کہا جا سکتا۔

(۲) زنا کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اعانت کرنا درست ہوگا۔

(۳) مدرسہ کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسے قاری صاحب کا دوبارہ تقرر نہ کیا جائے۔ اگرچہ عدم ثبوت زنا کی وجہ سے رکھنا جائز ہے۔ بہرحال انتظامیہ کا مسئلہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

موطوءہ بھینس کے عوض جرمانہ کے متعلق ایک غلط فتویٰ کی تصحیح

﴿س﴾

مسمیٰ زید نے ایک بھینس سے وطی کی تو یہ فیصلہ صاحب انصاف وحکم کے سپرد ہوا پھر حکم صاحبان نے یہ فیصلہ کیا کہ بھینس وطی شدہ واطی کے سپرد ہو اور واطی پر تعزیر اور زجراً دس بھیڑیں عوضانہ مقرر کیا گیا اور مالک بھینس نے دس بھیڑیں وصول کی ہیں (اس واطی سے) کیا شرعاً یہ بھیڑیں مالک پر حلال ہے؟

﴿ج﴾

یہ بھیڑیں مالک اصلی پر جو اس نے بطور تاوان و زجر واطی سے حاصل کی ہیں شرعاً حلال ہیں۔ کیونکہ مال وصول شدہ بطور تاوان و زجر ہے جو تعزیراً سپرد حکمیں منصفین تھا اور انہوں نے یہ فیصلہ بصورت تعزیر بذریعہ اموال کیا ہے۔ تاکہ مجرم اس قسم کے ارتکاب اور جرم سے ہمیشہ گریز کرے ص ۱۶۷ ج ۲ بروایت ذیل فالتعزیر مفوض الی رای الامام کذا فی المحیط فتاویٰ عالمگیری اخذ ہذا المال بسبب شرعی ہے۔ بصورت تاوان بھیڑیں اخذ شدہ کی ہیں جو کہ شرعاً حلال ہیں۔

الجواب غلط مفتی غیر معلوم

﴿ھو المصوب﴾

مذکورہ بالا جواب غلط ہے۔ دلیل سے مالک اپنی جنس مملوکہ کے عوض قیمت یا اس کی قیمت کے برابر بھیڑیں یا مال اسباب لے سکتا ہے اس سے زائد لینا جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں زائد تاوان جو مسکین نے دلالی پر ڈال کر مالک کو دلایا ہے یہ تعزیر بالمال ہے اور تعزیر بالمال جائز نہیں۔ فی الشامی جلد رابع کتاب التعزیر ص ۶۱ میں ہے۔ الا یؤخذ المال فی المذهب یعنی تعزیر بالمال۔ یعنی تاوان جائز نہیں۔ وقيل يجوز ومعناه ان يمسك مدة لينزجر ثم يعيده له اور بعض نے کہا کہ جائز ہے اور اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اس کے پیسے کچھ دنوں کے لیے روک لے۔ اگر تائب ہو گیا تو رقم واپس کر دی جائے گی اور اگر تائب نہ ہوا تو یہ رقم قاضی کسی اور شخص پر صرف کرے۔ فان (يئس) من توبته صرفه الى ما يرى اگر حاکم اس آدمی کی توبہ سے مایوس ہو جائے تو پھر جہاں مناسب دیکھے خرچ کرے۔ اس بعض کے قول کو علامہ شامی نے ضعیف کیا ہے۔ وظاهره ان ذالك رواية ضعيفة عن ابي يوسف پس صورت مسئولہ میں زائد بھیڑیں یا مالک کو واپس کر دی جائیں وجوباً۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گدھے کو ڈھیلا مار کر آنکھ ضائع کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بکر کا گدھا عصر کے وقت زید کے گھر گھس گیا اور زید کی مادہ گدھی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا تو زید نے اس کو دور کرنے کے لیے ڈھیلا مارا اتفاق سے وہ ڈھیلا بکر کے گدھے کی آنکھ پر لگا تو وہ گدھا ایک آنکھ سے اندھا ہو گیا۔ کیا شریعت میں زید پر تاوان آتا ہے یا نہ۔ اگر آتا ہے تو کتنا جبکہ گدھے کی قیمت صرف ۱۵۰ روپے ہے۔ اگر نہیں تو کیسے۔ بینوا توجروا

نور محمد ولد ... ملتان

﴿ج﴾

فریقین کے لیے مناسب ہے کہ کچھ رقم دے دلا کر آپس میں راضی نامہ کر لیں اور آخرت کے مواخذہ سے بچنے کے لیے ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہٰذا

مرتے وقت نواسے کے لیے بیٹی کے حصے کی وصیت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسمی کرم شاہ قریشی کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکی کرم شاہ کی زندگی میں فوت ہوگئی اور اس لڑکی کا لڑکا یعنی کرم شاہ کا دوہتا رہ گیا۔ کرم شاہ نے فوت ہونے کے وقت یہ وصیت کی کہ میری لڑکی کا حصہ میرے دوہتے کو یعنی اس لڑکی کے بیٹے کو دیا جائے اور اس وصیت پر دو گواہ مسمی حمید شاہ وحافظ عبداللہ موجود ہیں۔ اب کیا متوفی کرم شاہ قریشی کی یہ وصیت از روئے شرع درست ہے یا نہ اور اس کا دوہتا اس کی لڑکی یعنی اپنی ماں کے حصہ کا حق دار ہوگا یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی اس شخص نے مرتے وقت وصیت کی تو یہ وصیت تیسرے حصہ میں نافذ ہوگی اور تیسرا حصہ اس کے دوہتے کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

اگر کسی شخص نے دوسرے کے پاس کچھ رقم امانت رکھتے وقت یہ کہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد مسجد پر خرچنا، عدالتی تنسیخ طلاق کے حکم میں ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کا بکر کے ہاں بطور امانت مبلغ دو ہزار روپے رکھا ہوا تھا۔ زید نے وصیت کی تھی کہ اگر میں مر جاؤں تو مبلغ دو ہزار روپے تعمیر مسجد یا کھدوائی کنواں میں لوجہ اللہ صرف کر دینا۔ اب زید مر گیا ہے مکمل تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ زید کی مذکورہ بالا رقم کے علاوہ مبلغ ایک ہزار کی زمین بھی موجود ہے نیز جدی وارث بھی زندہ ہیں۔ وصیت کل جائیداد میں نافذ ہوگی یا محض اسی نقد رقم میں جس کی اس نے وصیت کر دی تھی۔

(۲) تنسیخ کا حکم شرعی کیا ہے اس کو کونسی طلاق واقع ہوگی سرکاری عدالتوں میں جو یک طرفہ کارروائی کی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے۔

(۳) زید ڈسٹرکٹ بورڈ کے زیر اہتمام سکول کا ٹیچر رہا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کا قانون تھا کہ پنشن کسی ٹیچر کو نہیں ملتی تھی۔

اگر کسی کے لیے نصف زمین کی وصیت کی ہو لیکن زمین الگ نہ کی ہو تو وصیت باطل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بہاول خان ولد ضابطہ خان کی زمین جدی جائیداد تھی اور بہاول خان کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ صرف لڑکیاں تھیں جو بقید حیات بہاول خان صاحب فوت ہو گئی تھیں۔ بہاول خان نے اپنی عورت جو کہ صرف ایک تھی کے نام اپنی مملوکہ زمین سے نصف حصہ علیحدہ کر کے تملیک زیست کر دیا۔ جس پر وارثان بہاول خان نے کوئی اعتراض تقریباً ۱۲ سال تک نہ کیا پھر بہاول خان نے اسی عورت کو دس مربعہ زمین ۱۲ سال گزرنے کے بعد بعوض حق مہر تعلق کر دیا۔ جس پر وارثان نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ پھر بہاول خان نے اپنی باقی ماندہ زمین کی وصیت بحق اس اپنی عورت کے کر دی کہ میرے فوت ہونے کے بعد اسے میری عورت کے نام انتقال کر دی جائے۔ جس پر ورثاء بہاول خان تا حیات بہاول خان خاموش رہے۔ بہاول خان تقریباً ۵ سال وصیت کرنے کے بعد زندہ رہا ہے۔ جب فوت ہو گیا تب بھی ورثاء بہاول خان نے کوئی اعتراض اس وصیت و تملیک بعوض حق مہر پر نہیں کیا چونکہ تملیک زیست و زمین بعوض حق مہر تو بہاول خان مذکور کے قید حیات میں فرمان کے مطابق انتقال ہو چکی تھی جس کی داخل خارج میں ورثاء خود شامل تھے اور پوری معلومیت ورثاء کو تھی مگر خاموش رہے جب بہاول خان فوت ہوا تو باقی ماندہ زمین جو کہ بہاول خان نے وصیت کی تھی وہ بھی ورثاء نے داخل خارج کرنے میں کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ ان کی موجودگی میں انتقال ہوا۔ ورثاء مذکور خاموش رہے تملیک بعرصہ ۲۳ سال اور حق مہر کی زمین تقریباً ۱۳ سال اور زمین وصیت کا داخل خارج تقریباً سات سال سے مسماۃ تاج بی بی مذکور کے نام ہے۔ جس پر ورثاء نے پوری معلومیت سے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔ اب جبکہ مسماۃ تاج بی بی مذکور نے اپنی زمین تملیک زیست جو کہ در حقیقت ہبہ کاملہ ہے جس کی شرط رد لغو ہے اور بعوض حق مہر کے جس پر حق تصرف مسماۃ تاج بی بی کو تھا بیع قطعی کر دی ہے۔ مگر اس زمین کے فروخت کرنے میں عمدہ ٹکڑا جات فروخت کر دی ہے۔ یہ تمیز نہیں کی گئی ہے کہ کیا یہ زمین تملیک زیست یا بعوض حق مہر یا وصیت والی ہے چونکہ مسماۃ تاج بی بی کو معلوم تھا کہ اسلام میں ہر مرد یا عورت اپنی چیز کا خود مالک ہے اور ان کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ کے مالکان اس کے شرعی وارثان ہوتے ہیں جائیداد جدی یا غیر جدی کی کوئی تمیز نہیں یعنی جائیداد بزرگان یا خود حاصل کردہ کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس لیے باقی رقبہ جو کہ چھوڑ دیا گیا ہے اور موقعہ پر ناقص ہے ایسا کرنا اس کا حق تھا۔ مگر اس نے مسمیان احمد خان ولد رمضان خان وغیرہ خان ولد جہان خان جو کہ بقید حیات زندہ ہیں اعتراض کیا ہے کہ یہ سالم رقبہ کے ہم مالک ہیں چونکہ یہ تاولی احمد خان وغیرہ بہاول خان مذکور کے ایک جدی چوتھی پشت سے ہیں۔ شجرہ نسب شامل ہے ملاحظہ فرمائیں اور یہ بھی اعتراض کیا کہ

مشتمل ہو تو کیا چچا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دو عادل آدمیوں کی وساطت سے اس سامان کو خرید لے اور یہ رقم بچوں پر خرچ کرتا رہے۔ جبکہ بچوں کا دیگر مال کوئی اس قدر نہیں جو حد بلوغ تک ان کی کفالت کر سکے۔ اسی طرح کیا وہ سامان بھی طریق مذکور سے خرید سکتا ہے جس کے متعلق خطرہ ہے کہ حد بلوغ تک ضائع ہو جائے گا۔

عبدالرحمٰن چکوال ضلع جہلم

﴿ج﴾

وفی الدر المختار وجاز شراء مالا بد للصغیر منه وبیعه ای بیع مالا بد للصغیر منه لاخ وعم ولم ینخ عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ چچا کے لیے اس سامان کا فروخت کرنا ان یتیم بچوں کے اخراجات کے لیے جائز ہے۔ ان یتیم بچوں کا یہ چچا اس سامان کو پوری قیمت سے زائد پر اپنے لیے بھی خرید سکتا ہے۔ کما فی یفهم من هذه العبارة وفی الهندیة ص ۱۳۹ ج ۶۔ اشتری الوصی عقار الیتیم لنفسه جاز لو خیرا فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ

جو شخص مالک مکان نہ ہو اور کرایہ کو مسجد پر خرچ کرنے کی وصیت کی ہو تو باطل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص فوت ہو گیا۔ اس کے قبضہ میں ایک مکان تھا۔ مالک مکان نے اس کو صرف رہائش کے لیے دیا ہوا تھا تو میت نے بوقت مرگ وصیت کی کہ اس مکان کا کرایہ نصف مسجد کو اور نصف مدرسہ کو دیا جائے۔ جبکہ میت کا کوئی وارث قریبی نہیں۔ تو آیا میت کی وصیت درست ہے۔ جبکہ میت اس مکان کا مالک نہیں ہے تو مسجد اور مدرسہ کو یہ کرایہ وصول کرنا شرعاً درست ہے یا نہ۔

اوصاف علی ملتان چھاؤنی

﴿ج﴾

اگر یہ شخص واقعی مکان کا مالک نہیں تھا اصل مالک نے اس کو اس مکان کی رہائش یا گزراوقات کے لیے کرایہ کی وصولی کی اجازت دی تھی تو اس مکان کے کرایہ کے بارے میں اس شخص کی وصیت باطل ہے۔ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ اصل مالک ہی مکان اور کرایہ کا حقدار ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ

اگر کسی شخص نے ایک مکان تمام بیٹوں پر تقسیم کیا ہو اور ایک سالم مکان کی چھوٹے بیٹے کے لیے وصیت کی ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کریم بخش کے دو مکان تھے۔ ایک جدی مکان تھا دوسرا کریم بخش نے خود بنوایا تھا۔ کریم بخش کے چار بیٹے تھے۔ کریم بخش نے مرنے سے پہلے جدی مکان کی تقسیم چاروں بیٹوں میں کر دی تھی۔ چاروں بیٹوں نے اس تقسیم کو منظور کر لیا تھا لیکن کریم بخش نے دوسرا مکان جو اس نے خود بنوایا تھا وہ صرف ایک چھوٹے لڑکے کو لکھ دیا ہے۔ یہ لکھائی چوری چھپے ہوئی تھی۔ باقی لڑکوں کو علم نہیں تھا۔ کریم بخش نے لکھا تھا کہ زندگی میں مالک ہوں میرے بعد میرا چھوٹا لڑکا مالک ہوگا۔ باقی تین لڑکوں کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اب کریم بخش مر چکا ہے اس مکان کا مالک چھوٹا لڑکا ہے۔ تین بھائیوں کو وہ چھوٹا بھائی حقدار نہیں سمجھتا۔ جبکہ اس کے پاس تحریر موجود ہے لیکن والد کی تجہیز و تکفین اس چھوٹے لڑکے نے نہیں کی ہے۔ باقی تین بھائیوں نے خرچ کیا ہے۔ اب شریعت کی رو سے فیصلہ فرمائیں کہ اس کے والد کی وصیت کے مطابق چھوٹا لڑکا مکان کا حقدار ہوگا یا چاروں بیٹوں کو حقدار کیا جائے گا۔ وصیت درست ہوگی یا غیر صحیح ہوگی۔

اللہ بخش ولد کریم بخش ذات کھچی ضلع ملتان

﴿ج﴾

الوصیۃ للوارث لا تجوز الا باجازۃ الورثۃ بعد الموت فتاویٰ سراجیہ حسب سوال اگر دوسرے بھائی وصیت کو جائز رکھیں تو دوسرا مکان حسب وصیت چھوٹا بھائی لے سکتا ہے۔ اگر دوسرے بھائی وصیت کو جائز نہ رکھیں تو دو مکان وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمد عبد الشکور ملتانی عفی عنہ

کیم ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب مرحبا بو نجیر قدرت اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر دوسرے بھائی اس بات پر راضی ہوں کہ چھوٹا بھائی ہی مکان لے تو ان کی اجازت سے چھوٹا بھائی مالک بن سکتا ہے اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو وصیت بے کار ہے۔ لہٰذا سب بھائی بہنیں شریعت کے مطابق اس کے حصہ دار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبدالستار سعیدی نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

(۱) حضرت کے وصال کے بعد مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں حضرت کے مشاہرہ کی رقم ات کے ورثہ کو دی جائے گی یا جماعت تحفظ ختم نبوت کو۔

(۲) حضرت مرحوم نے اس رقم سے کچھ ورثہ کو کچھ رقم قرض دی ہوئی ہے اور واپس وصول کا طریق بھی معین ہے وہ یہ کہ ایک ہزار سالانہ رسید کو مرکز مجلس کے خزانہ میں داخل کرایا جائے کیا کیا ورثہ قرضہ کی یہ رقم طے شدہ طریق پر واپس کرنے یا یک مشت فی الفور ادا کریں ارشاد فرمائیں مناسب ہے۔

(۳) حضرت مرحوم نے زرعی اراضی میں سے چودہ ہزار کے متعلق وصیت فرمائی ہے۔ تشریح سوم جو درج ہے کہ یہ رقم بعد فروخت ادا کی جائے یا زرعی اراضی کی آمدنی سے اب ورثہ چونکہ چودہ ہزار ادا کرنے پر قادر ہیں تو یک مشت ادا کریں یا ہزار روپے سالانہ چودہ سال تک دیتے رہیں۔ واضح ہو کہ زمین کی سالانہ آمدنی اس وقت ۹۰۰ روپے ہے۔ زمین آٹھ ایکڑ ہے۔ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

عزیز الرحمن نائب مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

﴿ج﴾

اس رقم کے متعلق جب یہ تحریری ثبوت موجود ہے کہ مولانا مرحوم نے مندرجہ تحریر میں جماعت سے مشاہرہ لینے کا اقرار کیا ہے اور تحریری طور پر بھی لکھ دیا ہے۔ (کہ اس کھاتہ میں جو رقم ہے میرے مشاہرہ میں ظاہری درج ہوتی ہے در اصل یہ رقم جماعت ہی کی ہے الخ) اور سائل کے زبانی معلوم ہوا کہ مولانا مرحوم اس رقم کو اس لیے مشاہرہ کے نام سے وصول کرتے تھے تاکہ میں قانونی اعتراضات سے بچ کر اس رقم کو جماعتی امور میں اپنے اختیار سے صرف کر سکوں۔ نیز سائل نے بتایا کہ مولانا نے مشاہرہ کے نام سے جو رقم وصول بھی کی ہیں وہ جماعتی امور میں خرچ کی ہیں۔

الحاصل ان بیانات اور تحریری ثبوت سے یہ بات واضح ہے کہ مولانا اس رقم کو جماعتی رقم سمجھتے تھے۔ لہٰذا اس کھاتہ میں جو رقم موجود ہے وہ رقم ورثہ پر تقسیم نہ کی جائے۔ بلکہ جماعتی فنڈ میں شامل کر دی جائے۔

(۲) قرض میں تاجیل صحیح نہیں وصول کنندہ گان جب مطالبہ کریں گے مقروض پر ادائیگی واجب ہوگی لیکن جماعتی فنڈ کے یہ ذمہ دار با اختیار کمیٹی اگر مقروض سے فوری مطالبہ نہیں کرتی اور قسط وار قرضہ ادائیگی کی سہولت مقروض کو دے رکھی ہے تو یہ جائز ہے۔

(۳) اگر ورثہ زمین میں تصرف کے بغیر اپنی طرف سے چودہ ہزار روپیہ وصیت یک مشت ادا کرنے پر راضی ہیں تو ان کے لیے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

اگر کسی شخص نے مسجد کی ٹونٹیوں پر رقم خرچ کرنے کی وصیت کی تو اسی مسجد میں کسی اور جگہ صرف ہو سکتی ہے

﴿س﴾

حضرت مفتی صاحب گزارش ایں کہ بندہ کے چچا نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرا روپیہ مسجد کی ٹونٹیوں پر لگایا جائے۔ میں نے وہ روپیہ مسجد میں اسی غرض کے لیے دیا لیکن معلوم ہوا کہ میرا وہ پیسہ ٹونٹیوں پر نہیں لگایا گیا۔ جس پر میرے چچازاد بھائی نے واپسی روپیہ کا مطالبہ کیا۔ جس پر میں نے متولی مسجد سے واپسی روپیہ کا کہا تو کہنے لگا کہ مسجد میں وہ روپیہ ہر جگہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہر جگہ خرچ کیا جانا جائز نہ ہو تو فتویٰ لے کر دکھاویں۔ براہ مہربانی صحیح مسئلہ سے آگاہ فرماتے ہوئے فتویٰ صادر فرماویں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

واحد بخش ولد میاں امیر بخش محلہ قریب آباد گلگشت کالونی ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں متولی کی وصیت کے مطابق یہ رقم مسجد کی ٹونٹیوں پر خرچ کرنا چاہیے تھی لیکن جب ٹونٹیوں پر خرچ نہیں کی تو یہ وقف نہیں معین کا مخالف ہے۔ مسجد کا متولی معطین کی طرف سے وکیل ہے۔ لہٰذا اگر یہ رقم مسجد پر خرچ نہیں کی تو واپس لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ رجب ۱۳۹۰ھ

میت کی وصیت بیٹے کے لیے جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک والد اپنی تمام جائیداد بیٹے کے نام وصیت کر سکتا ہے۔ جس وقت اس کی اور اولاد بھی موجود ہو۔ اگر وہ وصیت کر دے کیا وہ بحال رہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بیٹے کے لیے مطلقاً وصیت جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ بیٹا وارث ہے اور وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ اگر وصیت کر بھی دے تو وہ لغو ہے اور شریعت میں جن جن کے لیے حصے مقرر ہیں وہ ان کے مستحق ہوں گے۔

كما في الهداية ص ۲۵۴ ج ۴ ولا تجوز لوارثه لقوله عليه السلام ان الله تعالى اعطى كل ذي

حق حقه الا لا وصية للوارث ولانه يبادى البعض بايثار البعض ففى تجويزه قطيعة الرحم (وقطع الرحم حرام فكذا ما كان سببا لحصوله) وايضا فى الحديث من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكوٰة باب الوصايا ص ۲۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

اگر کوئی شخص سگے بھائیوں کو محروم کر کے سوتیلے بیٹوں کے لیے وصیت کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ اس نے اپنی جائیداد منقولہ چھوڑی وہ تمام زید کے ایک لڑکے کے ہاتھ رہی اور زید کا لڑکا اس کی وفات کے بعد یہ کہتا رہا کہ بوقت ضرورت تقسیم کرتا رہے گا مگر باوجود اس یقین دہانی کے زید کے لڑکے نے دو بھائیوں اور ایک بہن کو کچھ نہیں دیا اور فوت ہو گیا زید کے لڑکے نے ایک اور عورت سے نکاح کر لیا وہ اپنے ہمراہ دو بچے لے کر آئی۔ زید کا لڑکا ان کی پرورش کرتا رہا۔ ان دو بچوں کا باپ زندہ ہے اور اس کی جائیداد بھی ہے۔ یہ بچے اپنی والدہ کے ساتھ آباد ہے۔ زید اپنی اور اپنے والد کی منقولہ جائیداد سے کاروبار کرتا رہا اور فوت ہو گیا اور کوئی وصیت اپنے عزیز و اقارب اور اپنے بھائی کو کچھ نہیں دیا۔ مرتے وقت تک بھائی آخری دم تک اس کے ساتھ رہا مگر کسی قوم کے فرد یا کنبہ کے آدمی کو کوئی وصیت نہیں کی۔ چنانچہ فیصلہ ہوا اور اپنی رقم ان بچوں کے ساتھ ان کے نام خرید و فروخت کرتا رہا اور اپنے نام پر لیتا رہا ان بچوں کی کمائی اور اپنی کمائی ایک ہی جگہ استعمال کرتا رہا۔ مگر کچھ جائیداد ایسی ہے جو ایک ہی لڑکے کے نام ہے اور کسی حقیقی کے نام نہیں ہے مگر خرید و فروخت مشترک تھی۔ زید کے نام لیکن وہ بنایا ہے اور غیر منقولہ اس کی چھوڑی جائیداد ہے۔ مرنے کے تین روز بعد زید کی اولاد نے جو اس عورت کے ساتھ آئی تھی بھرے پنچایت اقرار کیا کہ زید نے مرتے وقت کوئی وصیت یا تملیک نہیں کی۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ فتویٰ منگوایا جائے۔ چنانچہ فتویٰ ملا۔ اس کے تحت دو گواہ ہوئے کہ متعلقہ جائیداد کو مرحوم کہتا تھا کہ ہبہ کی ہے مگر ان لوگوں کو عرصہ پہلے کہا تھا مرنے سے پہلے دریافت کرنے پر خاموش رہا اور فوت ہو گیا۔ گواہ بے نمازی ہیں شرعی شکل نہیں ہیں اور نہ ہی مرحوم کے حقیقی ہیں حتیٰ کہ قوم اور کنبہ کے لوگ بھی وہ نہیں ہیں۔ مرحوم کے پاس کافی دولت تھی۔ اس کے علاوہ غیر منقولہ جائیداد بھی ہے۔ مگر اس کی سوتیلی اولاد جن کا باپ حیات ہے ظاہر نہیں کیا۔ شرع شریف میں ان کا کیا حق ہے اور بیوہ کا کیا اور حقیقی بھائیوں کا کیا۔

حاجی سلامت قوم مہارائیں

(ج)

اگر دو گواہ جو شرعاً معتبر ہوں یہ شہادت دیں کہ زید نے اپنے سوتیلے بیٹوں کے لیے وصیت کی ہے تو وصیت کا ثبوت ہوگا اور وصیت صرف ایک تہائی جائیداد میں صحیح ہوگی اور اگر گواہ پیش نہ کر سکے یا گواہ کسی شرعی جرم کی وجہ سے مسترد ہو جائیں تو وصیت کا ثبوت نہیں ہوگا۔ ثبوت وصیت کی صورت میں جائیداد اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل حصص ۱۲ جس میں سے ۴ سوتیلے بیٹوں کو ۲ اس کی زوجہ کو تین تین اس کے ہر ایک بھائی کو ملیں گے اور بصورت عدم ثبوت وصیت کے جائیداد اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل ۸ حصص کر کے جس میں سے ۲ حصے بیوی کو اور تین تین حصے ہر ایک بھائی کو ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ

اگر کسی نے زمین کی وصیت کسی کے لیے کی ہو اور زمین تہائی مال سے کم ہو تو جائز ہے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حاجی امام الدین کو چند اشخاص نے اپنی مشترکہ زمین جو کہ ایک مسجد کے پاس پڑی تھی یعنی سفید زمین ۱۹۲۸ء میں حضرت موصوف کے نام سرکاری ضابطہ کے تحت انتقال ملکیت کر دی۔ جس کی تفصیل یعنی بیانات انتقالات درج ذیل ہیں۔

(۱) رپورٹ پٹواری جناب عالی بموجب رپٹ نمبر ۲۷ مورخہ ۲۸-۷-۲۳ اللہ بخش مندرجہ خانہ نمبر ۴ نے کھاتہ نمبر ۱۶ کا ۱/۸ حصہ امام الدین مندرجہ خانہ نمبر ۹ کو ہبہ کر کے موقعہ پر قبضہ دے دیا ہے۔ لہٰذا واقعہ درج کر کے پیش حضور کرتا ہوں۔

ریونیو افسر کی رپورٹ۔ اللہ بخش واہب نے بشناخت محمد مراد نمبردار دیہہ حاضر ہو کر واقعہ ہبہ حق ملکیت اراضی تعدادی ۳ مرلے کو تصدیق کر کے بطور آمد میں رضامندی بیان کی۔ واہب قوم جٹ سیہڑ اور موہوب الیہ قوم جٹ لنگاہ ایک ہی قوم زراعت پیشہ سے ہیں۔ شاملات جدا میں کوئی نہیں۔ لہٰذا حکم ہوا کہ دخل خارج ہبہ حق ملکیت اراضی مندرجہ کھاتہ نمبر ۲ کا ۱/۸ حصہ تعدادی ۳ مرلے از جانب اللہ بخش واہب بحق امام الدین موہوب الیہ منظور ہے۔

انتقال نمبر ۲ رپورٹ پٹواری جناب عالی بموجب رپٹ نمبر ۳۰ شاہ مند و اکرم مندرجہ خانہ نمبر ۴ نے کھاتہ نمبر ۱۶ کا ۱/۲۴ حصہ امام الدین مندرجہ خانہ نمبر ۹ ہبہ کر کے موقعہ پر قبضہ دے دیا ہے۔ لہٰذا واقعہ درج کر کے پیش حضور کرتا ہوں۔

رپورٹ ریونیو افسر شاہ مند و اکرم واہبان نے بشناخت محمد مراد نمبردار دیہہ حاضر ہوئے۔ ہبہ حق ملکیت اراضی

ملکیت زائل ہو گیا ہے یا کہ ملکیت ثابت و برقرار ہے اور اگر ملکیت موہوب الیہ کی ثابت و برقرار ہے تو موہوب الیہ کے ورثاء کی مرضی کے بغیر اس زمین کو مسجد میں شامل کر دیا جائے تو کیا اس مسجد میں نماز درست ہے کہ نہیں اور نیز اس موہوب الیہ کی زمین پر درخت کو غاصبانہ صورت میں کاٹ کر اور زمین کو مسجد کے ہمراہ ساتھ شامل کرنے والے ظالم ہیں یا نہیں اور جو نماز اس جگہ پڑھی جا چکی ہے اس کا اعادہ ضروری ہے کہ نہیں۔ نیز اگر مذکورہ زمین موہوب الیہ کا حق ملکیت برقرار ہے تو موہوب الیہ کے ورثاء دیں ماندگان کے ذمہ عبدالقادر مذکور کے لیے مکان تیار کر دینا لازم ہے یا نہیں۔ بحسب وصیت موہوب الیہ یا یہ مکان بھی ملکیت برقرار ہونے کے بعد باقی ورثہ عبدالقادر کو نظر انداز کر کے آپس میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ جبکہ عبدالقادر اس تقسیم پر رضامندی ظاہر نہ کرے بلکہ حسب وصیت اپنا حق ثابت کر کے لینے کا مطالبہ کرتا ہے۔

بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں وصیت نامہ کی رو سے حکم یہی ہے کہ اگر یہ وصیت ثلث جائیداد کی مقدار سے زیادہ نہیں تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور یہ زمین عبدالقادر کی شمار ہوگی اس پر کسی اور کا قبضہ کرنا یا مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ محرم ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تمام مال کی وصیت بیوی کے لیے جائز نہیں بلکہ بھائی کو بھی حصہ ملے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چونکہ برادرم محمد صدیق ۲/۵ ماہ بیمار رہا جس کی ایک بیوی علیمہ اور ایک لڑکی حمیدہ موجود ہے اور ایک حقیقی بھائی سلامت اللہ بھی زندہ ہے۔ ان کو چھوڑ کر وفات پا گئے احمد صدیق مرحوم مرنے سے قبل ایک ہفتہ ایک وصیت نامہ تحریر کر گیا کہ میری جائیداد کی مالک میرے مرنے کے بعد میری بیوی علیمہ ہوگی۔ اس لیے ان سب وارثوں میں تفریق پیدا ہو گئی ہے۔ براہ مہربانی شرعی فیصلہ سے اس کی تفصیل فرماویں۔

﴿ج﴾

متوفی محمد صدیق کی کل جائیداد و مال متروکہ بعد از خرچ تکفین و تدفین و ادائے دین و وصیت جائزہ اگر ہو ۸ حصے کر کے

تین حصے جس کی زوجہ علیمہ کو چوتھا حصہ اس کی لڑکی حمیدہ کو تین حصے اس کے بھائی سلامت اللہ کو ملیں گے۔ صورت مسئولہ میں صدیق کی بیوی کے حق میں وصیت شرعاً ناجائز اور غیر معتبر ہے۔ کیونکہ اس کی بیوی اس کی وارث ہے۔ آٹھواں حصہ اسے ملے گا اور وارث کے حق میں شرعاً وصیت کرنا صحیح نہیں ہوتی۔ صحیح حدیث میں وارد ہے قولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام لہٰذا اہلیہ کو وصیت کی رو سے کچھ نہیں ملتا۔ صرف آٹھواں حصہ مذکورہ بالا ملتا ہے اور متوفی کا کل ترکہ مذکورہ حصوں میں مذکورہ بالا وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

وصیت "میرے مرنے کے بعد میری زمین پر مزار اور عرس کا اہتمام کیا جائے" کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کمترین کا چچا حقیقی قمر الدین فوت ہو گیا ہے۔ قبل از موت اس نے وصیت نامہ رجسٹری کرایا ہے جو کہ برخلاف شریعت ہے۔ اب علماء کرام کیا فرماتے ہیں اندریں مسئلہ کہ مسمی شیخ محمد شفیع الرحمن فوت ہو گیا اور مندرجہ ذیل وارث چھوڑ گیا۔ ایک بھتیجا حقیقی جس کا نام شیخ ولی محمد اور ایک بھتیجی مسماۃ جمال بی بی۔ متوفی نے مرض الموت میں نو ماہ موت سے قبل ایک وصیت نامہ عدالت میں رجسٹری کرایا۔ جو نقل شامل استفتاء ہذا ہے۔ اب دریافت طلب مندرجہ ذیل امور ہیں۔

(۱) متوفی شرعاً اس قسم کی وصیت سے جائز ورثاء کو محروم کر سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) اس قسم کی وصیت کا شرعاً پورا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) اور بصورت عدم جواز اس جائیداد کو شرعاً کس طرح تقسیم کیا جائے فتویٰ بروئے شریعت عنایت فرمادیں۔

شیخ ولی محمد ولد شیخ جمال الدین حقیقی بھتیجا متوفی مذکور [illegible]

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مسمی شفیع الرحمن کی یہ وصیت کہ میں فلاں فلاں زمین کا مالک و قابض ہوں ان کے اخراجات سے میرے ولی مقرر کردہ میری فلاں زمین پر مزار بنائے گا اور بعد کو ہر ماہ کی تیسری تاریخوں پر عرس ہوا کرے گا اور عرس پر ختم شریف ہوگا چونکہ عرسوں پر بدعات کا ارتکاب ہوتا ہے اور نیز ختم شریف کا اس موقع پر پڑھنا اور پڑھنے والوں کو اس کے بدلے پیسہ دینا ناجائز حرام ہے باطل ہے۔ اس کی یہ وصیت نافذ نہیں کی جائے گی۔ البتہ اس کی یہ وصیت کہ کچھ دینی مدرسہ بنا دیں جائز ہے اور تیسرے حصے میں نافذ کی جائے گی یعنی اس کی جائیداد کے تیسرے حصے سے مدرسہ کے

ذیل ہیں کہ بنت عائشہ ۸، بنت زینب ۸، زوجہ ہندہ ۳، بشیر و حمیدہ ۵۔ اس صورت میں اخت حمیدہ عصبہ بن گئی ہے اور ابن عم وغیرہ محروم ہیں۔ لقولہ علیہ السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

پھوپھی کے لیے سارے مال کی وصیت کرنا باطل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی محمد رمضان نے مرتے وقت اپنی پھوپھی کے حق میں سارے مال کی وصیت کی تھی لیکن اس کے وارث چچازاد بھائی موجود ہیں اور خود پھوپھی شرع کی رو سے وارث نہیں ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں وصیت کتنے مال میں جاری ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

محمد رمضان کا اپنی پھوپھی کے لیے سارے مال کی وصیت کرنا باطل ہے۔ یہ وصیت صرف تیسرے حصے میں صحیح ہوگی۔ محمد رمضان کی تجہیز و تکفین و ادائے دیون کے بعد (اگر ہو) باقی مال کا تیسرا حصہ اس کی پھوپھی کو ملے گا۔ البتہ اگر محمد رمضان کے ورثاء اس وصیت کو سارے مال میں جائز قرار دیں تو کل مال کی وصیت بھی صحیح ہو جائے گی۔ قال فی السراجیۃ ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین الخ لقولہ علیہ السلام ان اللہ تعالٰی تصدق علیکم بثلث اموالکم فی آخر اعمارکم زیادۃ لکم فی اعمالکم فلا یجوز الوصیۃ للاجانب بالزائد علی الثلث ولا یجوز للورثۃ مطلقاً لا بالثلث ولا بالزائد لقولہ علیہ السلام بعد نزول آیۃ المیراث ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث والتقیید بالثلث للاجانب وعدم الجواز مطلقاً للاقارب مشروط بعدم رضاء الورثۃ واجازتہم فان اجازوا الوصیۃ لوارث جازت مطلقا وان اجازوا لاجنبی فما زاد علی الثلث جازت (حاشیۃ سراجی)۔ فقط واللہ تعالٰی اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

میت کی تجہیز و تدفین کے بعد دیون ادا کیے جائیں گے پھر مال ورثاء میں تقسیم ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید فوت ہو گیا اور اپنے مال میں سے صرف نقد

﴿ج﴾

وارثوں کے حق میں وصیت صحیح نہیں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا وصیۃ لوارث۔وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔اگر وارثوں کو نفع پہنچانا مقصود ہو تو اپنی زندگی میں کچھ بخش دے اور تقسیم کر کے قبضہ کرا دے لیکن مقصد کسی وارث کو محروم کرانا ہو تو یہ تقسیم صحیح ہوگی اور مرنے کے بعد جو کچھ بچ رہے گا وہ سب وارثوں میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا۔اس میں وصیت کا اعتبار نہیں۔فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

والدہ کے لیے کل ترکہ کی وصیت درست نہیں ہے شرعی حصہ ملے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مولی بخش ۳-۱۹۷۰ء میں فوت ہو گیا ہے اس کی جملہ جائیداد ۲۱ کنال بحق ورثاء بمطابق قانون وراثت تقسیم ہو گئی ہے جس میں سے والدہ متوفی کو اپنا حصہ وراثت $\frac{1}{6}$ حصہ مل چکا ہے اور اس نے وہ $\frac{1}{6}$ حصہ اپنی لڑکی مسماۃ اللہ جوائی کو بیع قطعی بھی کر دی ہے۔اب والدہ متوفی وصیت نامہ کے مطابق جملہ جائیداد کا مطالبہ کرتی ہے۔

محمد رمضان ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کلری ضلع ساہیوال

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شرعاً اس وصیت کا ہرگز اعتبار نہیں ہے۔لہٰذا اس وصیت کی بنا پر اس کی والدہ اس کے کل ترکہ کی حقدار نہیں بنے گی۔بلکہ تمام ورثاء میں حسب قانون شرع تقسیم ہوگی۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ورثاء کی رضامندی سے نصف مال میں وصیت جاری ہو سکتی ہے ورنہ ایک تہائی میں

﴿س﴾

وصیت نامہ

منکہ نبی بخش ولد محمد بخش ذات جٹ کھوکھر سکنہ موضع جھنگ پور تحصیل و ضلع ملتان کا ہوں۔بدرستی ہوش و حواس خمسہ و ثبات عقل خود بلا جبر کسی شخص کے آزادانہ مرضی سے لکھ دیتا ہوں کہ من مقر ضعیف العمر ہے۔زندگی اور موت کا کچھ بھروسہ نہیں۔من مقر لاولد ہے اس کی اولاد فرینہ و مادینہ نہیں ہے۔من مقر کی بیوی بھی پہلے فوت ہو چکی ہے من مقر کی جائیداد

موضع جھنڈ پور تحصیل و ضلع ملتان میں تقریباً ۲۲ بیگھہ ہے تا زندگی میں مقرر جائیداد بالا کا خود قطعی واحد مالک رہے گا اور وفات کے بعد میری جائیداد متذکرہ بالا کا مسمیان نصیر بخش ولد محمد بخش نصف حصہ اور غلام قادر و غلام رسول پسران الٰہی بخش بحصہ برابر نصف حصہ قوم جٹ کھوکھر ساکنہ موضع جھنڈ پور تحصیل و ضلع ملتان۔ نصیر بخش مذکور حقیقی برادر اور غلام قادر غلام رسول مذکوران حقیقی بھتیجے ہیں۔ واحد مالکان اور قابضان ہوں گے۔ مسمیان مذکورین جائیداد بالا کو ہر تحت بیع ہبہ کرنے کے کلی مجاز ہوں گے۔ وصیت نامہ ہذا قطعی ہے یہ عدالت ماتحت و عدالت عالیہ ہائیکورٹ سپریم کورٹ تک قائم و بحال رہے گا۔ چند حروف تحریر کر دیے تا کہ سند رہے۔

غلام قادر ولد الٰہی بخش موضع جھنڈ پور ڈاکخانہ مظفر آباد ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت وصیت نامہ اگر نصیر بخش اور مراد بخش راضی ہوں تو کل جائیداد کے نصف میں وصیت نافذ ہوگی اور نصف حصہ غلام قادر اور غلام رسول کو اور نصف حصہ نصیر بخش اور مراد بخش کو ملے گا اور اس طرح کل جائیداد چار حصے ہو کر ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ اگر ورثاء نصف کی وصیت پر ناراض ہوں تو ایک تہائی میں وصیت شرعاً نافذ ہوگی اور کل جائیداد چھ حصے ہو کر دو حصے نصیر بخش کو دو حصے مراد بخش کو ایک حصہ غلام قادر بخش کو اور ایک حصہ غلام رسول کو ملے گا۔ بہرحال ایک تہائی میں وصیت ضرور نافذ ہوگی چاہے ورثاء راضی ہوں یا نہ۔ ورثاء کی رضامندی کی صورت میں ایک تہائی سے زیادہ میں بھی وصیت نافذ ہو جاتی ہے۔ اس لیے وصیت نامہ بنا بر غلام قادر اور غلام رسول پسران الٰہی بخش، الٰہی بخش کے جائیداد کے حقدار ہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر العلوم ملتان
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

کیا ایک بہن بذریعہ وصیت اپنی جائیداد دوسری بہن کو دے سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری ہمشیرہ ظفرہ مرحومہ نے اپنی اراضی بقدر ۱۶ کنال کا مجھ کو اپنی زندگی میں ایک وصیت نامہ تحریر و تکمیل کر کے رجسٹری کرا دیا۔ جبکہ میں نے پیشتر ہمشیرہ کے ساتھ رہی اور تقریباً ۳۰ سال سے یہ اراضی میرے قبضہ کے تحت چلی آ رہی ہے۔ تو کیا اس صورت میں اس زمین میں باقی وارثوں کا حصہ ہوگا یا یہ صرف میری ہوگی۔ فتویٰ دیا جائے۔

مسماۃ صغریٰ بی بی زوجہ خلیل احمد ساکن موضع ... تحصیل و ضلع ملتان

﴿ج﴾

کل جائیداد کی وصیت ورثہ کی مرضی پر موقوف ہوتی ہے۔ اگر ورثہ اجازت دے دیں تو سب کا مالک وہی موصیٰ لہ بن جائے گا اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو کل جائیداد کی ایک تہائی اس کو ملے گی اور دوسری دو تہائی جائیداد کی تین بھتیجوں میں حصہ برابر تقسیم ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

وصیت کے مطابق ایک تہائی مال موصیٰ لہ کو اور بقیہ دو حصے ورثاء میں تقسیم ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بقائم ہوش وحواس حسب ذیل وصیت کی ہے۔ براہ کرم کتاب وسنت وفقہ حنفی کی روشنی میں جواب تحریر کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

وصیت نامہ منکہ مولوی حفیظ اللہ ولد علیم اللہ قوم ارائیں عمر تقریباً ۷۵ سال ساکن چک نمبر ۲۹۵ گ ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور کا ہوں چونکہ مظہر ضعیف العمر ہے اس لیے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ بدیں وجہ مظہر حسب ذیل طریق پر وصیت کرتا ہے کہ مظہر کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ ذیل ہے اراضی نمبر ۲۷ ۳ رقبہ ۲ مرلے ۱۲ کنال واقع چک نمبر ۲۱۵ گ ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ہے اور ایک دکان واقعہ غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ اور ایک مکان واقع شہر شورکوٹ ضلع جھنگ مالیتی تقریباً چار ہزار روپیہ کا ہے یہ کہ مظہر جائیداد مذکورہ بالا کا ۱/۳ حصہ مسماۃ انوری بیگم دختر عبدالحمید زوجہ ثناء اللہ پسر خود قوم ارائیں ساکن چک نمبر ۲۹۵ گ ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ کو بحق وصیت کرتا ہوں میری وفات کے بعد مظہر کی جائیداد کا ۱/۳ حصہ کی مالک مسماۃ انوری بیگم مذکورہ ہوگی۔ مظہر کی کسی پسر یا دختر کو بھی کو ۱/۳ حصہ کی وصیت سے کوئی تعلق واسطہ نہ ہوگا۔ چونکہ مظہر کے پانچ پسران اور تین دختران اس وقت حیات ہیں۔ جن سے مظہر کے دو لڑکے اور ایک لڑکی مظہر کی پہلی بیوی کے بطن سے ہیں۔ جس کو مظہر نے ۱۹۳۱ء میں طلاق دے دی ہوئی ہے اور موجودہ بیوی کے بطن سے تین لڑکے اور دو دختران زندہ موجود ہیں۔ مظہر کی موجودہ بیوی کے بطن مسماۃ امۃ الواحد کا حق مہر مبلغ ۲۰۰۰ ہزار روپے تاحال واجب الادا ہے جو ۱/۳ حصہ مسماۃ انوری بیگم کو بموجب وصیت ہذا کے جائیداد سے علیحدہ کر کے باقی ماندہ جائیداد (منقولہ وغیر منقولہ) سے ۲۰۰۰ روپیہ دین مہر ادا کر کے جس قدر باقی بچے اس سے اس کے دیگر ورثاء پانچ لڑکے اور تین دختران کو بموجب حصص شرعیہ ایکٹ کے تحت تقسیم کرنے کے حقدار ہوں گے۔

مذکورہ بالا وصیت نامہ چند گواہوں کے روبرو لکھوا دیا اور مظہر چند روز کے بعد وفات پا گئے۔ اس وصیت کی روشنی

میں فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ ۳ را حصہ وصیت اور واجب الادا مہر متوفی کی جائیداد سے ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ فیصلہ شرعی صادر فرمادیں۔

محمد اقرار رضا ابن حنیف اللہ قوم چک نمبر ۲۰۹ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور

﴿ج﴾

حنیف اللہ مرحوم موصی کی کل جائیداد سے تجہیز وتکفین اور مبلغ دو ہزار روپے حق مہر جس بیوہ کو ادا کیا جائے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرے قرض ہوں تو وہ بھی ادا کر دیے جائیں۔ اس کے بعد بموجب وصیت نامہ بقایا کل مال کو تین حصے کر کے ایک حصہ مسماۃ انوری بیگم کو دیا جائے۔ بقایا دو حصوں کو چھ حصے کر دے۔ دو دو حصے ہر ایک لڑکے کو اور ایک ایک حصہ اس کی ہر ایک لڑکی کو ملے گا۔ یاد رہے کہ مہر بمنزلہ دین ہے اور یہ وصیت سے مقدم ہے۔ لہٰذا مہر ادا کرنے کے بعد بقایا کی ایک تہائی مسماۃ انوری بیگم کو دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ شوال ۱۳۸۲ھ

اگر کسی شخص نے ورثاء کے لیے وصیت کی ہو بعض اس پر راضی اور بعض ناراض ہوں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی وفات سے دو ماہ پیشتر وصیت کی کہ میری جائیداد کو میری وفات کے بعد مندرجہ ذیل طریق پر ورثاء میں تقسیم کیا جائے اس کی وصیت کے مطابق اس کی ایک بیوی اور اس کی اولاد کو اور اس کی دوسری بیوی اور اس کی اولاد کو شرعی مقرر کردہ حصہ سے زائد ملتا ہے اور جس کو شرعی حصہ سے کم ملتا ہے وہ رضامند نہیں ہے۔ کیا اس صورت میں متوفی کی وصیت قابل عمل ہے یا نہیں۔

غلام یٰسین لوہاری گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

چونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ لا وصیۃ لوارث او کما قال علیہ السلام (وارث کے حق میں وصیت صحیح نہیں) اس لیے صورت مسئولہ میں متوفی کے ترکہ کو اس کے ورثاء پر تقسیم کرنے میں اس کی وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ شریعت کے مقرر کردہ حصوں سے اس کا ترکہ اس کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ البتہ اگر غیر ورثاء کے حق میں بھی اس نے کسی وصیت کی ہو تو ان کے حق میں وصیت کل ترکہ کے تیسرے حصے تک شرعاً صحیح اور قابل عمل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذوالحجہ ۱۳۸۲ھ

جب ایک شخص کی کل جائیداد جو ایک دکان بھانجے کے حوالے کر کے کرایہ کی وصیت بھتیجوں کے لیے کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اسلام الدین فوت ہوا اور ایک لڑکا کہ جس کی بیوی اور ایک لڑکی مسمات کا بیٹا ہے اور برادرزادگان مسمی جلال الدین وغیرہ اور دو بھانجے مسمی حفیظ الدین و حاجی نصیر الدین چھوڑ گیا۔ دو سگے بھائی بھی حیات ہیں اور ساتھ ہی اپنی زندگی میں ایک دکان بدست خواہرزادہ حفیظ الدین نے فروخت کر کے رجسٹری کرادی لیکن بعد از چندے قیمت دکان وصول کردہ خواہرزادہ کو واپس کر کے زبانی وصیت کی کہ کرایہ دکان ہذا برادرزادگان مسمیان جلال الدین وغیرہ کو دے دیا کریں۔ صورت ہذا میں بیع دکان و وصیت درست اور صحیح عند الشریعت و عند القانون ہوگی یا نہیں۔ بصورت دیگر ترکہ متوفی کیسے تقسیم ہوگا۔

نوٹ: یہ بات قابل ذکر ہے کہ متوفی اپنے پسر اور دختر کو نافرمان کہتا رہا ہے۔

حاجی نصیر الدین معرفت حفیظ الدین زرگر چوک بازار کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر حفیظ الدین کے نام فرضی طور پر کاغذات میں دکان کی ملکیت ظاہر کر کے رجسٹری کرادی ہو یا باقاعدہ بیع کرنے کے بعد قیمت واپس کر کے دکان حاصل کرلی ہو۔ ہر دو صورت میں یہ دکان شرعاً اسلام الدین کی ملکیت شمار ہوگی اور وصیت بھتیجوں کے نام درست ہے اور جیسا کہ سوال کے متعلق زبانی طور پر معلوم ہوا ہے کہ اس کی اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ لہٰذا اس دکان کے کرایہ کا ایک تہائی حصہ بطور وصیت کے برادرزادگان کو ملے گا اور دو تہائی حصہ بطور وراثت کے اسلام الدین کے لڑکے و لڑکی کو ملے گا۔ باپ کے نافرمان کہنے اور عاق کرنے سے اولاد شرعاً وراثت سے محروم نہیں ہوتی۔ قال فی الدر المختار ص ۶۲۲ ج ۶ صحت الوصیة بخدمة عبده و سکنی داره مدة معلومة و ابداً (و بغلتهما فان خرجت الرقبة من الثلث سلمت الیه) ای الی الموصی له (لها) ای لاجل الوصیة (والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثاً الخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

اگر جمیع مال کی وصیت شرعی شہادت سے ثابت نہ ہو تو مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی زندگی میں اپنی مالی اور نقدی کل جائیداد روبرو دو گواہوں کے اپنے بھتیجوں کے نام کر دی ہے۔ یہاں پر کسی وجہ سے گواہوں کے نام نہ لکھے گئے۔ اس کی زندگی میں تو دوسرے وارثان نے تقریباً سولہ سال کے عرصہ تک انکار نہیں کیا۔ اب فوت ہونے کے بعد وصیت کے منکر ہو گئے۔ دو گواہوں میں سے ایک گواہ اب گواہی دینے پر منکر ہو گیا ہے۔ کیا دوسرے ورثہ سے عدم علم بالوصیت کا حلف لیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مدعی حلف اٹھاتے ہیں۔ کیا اگر وہ حلف اٹھا دیں تو وصیت ثلث میں جاری ہو جائے گی یا نہیں۔

﴿ج﴾

وصیت جمیع مال کی صحیح نہیں۔ البتہ اگر ورثاء اجازت دیں تو صحیح ہو جائے گی لیکن اجازت بعد از موت معتبر ہے۔ قبل از موت اگر صراحتاً اجازت بھی ہو وہ بھی غیر قابل اعتبار ہے۔ قال فی الفتاوی السراجیة علی هامش قاضی خان ص ۲۵۳ الوصیة باکثر من الثلث تجوز باجازة الورثة وانما تعتبر الاجازة بعد موت الموصی لا قبله انتهی۔ لہٰذا بصورت مسئولہ میں وارث بعد موت مورث کے منکر وصیت ہیں تو اجازت بہر حال ختم ہوگئی اس لیے کہ اجازت دینا تو تسلیم وصیت کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ نیز اثبات وصیت دو گواہ عادلوں سے کیا جائے گا۔ اگر عادل گواہ دو نہ مل سکیں تو مدعی علیہ کو حلف دیا جائے گا۔ حلف بالعلم ہی دیا جا سکتا ہے۔ حلف بالنفس الوصیة نہیں اس لیے کہ یہ متعذر ہے۔ بعد ثبوت وصیت بالشہادہ یا نکول مدعی علیہ ثلث مال متروکہ بھتیجوں کو ملے گا اور بصورت حلف مدعی علیہ مال ورثاء کو ملے گا۔ وصیت ثابت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ

بیوی کے لیے کل مال کی وصیت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جبکہ ایک شخص کو عرصہ ۳ ماہ سے مرض لاحق ہے اور مرنے سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے ایک وصیت اسٹامپ پر لکھ دیتا ہے اور تصدیق کروا دیتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری ساری جائیداد کی حقدار میری بیوی ہے اور کوئی حقدار نہ بنے۔ مرنے والے کی وفات ہونے کے بعد اس کی والدہ اور اس کی لڑکی اور اس کی بیوی اور ایک بہن اور اس کا حقیقی بڑا بھائی اور بھتیجے زندہ ہیں اور اپنا حق چاہتے ہیں۔ کیا متوفی کی یہ وصیت صحیح ہے یا نہیں۔

مستری سلامت اللہ کوٹ ادو وارڈ نمبر ۲ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

وصیت نامہ دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شخص مذکور نے اپنی جائیداد اپنے تمام ورثاء میں تقسیم کر کے قبضہ میں دے چکے ہیں۔ لہٰذا یہ ہبہ تام ہو گیا ہے اور یہ چونکہ ذی رحم محرم کا ہے اس لیے اس میں رجوع درست نہیں۔ نیز گل محمد مذکور کا مکان مذکور کو اپنے لڑکے واحد بخش کو دینا درست نہیں۔ ہر ایک لڑکا والد صاحب کی طرف سے دیے ہوئے حصہ کا مالک تصور ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر واقعی یہ شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد ورثاء میں تقسیم کر کے قبضہ دے چکا ہے۔ تو جواب بالا درست ہے۔ واللہ اعلم

محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ صفر ۱۳۹۷ھ

امانت اور گمشدہ چیز مل جانے کا بیان

ایک گمشدہ عورت ایک طویل عرصہ تک کسی کے ہاں رہائش پذیر ہو اور بعد وفات کے کچھ لوگ اس کے وارث ہونے کا دعویٰ کریں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لاولد جس کا کوئی رشتہ دار نہیں بالکل وہ خود کہتی تھی کہ میرا کوئی والی وارث نہیں ہے اگر ہوتے تو میری دستگیری نہ کرتے۔ وہ عورت اکثر میرے گھر پر آ کر رہتی تھی علالت و دکھ درد میں ہم لوگ اس کی دوا اور خدمت وغیرہ کرتے تھے۔ مائی مذکورہ نے میری اہلیہ کو اپنی متبنی (بیٹی) بنایا ہوا تھا۔ ایک دوسرے پر جان دیتی تھی۔ گزشتہ سال جب وہ حج پر جانے لگی تو مجھ کو اپنا وارث لکھوایا تھا۔ مگر قرعہ نہ نکلنے کی وجہ سے نہ جا سکی۔ دوران ایام اس نے مجھے ایک پرنوٹ یعنی ۳۰۰۰ کا لکھ دیا کہ پیشتر ازیں مختلف اوقات میں روپے لیتی رہتی تھی۔ اس سال وہ حج سے پہلے اپنا کچی مکان بھی (ہماری محبت و خدمت سے متاثر ہو کر بخوشی و رضا) مجھے اور اپنی متبنی بیٹی کو لکھ دیا اور اس کا قبضہ بھی مجھے دے دیا۔ وہ عورت مائی قضاء الٰہی سے مکہ معظمہ میں فوت ہو گئی۔ اس کی وفات کے بعد بعض لوگ اپنے آپ کو اس کا وارث ظاہر کرتے ہیں۔ مذکورۃ الصدر حالات میں میرے قرضے اور متوفیہ کے کچی مکان جو ہم کو دے گئی ہے وغیرہ کا شرعاً کیا حکم ہے۔ نیز اپنے ہمسر و رفقاء سے بھی وہ مائی یہی کہتی تھی کہ میری وارث و مالک میری متبنی بیٹی اہلیہ ساجد علی ہے۔

ساجد علی کوٹلہ تولے خان ملتان

﴿ج﴾

حبک الشیء یعمی ویصم ایک مشہور مقولہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ محبت میں آدمی اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے اور جائز و ناجائز کام کر گزرتا ہے پس صورت مسئولہ میں چونکہ اس عورت کو اس لڑکی سے بے انتہا محبت تھی۔ لہٰذا اس صورت میں اچھی طرح تحقیق کر لی جائے۔ جتنا روپیہ واقعۃً اس عورت نے قرض لیا ہو اتنا روپیہ اس کے مال سے لینا جائز ہے زائد لینا جائز نہیں۔ اسی طرح مکان کا بھی معاملہ ہے۔ اگر واقعۃً اس عورت نے مکان ہبہ کر دیا تھا اور قبضہ بھی کرا دیا تھا تو وہ مکان بھی اس لڑکی کا ہو جائے گا اور وارث اس پر قبضہ کرنے کے مستحق نہیں ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

دوران حج ملنے والے ریالوں کا کیا مصرف ہے

﴿س﴾

(۱) ایک آدمی حج کرنے گیا وہ جب شیطان کو کنکر مارنے لگا تو اس کے اپنے ذاتی پیسے کسی نے جیب سے نکال لیے اور اس کے پاس کوئی پیسہ خرچ کے لیے نہ رہا۔ جب وہ اسی جگہ سے ڈھونڈتا ہے تو کوئی اور بٹوا جس میں ۲۰۰ ریال ہوتے ہیں ملتا ہے اس کو خرچ نہیں کرتا لیکن رکھ لیتا ہے۔ اس کی کوئی چیز خرید کر پاکستان لاتا ہے اور یہاں بیچ کر دو تین سو روپیہ حاصل کرتا ہے۔ جس سے اس نے کوئی کاروبار نہیں کیا اور اب تک وہ موجود ہیں۔ ان کو دو نیا کرے اور کون سی ایسی جگہ پر لگائے جس سے اس کے سر پر بوجھ نہ ہو۔ اور مرنے کے بعد اس کا فائدہ اس کے اصل مالک کو پہنچ بھی جائے۔

(۲) ایک آدمی جو کہ غیر مسلم یعنی ہندو ہے جس کے ساتھ مسلمان کا کاروبار ہے جب پاکستان بنا تو وہ جلدی سے ہندوستان چلے گئے اور اس کے بچا کھچا روپے مسلمان کے پاس ہیں۔ ان کا کیا کیا جائے۔ مہربانی کرکے اس مسئلے کے متعلق ہمیں بتا دیجئے۔

﴿ج﴾

اس قسم کے اموال کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک پر ادا کیا جائے اور اگر باوجود تلاش بسیار کے مالک یا اس کے ورثاء معلوم نہ ہوسکیں تو مالک کی طرف سے فقراء پر تصدق کیا جائے تاکہ اس کا ثواب مالک کو پہنچ جائے اور متصدق ایسے مال کا تصدق اپنے اصول وفروع اور بیوی پر بھی کرسکتا ہے بشرطیکہ یہ لوگ مساکین ہوں۔ اس لیے کہ اصل مالک کے حق میں یہ لوگ اجانب ہیں۔ البتہ مالک معلوم نہ ہونے کی حالت میں بناء مسجد وغیرہ مصرف میں لگانا جائز نہیں۔ بلکہ تصدق علی الفقیر لازم ہے۔

قال شارح التنویر فی کتاب اللقطة ص ۲۸۳ ج ۴ علیه دیون ومظالم جهل اربابها وایس من علیه ذلک من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله وان استغرقت جمیع ماله وفی الشامیة ان الذی یصرف فی مصالح المسلمین هو الثالث (ای الخراج والعشور) کما مر واما الرابع (یعنی الضوائع واللقطة) فمصرفه المشهور (الی ان قال) وحاصله ان مصرفه العاجزون الفقراء۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

مسجد سے ملنے والی رقم کے مالک کا اگر تین ماہ تک پتہ نہ چلے تو کیا کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد میں جمعہ نماز ظہر کچھ رقم پڑی ہوئی تھی۔ جو بطور امانت محفوظ رکھ دی گئی ہے۔ عرصہ تین ماہ گزر رہے ہیں اس کا مالک ظاہر نہیں ہوا۔ اب اس رقم کو جو مسجد میں سے ملی ہے کیا مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا اس کی شرعاً کوئی اور مجوز ہے۔

نوٹ: مسجد میں کئی بار اعلان کیا گیا ہے اب اخبار میں دیا گیا ہے۔

بمعرفت [illegible] عبدالرحمن خان نائب صدر ویلفیئر سوسائٹی لیہ

﴿ج﴾

اگر اس رقم کے مالک کے ملنے سے مایوسی ہوگئی ہے اور حسب عادت اس کا اعلان کر دیا گیا ہے تو اب اس رقم کو کسی فقیر پر (جو صاحب نصاب غنی نہ ہو) صدقہ کر سکتے ہیں اور جس شخص کو رقم ملی ہے اگر وہ خود فقیر ہے تو اپنے استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔ مسجد میں صرف کرنا بدون تملیک فقیر کے درست نہیں ہے۔

كما قال في التنوير ص ۲۰۹ ج ۳ الشامي فينتفع بها فقيراً وإلا تصدق بها على فقير ولو على اصله وفرعه وعرسه الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی شخص نے اپنے ساتھی کی رقم اس کے کہنے پر بینک سے نکلوائی اور نوٹ مغصوب ہو گئے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) محمد امیر اور غلام فرید دونوں خالہ زاد بھائی ہیں اور عرصہ چھ سال سے درخواست حج مکۃ المکرمہ کے لیے دیتے رہتے ہیں اور قرعہ اندازی کی وجہ سے تا امسال قرعہ نہیں نکلا۔ اخراجات حج کی رقم معرفت محمد امیر بنک میں جمع کرائی۔ غلام فرید نے محمد امیر سے مطالبہ کیا کہ میرا روپیہ بنک سے نکلوا کر مجھے دے دیجئے۔ دو تین دفعہ مطالبہ کیا اس لیے محمد امیر روپیہ اپنا اور اس کا بنک سے نکلوا کر اپنے گھر لے آیا۔ غلام فرید کا گھر محمد امیر سے یک میل کے فاصلہ پر ہے۔ محمد امیر نے

دو شریکوں کی مشترک رقم ایک شریک سے گم ہو گئی اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید و عمرو دونوں اکٹھی تجارت کرتے ہیں۔ کسی جگہ پر انہوں نے مال فروخت کیا تو عمرو نے رقم زید کے حوالہ کر دی اور گھر چلا گیا۔ زید ایک رات راستہ میں رہ گیا اور دوسرے دن زید شام کو گھر واپس آیا اور تیسرے دن کی صبح کو عمرو کے پاس گیا اور کہا کہ رقم مجھ سے گم ہو گئی ہے اب عمرو کہتا ہے کہ میں گم ہونے کا ذمہ دار نہیں ہوں میرے حصے کی رقم بمعہ منافع مجھے دے دو اور زید کہتا ہے اگر شریعت میں مجھے دینے پڑیں گے تو دوں گا ورنہ نہیں۔ تو کیا شرعاً عمرو زید سے رقم لینے کا حقدار ہے۔

عبدالملک کوٹ سلطان تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

زید نے اگر رقم کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کی اور کما حقہ اس کی حفاظت کی ہے لیکن اس کے باوجود زید سے رقم گم ہو گئی ہے تو زید پر ضمان واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

ایک شخص مدرسہ کے روپے لے کر مدرسہ کے لیے جانور خریدنے گیا لیکن رقم گم ہو گئی اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی مدرسہ کی رقم لے کر لاہور سے مدرسہ کا مال خریدنے کے لیے گیا اور اس رقم کو نہایت حفاظت سے رکھا۔ اس کے باوجود ایک سو روپیہ گم ہو گیا کیا اس کا ضمان واجب ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

مولانا محمد قاسم صاحب نائب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اگر شخص مذکور سے رقم کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تو ضمان نہیں آئے گا۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

میری ہے۔ پھر اس نے مسجد میں اعلان کیا کہ کچھ رقم مجھے گری ہوئی ملی ہے اگر کسی کی ہو تو تعداد بتا کر لے سکتا ہے لیکن کسی نے نہیں کہا کہ میری ہے۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ اس کا کوئی مالک نہیں مل سکتا تو پھر اس نے تقریباً ایک ماہ کے بعد وہ رقم صدقہ کر دی جب وہ صدقہ کر چکا تو تقریباً بیس دن بعد اس رقم کا وہ مالک جو پہلے ذکر کر چکا تھا کہ یہ رقم میری نہیں ہے وہ آیا اور کہنے لگا کہ یہ رقم تو میری تھی۔ اب اس کے متعلق شرعی مسئلہ کیا ہے کہ وہ رقم اب اس اٹھانے والے کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں۔

مستفتی حسین شاہ باجوڑ

﴿ج﴾

اگر اٹھانے والے نے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا ہے یا خود بوجہ فقیر ہونے کے کھا لیا ہے اور اس کے بعد مالک مل گیا اور نشانی وغیرہ ٹھیک دے کر ثابت کر دیا کہ میں مالک ہوں۔ اب اس کو چاہیے کہ وہ بھی تصدق کرے اور اس اٹھانے والے کے تصدق کو بھی تسلیم کرے اور اگر راضی نہ ہو تو اٹھانے والا ضامن اور ذمہ دار ہے۔ وہ مالک کو ادا کر دے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مدرسہ کی امانت کی رقم کسی استاد سے گم ہو جائے تو کیا ضمان لازم ہوگا

﴿س﴾

محترم جناب حضرت مفتی صاحب گزارش ہے کہ ایک دینی مدرسہ میں قرآن پاک کا مدرس ہوں اور مہتمم کی حیثیت سے کام کرتا ہوں کہ ناظم مدرسہ کی عدم موجودگی میں مدرسہ کا انتظام بھی سنبھالتا ہوں۔ ناظم صاحب اکثر سفر پر رہتے ہیں اور جب بھی باہر جانے کا پروگرام ہو تو مدرسہ کے لیے بطور خرچ مجھے کچھ رقم دے جاتے ہیں۔ وہ رقم طلباء اور مدرسہ کی ضروریات پر بوقت ضرورت خرچ کرتا رہتا ہوں۔ ایک دفعہ ناظم صاحب نے مجھے ایک صد روپیہ دیے اور وہ تمام رقم میں نے جیب میں ڈال لی۔ جس میں سے صرف ۲۰ روپے کام آئے باقی ۸۰ روپے مجھ سے گم ہو گئے۔ غالب گمان یہ ہے کہ وہ کسی نے جیب سے نکال لیے ہیں۔ جب ناظم صاحب سفر سے واپس آئے تو یہ واقعہ ان کو سنایا اور گم شدہ رقم اپنی جیب سے ادا کر دی اگرچہ میری حیثیت نہیں تھی۔ صرف اس خیال سے کہ جب مزید تسلی ہو جائے گی پھر شرعی حیثیت جو ہوگی کر لیں گے۔ مدرسہ میں میرا اپنی کفالت تک ہے اور جو رقم مجھے بطور خرچ کے لیے ہوتی ہے وہ بطور امانت ہوتی ہے۔ اب اس گم شدہ رقم کے لیے کیا حکم ہے وہ مدرسہ کی گم ہوئی یا میری۔ جواب دے کر شفقت فرما دیں۔

مستفتی حافظ محمد عیسیٰ پانی پتی مدرس مدرسہ حسینیہ حنفیہ ماہانوالی ضلع سرگودھا

﴿ج﴾

بقیہ اسی (۸۰) روپے جو آپ کے پاس بطور امانت رہ گئے تھے اگر یہ بعینہ وہی نوٹ ہیں جو ناظم مدرسہ نے آپ کو بطور امانت دیے تھے اور آپ نے اس کی حفاظت میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کی ہو تو ایسی صورت میں اگر یہ گم ہو گئے ہیں تو آپ پر ضمان لازم نہیں آتا۔ آپ نے جو ادا کر دیے ہیں وہ تبرعاً ہیں لیکن اگر رقم میں آپ نے کسی قسم کا تصرف کر لیا ہو یا حفاظت میں کوتاہی کی ہو پھر ضمان لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

اگر گھریلو ملازم سے سونا گم ہو جائے تو اس کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد بخش محمد نواز خان کا ملازم ہے۔ محمد نواز خان کے گھر سے بی بی صاحبہ نے کچھ سونا دیا اور یہ کہا کہ اس سونے کے زیور سنار سے بنوا دیں۔ محمد بخش سونا لے کر خان صاحب کے گودام پر آ کر لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ سونا گود میں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد محمد نواز خان صاحب نے گودام کے باہر کار پر ہارن بجایا محمد بخش ہارن کی آواز سن کر فوراً جلدی اٹھا گودام کا دروازہ کھول دیا۔ سونا وہاں بھول گیا جہاں لوگوں کے ساتھ باتیں کرتا بیٹھا تھا۔ کام کرتا رہا۔ ۲ گھنٹے کے بعد اس کو سونا یاد آیا۔ پھر وہ جن لوگوں کے ساتھ باتیں کرتا رہا ان سے پوچھا کہ تم نے سونا دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سونا نہیں دیکھا۔ آخرکار سونے کا پتہ کسی سے نہ چلا۔ اب خان صاحب اور بی بی صاحبہ کہتی ہیں کہ محمد بخش تم سونے کے جتنے پیسے بنتے ہیں ہمیں دے دو۔ کیا محمد بخش کو یہ پیسے زکوٰۃ فنڈ سے خان صاحب اور بی بی صاحبہ دے سکتی ہے یا نہیں۔ اس کا ایک روپیہ ادا ہو جائے گا۔

سائل محمد بخش

﴿ج﴾

واضح رہے کہ محمد بخش کے پاس یہ سونا شرعاً بطور امانت کے تھا اور مال امانت اگر اس شخص کے پاس گم ہو جائے جس میں اس کی کوئی خیانت نہ ہو اور نہ اس کا کوئی قصور ہو تو اس کے ذمہ اس کا ضمان واجب نہیں ہوتا اور اگر اس نے قصداً اس میں کوئی خیانت کی یا قصداً اس کی حفاظت میں کوتاہی کی تو اس پر اس کا ضمان واجب ہوتا ہے کما قال فی الھدایۃ ص ۲۷۱ ج ۳ الودیعۃ امانۃ فی ید المودع اذا ھلکت لم یضمنھا لقولہ علیہ السلام لیس علی

ماشہ سونا اور ۵۸ تولہ چاندی بطور رہن اس کے پاس رکھ دیا۔ زید نے ۷۲ء میں مختلف روپے ادا کیے اور رہن چھڑایا۔ ۷۲ء کے دوران دو سونا اور چاندی گم ہو گیا۔ اس کے بعد زید مطالبہ کرتا رہا۔ مگر ٹال مٹول کرتا رہا۔ اب بکر کہتا ہے کہ میں ۶۸ء کے بھاؤ کے مطابق سونے چاندی کے پیسے ادا کرتا ہوں زید کا مطالبہ ہے کہ اس وقت جو بھاؤ ہے اس کے مطابق مجھے پیسے دے۔ اب شرعاً کیا فیصلہ ہے کس وقت کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

(۲) ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ آٹا گھی گندم بطور ادھار ہمسایہ سے لیتے ہیں ہفتہ عشرہ کے بعد پھر ادا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ قرض نسیہ کی وجہ سے ربوا کے حکم میں تو نہ ہوگا۔ جواب سے مطلع فرمادیں۔

محمد ولی اللہ صاحب خطیب جامع مسجد انڈوالی نزد بنک شاہ جھنگ صدر

﴿ج﴾

(۱) بکر نے اگر مرہونہ چیز کی ہر قسم کی حفاظت کی ہے لیکن اس کے باوجود مرہونہ سونا اور چاندی غائب ہوا تو بکر پر ضمان نہیں۔

(۲) بطور قرض کے لے لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ شوال ۱۳۹۷ھ

گورنمنٹ کی مقبوضہ زمین اگر کسی کے پاس امانت کر دی جائے تو امانت کے احکام لاگو ہوں گے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و عمر اور بکر نے مل کر قطعہ زمین پر قبضہ کیا۔ پھر تینوں نے بکر کے نام الاٹ کروا کر اس پر دکان اور مکان تعمیر کیا۔ کچھ عرصہ مل کر تجارت کرتے رہے پھر بکر وہاں سے چلا گیا اور عمر والی رضامندی سے دکان اور مکان کا مالک زید کو بنا گیا اگرچہ یہ قطعہ زمین گورنمنٹ کے کاغذوں میں اسی کے نام الاٹ تھا۔ زید کچھ عرصہ تک اس مکان کا مکین رہا۔ پھر کسی وجہ سے وہ سابق ریاست بہاولپور میں مع اہل و عیال چلا گیا اور یہ دکان ایک اور شخص کو بطور امانت سپرد کر گیا۔ یہ کہہ کر کہ میں تین ماہ کے بعد واپس لے لوں گا۔ مگر وہ تین ماہ تک واپس نہ آ سکا اور مودع کو حکم دیا کہ اس مکان میں کوئی آدمی بسا دیں تا کہ بغیر رہنے کی وجہ سے خراب نہ ہو جائے۔ مودع نے جس لیے آدمی کو اس مکان میں رکھا وہ عند الضرورت مکان خالی کرنے پر انکاری ہو گیا۔ پھر گاؤں کے لوگوں نے

سوال کھڑا کر دیا کہ اس مکان پر سودرج کا قبضہ غاصبانہ ہے جس کے نام پر الاٹ ہے وہ یہاں نہیں ہے۔ سودرج کو مقدمہ لڑنا پڑا بہت کوشش اور خرچ کثیر کے بعد اس نے الاٹی بکر کے ساتھ شراکت نامہ کر لیا۔ اب زید کہتا ہے اس رقبہ پر قبضہ کا میں حقدار ہوں۔ سودرج کہتا ہے کہ تم مکان اور دکان کے ملبہ کی قیمت کے حقدار ہو۔ قبضہ تو ختم ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی کوشش سے حاصل کیا اور رقبہ کی مالکانہ حیثیت حاصل کرنے کا میں زیادہ حق رکھتا ہوں۔ واضح رہے کہ اس رقبہ کی مالک گورنمنٹ ہے جس کا قبضہ تسلیم ہوگا۔ بعد ادائے قیمت اس کی ملکیت قرار پائے گا۔ عند الشرع اس نزاع کے تصفیہ کی کیا صورت ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

چونکہ رقبہ حکومت کی ملکیت ہے اور تا ہنوز حکومت نے اسے کسی کی ملکیت قرار نہیں دیا۔ البتہ حکومت اپنے اصول کے مطابق قبضہ والے کو قیمت لینے کے بعد مستقل مالک بھی قرار دے دیتی ہے۔ اب مستقل مالک بننے کا مسئلہ تو حکومت کے فیصلے سے متعلق ہے کہ وہ رقبہ کسے دے لیکن موجودہ صورت حال میں چونکہ مکان اور دکان عمرو و بکر کی مرضی سے زید کی ملکیت قرار دیے جا چکے ہیں۔ مکان اور دکان کا مالک جب زید ہے تو ان کا استعمال اس کی مرضی کے بغیر کسی طرح بھی جائز نہ ہوگا۔ سودرج زید کی اجازت سے جب تک اسے استعمال کرتا رہا اس وقت تک تو اس کے لیے استعمال کی اجازت تھی لیکن اس کے مطالبہ کے بعد اس مکان یا دکان کا استعمال غصب ہی ہوگا اور اس وعدہ کی خلاف ورزی بھی ہوگی جو ان سے ہوا تھا کہ ہم پھر تمہارے آنے پر مکان و دکان خالی کر دیں گے۔ البتہ چونکہ ان کی اجازت سے پڑوسیوں کو بٹھایا تھا لہٰذا ان سے اخلاء پر جو سودرج کا نقصان ہوا ہے وہ زید کو ادا کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ

امانت رقم اگر امین کے قصد کے بغیر ضائع ہو جائے تو ضمان واجب نہیں ہے

﴿س﴾

براہ کرم اس مسئلہ کے جواب کے متعلق تکلیف فرماویں۔ ایک عورت ہے اس نے اپنے لڑکے کو پچاس روپے کا سونا دیا اور اپنے لڑکے کے ساتھ رشتہ دار کو بھی روانہ کیا۔ جہاں فروخت کرنا تھا وہ رشتہ دار واقف تھا۔ تو وہ وہاں سے چل پڑے۔ چلتے چلتے شہر کو پہنچ گئے وہاں سونے کو فروخت کیا۔ جس کی رقم پچاس روپے ہوئی۔ رات ہو گئی وہاں سو گئے۔ سونے کی رقم مثلاً پچاس روپے لڑکے نے رشتہ دار کو دے دیے۔ سوتے وقت پیسے رشتہ دار کے پاس موجود تھے۔ جب سو

گائے اگر کسی کے پاس بطور امانت رکھی ہو تو امین پر واپس کرنا واجب ہے اور خیانت گناہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرصہ چار پانچ سال کا ہوا کہ میں نے ایک عدد گائے مسمّی عمر ولد نعمت قوم بھوچ گاڑی کے پاس بطور امانت رکھی۔ میں نے جب امانت رکھی تو اس وقت میں سفر پر جا رہا تھا۔ اس وقت گائے کے نیچے ایک وچھی اور دو بچھڑے ہو چکے ہیں۔ میں نے سفر سے واپسی پر اپنی گائے کی واپسی کا تقاضا کیا تو مسمّی عمر نے لیت و لعل کرتے ہوئے گائے واپس کرنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا ہے۔ میں ایک غریب حافظ قرآن ہوں اور مندرجہ بالا واقعات کے مطابق علماء دین و مفتیان شرع متین سے فتویٰ کا طالب ہوں۔ کیا سائل کا مسمّی عمر خان سے کچھ حق شرعی بنتا ہے اور اگر حق بنتا ہے تو کس قدر۔ امانت میں خیانت کرنے والے کے لیے شرع محمدی کا کیا حکم ہے۔

حافظ غلام جعفر قوم بھوچ گاڑی تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی غلام جعفر کی مسمّی عمر کے پاس گائے ہے۔ گائے کے بچوں سمیت بطور امانت رکھوائی تھی تو عمر پر لازم ہے کہ وہ امانت واپس کر دے۔ امانت میں خیانت کرنا سخت گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

کیا بغیر تحریر کے زبانی وقف کرنے سے زمین مسجد کے لیے وقف ہو جائے گی۔ غیر مسلم کسی مسلمان کے پاس امانت رکھ کر بیرون ملک چلا گیا تو اب رابطہ بھی ممکن نہ ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک آدمی زبانی بھی اور عملاً بھی مسجد کو زمین وقف کرتا ہے۔ لوگ اس میں باجماعت نماز اور جمعہ بھی ادا کر رہے ہیں۔ صرف تحریر نہیں کیا گیا۔ تو کیا وقف کرنے والے آدمی کے ثواب میں محض تحریر نہ کرنے سے کمی واقع ہو جائے گی یا نہ۔

(۲) ایک ہندو کسی مسلمان کے پاس کچھ اشیاء امانت رکھ کر دوسرے ملک میں جا کر رہائش پذیر ہو جاتا ہے۔ اب نہ تو امانت رکھنے والا آدمی اس ملک میں آ سکتا ہے نہ ہی مسلمان ہندو کے ملک میں جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا ایسا

ذریعہ ہے جس سے غیر مسلم کے پاس امانت پہنچائی جاسکتی ہو۔ شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ اس مال امانت کو کس مصرف میں لایا جاسکتا ہے۔ والسلام

محمد عبداللہ مدرس مدرسہ مفتاح العلوم اولیا میانوالی معرفت حافظ اللہ بخش صاحب کلاتھ مرچنٹ چوک بازار خان گڑھ

﴿ج﴾

(۱) وقف کرنے کے لیے تحریر کرنا کوئی شرط نہیں ہے۔ زبانی وقف کردے اور باقی شرائط وقف پائے جائیں تو وقف صحیح ہو جائے گا اور اس کو انشاء اللہ وقف کا مکمل ثواب مطابق خلوص نیت کے ملتا رہے گا۔ ویسے آئندہ کے لیے اگر اس واقف کے وارث یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس موقوفہ زمین پر دعویٰ ہونے کا اندیشہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ باقاعدہ وقف نامہ قانونی بھی تحریر کردے۔ کما قال فی العالمگیریۃ ص ۳۶۳ ج ۲ اذا قال ارضی ہذہ صدقۃ محررۃ مؤبدۃ حال حیاتی وبعد وفاتی او قال ارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ محبوسۃ مؤبدۃ حال حیاتی وبعد وفاتی او قال ارضی ہذہ صدقۃ محبوسۃ مؤبدۃ او قال حبیسۃ مؤبدۃ حال حیاتی وبعد وفاتی یصیر وقفا جائزا لازماً علی الفقراء عند الکل کذا فی المحیط وقال فی الکنز من بنی مسجدا لم یزل ملکہ عنہ حتی یفرزہ عن ملکہ بطریقہ ویاذن للناس بالصلاۃ فیہ فاذا صلی واحد زال ملکہ۔

(۲) پہلے تو اس ہندو شخص تک اور اس کی وفات کی صورت میں اس کے وارثوں تک یہ مال امانت کے پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اگر اس میں ہر طرح سے ناکامی ہو جائے اور کوئی صورت اس کی ہندوستان پہنچ سکنے کی نہ رہے تو ایسی صورت میں یہ مال امانت بیت المال (سرکاری خزانہ) میں داخل کردے جس کو حکومت مسلمانوں کے مفاد عامہ کے کاموں پر خرچ کرے اور اگر حکومت کی طرف سے اس قسم کا کوئی انتظام موجود نہ ہو یا کسی مصلحت کی بناء پر خود کسی رفاہی کام میں اس کو خرچ کردے تو بھی انشاء اللہ تعالیٰ بری ہو جائے گا۔ کما قال فی العالمگیریۃ ص ۲۳۵ ج ۲ فان رجع الحربی المستامن الی دار الحرب وترک ودیعۃ عند مسلم او ذمی او دینا علیہما حل دمہ بالعود الی دار الحرب وما کان فی ایدی المسلمین او الذمیین من مالہ فہو باق علی ما کان علیہ حرام التعرض فان اسر او ظہر علیہم فقتل سقط دینہ وصارت ودیعۃ فیئا وفی العالمگیریۃ ایضاً ص ۲۹۰ ج ۲ (کتاب اللقطۃ) کل لقطۃ یعلم انہا کانت لذمی لا ینبغی ان یتصدق ولکن یصرف الی بیت المال لنوائب المسلمین کذا فی السراجیۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ محرم ۱۳۸۹ھ

امانت رقم کا جیب سے چوری ہو جانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو کسی نے امانت کے طور پر رقم دی اور کہا کہ یہ رقم فلاں شخص تک پہنچا دینا۔ اس شخص کی جیب سے کسی نے وہ رقم نکال لی تو کیا اس رقم کا ضمان ہے کہ نہیں۔

﴿ج﴾

معلوم ہے کہ اگر اس شخص نے اس امانت (رقم) کو جوں کا توں جیب میں رکھا ہو اور پھر دل سے غافل نہ کیا ہو اور اپنی طرف سے حفاظت کا خیال بھی رکھا ہو اور باوجود نگہداشت کے کسی نے رقم نکال لی تو امین ضامن نہ ہوگا کما فی الہدایہ ص ۲۷۱ ج ۳ الودیعۃ امانۃ فی ید المودع اذا ہلکت لم یضمنہا لقولہ علیہ السلام لیس علی المستعیر غیر المغل ضمان ولا علی المستودع غیر المغل ضمان الخ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۵ جمادی الاول ۱۳۸۹ھ

ٹیوب ویل کے قیمتی پرزے اگر چوری ہو گئے اور کسی نے حفاظت کی ذمہ داری لی تھی تو اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اور عمرو ایک کھیت میں شریک ہیں اور ٹیوب ویل صرف زید کی ملکیت ہے وہ زید نے عمرو کے سپرد کر دی کہ آپ اس کی نگہبانی کریں اور گواہاں جو معتبر اور عمرو کے رشتہ دار ہیں ان کے سامنے کہا گیا کہ اگر کوئی نقصان ہوا تو عمرو ذمہ دار ہوگا۔ اب اس ٹیوب ویل سے تقریباً ۱۴ سو روپے کا نقصان ہوا ہے یعنی قیمتی پرزہ جات اس کی نگرانی میں چوری ہو گئے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ مجھے اس چوری کی کچھ خبر نہیں ہے حالانکہ نگرانی اس کے سپرد تھی۔ گواہوں سے جس نے خود کہا تھا کہ میں اس کی نگرانی کروں گا اور گواہوں نے بھی اقرار کیا ہے کہ زید نے ہمارے سامنے عمرو کے سپرد نگرانی کی تھی۔ اب شریعت کی رو سے بتائیں کہ عمرو پر ذمہ داری ہوگی یعنی چوری کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا یا نہ۔

مہتمم مدرسہ کے پاس مدرسہ کی جو رقم ہوتی ہے اس کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مال امانت بالعموم اور مال مدارس بالخصوص جو کہ امت نے نیابت عن القوم ایک شخص کے سپرد کر کے اسے مال کا متولی اور مہتمم مقرر کر دیا ہوتا ہے اور ہر حال میں اس قسم کے تمام اموال امانت ہوتے ہیں۔ کیا یہ مال مہتمم پر مضمون ہوگا یا نہیں۔ علی الثانی کس صورت میں اور علی الاول صرف عمداً قصداً ہلاک کر دینے سے یا کہ مال کے مناسب حال ترک حفاظت موجب ضمان ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ جناب مفتی صاحب مسئلہ کو مبرہن اور مدلل بما نسر اعین المعتبرہ مفصل تحریر فرمائیں گے تاکہ حاضرین والغائبین الموجودین وغیر الموجودین پر حجت قاطعہ ہے۔

بشیر احمد بن مولانا غلام رسول صاحب رکن اعلیٰ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

متولی وقاف امین ہوتا ہے۔ اگر وہ اشیاء موقوفہ کی دیکھ بھال طریقہ معروفہ سے کرتا ہے اور باوجود حفاظ عرفی کے وہ ضائع ہو جاتا ہے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے۔ طریق حفظ میں عرف کا اعتبار کیا جاوے شامی ص ۴۶۷ ج ۵ کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں۔ سرقی قام الی الصلوۃ وعندہ ودیعۃ لم یضمن اذ جیرانہ یحفظونہ ولیس بایداع المودع ولکن ودع لم یضیع وذکر الشارح ما یدل علی الضمان فلیتامل عند الفتوی جامع الفصولین وفی البزازیۃ والحاصل ان العبرۃ للعرف اور اگر اس نے قصداً تلف کیا یا حفاظت مطابق عرف نہ کیا اگرچہ بلا قصد ہی کیوں تلف نہ ہو۔ بہرحال ضمان لازم آئے گا۔ متولی سے وقتاً فوقتاً محاسبہ کیا جائے اگر امین ہے تو بالاجمال کافی ہے اور اگر متہم ہے تو ہر ایک چیز کی تفصیل بھی اس سے دریافت کی جائے۔ جب کوئی چیز ضائع ہو اور متولی اس کے ضائع ہونے کا دعویٰ کر کے برات عن الضمان کا طالب ہو تو اگر وہ معروف بالامانۃ ہو تو اس کی دیانت ظاہر نہیں اور اگر وہ معروف بالخیانت ہو تو اس پر اجمالاً ضمان لازم ہے اس کے قول کو مع الیمین بھی معتبر نہ سمجھا جائے گا البتہ گواہ پیش کر کے ثابت کرے کہ اس کو فلاں مصرف صحیح میں صرف کیا ہے تو بری ہو جائے گا۔ لا تلزم المحاسبۃ فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفاً بالامانۃ ولو متہماً یجبرہ علی التعیین شیئاً فشیئاً ولا یحبسہ بل یہددہ ولو اتہمہ یحلفہ وقال الشامی ھنا نقل فی الحامدیۃ عن المفتی ابی السعود انہ افتی بانہ ان کان مفسداً مبذراً لا یقبل قولہ بصرف مال الوقف بیمینہ وفیھا القول فی الامانۃ قول

الامین مع یمینہ الا ان یدعی امرا یکذبہ الظاہر فحینئذ تزول الامانۃ وتظہر الخیانۃ فلا یصدق (الی ان قال) ومن اتصف بہذہ الصفات المخالفۃ للشرع التی صار بہا فاسقا لا یقبل قولہ فیما صرفہ الا ببینۃ. الدر المختار مع شرحہ رد المحتار کتاب الوقف ص ۴۴۸ ج ۴ الخ واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یتیموں کے مال کے نگران کا یتیموں کے مال سے خرچ لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا۔ وہ اپنے پانچ نابالغ بچے بچی چھوڑ گیا۔ ان یتیموں کا ایک پھوپھا ان کے پاس رہتا ہے۔ جس کی خوراک وغیرہ کا خرچ ان یتیموں کے سر ہے اور اس کی ایک بچی بھی ہے جس کی خوراک اور دیکھ بھال کرنے والے لڑکے کا خرچ بھی ان ہی یتیموں کے سر ہے۔ اس میں شرع کا کیا حکم ہے

نور الٰہی معرفت عبد الستار دکاندار مرچنٹ میڈیکل سٹور لاہور اعوان شہر

﴿ج﴾

یہ شخص اگر ان یتیموں کے مال کا منتظم و نگران ہے اور فقیر محتاج ہے تو بلا اسراف و زیادتی قاعدہ کے موافق متوسط اور مناسب خرچ اپنی ضروریات کے لیے ان یتیموں کے مال میں سے لے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ کسی دوسری ضرورت میں اس پر لازم ہے کہ یتیم بچوں کے مال سے پوری طرح اجتناب کرے اور اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے انگارے نہ بھرے اور اس سے پہلے جو خرچ کر چکا ہے اس کا ضمان بھی دے اور بصورت عدم وسعت توبہ و استغفار کرے۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد طاہر حجازی عفی عنہ متاز القرآن والحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
رمضان ۱۳۹۵ھ

دوران ملازمت سرکاری اشیاء کا ناجائز استعمال کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک عیالدار آدمی ہے اس نے بارہ تیرہ سال سرکاری ملازمت کی ہے۔ پاکستان میں۔ کہ ملازمت کے دوران اس سے یہ بے احتیاطی ہو گئی ہے کہ اس نے سرکاری بجلی اور لکڑی جلانے کی اور چھوٹی موٹی چیزوں کو ناجائز طور پر حاصل کر کے استعمال میں لایا ہے۔ ان کی رقم سرکاری طور پر کوئی داخل نہیں کی۔ اب ان کے استعمال پر پچھتاتا ہے۔ اب کوئی اندازہ صحیح طور پر نہیں لگایا جا سکتا کہ اس طرح اس نے کتنا حکومت کا نقصان کیا

دوسری بھیڑ محمد نے اٹھائی ہے۔

دریافت امر یہ ہے کہ اب محمد خان خادم سے بھیڑ وصول کر سکتا ہے جو کہ امانت تھی۔ کیا خادم حسین کو دوسری بھیڑ دینی ہوگی یا صرف حلف دے کر بری ہو جائے گا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس شخص کے ریوڑ میں بھیڑ کو چرائی کے لیے شامل کیا گیا تھا اس شخص کو یہ صفائی دینا لازم ہے کہ یہ بھیڑ گم ہونے میں میرا کوئی دخل نہیں اور نہ اس کی دیکھ بھال میں کوئی کمی کی ہے۔ اگر اس نے صفائی دی تو یہ بری ہو جائے گا۔ اگر صفائی نہیں دیتا تو بھیڑ کی قیمت کا مالک کے لیے ضامن ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ رجب ۱۳۸۸ھ

کوئی امین کسی دھات کو زرگر کے پاس پرکھوانے کی غرض سے لے گیا اور زرگر سے کچھ حصہ ضائع ہو گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے کیمیائی ترکیب سے سونا بنانا چاہا تو ایک ایسی شے تیار ہو گئی جس کے متعلق زید کا اپنا یہ خیال تھا کہ تمام گیارہ اوصاف سونا کے اس شے تیار کردہ میں موجود ہو گئے ہیں۔ البتہ ظاہری رنگ شے موصوفہ کا سفید تھا۔ تو زید نے یہ شے موصوفہ بکر کو اس لیے دے دی کہ فلاں جگہ کے زرگروں سے ان کے معیار کے مطابق گلا پگھلوا کر یہ پرکھوا لاؤ اور یہ شے موصوفہ پھر واپس لے آنا اور یہ وعدہ بھی بکر سے کیا گیا تھا کہ بیع شے موصوفہ کی بغیر رضامندی زید نہیں کی جائے گی۔ ہاں زرگروں سے اس شے موصوفہ کا نرخ ضرور معلوم کرنا ہے۔ تو بکر نے شے موصوفہ کو فلاں جگہ کے زرگروں کو نرخ معلوم کرانے اور اس کو گلا پگھلا کر ان کے معیار کے مطابق پرکھوانے کے لیے سپرد کر دی۔ تو زرگروں نے اپنے معیار کے مطابق گلا پگھلا کر پرکھ کر دیکھ کر بکر کو صاف کہہ دیا کہ اس شے موصوفہ میں سونا تو قطعی نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس کو کسی نرخ پر نہیں خریدتے لیکن ان زرگروں نے اپنی لاپرواہی سے کچھ حصہ اس شے موصوفہ کا تقریباً ۱ ماشہ ضائع کیا اور ختم کر دیا تو بکر نے ضائع کردہ حصہ جب زرگروں سے طلب کیا تو انہوں نے ضائع کردہ حصہ شے موصوفہ کی قیمت یا اصل دینے سے انکار کر دیا بلکہ اپنی اجرت تشخیص طلب کرنے لگے۔ اب قابل طلب یہ امر ہے کہ زید بکر سے شے موصوفہ کے ضائع کردہ حصہ یا اصل قیمت مانگتا ہے۔ موضحہ واشرح فرمایا جائے اس شے کی قیمت زید کو دی جائے تو دینے والا کس اندازہ سے اور کتنی قیمت ادا کرے۔

سائل بشیر چشتیاں

﴿ج﴾

اس کی قیمت تجربہ کار لوگوں سے جو دھاتوں کو خوب پہچانتے ہیں معلوم کر لی جائے اور وہ قیمت جو اس کی وہ لگا دیں بقدر ضائع شدہ دھات کے زرگروں کے ذمہ لازم ہے۔ رہا اگر معماً پگھلانے اور پرکھنے کا کام اجرت لے کر کرتے ہوں تو ان کو جو شکل دو یا جس نے باقی بکر کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں۔ وہ فقط امین ہے اور مالک کے امر کے مطابق کام کرنے سے کوئی ضمان لازم نہیں آتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ

دوران سفر ملی ہوئی رقم کو ٹھکانے لگانے کے لیے اخبار میں اشتہار دیا جائے

﴿س﴾

ہمارے ایک دوست گاڑی میں سفر کر رہے تھے ان کو کچھ رقم ڈبہ میں پڑی ہوئی ملی۔ انہوں نے اس بات کا انتظار کیا کہ ڈبہ میں کوئی مطالبہ کرے گا لیکن جب تک وہ سفر کرتے رہے کسی نے نہیں مانگے۔ انہوں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ ہم اس کا کیا کریں۔ انہوں نے کہا کہ اخبار میں شائع کرا دیں تو کوئی لینے والا نہ آئے تو مجھے دے دیں میں ذاتی ٹیپ ریکارڈر خریدوں گا جس میں تقریریں ٹیپ ہوں گی۔ ہمارے دوست نے کہا کہ اگر میں اخبارات میں دیتا ہوں تو بہت سے لوگ یا کوئی شریر آدمی کہے گا کہ میری اتنی رقم تھی۔ الٹا میں پھنس جاؤں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس رقم کا کیا جائے۔ اگر اس کے مالک کا سراغ نہ ملے (ظاہر ہے کہ سراغ ملنا مشکل ہے) تو ان کو خیرات کیا جائے یا حضرت مولانا کو ٹیپ ریکارڈر لے کر دے دیا جائے۔ واضح جواب تحریر فرمائیں۔

عبدالمجید رجسٹرار سنٹر گورنمنٹ اسلامیہ کالج

﴿ج﴾

اول تو مالک کو تلاش کریں۔ اگر مالک کے ملنے سے بالکل مایوسی ہو جائے تو اس کی طرف سے فقراء و مساکین کو صدقہ کر دیں۔ یہ صدقہ اپنی بیوی اور رشتہ داروں میں بھی کر سکتے ہیں اگر مساکین ہوں کیونکہ یہ صدقہ مالک حقیقی کی طرف سے ہوگا اور حقیقی مالک کے یہ رشتہ دار نہیں۔ واضح رہے کہ صدقہ و خیرات کرنے کے بعد اگر مالک مل گیا تو رقم کی ادائیگی آپ کے ذمہ واجب ہوگی۔ اس لیے ہر ممکن طریقہ سے تلاش ضرور کریں اور جب ناامیدی ہو جائے پھر خیرات کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ صفر ۱۳۹۵ھ

تلاش کرنے کی ایک صورت اخبار میں اشتہار ہے اور پھنسنے کا خطرہ نہیں کیونکہ جو شخص مدعی ہوگا پہلے اُسے ثبوت بذریعہ بتو و علامات اور مقدار رقم بتلانے سے دینا پڑے گا۔ غیر مستحق ایسا نہیں کر سکتا۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

پاکستان بنتے وقت جو مدرس اپنے ساتھ کتابیں لے کر آیا تھا بدوں اجازت کسی اور کے لیے اُن کا استعمال جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مشرقی پاکستان کے ایک قصبہ میں عربی مدرسہ کی وقف لائبریری ہے۔ اس مدرسہ میں زید مدرس تھا۔ تقسیم ملک کے وقت مسلمانان قصبہ جب مغربی پاکستان آئے تو ساتھ ہی یہ لائبریری بھی خوردبرد ہو کر موٹروں کے ذریعہ پاکستان کے مختلف شہروں میں پہنچی۔ افراتفری میں اس کا کوئی مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے جس نے جتنی اور جو کتابیں پسند کیں وہ اٹھا کر لے گیا۔ چنانچہ زید مدرس بھی کچھ کتابیں لائے۔ بعد ازاں زید کے انتقال پر اس کے نام سے ایک مدرسہ عمل میں لایا گیا جس میں زید کے چھوٹے بھائی عمر کو عربی مدرس رکھا گیا۔ جس نے زید برادر کلاں سے اسی مدرسہ میں فراغت حاصل پائی تھی۔ کچھ عرصہ بعد کسی وجہ سے جب عمر مدرسہ ہذا سے علیحدہ ہوا اپنے مطالعہ کے لیے کچھ آدھ کتابیں بھی ساتھ لے گیا اور اپنی لائبریری میں رکھ لیں۔ نیز اس مدرسہ کا استعمال وغیرہ زید کی اولاد نے سنبھال لیا۔ اب زید کی اولاد کہتی ہے کہ یہ کتابیں ہمیں واپس دو ہمارا حق ہے۔ عمر کہتا ہے کہ یہ وقف ہے کسی کا حق نہیں۔ میں اپنی تحویل میں رکھوں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کتب مذکورہ کس کے پاس رہیں۔

(۲) نیز اگر یہ کتب زید کی اولاد کا حق ہے تو اب دوسری کتابوں میں مل جانے کے بعد جبکہ صحیح معلوم نہ ہو سکیں تو واپسی کی کیا صورت ہوگی۔

﴿ج﴾

عمر کے لیے ان کتابوں کو ساتھ لے جانا جائز نہیں۔ بلکہ ان کتابوں کو مدرسہ میں رکھنا ضروری ہے جو کہ زید کے انتقال کے بعد وجود میں آیا ہے۔ جس میں ان کتابوں کا استعمال بھی عمل میں آ گیا ہے۔ عمر کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ میں ان کتابوں کو اپنی تحویل میں رکھوں گا۔ زید کی اولاد اگر ان کتابوں کو مدرسہ مذکورہ میں استعمال کرنے کے لیے طلب کر رہے ہیں تو ان کا مطالبہ درست ہے اور اگر وہ ان کتابوں کو باپ کا میراث جان کر اپنی ذات کے لیے حاصل کرنا چاہیں تو ان کا مطالبہ بھی غلط ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امین کا امانت کسی اور شخص کے حوالہ کرکے مالک کی طرف بھجوانا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کو اپنا سامان دیا۔ ایک سائیکل پر زید سوار ہوا اور دوسرے پر بکر سوار ہوا۔ بکر کے سائیکل پر زید کا سامان جس میں دو گٹھڑیاں تھیں باندھی گئیں، راستہ میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ گٹھڑیاں گرنے لگتیں تو دونوں مل کر ان کو باندھ لیتے تا آنکہ منزل مقصود سے کچھ فاصلہ باقی تھا کہ زید اتفاقاً آگے ہو گیا اور بکر کچھ فاصلہ پر پیچھے رہ گیا۔ تو دو گٹھڑیوں میں سے نیچے والی گٹھڑی جس میں چینی تھی گر گئی۔ کچھ دیر بعد جا کر بکر کو معلوم ہوا کہ گٹھڑی گر گئی ہے تو وہ سائیکل سے اترا اور زید کو آواز دی زید بلانے کی آواز سنی اور سائیکل سے اترا بھی لیکن وہیں کھڑا انتظار کرتا رہا۔ بکر کے پاس نہیں آیا۔ ادھر بکر نے دیکھا کہ گری ہوئی چینی کی گٹھڑی کو دو راہ پر چلتے ہوئے آدمیوں نے اٹھا لیا ہے تو اس نے ایک نامعلوم شخص کو جو اس راہ پر زید والی جانب جا رہا تھا دوسری گٹھڑی دی اور کہا دیکھو وہ سامنے سبز قمیص والا شخص زید کھڑا ہے یہ گٹھڑی اس کو دے دینا۔ یہ کہہ کر بکر سائیکل پر سوار ہوا اور پہلی گٹھڑی اٹھانے والوں کو جا پکڑا اور بصد مشکل اپنی گٹھڑی ان سے لے لی۔ زید جہاں کھڑا تھا نصف گھنٹہ وہاں بکر کے انتظار میں کھڑے رہنے کے بعد منزل مقصود کی طرف چل دیا اس خیال سے کہ بکر دوسرے راستے سے شاید چلا گیا ہے۔ میرے پاس منزل مقصود پر خود بخود آ جائے گا۔ چنانچہ بکر تقریباً دو تین گھنٹے کے بعد زید کو ملا اور سارا قصہ اس کو سنایا۔ نیز دوسری گٹھڑی کے متعلق بھی بتا دیا کہ میں نے ایک شخص کے ہاتھ تیرے پاس بھیج دی تھی لیکن زید نے جواب دیا کہ وہ گٹھڑی مجھے نہیں ملی بلکہ تو نے سازش کر کے میری گٹھڑی گم کر دی ہے۔ اب زید کہتا ہے کہ میری گٹھڑی بکر کے پاس میری امانت تھی بکر کو نامعلوم شخص کے حوالہ کرنے کا حق نہیں تھا۔ اس نے امانت میں دانستہ خیانت کی ہے۔ لہٰذا اس کے ذمہ ہے کہ مجھے گٹھڑی میں گم شدہ سامان کی قیمت جو پانچ صد روپیہ ہے مجھے ادا کرے۔ لیکن بکر کا والد کہتا ہے کہ میں نے زید کو منع کیا تھا کہ تم بکر کو سامان اٹھوا کر شہر نہ لے جانا کیونکہ یہ کم عقل ہے کہیں نقصان نہ کر دے۔ دوسرا میں باہر جا رہا ہوں اس نے گھر میں رہنا ہے لیکن زید نے اس کے برعکس بکر کو ساتھ لیا سامان کو سائیکل پر باندھنے میں بے احتیاطی کی۔ سامان گرتے وقت اس کے بلانے کے باوجود سائیکل سے اتر کر اپنی جگہ پر کھڑا رہا بکر کے پاس نہ آیا۔ بکر کے اس کے پاس نہ پہنچنے کے باوجود زید سائیکل پر سوار ہو کر شہر کو چل دیا لیکن اپنے سامان کی حفاظت اور بکر کی امداد کی غرض سے بکر کے پاس نہ پہنچا۔ اس کے علاوہ علاقے کے سمجھدار اور معاملہ فہم لوگ بھی اس معاملہ میں بعد تحقیق واقعات یہی کہتے ہیں کہ بکر نے کوئی سازش نہیں کی۔ بلکہ زید کی بے احتیاطی اور بکر کی معروف بے وقوفی کی وجہ سے یہ نقصان ہوا ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ کی روشنی میں شرعاً

پڑی اس کے گھر پڑی تھی۔ اس وقت کوئی خزانچی موجود نہ تھا اس کے نجی ملازم نے موقعہ پا کر یہ رقم چوری کر لی اور بھاگ گیا۔ سیکرٹری کی اس میں کوئی بددیانتی نہیں ہے۔ اچانک یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ کیا یہ رقم از روئے شرع محمدی سیکرٹری مذکورہ بالا کو ادا کرنی پڑتی ہے یا کہ نہیں۔

حافظ امام الدین امام مسجد تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

بظاہر رقم مذکورہ سیکرٹری کے پاس بنک میں داخل کرنے کے لیے امانت تھی۔ خزانچی کی عدم موجودگی کے عذر سے اپنے پاس رکھا۔ اگر اپنے مال کی طرح اس کو حفاظت سے رکھا ہے اور اس میں کوئی غفلت نہیں ہوئی تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے لیکن جب تک بنک میں رقم کے داخلہ کے اصول اور قواعد نیز سیکرٹری کے اختیارات و فرائض کا مکمل حال سامنے نہ آ جائے کوئی قطعی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۷ھ

درج ذیل صورت میں امین اول ذمہ دار ہے امین ثانی نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس بارے میں کہ زید نے بکر کے پاس ایک بالی سونے کی رکھی۔ بکر اس سونے کی ایک اور بنوا دے۔ چنانچہ بکر نے وہ لے لی اور ایک اور شخص عمرو کے پاس رکھی اس کے ہاتھ میں دی کہ چند اور دن اپنے پاس رکھو۔ میں کچھ دن بعد لے لوں گا اور ہے یہ سونے کی چیز۔ پھر عمرو نے ایک ٹرنک میں مقفل کر کے رکھ دی اور پھر اسے اپنے رہائشی کمرہ میں تالا لگا کر رکھوا دی۔ عمرو نے بکر کے سامنے اس کو دیکھا نہیں۔ عمرو تدریس کا کام کرتا ہے۔ دو تین دنوں کے بعد عمرو نے آ کر بکر کو کہا کہ وہ تیرا سامان جو تھا وہ بھی چوری ہو گیا ہے اور بلکہ کچھ میری رقم جو نوٹ کی شکل اور ریزگاری کی شکل میں تھی اس سے صرف نوٹ کسی نے چرائے ہیں۔ باقی ریزگاری پڑی رہ گئی ہے۔ عمرو اپنے طلبہ کو مارتا رہا اور پوچھتا رہا پھر زید کو پتہ چلا اس نے آ کر بکر کو اس چیز کا ذمہ دار ٹھہرا کر ملنے کے ساتھ روپیہ اس کی جو اس کی قیمت لگا کر وصول کر لی۔ اب بکر نے آ کر عمرو سے مطالبہ کیا کہ ساٹھ روپیہ چونکہ وہ چیز تمہاری غفلت سے گئی ہے تم ادا کرو۔ اب جھگڑا رونما ہو رہا ہے بکر عمرو سے ساٹھ روپیہ مانگتا ہے اب فرمایئے کہ شرع شریف کا اس میں کیا ارشاد ہے۔ کس طرح یہ معاملہ سمجھا جائے۔

مولانا امام الدین مدرس پرائمری مدرسہ نو رشاہ مظفر گڑھ

تنخواہوں میں بدون حیلہ تملیک خرچ کی گئی ہے اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے اس میں احتیاط کی اشد ضرورت ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ دارالعلوم و امداد الفتاویٰ وغیرہ میں مصرح ہے۔ وفی الدر المختار مع شرحه رد المحتار ص ۳۵۶ ج ۲ ولو دفعها المعلم لخليفته ان كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح والا لا وقال في التنوير ص ۳۴۴ ج ۲ لا الى بناء مسجد وكفن ميت وقضاء دينه وثمن ما يعتق. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد حنیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

اور اب گزشتہ کی اداء زکوٰۃ حیلہ تملیک کے ذریعہ سے ادا کی جائے۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم ۱۳۸۶ھ

مسجد کے لیے خریدا گیا سامان مزدور لے کر غائب ہو گیا تو کون ذمہ دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی مسجد کا خزانچی ہے اور مسجد کا لاؤڈ سپیکر خراب ہو جاتا ہے اس لاؤڈ سپیکر کو تبدیل کرانے کے لیے خزانچی کو کہا جاتا ہے کہ جتنی رقم خرچ ہو نیا خرید کرنے کے لیے اور ساتھ بیٹری وغیرہ بھی نئی خرید کرے۔ جب خزانچی نیا لاؤڈ سپیکر خرید کر کے ایک مزدور کو سب سامان اٹھوا دیتا ہے اور مزدور کو ساتھ لے کر چلتا ہے کراچی کی سڑک عبور کرتے میں رش بہت زیادہ ہوتا ہے اس بناء پر مزدور آنکھ بچا کر سامان لے کر غائب ہو جاتا ہے کافی بھاگ دوڑ کی گئی مگر کوئی پتہ نہ چلا موجودہ وقت پر پولیس کو اطلاع دی گئی اور تھانہ میں رپٹ بھی درج کی گئی اور چار پانچ دن تک پوچھ گچھ کی گئی مگر کوئی پتہ نہ چلا اور سامان گم ہونے کی اطلاع خطیب جامع مسجد کو بذریعہ چٹھی دی گئی کہ اس طرح سے سامان گم ہو گیا ہے اور جب عمر واپس پہنچتا ہے تو سارے حالات سے آگاہ کر دیا جاتا ہے اور خزانچی بغیر مسجد کے خرچہ وغیرہ کے اپنے کام کے لیے جاتا ہے اس کے متعلق شرعی فیصلہ دیں۔

بذریعہ وکیل جامع مسجد ادب محمد زمان محمد اسمعیل و فتح بہادر

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اہل محلہ یا دونوں گواہ دوسرے معتمد حضرات اس شخص کے بیانات سے لیں اگر انہیں معتمد ہو جائے کہ اس شخص کی کوئی کوتاہی نہیں ہے لیکے دوسرے لوگوں سے دوچار ہو جاتا ہے تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا اور

اگر بیانات سننے کے بعد انہیں اس شخص کی کوتاہی معلوم ہو جائے کہ اسے بغیر کوتاہی کرنے کے نہیں ہو سکتا تو ان پر ضمان ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ ہٰذا
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

فوت شدہ شخص کی جو امانت کسی کے پاس پڑی ہو وہ ورثاء کا حق ہے

﴿س﴾

گزارش ہے کہ ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے۔ اس کا قرضہ ایک آدمی دیتا ہے اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس کا دو سو روپیہ ایک آدمی کے پاس امانت پڑا ہے۔ وہ دو سو روپیہ جس نے اس کا قرضہ ادا کیا ہے لے سکتا ہے یا نہیں یا اس روپے کا کون حقدار ہے۔ اگر وہ روپیہ امانت والا اس کو دے دے تو وہ اپنے حق سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے یا نہیں یا کس کو دے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں میت کی طرف سے قرضہ ادا کرنے والے نے دو سو روپیہ بطور تبرع و احسان کے دیا ہے قرضہ کے طور پر نہیں دیا۔ اس لیے وہ میت کے دو سو روپیہ امانت کو نہیں لے سکتا اور وہ امانت والا روپیہ میت کے ورثاء کا حق ہے۔ صاحب امانت وہ روپیہ قرضہ ادا کرنے والے کو نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر میت کے ورثاء جن کا حق بنتا ہے وہ قرضہ ادا کرنے والے کو دینے پر راضی ہوں تو اس روپیہ کو قرضہ ادا کرنے والا وارثوں سے لے سکتا ہے۔ واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

اگر کسی شخص نے امانت سامان فروخت کر کے رقم صدقہ کر دی اور فوت ہو گیا تو ورثاء سے لینے کا حق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی زید نے مثلاً ایک ٹرنک کتابوں کا بکر کے پاس بطور امانت رکھا اور زید تقریباً عرصہ سولہ سترہ سال باہر رہا۔ بعد ازاں ایک خط بکر کو لکھا کہ میرا سامان حفاظت سے رکھنا میں عنقریب آؤں گا لیکن بکر کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ بعد میں ایک مرتبہ بکر اس کے گھر میں گیا لیکن وہ گھر نہیں تھا۔

اب عرصہ تقریباً ایک سال گزرا ہے کہ بکر مذکور بقضائے الٰہی فوت ہو گیا ہے۔ زید جب اس کے بیٹوں کے پاس

سامان لینے کے لیے گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ آپ کا مال ہمارے باپ نے فروخت کر کے رقم طلباء میں تقسیم کر دی ہے اور وہ رقم جو آپ کے مال کی وصول ہوئی تھی لکھ کر چھوڑ گیا ہے۔ کیا شرعاً زید اپنے مال کی رقم بکر کے ورثاء سے وصول کر سکتا ہے جبکہ بکر صاحب مال بھی تھا اور صاحب علم اور زید ایک مسکین غریب آدمی ہے۔ بینوا توجروا

سائل قادر بخش ساکن ملتان

﴿ج﴾

زید مذکور کا مال چونکہ بکر کے پاس امانت تھا، مالک کی اجازت کے بغیر اسے فروخت کرنا موجب ضمان ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر اس مال کا خریدار معلوم ہو اور وہ مال بھی بعینہ اس کے پاس موجود ہو تو پھر مالک کو اختیار ہے کہ اس بیع کی اجازت دے دے اور وہ قیمت بکر کے ترکہ سے وصول کر لے اور یا بیع کی اجازت نہ دے بلکہ اپنا مال خریدار سے لے لے اور وہ خریدار پھر بکر کے ترکہ میں رجوع بالثمن کرے گا اور اگر خریدار معلوم نہ ہو سکے یا وہ مال موجود نہ ہو تو پھر اس زید کو کتابوں کی قیمت کا مطالبہ بکر کے وارثوں سے کرنا ہوگا اور وہ یہ ضمان بکر کے ترکہ سے ادا کریں گے اور بعد از قسمت ہر ایک وارث اپنے حصہ کے مطابق یہ دین ادا کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر له معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ

امین کے پاس اگر چاندی ضائع ہوئی تو ضمان گزشتہ بھاؤ یا موجودہ بھاؤ سے دیا جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے پاس زیورات تقریباً وزن ۶۰ تولے بطور امانت رکھے اور اس شخص نے ہلاک کر دیے یعنی خیانت کی اب وہ ضمان دینا چاہتا ہے اور خود بھی مقر ہے۔ اختلاف اس بات کا ہے کہ وہ خائن کہتا ہے کہ میں قیمت چاندی کی پہلے جو تھی وہ ادا کروں گا اور مالک کہتا ہے کہ میں اب کے بھاؤ جو ہے لوں گا۔ اس میں بہت زیادہ فرق ہے۔ حقیقی مستحق ہونے میں کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔

﴿ج﴾

خائن کے ذمہ اتنی وزن کی چاندی جتنی وہ خیانت کر چکا ہے مالک کو دینی ضروری ہے اگر یہ دونوں قیمت لینے پر رضامند ہو جائیں تو آج چاندی کی جو قیمت ہوگی اس حساب سے وہ رقم ادا کرے گا۔ قال فی الهندية ص ۱۰۱ ج ۴ ويجب على الغاصب رد عينه على المالك وان عجز عن رد عينه بهلاكه في يده بفعله او

بغیر عمله فعلیه مثله ان کان مثلیا کالمکیل والموزون فان عجز عن مثله بالانقطاع عن ایدی الناس فعلیه قیمته یوم الخصومة عند ابی حنیفة رحمه الله تعالى الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

امین کے پاس اگر کسی کا بیل ہلاک ہو گیا تو جس دن مرا ہے اُس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا

﴿س﴾

کیا حکم ہے از روئے شریعت اس مسئلہ کا کہ ایک آدمی نے کسی یتیم کا ایک بیل اس کے چچا کے حوالے کر دیا کہ وہ اس یتیم کے کام کاج میں لائے لیکن چچا نے اس کو اپنے کاروبار کے لیے استعمال کیا یہاں تک کہ بیل مر گیا۔ اب جب یتیم بالغ ہوا کافی عرصے کے بعد وہ اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ میرا بیل یا اس کی قیمت مجھے دی جائے کیا یہ مطالبہ صحیح ہے اور کیا قیمت ادا کی جائے گی یا نہیں۔ نیز قیمت زمانہ حال کی ادا کرے گا یا زمانہ ہلاک کی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت واقعہ شخص مذکور پر لازم ہے کہ اس بیل کی قیمت یتیم کو ادا کرے اور جس دن وہ بیل مر گیا ہے اس کی قیمت اسی دن کی لگائی جائے گی۔ نیز قیمت زمان ہلاک کی ادا کرے گا۔ ہدایہ میں آخر ج ۳ میں ہے۔ ویعتبر فیما لا مثل له لانه مطالب بالقیمة باصل السبب کما وجد فیعتبر قیمته عند ذلک۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

امانت واپس نہ کرنے والا سخت گناہگار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ شرم مائی اپنے زیورات و نقدی و مال مویشیان و اراضی زرعی جو کہ مذکورہ اس کے شوہر متوفی محمد بخش سے ورثہ میں ملے تھے بغرض زیارت حج بیت اللہ فروخت کر کے مبلغ ۲ ہزار روپے نقد پسر حاجی محمد ورید کے پاس جو کہ مسماۃ مذکورہ کے پہلے خاوند سے ہے بطور امانت رکھے۔ اب جبکہ مسماۃ شرم مائی مذکورہ نے زر امانت کی غلام قادر سے طلب کیا تو بجائے امانت واپس کرنے کے غلام قادر نے مسماۃ شرم مائی کو مار پیٹ کر کے گھر سے بھی نکال دیا۔ قابل غور طلب امر یہ ہے کہ اب شرعی حد میں اس غلام قادر پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔

المستفتی حکیم اللہ و عبداللہ قوم ... ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال مسماۃ شرم بانی نے اگر اپنی مملوکہ رقم مبلغ آٹھ ہزار روپیہ نقد اپنے بیٹے غلام قادر کے پاس امانت رکھے ہیں تو غلام قادر پر لازم ہے کہ وہ یہ رقم فوراً اپنی والدہ مسماۃ شرم بانی کو واپس کر دے۔ ورنہ سخت گنہگار ہوگا بہرحال مسماۃ شرم بانی کو غلام قادر سے جس طرح بھی ہو سکے اپنا حق وصول کر لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ جمادی الثانیہ ۱۳۹۵ھ

جس شخص سے امانت کی لوٹ لی گئی ہو اب وہ ذمہ دار ہوگا یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مبلغ نو سو روپے لے کر شہر لائل پور میں سودا خریدنے کے لیے جا رہا تھا کہ ساتھ والے دکاندار نے یہ کہا کہ یہ مبلغ چھ سو روپے میرا بھی لے جا اور میرا سودا بھی لیتے آنا اور سودا کی فہرست بھی دے دی جب یہ شخص ٹرک میں سوار ہو کر لائلپور پہنچا اور صبح ۷ بجے سودا خریدنے کی غرض سے بازار پہنچا بازار ابھی تک نہیں کھلا تھا یہ شخص بازار میں مبلغ پندرہ سو روپے لیے ہوئے جا رہا تھا کہ اس کے پیچھے ایک شخص ہو لیا اور اس کے کچھ دور ایک شخص فقیرانہ لباس میں بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس ایک رومال بھی پڑا تھا۔ اتنے میں ایک شخص اور آ گیا اور کہا کہ میرا پندرہ سو روپے اور ایک انگوٹھی طلائی گم ہو گئی ہے اور اس رومال میں پندرہ سو روپے اور انگوٹھی اور وہ رومال آ کر اٹھا لیا اور اس شخص فقیرانہ لباس والے کو کہا کہ تو میرا چور ہے ان دونوں کی آپس میں ہاتھا پائی ہو گئی۔ اتنے میں ایک اور شخص بھی آ گیا۔ اتنے میں وہ دکاندار پندرہ سو روپے والا بھی اور اس کے پیچھے والا شخص آ پہنچا یہ چاروں شخص ہو گئے۔ ایک ملزم اور تین مدعی اور اس دکاندار پندرہ سو روپے والے کو کہا کہ تو ہمارا گواہ بن جا۔ ہم اس چور کو تھانہ کوتوالی میں لے جاتے ہیں۔ اب یہ پانچ شخص شہر کے ایک باغ میں جا پہنچے۔ وہاں جا کر فقیرانہ لباس والے کی تلاشی لی پھر دکاندار مبلغ پندرہ سو روپیہ والے مذکور کو کہا تو بھی تلاشی دے۔ اس نے تلاشی دینی شروع کی اور مبلغ پندرہ سو روپے اپنے ہاتھ میں رکھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہماری انگوٹھی نہیں اور پندرہ سو روپے دکاندار مذکور کے ہاتھ سے لے لیے اور دیکھا جب انگوٹھی نہ ملی تو دکاندار کو کہا کہ یہ مبلغ پندرہ سو روپے ہم تیری بوری میں بند کر دیتے ہیں۔ پھر اس کو کہا کہ انگوٹھی کی سر کی تلاشی دے اور وہ بوری روپے ڈالنے کے پاس بوری اور روپے تھا۔ جب ان میں سے ایک شخص نے اس دوکاندار مذکور کا منہ پھرا کر تلاشی لی اور پھر اس کو بوری نقدی والی پکڑا دی۔ پھر اس دکاندار مذکور کو بعد تلاشی کچھ دور تک اپنے ساتھ لے گئے پھر اس کو کہا کہ تو شریف آدمی ہے۔ واپس جا اور سودا خرید لے۔ کیونکہ اب بازار کھل گیا ہے۔ جب دکاندار مذکور نے تھوڑی دور جا کر بوری کھولی اور اپنا روپیہ دیکھا تو نہ پایا۔ پھر ان کی تلاش کی مگر وہ کہیں بھاگ گئے تھے نہ ملے۔ اب سوال یہ ہے جس دکاندار نے اس

جو اگر مسمی اللہ بخش کو ادا کر دیتا ہے اور اللہ بخش مذکور قتل میں چلا جاتا ہے اور بعد میں اسے ڈی ایم صاحب کی عدالت سے اپیل کرکے رہا ہو جاتا ہے۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ سلطان احمد نے روبرو مجلس تمام کے تسلیم کیا کہ میں نے اللہ بخش مذکور پر بالکل جھوٹا مقدمہ بنایا تھا کیونکہ متعدد آدمی جن کا یہ بیان ہے کہ جس نے وہ کہتے بھی ہیں کہ ہمارے روبرو سلطان احمد نے تسلیم کیا کہ میں نے جھوٹا مقدمہ اللہ بخش پر بنایا تھا۔

اب دریافت طلب امر حسب ذیل ہے۔

مسمی اللہ بخش مسمی سلطان احمد سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہمارا جو خرچہ وغیرہ مقدمہ پر ہوا جو کہ تم نے بالکل جھوٹا مقدمہ بنایا تھا وہ خرچ ہمیں ادا کر دو اور توبہ بھی کرو۔ بروئے شرع محمدی اس بارے میں کیا حکم ہے۔

جھوٹے گواہوں کے متعلق بھی تحریر فرما دیں۔

مسمی سلطان احمد نے مسمی اللہ بخش سے اس جھوٹے مقدمہ کے دوران مسمی اللہ بخش کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ایک دستاویز لکھوائی تھی کہ اگر یہ دستاویز لکھ دے تو میں عدالت سے مقدمہ واپس کرا لوں گا۔ بصورت دیگر اللہ بخش کو خوفزدہ کیا کہ اگر تم نے میرے مقدمہ میں دستاویز لکھ کر نہ دی تو سزا ہو جائے گی۔ اللہ بخش نے قتل کے خوف سے ایک دستاویز لکھ دی جو کہ حسب ذیل ہے۔

قرارنامہ مابین سلطان احمد ولد عبدالحق قوم اعوان ساکن جھیل شریف ضلع میانوالی و اللہ بخش ولد قمر الدین قوم اعوان ساکن جھیل شریف ضلع میانوالی۔

آج مورخہ ۲-۶-۵ کو روبرو پنچایت بورڈ اللہ بخش و سلطان محمد مندرجہ شرائط پر صلح نامہ کیا گیا جس پر کہ دونوں مجلس حق سے پابند ہوں گے۔ اللہ بخش مذکور نے تحریراً قسط صلح سات صد روپے لکھ دی ہے جو کہ مذکور اللہ بخش اندر میعاد چھ ماہ پانچ سو بیس روپے ادا کرے گا اور دو سو بیس روپے چھ ماہ تک آج کی تاریخ سے ادا کرے گا۔

پہلی قسط مبلغ ۵۲۵ روپے کی ادائیگی کے بعد سلطان احمد اپنا دعویٰ جو کہ تحصیلدار کی عدالت میں ہے اس کا راضی نامہ لکھ دے گا۔ اگر سلطان احمد نے بعد وصولی پہلی قسط راضی نامہ لکھ نہ دیا تو اللہ بخش خرچ لینے کا مستحق ہوگا۔

اگر اللہ بخش نے مذکورہ قرارداد کی تو سلطان احمد راضی نامہ لکھ کر دے گا ورنہ مذکورہ رقم کا حقدار بھی ہوگا۔

یہ دستاویز از روئے شرع شریف اقرار نامہ متصور ہوگا یا اکراہ نامہ یہ حکم بھی تحریر کیا کہ سلطان احمد اس تحریر کو اقرار نامہ متصور کرکے رقم مذکورہ کا مطالبہ کرے تو رقم واجب الادا ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

مقام جھیل شریف ڈاکخانہ [illegible] ضلع میانوالی

﴿ج﴾

دارالافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی طرف سے جو فتویٰ جاری کیا گیا تھا اور جس اقرار نامہ کی بنیاد پر جاری کیا گیا تھا اس میں پانچ شق ہیں۔ شق نمبر ۵ کی بنا پر ۵۰۰ روپے کے وجوب کا اللہ بخش کے ذمہ فتویٰ دیا گیا تھا۔ شق نمبر ۵ کے الفاظ یہ ہیں "نیز آج کی تاریخ سے قبل کا تمام حساب کتاب ختم کر کے مندرجہ بالا رقم اللہ بخش کے ذمہ ہے۔" آپ کے اس استفتاء میں اقرار نامہ کا شق نمبر ۵ موجود نہیں ہے۔ ویسے جیل میں ڈلوانے کی دھمکی دینا اور اس قسم کا ایک غلط مقدمہ چلا دینا جس سے بے گناہ مدعی علیہ کو قید ہونے کا خطرہ ہو یا اکراہ غیر ملجی شمار ہوتا ہے اور اس اکراہ کی موجودگی میں اگر اقرار کر لیا جائے تو اقرار کرنے والا اس اقرار کو توڑ سکتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اس کا فیصلہ کرنے کے لیے کہ آیا ثالثی بورڈ کے سامنے اس نے محض اس اکراہ کی بنیاد پر اقرار نامہ لکھ کر دیا تھا اس سے قطع نظر کر کے ۵۰۰ روپے کے دعویٰ پر مصالحت نامہ لکھ کر دے چکا تھا۔ ایک کمیٹی وہاں کے معتمد علماء کی تشکیل دی جائے جو اس کا شرعی فیصلہ ثالثی کے بیانات وغیرہ لے کر سنا دے اور فیصلہ ان دو باتوں کا مرکزی خیال رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

﴿ھوالمصوب﴾

ثالثی بورڈ کے ارکان سے دریافت کیا جائے اگر ثالثی بورڈ یہ طے کرے کہ رقم تو اس کے ذمہ ہے جو ثابت ہے تو رقم دینا لازم ہوگا۔ اگرچہ تحریر اکراہ کیوں نہ ہو اور اگر رقم ثابت نہیں ہے تو صرف یہ تحریر حجت نہیں ہے۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

"تیری مرضی تو کسی کو دے یا نہ دے لیکن امانت میں خیانت نہ کرنا"

یہ الفاظ رضامندی کے نہیں ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عمر نے زید کے پاس آٹھ سو روپیہ حج کے لیے امانت رکھا تھا کچھ عرصے بعد زید نے عمر کو کہا تیری رقم تین سو روپیہ بکر کو دے دوں تو عمر نے کہا پھر بھی تیرے پاس امانت ہے امانت میں خیانت نہ کرنا۔ پھر زید نے کہا میں اپنے [illegible] کے منظور احمد کے لڑکے کو [illegible] دوں گا۔ عمر نے کہا دے یا نہ دے تیری مرضی لیکن میری

رقم میں خیانت نہ کریں۔ اس کے بعد یوم حج کے قریب آ گئے۔ عمر نے زید سے اپنا آٹھ سو روپیہ مانگا زید نے اس کو کہا تم
بکر کے پاس جا اور کہو زید کہتا ہے تیرے پاس تین سو روپیہ ہے جلد دے دے بکر ٹال مٹول کرتا رہا۔ پھر ایک سو پچاس
روپیہ دے دیا۔ پھر بکر سے لے کر زید کے پاس آیا عمر نے کہا بکر نے ڈیڑھ سو دیا پھر عمر نے زید کو کہا مجھے تو حج سے روکے
گا۔ زید نے کہا گھبراؤ مت اور خوف نہ کر میں ذمہ دار ہوں ادا کروں گا۔ اس کے بعد زید نے ڈیڑھ سو روپیہ بکر سے وصول
کیا ہوا اور پانچ سو روپیہ اپنے پاس سے کل چھ سو پچاس روپیہ زید نے عمر کو دے دیا اور باقی ایک سو پچاس روپیہ کا زید ذمہ
واجب الادا ہوا اس کے بعد عمر حج کو چلا گیا۔ جب واپس آیا عمر نے زید سے ایک سو پچاس روپیہ باقی ماندہ مانگا۔ زید نے عمر کو
کہا تم نے مجھے کہا تھا دے دو یا نہ دے تیری مرضی۔ ان الفاظ کہنے میں تیری رضامندی اور رخصت اور اجازت ہوئی
تھی۔ اس وقت میں بکر کو رقم دے دی اب میرا کوئی تعلق نہیں رہا اب بکر سے ڈیڑھ سو روپیہ باقی ماندہ مانگو میرا کوئی واسطہ
نہیں ہے اور نہ ذمہ دار ہوں نہ مجھے علم ہے نہ پتہ ہے نہ میں جانتا ہوں نہ تعلق ہے۔ اب عمر جانیں اور بکر آیا جناب مفتی
صاحب ان الفاظ کہنے میں دے یا نہ دے تیری مرضی کیا رخصت و رضامندی و اجازت بمطابق شرع محمدی کے ہو سکتی
ہے اور مستحق ادائے رقم کا زید ہے یا بکر۔

﴿ج﴾

عمر کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ رقم زید کے پاس امانت تھی اس لیے عمر نے تنبیہ کی کہ خیانت نہ کریں یعنی اس
رقم میں تصرف نہ کریں جیسا کہ حق امانت کا ہے۔ اگر زید نے تصرف کیا ہے تو زید اس کا ذمہ دار ہے اور زید نے کہا بھی ہے
خوف نہ کریں میں ذمہ دار ہوں عمر کا یہ کہنا کہ دے یا نہ دے تیری مرضی۔ اس عبارت کا منشا بھی معلوم ہوتا ہے کہ امانت
میں ناجائز تصرف نہ کرے۔ پس زید رقم کا ذمہ دار ہے اور اس کے ذمہ واجب الادا ہے۔

محمد عبدالشکور عفی عنہ
۲۲ شعبان المکرم ۱۳۸۷ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
۲۲ شعبان ۱۳۸۷ھ

اگر کسی شخص کے پاس زمین امانت رکھی گئی تھی اور فوت ہو گیا ورثاء نہیں دیتے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بقضائے الٰہی فوت ہو گیا متوفی کے نام میری اور دیگر اشخاص کی

تقریباً ایکڑ زرعی اراضی بطور امانت تھی۔ مگر متوفی نے اپنی زندگی میں وہ امانت مجھے اور دیگر حقداران کو نہ دی اور اس کی جنس مدنی متوفی کھاتا رہا۔ متوفی کے وارثان بھی متوفی کے ترکہ سے مجھے اور دیگر حقداران کو مذکورہ اراضی سے محروم کر رہے ہیں۔ اب متوفی کے وارثان متوفی کے چہلم پر برادری کو کھانے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اول اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ ایسی دعوت جو متوفی کے وارثان اس کے ترکہ سے برادری کو کھلا رہے ہیں وہ کہاں تک شرعی طور پر جائز ہے۔ دوم ایسے متوفی شخص کی آخرت کے بارے میں تا وقتیکہ وارثان متوفی مذکورہ امانت حقداران کو واپس نہ کریں شریعت کے کیا احکام ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ اراضی حق شفعہ کے ذریعہ سے مرحوم مذکور کے نام کی گئی تھی۔

حاجی محمد ابراہیم صاحب ولد نور محمد ذات رہوت چوک شہیداں ملتان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال تحریر ہے اگر زمین متوفی کے نام بیع نہیں ہوئی بلکہ بعض مصالح کے پیش نظر سرکاری کاغذات میں اس کے نام اندراج ہوئی ہے تو اس سے متوفی کی ملکیت متحقق نہیں ہوتی۔ اور ورثاء پر لازم ہے کہ یہ امانت مالکوں کو واپس کر دے۔ تقسیم ترکہ سے پہلے یہ امانت واپس کرنا ضروری ہے امانت واپس نہ کرنے کی صورت میں ورثاء سخت گنہگار ہوں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو جواب دہ ہوں گے اور اس رقبہ کی کمائی ان کے لیے حرام اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

ہبہ، عاریہ اور قرض کا بیان

پوتی کو اپنے مال سے کچھ حصہ دینا جائز ہے لیکن اتنا نہ ہو کہ دوسرے ورثاء محروم ہو جائیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کی ایک لڑکی اور ایک پوتی ہے۔ اب زید اپنی زندگی میں اپنے مال کا کچھ حصہ پوتی کو دینا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

زید اپنے مال کا خود مالک و مختار ہے۔ اگر وہ پوتی کو کچھ مال دینا چاہے تو شرعاً جائز ہے لیکن مال دینے میں یہ ضروری ہے کہ وہی مال جو پوتی کو دینا چاہتا ہے علیحدہ کر کے پوتی کو قبضہ دے دے تو اس کی ملکیت ہو جائے گی۔ علیحدہ کر کے قبضہ دلائے بغیر پوتی کی ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ باقی پوتی کو اس قدر دینا بھی درست نہیں کہ جس سے باقی ورثاء اپنے حصوں سے محروم ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غرہ رجب ۱۳۹۰ھ

جائیداد چاہے جدی ہو چاہے بعد میں خریدی گئی ہو جب باپ نے بیٹوں کے نام منتقل کر دی تو وہ مالک بن جائیں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ مسمی پاروں کا ایک موروثی جائیداد جدی موجود ہے۔ اس کی اولاد میں تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔ مسمی پاروں مذکور نے اپنی کل جائیداد اپنے دونوں لڑکوں کے نام منتقل کی ہے۔ غیر منقولہ جائیداد میں کچھ حصہ جدی ہے اور کچھ اپنا خریدا ہوا ہے۔ قابل استفسار امر یہ ہے کہ جن لڑکوں کے نام پاروں مذکور نے جائیداد منتقل کی ہے وہ اس جائیداد کے شرعاً مالک بن گئے ہیں یا نہیں اور جدی وراثت اور ذاتی خرید شدہ دونوں کے مالک ہو گئے یا جدی وراثت میں شرعاً کوئی فرق ہے۔ ملکیت کے اعتبار سے نیز پاروں مذکور کا یہ فعل کہ اس نے اپنی جائیداد سے اپنی لڑکیوں کو محروم کر دیا شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔

تاج محمد بلوچ ساکن ... معرفت مولوی عبدالرحمن مدرسہ عربیہ نظامیہ ... سرگودھا

اگر کوئی شخص اپنی جائیداد زندگی ہی میں وارثوں پر بانٹ لیتا اور قبضہ دے دیتا ہے تو یہ ہبہ ہے وصیت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی نعمت علی شاہ ولد نادر علی شاہ قوم قریشی ہاشمی ساکن دکان نمبر ۲۸۲ وارڈ نمبر ۲ مسلم ملتان شہر نے حین حیات میں معززین محلہ کے روبرو وصیت کی کہ دکان نمبر ۲۸۲ وارڈ نمبر ۲ مسلم ملتان شہر اپنی خورد دختر مسماۃ انور بیگم جو کہ متوفی کی ملکیت تھی دختر مذکورہ بالا کو بعوض خدمت مالک قرار دیتا ہوں اور مکان نمبر ۲۳۳۳ وارڈ نمبر ۲ مسلم ملتان جس میں متوفی مذکور کا حصہ ہے بڑی لڑکی مسماۃ صدیقین بیگم کو مالک کرتا ہے اور جو حصہ متوفی مذکور کا اختر علی وغیرہ کی طرف پلاٹ کی صورت میں ہے چار بھتیجوں کو مالک قرار دیتا ہے۔ متوفی کا سوائے دو لڑکیوں اور بھتیجوں کے دیگر کوئی وارث نہیں ہے۔ استفتاء ہے کہ وصیت نامہ زبانی متوفی مذکور اور معززین پر عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ مسمی نعمت علی شاہ مورخہ ۷۱-۰۰-۱۲ کو فوت ہوا ہے اور صحت کی حالت میں تھا۔ رحلت سے چند یوم پہلے متوفی مذکور نے وصیت کی کہ تقا ۷۱-۱۱-۲۷ مکرر آنکہ جائیداد متروکہ کا قبضہ اپنی حین حیات میں مذکوران کو دے گیا ہے تمام معززین جن کے روبرو متوفی نے وصیت کی نثار علی شاہ ولد انور علی شاہ، اقبال علی شاہ ولد نور علی شاہ، نیک محمد ولد خوشی محمد، شمس الدین ولد نامعلوم محمد صدیق نمبردار۔

از قلم نیک محمد ولد خوشی محمد ساکن بیرون دہلی گیٹ محلہ آغا پورہ ملتان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی مسمی نعمت علی شاہ نے اپنی زندگی میں ہر ایک وارث کا حصہ علیحدہ کر کے ہر ایک کو زندگی میں قبضہ دے دیا ہے تو یہ ہبہ شرعاً صحیح اور نافذ ہے یہ وصیت نہیں ہبہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ شوال ۱۳۹۱ھ

بیوی کو محروم کر کے بیٹوں پر جو جائیداد تقسیم کی گئی ہے بوجہ ہبہ مشاع کے ہبہ درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک عورت کو اپنے خاوند سے جو حق جائیداد کا ملا ہے وہ جائیداد غیر منقولہ کا اپنا حصہ قبل تقسیم ترکہ ورثا سے چھوڑ

بیٹے اپنے خاوند سے اور تین بیٹے جو کہ اس عورت کے خاوند کے ہیں ان پانچ کے درمیان قبل از تقسیم شرعی اپنا ہبہ کر دیا ہے۔ اب مسئول عنہ یہ ہے کہ اس عورت کا اپنا حصہ قبل از تقسیم شرعاً ہبہ جائز ہے یا کہ نہیں۔

(۲) اور تا عورت کے تین سوتیلے بیٹے ہبہ کے مدعی ہیں۔ جبکہ اس کے حقیقی دونوں بیٹے ہبہ کے واقعہ سے انکاری ہیں۔

(۳) سوتیلے بیٹوں کے دعویٰ کے علاوہ کوئی اور ثبوت اس بات کا موجود نہیں ہے کہ ہبہ کیا گیا ہے اور وہ خاتون اپنے خاوند کی وفات کے بعد تقسیم وراثت سے قبل ہی خود بھی فوت ہو چکی ہیں۔

(۴) عملی طور پر صورت حال یہ ہوئی کہ مقامی رواج کے مطابق خاوند کے پانچ بیٹوں میں پانچ برابر حصوں پر کل غیر منقولہ جائیداد تقسیم کر دی گئی اور عورتوں کا حصہ رواج میں شامل نہ ہونے کے باعث ان کی خاموشی کو ہبہ کیا جانا کہہ لیا گیا ہے۔

﴿ج﴾

اگر ہبہ کر بھی لیا ہو تب بھی یہ ہبہ بوجہ مشاع ہونے کے درست نہیں۔ اس لیے عورت مذکورہ کا آٹھواں حصہ اس کا وارثوں میں شرعی طور پر تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ شعبان ۱۳۹۷ھ

زندگی میں جو جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہو خود بھی رکھ سکتا ہے اور اولاد کے حصوں میں کمی بیشی کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی نور محمد کی کل زمین پچاس کنال ہے اور اس کی اولاد میں سے چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ ہر ایک کو مطابق شرع حق دینا چاہتا ہے۔ اولاد میں سے ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ آئے گا اور وہ اپنا حق بھی خود لینا چاہتا ہے۔ بینوا توجروا

نور محمد

﴿ج﴾

زندگی میں نور محمد اپنی جائیداد کا خود مالک ہے۔ جتنا حصہ اپنے لیے رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے۔ باقی زمین اولاد میں بحصہ برابر تقسیم کر دے۔ یعنی لڑکا اور لڑکی کو برابر حصہ ملے گا۔ زندگی میں جائیداد کی تقسیم کا یہی حکم ہے۔ کسی دینی فضیلت اور خدمت کی بنا پر بعض اولاد کو کچھ حصہ زیادہ دینا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ رجب ۱۳۹۷ھ

جس شخص نے تمام جائیداد دو بیویوں کے نام کر کے الگ الگ کر دی تو اب اس کے مرنے کے بعد اس میں دوسرے ورثاء شریک نہ ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی محمد رمضان نے جس کی دو عورتیں ہیں اور تین حقیقی بھائی کے لڑکے ہیں مسمی محمد رمضان نے بحالت تندرستی و ہوش و حواس صحت سے کل مال و کل اپنی دونوں بیویوں کے نام اپنی جائیداد کے کچھ حصے کی رجسٹری کر دی ہے اور بقیہ حصہ صرف لکھ کر دیا ہے اور حقیقی بھائی کے بیٹوں کو محروم کر دیا ہے۔ قابل دریافت بات یہ ہے کہ ایک بیوی اس کی چچا کی لڑکی بھی ہے کیا یہ تملیک محمد رمضان کی درست ہے شرعاً یہ تمام جائیداد بیویوں کی ہو جاتی ہے یا بیوہ اور ان حقیقی بھائی کے بیٹوں کو بھی کل حصہ ملے گا۔

محمد رمضان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر مسمی محمد رمضان نے اپنی زندگی میں جائیداد بیویوں کے نام منتقل کر کے ہر ایک کو اپنے اپنے حصہ کا قبضہ بھی دے دیا ہے تو یہ ہبہ تام ہے اور اب دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں البتہ جس جائیداد کا زندگی میں ہبہ کر کے اور قبضہ متحقق نہ ہوا اس جائیداد میں دوسرے ورثاء بھی حقدار ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غیر مسلم عورت کو خاوند نے جائیداد ہبہ کر دی اور وہ مسلمان ہوگئی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ ایک عورت نے ہندو ہونے کی حالت میں اس کو اپنے خاوند نے اپنی جائیداد انتقال کر دی تھی اور وہ اپنے خاوند کی موجودگی میں مسلمان ہوگئی تھی اور اس کا زوج بعد از اسلام اپنی زوجیہ فوت ہو گیا۔ کیا اب وہ اپنی انتقال شدہ زمین کی حقدار ہو سکتی ہے یا نہ۔ ازروئے شرع شریف فتویٰ دے کر مشکور فرمائیں اور مذکورہ عورت کے علاوہ ایک عورت اور بھی تھی اور عورت مذکور کے زوج نے اپنی کچھ جائیداد لڑکی کے نام پر بھی کر دی تھی۔ جو لڑکی اس وقت عدم پتہ ہے مردہ یا زندہ ہونے کا پتہ نہیں ہے۔ ازروئے شرع فتویٰ دے کر مشکور کریں۔

السائل اللہ بخش سکنہ دھرونٹ تحصیل لودھراں ضلع ملتان

واضح رہے کہ اس نے اپنی زندگی میں قبضہ بھی دے دیا تھا۔ سلطان محمود ولد نور محمد نے جو انتقالات اپنی بیوی اپنی دختر اور اپنی ہمشیرہ کے حق میں تملیک کرائے ہیں وہ درست ہیں۔ کیونکہ مالک اپنی زندگی میں اگر ورثہ کو منتقل کرے تو کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اسے بحیثیت مالک کلی اختیارات ہیں اس نے جو کچھ کیا ہے اپنے اختیارات کی رو سے درست کیا ہے۔

محمد اسماعیل عفی عنہ

﴿ج﴾

اگر واقعی سلطان محمد نے اپنی زندگی میں بیوی، بیٹی، بہن وغیرہ کو ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے ہر ایک کو قبضہ دے دیا ہے۔ شرعاً یہ ہبہ صحیح ہے اور سلطان محمد کے مرنے کے بعد اس زمین سے کسی وارث کے متعلق نہیں۔ اس لیے کہ ہر ایک کو قبضہ دینے کے بعد یہ زمین سلطان محمود کی ملکیت نہ رہی۔ قال فی الدر المختار وشرائط صحتها فی الموهوب ان یكون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول كما سیتضح الی قوله وحكمها ثبوت الملك للموهوب له الخ ص ۶۸۸ ج ۵ وقال فی الكنز وهبة الاب لطفله تتم بالعقد وان وهب اجنبی تتم بقبضه ولیه اه فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ محرم ۱۳۹۳ھ

اگر کسی کو عمر بھر رہنے کے لیے گھر دیا جائے تو اس کا آگے بیچنا اور ہبہ یا تبادلہ کرنا جائز نہیں

﴿س﴾

عرض ہے کہ سائل کی بھاوج لاولد فوت ہو چکی ہے اس کی وراثت کا کون حقدار ہے فتویٰ دیا جائے عین نوازش ہوگی۔ تفصیل گزارش ہے کہ مسماۃ غلام فاطمہ بیوہ امین الدین سائل کے والد کی موجودگی میں فوت ہوئی ہے۔ بیوی کی وفات کے بعد بموجب شرع شریف غلام فاطمہ کوئی جائیداد کی حقدار نہ تھی۔ ہم امین الدین کے بھائیوں نے اس کے حصہ کا رقبہ اس کو تاحین حیات میں گزارہ کے واسطے بموجب رواج وقانون انگریزی کے دیا تھا۔ بوقت انقلاب ہونے کے پاکستان آنے پر ہمارے ساتھ مسماۃ غلام فاطمہ نے تقسیم کیا اس کو رقبہ الاٹ کیا۔ بعد میں اس نے اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ تبادلہ کر دیا اور بعد کل رقبہ مبلغ پچیس ہزار میں ہبہ کر دیا ہے۔ وہ فوت ہو گئی ہے۔ ہم سائل برادر حقیقی امین الدین اس کے وارث ہیں اور بھائی کے ساتھ تبادلہ کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں اور اس کے بھائی اور مسماۃ مذکورہ کو جس وقت رقبہ دیا گیا تھا اس وقت انتقال ان دونوں نے بیان تصدیق کرایا تھا کہ مجھ کو جائیداد اور بیٹے کا حق ہے یا حق حاصل نہیں۔ جس کی نقل ہندوستان میں رہ گئی ہے جو کہ سائل پیش نہیں کر سکتا۔ اس کا انتقال اپیل عدالت میں دائر ہے جس کا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ بندہ آداب حضور

کو دے دوں گا۔

مسماۃ غلام فاطمہ کی وراثت کے حقدار اس کا بھائی اور دو بہنوں میں جن کے نام یہ ہیں۔ غلام فرید، نور الٰہی، کرم بھری
المستفتی فضل احمد بن محمد ملتان

﴿ج﴾

یہ صورت ہبہ اور تملیک کی عمریٰ کی کہلاتی ہے۔ عمریٰ میں معمر یعنی تملیک کنندہ کی کوئی شرط معتبر نہیں ہوتی۔ بلکہ شرط باطل ہوتی ہے اور تملیک قطعی دائمی صحیح ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے من اعمر عمرى فهي للذي اعمر حيا وميتا ولعقبه رواه مسلم مشكوة ص ۲۶۰۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کا ہبہ اور بھائی کے تصرفات بیع وغیرہ درست ہیں۔ ہدایہ جلد ۳ ص ۲۹۰ پر ہے۔ والعمرى جائزة للمعمر له حال حياته ولورثته من بعده لما رويناه ومعناه ان يجعل داره له مدة عمره واذا مات ترد عليه فيصح التمليك ويبطل الشرط لما روينا وقد بينا ان الهبة لا تبطل بالشروط الفاسدة وكذا في كتب الفقه۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ

باپ بیٹے سے ہبہ کی ہوئی زمین واپس نہیں لے سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ زید کے تین بیٹے ہیں اور تینوں شادی شدہ ہیں ان میں سے درمیانے بیٹے کو زید کے والد نے ساڑھے ۱۲۳ ایکڑ رقبہ اپنی ملکیت سے ۱۵ ایکڑ رقبہ بغیر لحاظ حصص شرعیہ کے ہبہ کر دیے ہیں اور بعد ہبہ باپ نے یہ کہا ہے کہ رقبہ میں چاہ لگایا جا چکا ہے اور چونکہ یہ چاہ باقی رقبہ سے مشترک ہے لہٰذا مصرف چاہ کا حصہ تم پر لازم ہے ادا کرو تو موہوب الیہ نے مصرف بھی گواہوں کے سامنے باپ کو ادا کر دیا۔ بلکہ کچھ زائد حساب بھی جس طرح باپ راضی ہوا کر دیا اور اس کے بعد چند ۹۰۰ روپیہ تاوان بھی ادا کر دیا مگر والد صاحب بیٹے پر کچھ ناراضگی کی وجہ سے وہ رقبہ واپس کرنا چاہتا ہے۔ جس رقبہ سے والد صاحب ۲۷ عدد کیکر جن کی قیمت ۳۳۰ روپیہ وہ اس نے جبراً لے لیے ہیں۔ حالانکہ اس رقبہ میں موہوب الیہ نے چار پانچ سال سے احاطہ اور مکان وغیرہ قائم کیے ہیں مگر اب والد صاحب کا ارادہ یہ ہے کہ ہبہ شدہ زمین کو واپس لینا چاہتا ہے اور مکان سکونت سے بھی بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ آیا عندالشرع زمین جو کہ موہوب الیہ کو دی گئی اس کا واپس لینا جائز ہے یا نہیں۔

مستفتی محمد حنیف ولد ضیا محمد راجن

{ج}

صورت مسئولہ میں اگر موہوبہ زمین باپ کے رجوع سے پہلے کوٹھی اور تقسیم وغیرہ سے حدود قائم ہو چکے تھے تو یہ ہبہ صحیح ہے اور باپ کا رجوع عن الہبہ بوجہ ہبہ علی ذی رحم محرم صحیح نہیں۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا کانت الہبۃ لذی رحم محرم منہ لم یرجع فیہا اور اگر حدود وغیرہ قائم نہیں تھے تو چونکہ اس صورت میں ہبہ صحیح نہیں بلکہ ہبہ ناقصہ ہے ہبہ مشاع ہے اس لیے اس صورت میں اپنی موہوبہ زمین واپس کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

نائب مفتی احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

بیٹے کو جائیداد سے عاق کرنا

{س}

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حاجی عبدالکریم حیات ہے ہوش وحواس خمسہ کے موجود ہے اور اس کے دو پسران مذکورہ موجود ہیں۔ پسر حاجی بشیر احمد صاحب مذکورہ نافرمان ہے اور اس کی اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ موجود ہے۔ وہ نافرمان پسر مذکور کو عاق کرنے کا خواہشمند ہے۔ کیا شرعاً حاجی عبدالکریم مذکور اپنے نافرمان پسر حقیقی حاجی بشیر احمد کو اپنی جائیداد سے عاق کر سکتا ہے یا نہیں۔

حاجی عبدالکریم ولد حافظ قادر بخش قوم اعوان ملتان

{ج}

في الدر المختار قبيل باب الرجوع في الهبة عن الخانية ص ٦٩٦ ج ٥ لا بأس بتفضيل بعض الاولاد في المحبة لانها عمل القلب وكذا في العطايا ان لم يقصد به الاضرار وان قصده فسوى بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى في رد المحتار اي على قول ابي يوسف من ان التنصيف بين الذكر والانثى افضل من التثليث الذي هو قول محمد. رملي

ان روایات سے معلوم ہوا کہ زندگی میں باپ اپنی جائیداد کا خود مالک ہے اور زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کی صورت یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو حصہ برابر تقسیم کر دے اور بعض اولاد کو دینی فضیلت اور خدمت کی بنا پر جائیداد میں سے زیادہ حصہ دینا بھی زندگی میں جائز ہے جبکہ دوسری اولاد کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔ صحت تقسیم کے لیے ہر ایک کا حصہ جدا کرنا اور زندگی میں قبضہ دینا بھی ضروری ہے۔ جو جائیداد زندگی میں تقسیم کر کے قبضہ نہ دیا ہو وہ مرنے کے بعد تمام ورثاء میں شرعی حصص کے مطابق تقسیم ہوگی۔

اگر کوئی عورت شوہر کے فوت ہونے کے بعد زمین اپنے نام رجسٹری کرا لے کہ شوہر نے مہر میں دی تھی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ بخت بھری نے ایک تملیک حق الخدمت رجسٹری کر دی۔ جس میں یہ بیان تحریر کرایا کہ یہ حصہ مجھے خاوند کریم بخش نے حق المہر میں دیا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ بیان فرضی ہے اور دیگر حصہ دار موجود ہیں۔ جن کے حقوق سلب کرنے کے لیے رجسٹری کرائی گئی ہے اور حصہ تقسیم بھی نہیں ہوا۔ یہ رجسٹری قابل فسخ ہے یا منسوخ ہوگی کیا بخت بھری کا جائز شرعی حصہ ہوگا یا وہ وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ یعنی سالم تملیک کالعدم ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

یہاں دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کیا مسماۃ بخت بھری کو واقعی نصف حصہ مکان مذکور کا حق مہر میں اس کے شوہر کی طرف سے ملا ہے یا نہیں۔ دوسری یہ کہ بالفرض وہ اس نصف حصہ کی مالک بھی ہو تو کیا تملیک حق الخدمت جو رجسٹری کر چکی ہے۔ اس سے موہوب لہ اس کا مالک بن گیا ہے یا نہیں۔ دوسری بات کا جواب تو یہ ہے کہ یہ تملیک شرعاً صحیح نہیں ہے۔ اگر وہ محض حق الخدمت کے طور پر کر چکی ہو کسی مال کے عوض میں نہ ہو تو یہ ہبہ کہلائے گا اور ہبہ مشاع کا یعنی مشترک چیز کا جو تقسیم کے قابل ہو صحیح نہیں ہوتا۔ مکان مذکور چونکہ ابھی تک مشترک ہے اس میں کئی دوسرے آدمیوں کے حصے ہیں لہٰذا ہبہ صحیح نہ ہوگا اور شخص مذکور اس کا مذکور اس کا مالک نہ بنے گا۔ اور پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ اگر مسماۃ بخت بھری کے خاوند کے دوسرے وارث اس بات کو تسلیم کریں کہ واقعی اس کو شوہر کی مکان کا نصف حصہ یا جتنا اس کا بنتا تھا حق مہر میں دے چکا ہے یا وہ تسلیم نہ کریں لیکن اس کا باقاعدہ شرعی ثبوت موجود ہو کہ اس کو یہ حصہ حق مہر میں دیا جا چکا ہے تب تو مسماۃ بخت بھری اس کی مالکہ رہے گی اور چونکہ ہبہ مذکورہ باطل وغیرہ صحیح نہ ہوا لہٰذا یہ سارا حصہ مسماۃ بخت بھری کے وارث مسمی   کی جو غالباً اس کا نواسا ہے اس کو ملے گا۔ کیونکہ اس کا کوئی دوسرا عصبہ یا ذوی الفرض وارث موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ منسلکہ شجرہ نسب سے ظاہر ہے اور اگر حق مہر میں دینے کا شرعی ثبوت موجود نہ ہو اور اب   کی جو غالباً حق مہر میں اس کو ملنے کا دعویٰ نہ کرے یا دعویٰ کرے لیکن اس کا ثبوت نہ ہونے کی صورت میں اس کا دعویٰ خارج ہو جائے تو ایسی صورت میں مسماۃ بخت بھری کے شوہر کا حصہ مکان اس کے وارثوں پر حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ صفر ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عورت کو اگر باپ کی طرف سے جائیداد ملی ہو اور وہ زندگی میں شوہر و بچوں پر تقسیم کر دے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت کو اپنے باپ سے کچھ زمین وراثت میں آئی ہے۔ پھر اس نے چند سال کے بعد اپنی رضا سے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور خاوند کو مطابق حصص شرعی کے تملیک کر دی ہے اور کاغذات میں بھی بیان دے کر درج کرا دی ہے۔ آیا اس کا یہ کام جائز ہے یا نہ۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ اس صورت کو تو میراث کہتے ہیں اور میراث موت کے بعد ہوتی ہے۔ تملیک کرنے والی زندہ ہے لہٰذا اس کا یہ کام ناجائز ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ ہر شخص اپنی زندگی میں، حالت صحت میں اپنے مال کو جسے ہبہ کرے کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ طیب قلب سے ہو کسی دباؤ یا لالچ کی وجہ سے نہ ہو۔ اسی طرح جو شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کو اپنے وارثوں میں تقسیم کرنا چاہے تو تقسیم کر سکتا ہے اور ایسا کرنا جائز ہے۔ مگر اس کو لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اپنی تمام اولاد میں برابری کرے۔ حتیٰ کہ لڑکے اور لڑکی کو بھی حصہ برابر تقسیم کرے اور بلاوجہ شرعیہ اپنی اولاد میں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ نہ دے۔ تاکہ کسی عزیز کی دل شکنی نہ ہو اور کسی کی قطع رحمی نہ ہو جائے۔ کما قال فی العالمگیریۃ ص ۳۹۱ ج ۴ ولو وھب رجل شیئاً لاولادہ فی الصحۃ واراد تفضیل البعض علی البعض فی ذلک لا روایۃ لھذا فی الاصل عن اصحابنا وروی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لا بأس بہ اذا کان التفضیل لزیادۃ فضل لہ فی الدین وان کانا سواء یکرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ شوال ۱۳۸۶ھ

لیکن اگر سب کو الگ الگ کر کے ہر ایک کو قبضہ بھی بعد از تقسیم دلا دیا ہے تو تملیک صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب موہوب لہ نے درخت کو اکھاڑ کر شہتیر بنوا دیے تو اب واہب ہبہ واپس نہیں لے سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی امام محمد فاروق نے ایک کھجور کا درخت مسمی نیاز محمد کو ہبہ کر

دیا۔ مسمی نیاز محمد نے ترکھان کو بلا کر اس درخت کو کٹوا دیا اور شہتیر بنوایا۔ اس درخت سے دو عدد شہتیر بن گئے۔ وہ دونوں شہتیر مسمی فاروق امام کے پاس چھ ماہ تک پڑے رہے۔ تاکہ خشک ہو جائیں بعد میں جب مسمی نیاز محمد نے اٹھوانے کا ارادہ کیا تو محمد فاروق نے دینے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ اب مجھے خود شدید ضرورت ہے تو از روئے شریعت محمدی شہتیر دوبارہ محمد فاروق کو لینا جائز ہے یا نہیں۔

نیاز محمد متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

کٹوانے اور شہتیر بنوانے کے بعد ہبہ واپس نہیں ہو سکتا۔ ویسے بھی ہبہ میں رجوع یا قضاء قاضی سے ہو سکتا ہے یا فریقین کی تراضی اور باہمی خوشی سے۔ جب نیاز محمد راضی نہیں ہے تو ہبہ میں رجوع صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

پھوپھی زادوں کا ماموں زادوں سے ماں کے حق کا مطالبہ کرنا اور اُن کا ہبہ کرنے کا دعویٰ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ پھوپھی زادے اپنے ماموں زادوں سے اپنی ماں کے اس حق کو طلب کرتے ہیں جو کہ ان کو بواسطہ والدہ دادی و دادا سے ملا ہے لیکن ماموں زادے جواباً کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ نے نہ تو آپ نے ہمارے والد ماجد کی حیات میں ان سے اس حق کو طلب کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھوپھی صاحبہ نے اس حق کو جو آپ ہم سے مطالبہ کر رہے ہیں ہمارے والد صاحب کو بخش دیا ہوگا لیکن پھوپھی کہتی ہے کہ پہلے تو بخشش ثابت نہیں۔ اگر ثابت ہو بھی جائے تو آپ قبض اس بخشش میں ثابت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہمارا مطالبہ صحیح ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان وجوہ کے ہوتے ہوئے پھوپھی زادوں کا مطالبہ اپنے ماموں زادے سے صحیح ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

ذوالحجہ اسماعیل خان تحصیل تونسہ بمعرفت امام مسجد مولوی عبداللہ

﴿ج﴾

ثبوت ہبہ کے لیے دو گواہ جو شرعاً معتبر ہوں ہونا ضروری ہے۔ پس اگر صورت مسئولہ میں جہت ثانیہ کے لیے دو معتبر گواہ موجود نہیں تو ایک عرصہ تک وراثت کا مطالبہ نہ کرنے سے یہ خیال کرنا کہ بخش دیا ہوگا شرعاً بے اصل ہے۔ لہٰذا پھوپھی زادوں کا مطالبہ صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳۹۱ھ

ہبہ کی تعریف اور حقیقت

﴿س﴾

مسئلہ مذکورہ بالا کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز بخش کر کے دوبارہ طلب کرے اس نے اپنی قے کو واپس کیا۔

عبدالرحمٰن پتھیل اینڈ سنز بیرون حافظ جمال روڈ ملتان

﴿ج﴾

دراصل آنجناب کو جو شبہ ہے وہ ہبہ (بخشش) کی تعریف اور حقیقت سے ناواقفیت کی بناء پر ہے تو معلوم ہو کہ ہبہ کی تعریف یہ ہے کہ آپ نے کسی کو کوئی چیز دی اور اس نے منظور کر لیا اور صدقہ کی نیت نہیں کی بلکہ آپ نے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اس نے لے لیا تو اب وہ چیز اس کی ہو گئی۔ اب آپ کی نہیں رہی بلکہ وہی اس کا مالک ہے اس کو شرع میں ہبہ کہتے ہیں لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کے حوالہ کر دینا اور اس کا قبضہ کر لینا ہے۔ جب تک اس نے قبضہ نہ کیا ہو ہبہ نہیں ہوا۔ کما فی الهداية ص ۱۸۲ ج ۳ وتصح الهبة بالايجاب والقبول والقبض. اما الايجاب والقبول فلانه عقد والعقد ينعقد بالايجاب والقبول والقبض لابد منه لثبوت الملك (الى قوله) ولنا قوله عليه السلام لا يجوز الهبة الا مقبوضة الخ. حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ ہبہ بغیر قبضہ کے صحیح نہیں ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ چیز ایسی ہے جو بانٹ دینے اور تقسیم کرنے کے بعد بھی کام کی رہے اور اس سے استفادہ ہو سکے تو بغیر تقسیم کیے اس کا ہبہ صحیح نہیں۔ جیسا کہ عالمگیری ج ۴ ص ۳۷۷ اور ص ۳۷۸ کے جزئیات سے ظاہر ہے۔ پس ہم نے فتویٰ نمبر ۲۸۹۳ ج ۱۵ کے جواب میں جو ہبہ کے عدم صحت اور جواز رجوع کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسئولہ صورت میں چونکہ جائیداد کی تقسیم ہو سکتی ہے لیکن تقسیم نہیں کی اس لیے تقسیم کیے بغیر ہبہ کرنا صحیح نہ ہوا اور جب ہبہ صحیح نہ ہوا تو بکر کا اپنے حصہ کا مطالبہ کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ ورنہ اگر ہبہ صحیح ہو جاتا تو اس کے بعد اس کا مطالبہ کرنا گناہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کی قباحت کو ذکر فرمایا ہے جو آپ نے لکھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

لڑکوں کا والد کی زندگی میں جائیداد کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے

{س}

(۱) والدین کی زندگی میں جائیداد کی تقسیم کا مطالبہ صرف ایک وارث یا دو، تمام کی طرف سے شرعاً شریعت میں کہاں تک جائز ہے اور روا ہے۔

(۲) اگر والدین اپنی زندگی میں ہی ورثاء کے لیے اپنی رضامندی سے حصہ کشی کے لیے حسب ذیل حدود مقرر کر دیں تو کیا اس میں کوئی شرعی قباحت تو پیش نہیں آئے گی۔ اگر آئے گی تو وضاحت فرمادیں۔

مجوزہ حدود و شرائط تقسیم جائیداد (۱) والدہ دو حصے (۲) والد دو حصے، بڑا بیٹا دو حصے، منجھلا بیٹا دو حصے، چھوٹا بیٹا دو حصے، بڑی بیٹی ایک حصہ، چھوٹی بیٹی ایک حصہ، بڑی بیٹی کو دسواں حصہ اور بیٹے کو اس کا چھٹا حصہ ملے گا۔

عبدالخالق [illegible] شہر

{ج}

زندگی میں والد جائیداد کا خود مالک ہے۔ لڑکوں کا والد کی جائیداد میں حصہ کا مطالبہ کرنا باطل ہے۔ البتہ اگر والد اپنی مرضی سے زندگی میں جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو تمام لڑکوں اور لڑکیوں میں حصہ برابر تقسیم کرے۔ جتنا لڑکے کو دے اتنا حصہ لڑکی کو بھی دے۔ اپنے لیے جتنا حصہ رکھنا چاہے جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
۲۸ر۱۱ر۱۳۹۹ھ

والد کی رضامندی کے بغیر بیٹا اگر زمین کسی کو ہبہ کردے اور قبضہ بھی کرادے تو ہبہ تام ہے یا نہیں

{س}

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) باپ کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد میں سے باپ کی بغیر مرضی اور بلا اجازت کے کوئی لڑکا ہبہ وغیرہ کردے تو شریعت کی رو سے وہ ہبہ ہو جائے گا اور موہوب لہ شے ہبہ شدہ کا حقیقی مالک ہو جائے گا یا نہیں۔

اصل حال یہ ہے کہ میرا لڑکا سید محمد انیس شاہ کہ زمین کا کاروبار اپنا صرف ہے۔ اس معاملہ میں ہوشیار ہے۔ اتفاق سے ایک قطعہ زمین فروخت ہوئی اس پر قبضہ کرتا ہے لیکن خود تو نہیں کیا دوسرے شخص کے نام قطعہ

کرانے پر آمادہ کیا اور دونوں نے آپس میں باہمی معاہدہ کیا کہ شفعہ کرنے پر جس قدر رقم خرچ ہوگی اس کا ذمہ دار میں خود ہوں گا اور تمہارا کام صرف شفعہ دائر کرنا ہے اور جب تم شفعہ میں کامیاب ہو جاؤ تو تم پھر اس زمین مذکورہ کو ہمارے نام بیع وغیرہ کرا دینا اور جب زمین ہمارے نام منتقل ہو جائے گی تو پھر میں تم کو اس کے عوض ایک کنال زمین جو تمہارے پاس ملحقہ آبادی میں ہے دے دوں گا اور تمہارے نام انتقال کرا دوں گا۔ محمد الیاس و احمد نے آپس میں یہ جو معاملہ طے کیا تھا میری بغیر مرضی اور خلاف منشاء اور بغیر میری اجازت کے کیا۔ مجھے اس کا علم بعد میں ہوا غرضیکہ احمد کامیاب ہو گیا اور زمین مذکورہ بیع کرا چکا لیکن یہ سب میری لاعلمی میں ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا ہے اور پھر برخوردار موصوف نے میری بغیر اجازت کے حسب وعدہ خود وہ ایک کنال زمین مسمی احمد مذکور کو دے دی اور قبضہ کرا دیا۔ احمد اس میں ایک کچا کوٹھا ڈال کر رہنے لگا۔ ایک ڈیڑھ سال گزرا ہوگا کہ بقضاء الٰہی احمد موصوف فوت ہو گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس صورت مذکورہ میں بروئے قانون شریعت چند امور دریافت طلب ہیں اور زمین مذکور بدستور کاغذات سرکاری میں میرے نام ہے۔

احمد مرحوم اس ہبہ وغیرہ کی بنا پر شرعاً مالک حقیقی ہو گیا ہے یا بالکل نہیں۔

(۲) احمد مرحوم کے وارثان کو اس صورت میں حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

مقام محمود کوٹ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

جب باپ جائیداد کا مالک ہو تو اس کا بیٹا اس کی مرضی کے بغیر اس کو بیع یا ہبہ وغیرہ نہیں کر سکتا۔ صورت مسئولہ میں احمد مذکور کو زمین دینے پر اگر آپ رضامند نہ تھے تو ہبہ صحیح نہیں ہوتا اور احمد مذکور اس زمین کا مالک نہیں بنا ہے۔ آپ واپس کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ کو پتہ تھا کہ میرا بیٹا احمد کو زمین دے رہا ہے۔ یا دے چکا ہے اور آپ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور اس وقت جب اس نے کوٹھا بھی ڈال دیا اور رہائش بھی اس میں رکھی اور آپ کو سب کچھ کا پتہ تھا لیکن چپ رہے حتیٰ کہ احمد فوت ہو گیا ہے۔ اب فرما رہے ہیں کہ میری مرضی کے بغیر زمین دی گئی ہے۔ مجھ سے نہیں پوچھا گیا۔ تو ایسی صورت میں بہر حال آپ کی عدم رضامندی مشتبہ ہے ویسے مسئلہ وہی ہے جو اوپر لکھ دیا گیا۔ حقیقت حال سے آپ بخوبی واقف ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ محرم ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بارش کا پانی قبضہ میں لینے سے قبل کسی کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی زمین عمر کے ہاں فروخت کر کے حج پر چلا گیا۔ زید جب حج سے واپس آیا تو اس نے کہا مجھے اپنی زمین جو میں نے آپ کے ہاتھ فروخت کی ہے وہ مجھے واپس دے دیں۔ میں زمین کی قیمت دے دوں گا۔ جو کچھ پہلے میں نے آپ سے لیا ہے یعنی قیمت۔ عمر نے زمین واپس کر دی اور زمین کی قیمت واپس لے لی۔ زید نے کہا میں آپ کو فلاں جگہ کا پانی جو کہ میرا ہے اور بارش کا ہے میں آپ کو دوں گا تا کہ آپ میرے سے ناراض نہ ہو جائیں۔ اب زید اور عمر دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ اب تک وہ پانی عمر اور اس کے لڑکے استعمال کرتے رہے۔ اس وقت زید کی اولاد یہ کہتی ہے کہ ہم پانی واپس لیتے ہیں۔ عمر کی اولاد کہتی ہے زید نے پانی دے دیا ہے اب ہمارا ہے ہم نہیں دیتے۔ آیا شریعت کی رو سے زید کی اولاد یہ پانی واپس لے سکتے ہیں یا کہ نہیں۔

بینوا توجروا

مولانا عبدالخالق ملتان

﴿ج﴾

یہ ہبہ درست نہیں ہے۔ ہبہ کے شرائط صحت میں سے یہ شرط بھی ہے کہ موہوب شئے واہب کے قبضہ اور ملک میں ہو۔ کما فی الدر المختار ص ۶۸۸ ج ۵ و شرائط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیز اغیر مشغول۔ لہٰذا زید کی اولاد کا مطالبہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

ولا بیع الشرب ولا یوهب اه کذا فی الشامیۃ ص ۸۰ ج ۵ روایت ہذا سے بھی جواب بالا کی تصدیق ہوتی ہے۔

والجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ شعبان ۱۳۸۸ھ

باپ نے اگر تمام جائیداد ایک بیٹے کے نام رجسٹر کرا کے رجسٹری چھپائی رکھی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص اللہ دتہ نامی فوت ہو گیا ہے اور چھوڑ کے ایک لڑکی تمر

دادا کا کسی ایک پوتے کو شرط فاسد کے ساتھ زمین ہبہ کرنا

مقروض بیٹوں کا باپ کچھ زمین بیٹوں کو دینا اور کچھ وقف کرنا چاہتا ہے افضل کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی زندگی میں اپنے دو بیٹوں اور ایک بیٹی (عمر، بکر، زینب) کی موجودگی میں عمر کے ایک لڑکے مسمی عثمان کو چودہ ایکڑ زمین اس شرط پر دی کہ عثمان اپنے والد عمر کی اس وراثت میں جو زید کی وفات ہونے کے بعد اس کے حصہ میں آئے گی۔ کوئی دعویٰ نہ کرے گا عثمان نے اپنے دادا کی اس شرط کو قبول کرتے ہوئے ایسا اقرار نامہ لکھ دیا۔

اب اگر عثمان اپنے اقرار نامہ کے خلاف کر کے اپنے والد کے متروکہ جائیداد میں سے اپنے حصے کا دعویٰ کرے تو کیا اس کے لیے شرعاً کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر عثمان کا والد اس کے کیے ہوئے اقرار نامہ کے مطابق اپنی زندگی میں اسے جائیداد سے محروم کر کے دوسرے بیٹوں اور بیٹیوں میں تقسیم کر کے ہبہ کر دے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے۔

(۲) یہ کہ مذکورہ بالا شخص مسمی عمر کو اپنے والد سے وراثت میں ۲۵ ایکڑ زمین ملی ہے۔ عثمان کے علاوہ اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئے۔ عمر قرضدار ہونے کے سبب سے چاہتا ہے کہ پانچ ایکڑ زمین فروخت کر کے اپنے قرضے ادا کروں اور بقایا بیس ایکڑ زمین میں سے پانچ ایکڑ وقف کروں اور بقایا پندرہ ایکڑ اپنی اولاد میں تقسیم کروا دوں۔

اب عرض یہ ہے کہ عمر کے دو بیٹے محتاج اور غریب ہیں اور ایک بیٹا عثمان چودہ ایکڑ زمین کا مالک ہے۔ اگر عمر اپنے بیٹوں کی محتاجی کو مدنظر رکھ کر وقف کے پانچ ایکڑ اپنے بیٹوں کو صدقہ کر دے تو کیا ایسا کرنا از روئے ثواب بہتر ہے یا وقف کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا اولاد کی محتاجی کا لحاظ کرتے ہوئے وقف کے پانچ ایکڑوں میں تخفیف کرنا بہتر ہوگا۔

بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) اگر شخص مذکور اپنے پوتے عثمان کو ہبہ تام مع تسلیم قبضہ دلانے کے ساتھ کر چکا ہے تب تو یہ زمین ۱۴ ایکڑ اس کی ہو گئی ہے۔ باقی جو شرط یہ شخص لگا چکا ہے کہ عثمان اپنے والد کی متروکہ جائیداد میں سے اپنے حصہ کا دعویٰ نہ کرے گا اور اس نے اس شرط کو قبول کر کے اقرار نامہ لکھ دیا ہے تو چونکہ یہ ایک قسم کا معاہدہ اور وعدہ ہے عثمان مذکور کو اس کی پابندی کرنے تو جائز اور بہتر ہے اور اگر اس کی خلاف ورزی کر کے والد کی فوتیدگی کے بعد اس کے ترکہ میں سے اپنے حصے کا مطالبہ کرے تو قضاءً شریعت میں یہ مطالبہ کر سکتا ہے اور اس کا اپنا حصہ شرعیہ دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اقرار نامہ محض ایک وعدہ ہے اس میں

اپنے بیٹے کی کوئی ضمانت نہیں کر رہا ہے۔ کیونکہ دادا اور باپ کی زندگی سے قبل وہ اس جائیداد میں سے کسی حصے کا مالک نہیں ہے۔ تو گویا وہ تملیک کر سکتا ہے یا اس کو تحریر کیا جا سکتا ہے وہ اس شرط لگانے سے اگرچہ فاسد ہے اس سے ہبہ فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ ہبہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ کما قال فی الکنز ص ۳۳۲: وما لا يبطل بالشرط الفاسد القرض والهبة والصدقة الخ

(۲) مرد مذکور اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جائیداد کا خود مالک ہے۔ وہ اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے۔ قرضوں کی ادائیگی کے لیے بیچ سکتا ہے اور صدقہ جاریہ کے طور پر اسے وقف بھی کر سکتا ہے۔ اپنی زندگی میں اگر وہ اپنی جائیداد اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے لیکن اپنی زندگی میں تقسیم کرنے کی صورت میں تمام لڑکوں اور لڑکیوں میں برابر حصہ تقسیم کرے تاکہ قطع رحمی کا گناہ نہ ہو۔ ویسے اگر وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو زیادہ دے کسی کو کم یا بالکل نہ دے تب بھی اسے اختیار ہے لیکن گنہگار ہو جائے گا۔ اگرچہ شرعاً یہ تقسیم صحیح شمار کی جائے گی۔ ہاں اگر کسی ایک بیٹے کو بوجہ اس کی زیادہ حاجت کے یا بوجہ اس کی دیانتداری اور دینداری زیادہ دے دے یا اسے کم دے تو مکروہ نہیں ہے۔ کما قال قاضی خان علی هامش العالمگیریة ص ۲۷۹ ج ۳ ولو وهب رجل شيئا لاولاده في الصحة واراد تفضيل البعض في ذلك على البعض لا رواية لهذا في الاصل عن اصحابنا رحمهم الله تعالى وروي عن ابي حنيفة انه لا بأس به اذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين فان كانا سواء يكره وروى المعلى رحمه الله تعالى عن ابي يوسف رحمه الله تعالى انه لا بأس به اذا لم يقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوى بينهم يعطي للابنة مثل ما يعطي للابن وقال محمد رحمه الله تعالى يعطي للذكر ما يعطي للانثيين والفتوى على قول ابي يوسف رحمه الله تعالى رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء ويكون آثما فيما صنع

اور وارثوں کے لیے علاوہ مال چھوڑنا بھی صدقہ اور ثواب ہے اور وقف کرنا بھی صدقہ جاریہ ہے۔ غور وہ حالات کا جائزہ لے جس کو ترجیح دے اس میں انشاء اللہ ثواب زیادہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

بیوی کا دل رکھنے کے لیے زرعی زمین اس کے نام کرنا اور تصرف خود کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حق مہر مقررہ معجل ادا کر دیا تھا۔ مگر اتفاق یہ ہوا

لڑکی کو چھوڑ کر صرف لڑکے کو جائیداد دینا

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہر قسم جائیداد کا مالک ہے۔ اس کی اولاد ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ دونوں شادی شدہ ہیں اور لڑکا بھی اپنے والد سے علیحدہ کاروبار کر رہا ہے۔ اس شخص نے جائیداد میں سے کچھ اپنے لڑکے کو عارضی طور پر دی ہے۔ انتقال نہیں کرایا ہے۔ مگر اپنی لڑکی کو کچھ نہیں دیا ہے۔ تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے۔

﴿جواب﴾

زندگی میں یہ شخص اپنی جائیداد کا خود مالک ہے اور اس میں وہ تصرف کر سکتا ہے۔ اگر زندگی میں جائیداد تقسیم نہ کرے تو بھی اس پر لازم نہیں لیکن اگر تقسیم کرنا چاہے تو تمام اولاد لڑکوں اور لڑکیوں کو حصہ برابر تقسیم کر دے۔ یعنی لڑکے اور لڑکی کو برابر حصہ دے اور ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے قبضہ دے دینا بھی ہبہ تام ہونے کے لیے ضروری ہے۔ نیز کسی دینی فضیلت اور خدمت کی بناء پر بعض اولاد کو زیادہ حصہ دینا بھی جائز ہے لیکن کسی وارث کو بالکلیہ محروم کرنا درست نہیں۔ حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیمة (مشکوۃ باب الوصیة ص ۲۶۶) قال فی العالمگیریة ص ۳۹۱ ج ۴ ولو وهب رجل شیئا لاولاده فی الصحة واراد تفضیل البعض علی البعض فی ذلک لارواية لهذا فی الاصل عن اصحابنا وروی عن ابی حنیفة رحمه الله انه لاباس به اذا کان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین وان کانا سواء یکره وروی المعلی عن ابی یوسف رحمه الله انه لاباس به اذا لم یقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوی بینهم یعطی الابنة مثل ما یعطی للابن وعلیه الفتوی۔ صورت مسئولہ میں اگر بیٹے کو جائیداد تملیک کر کے نہیں دی تو عارضی طور پر امداد کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں اس لیے کہ اس سے بیٹی کو جائیداد سے محروم کرنے کا قصد نہیں۔ البتہ بیٹی کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرے تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ علم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

کیا یہ درست ہے کہ زندگی میں جائیداد تقسیم کرتے وقت حصوں کی کوئی پابندی نہیں ہے

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی زندگی میں اپنی تمام منقول و غیر منقول جائیداد دو بیٹوں اور لڑکیوں

اولادوں میں اپنی مرضی کے مطابق کم و بیش حصص سے تقسیم کرنی چاہیے وہ کہتا ہے کہ زندگی میں جیسا جو چاہوں میں ایسے تقسیم کروں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تو کیا یہ درست ہے؟

بشیر احمد ولد ملک نذیر احمد صاحب تحصیل و ضلع رحیم یار خان

﴿ج﴾

زید کے لیے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ شرعاً زید پر لازم ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی میں جائیداد اولاد کے مابین تقسیم کرے تو کسی کو محروم نہ کرے اور لڑکے و لڑکی کو برابر حقوق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ

کسی عورت کی بعض اولاد کو کل جائیداد دینا اور بعض کو محروم کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت اس کی اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ اس نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اپنی اولاد میں سے صرف دو لڑکوں کو دے کر قبضہ دے دیا ہے اور باقی اولاد کو محروم کر دیا ہے۔ بلکہ وہ نافرمان بھی نہیں ہے۔ تو کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے۔

ڈاکخانہ [illegible] یار محمد [illegible] مقام [illegible] ضلع [illegible]

﴿ج﴾

زندگی میں اگر کوئی شخص اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی تمام اولاد لڑکوں اور لڑکیوں میں حصہ برابر تقسیم کر دے۔ ورنہ اپنے کسی لڑکے کو دینی فضیلت اور خدمت کی وجہ سے کچھ زیادہ دینا بھی جائز ہے۔ لیکن اولاد میں سے کسی کو بلاوجہ محروم کرنا جائز نہیں سخت گناہ ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی وارث کو محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے حصہ سے محروم کر دیں گے۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة یوم القیمة (مشکوٰۃ ص ۲۶۶)

صورت مسئولہ میں اگر ان دو لڑکوں کو الگ الگ حصے کا قبضہ دے دیا ہے تو جائیداد شرعاً ان کی ملکیت ہے اور والدہ گناہ گار ہے۔ اگر بھائی رضامند ہوں اور تمام جائیداد دوبارہ تقسیم کی جائے اور محروم اولاد کو بھی حصہ دے دیں تو یہ بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

اگر ایک شخص نے جائیداد کے حصے کر کے ہر مستحق کو حصہ دے دیا تو اب مال دوبارہ تقسیم نہ ہوگا اگرچہ غلط طریقے سے تقسیم ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کے درمیان مال تقسیم کیا۔ کسی کو زیادہ دیا اور کسی کو کم اور کسی کو بالکل محروم رکھا۔؟ یا وفات کے بعد وہ مال جمع کیا جائے گا اور بیٹوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ یا جس طرح والد نے مال تقسیم کیا ہے۔ اسی طرح تقسیم رہے گا کہ جن کے پاس زیادہ ہے ان کے پاس اسی طرح مال رہے گا اور جن کو محروم رکھا وہ اس سے محروم رہے گا۔

احمد دین ولد محمد نواب ساکن مروی تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

بر تقدیر صدق مستفتی شخص مذکور نے اگرچہ اپنے مال کی غیر منصفانہ تقسیم کر کے معصیت کا ارتکاب کیا ہے لیکن وہ تقسیم شرعاً معتبر ہے۔ دوبارہ وہ مال تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

مفتی غلام مصطفیٰ رضوی مدرسہ انوار العلوم

اگر ہر ایک کا حصہ الگ کر کے دے دیا ہے اور قبضہ بھی وہ اس پر کر چکے ہیں تو یہ ہبہ تام ہو گیا ہے اور وہ اس کے مالک ہو گئے ہیں۔ اگرچہ باپ اس طرح کرنے پر گنہگار ہوگا کیونکہ ایک لڑکے کو محروم کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

اگر گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص نے کچھ جائیداد دختر کے نام رجسٹر کر کے قبضہ دے دیا ہے تو دوبارہ تقسیم نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اللہ وسایا فوت ہو چکا ہے۔ اس کی اولاد زینہ و مادینہ وغیرہ موجود ہیں۔ عالیجاہ نے اپنی زندگی میں ۲۰ ایکڑ اراضی زرعی محمد بخش پسر حقیقی فیض احمد، اعجاز احمد پسران احمد بخش کے نام حسب ضابطہ رجسٹری انتقال منتقل کر کے قبضہ دے دیا ہوا ہے۔ اب ۳۰ ایکڑ زرعی زمین دو مکانات وراثت مرحوم موجود ہیں۔ ان میں ہر دونوں مکانات اپنی زندگی میں حوالے دختر خود کے کر دیے ہیں۔ جن کے گواہ موجود ہیں۔

(۱) کیا شرعاً مکانات سے دیگر ورثاء حصہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جبکہ مرحوم دختر خود کو قبضہ بحیثیت مالک کے دیا تھا۔

(۲) کیا باقی اراضی زرعی میں سے بیوہ کے علاوہ دختر و پسران حصہ دار بن سکتے ہیں یا نہیں اور اگر حصہ دار بن سکتے ہیں تو کتنے کتنے حصے کے۔ جبکہ محمد بخش خود اور احمد بخش کی اولاد کے نام رقبہ منتقل ہو چکا ہے۔

ریاض احمد ولد اللہ وسایا تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴾ج﴿

شرعی طریق سے اس کی پوری تحقیق کی جائے اگر معتبر گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ باپ نے اپنی زندگی میں مکانات دختر کو تملیک کر دیے ہیں اور زندگی میں قبضہ بھی دے دیا ہے تو پھر یہ مکانات شرعاً دختر کی ملکیت شمار ہوں گی اور بطور وراثت کے دوسرے ورثاء میں تقسیم نہ ہوں گی اور اگر گواہوں سے تملیک کا ثبوت نہ ہو سکے یا زندگی میں قبضہ متحقق نہ ہو تو یہ مکانات دختر کی ملکیت شمار نہ ہوں گی اور دیگر جائیداد کے ساتھ شرعی حصص کے مطابق تمام ورثاء میں تقسیم ہوں گی۔ بہر حال خوب تحقیق کی جائے جو صورت صحیح ثابت ہو جائے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ صفر ۱۳۹۹ھ

ناجائز اولاد کے نام ہبہ کی ہوئی زمین کا ہبہ درست ہے یا نہ

﴾س﴿

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی محمد عبداللہ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے دو لڑکے ہوئے۔ پھر مذکور شخص کے اپنی منکوحہ عورت کی ہمشیرہ کے ساتھ ناجائز تعلقات ہو گئے اور ان ناجائز تعلقات کی بناء پر اس سے بھی اولاد ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ اس دوسری عورت کے ساتھ تو نکاح ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ یہ عورت اس کی منکوحہ کی ہمشیرہ ہے۔ اب کچھ دن ہوئے اس شخص نے اپنی منکوحہ کو تو طلاق دے دی اور تین سال قبل اپنی ناجائز اولاد کے نام اپنی زمین میں سے کچھ رقبہ ہبہ کر دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ ہبہ درست ہے یا نہیں اور منکوحہ کے بطن سے جو لڑکے ہوئے ہیں ان کا بھی کچھ حصہ بنتا ہے یا نہیں۔

محمد اقبال، اقبال نگر ضلع ساہیوال

﴾ج﴿

صحت ہبہ کے لیے موہوب کا تقسیم شدہ اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے۔ ہبہ مشاع جائز نہیں۔ بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم ہو نیز تکمیل ہبہ کے لیے قبض موہوب لہ بھی ضروری ہے ورنہ بلا قبض ہبہ کر دینے سے موہوب لہ موہوب کا مالک نہیں بن سکتا۔

پس صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے ان لڑکوں کا حصہ الگ کر کے قبضہ دے دیا ہے تو ہبہ تام ہے اور دوسرے ورثاء ان میں حصہ نہیں لے سکتے اور بغیر نکاح کے ثبوت نسب نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

٦ ربیع الاول ١٣٩٩ھ

والد نے اگر زندگی میں دو بیٹوں کو مکان دیا ہو تو وہ مال میراث میں شامل نہیں البتہ والد سے لی گئی قرض رقم مال میراث ہے

﴿ س ﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو بھائیوں نے مشترکہ طور پر مل کر ایک قطعہ اراضی خرید کیا۔ رقم پوری نہ ہونے کے باعث انہوں نے اپنے بڑے بھائی صاحب سے امداد چاہی اور یہ امداد بھی بطور قرض تھی۔ جو کہ واپس کرنا ضرور تھا لیکن بڑے بھائی صاحب نے قرض دینے سے انکار کر دیا۔ قطعہ اراضی خریدنے کے بعد مکان کی تعمیر کا مسئلہ درپیش ہوا تو پھر بھی بڑے بھائی صاحب نے کسی قسم کا کوئی تعاون مالی نہیں کیا۔ البتہ والد صاحب نے اپنی جائیداد فروخت کر کے جو کہ والد صاحب ہی کی ملکیت تھی اور جس کی قیمت فروخت ۵۵۰۰ روپے تھی۔ وہ انہوں نے مکان کی تعمیر پر خرچ کیا۔ جبکہ باقی تمام مکان بشمول زمین و اخراجات تعمیر کا خرچہ بھی صرف دو بھائیوں نے لگایا۔ نیز بڑا بھائی والدین سے الگ اپنا مستقل کاروبار اور رہائش رکھتا تھا۔ کھانا پینا تک بالکل علیحدہ تھا۔ اس تعمیر شدہ مکان میں اس نے والد صاحب کی زندگی میں بھی کوئی دخل نہیں دیا۔ بلکہ اس کا کہنا تھا کہ اس مکان سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

جواب طلب سوال یہ ہے کہ والد صاحب کی وفات کے بعد یہ تمام بہن بھائی جو کہ تین بھائی اور دو بہنیں ہیں ان میں والد صاحب کا ترکہ ۵۵۰۰ روپے کے طور پر تقسیم ہوگا یا پورے کا پورا مکان والد صاحب کی ملکیت ہو جائے گا اور پورا مکان وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ اس مسئلہ میں یہ پہلو بھی زیر غور ہے کہ والد صاحب نے اپنی زندگی میں یہ مکان اپنے دو بچوں کے نام رجسٹری کرائے موجودہ مروجہ قانون کے لحاظ سے دونوں لڑکوں کے نام کر گئے اور ان کی ملکیت کر گئے تھے۔

والد صاحب نے اپنی زندگی میں ترکہ کی تقسیم کے لیے تین افراد پر مشتمل کمیٹی قائم کی تھی۔ اس کمیٹی کو والد صاحب نے یہ بتلایا تھا کہ یہ مکان اپنے دو بچوں کے نام ہے۔ یہ ان بچوں کی مرضی ہے کہ وہ اس مشترکہ مکان کے درمیان دیوار کھینچ کر علیحدہ رہائش اختیار کریں یا نہ کریں۔ میری طرف سے ان کو اس بات کا مکمل اختیار ہے کہ وہ اس مشترکہ مکان کے درمیان دیوار کھینچ لیں اور اپنی رہائش بھی الگ الگ کر لیں۔

عبد الرشید ولد عبد الشکور مرحوم ٹیپو آباد کالونی ملتان شہر

﴿ج﴾

یہ مکان صرف مذکورہ دو بھائیوں کا ہے۔ اس مکان میں دوسرے بھائی بہن حقدار نہیں ہیں۔ البتہ ۱۵۵۰۰ روپیہ جو اس مکان کی تعمیر پر خرچ کیا گیا ہے اگر یہ روپیہ والد صاحب سے بطور قرض حسنہ لے کر صرف کیا ہے تو یہ رقم ورثاء میں حسب قانون شرعی تقسیم ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

اگر دادا نے تیسرا حصہ مکان الگ کر کے پوتے کو قبضہ دیا ہو تو ہبہ درست ہے ورنہ درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی گمودا اپنے پسر احمد بخش کی زندگی میں اپنے پوتے فیض بخش کے حق میں ایک وصیت نامہ بصورت اشٹام مندرجہ ذیل مضمون کا تحریر کرتا ہے۔ خلاصہ وصیت نامہ کا یہ ہے کہ میں بسلامتی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر کسی کے اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ میرا ملکیتی سکنی مکان جس کا تیسرا حصہ بحق تملیک اپنے پوتے فیض بخش ولد احمد بخش کر دیا ہے۔ آج کے بعد اس حصہ سے میرا بھی کوئی مالکانہ تعلق نہیں ہوگا اور نہ میرے پسر احمد بخش کا اور نہ اس کی باقی اولاد کا۔ نقشہ مکان تیسرے حصہ کا بھی تحریر شدہ اشٹاموں میں دیا جا چکا ہے جس میں اندر باہر آنے کا راستہ کی تفصیل بھی تحریر ہے اور پانی کا نکاس اور پرنالہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ نیز یہ بھی تحریر ہے کہ اس تیسرے حصہ تملیک کردہ کے فلاں کوٹھی میں جتنے باقی میری زندگی کے دن ہیں میں رہائش کے طور پر رہوں گا اور اگر میری زندگی کے بعد میری زوجہ بھی زندہ رہی تو وہ بھی اس کوٹھی میں بطور رہائش رہ سکے گی وغیرہ وغیرہ۔ نیز وصیت نامہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ یہ تملیک اس لیے اپنے پوتے کے حق میں کر رہا ہوں کہ چونکہ میرے پسر احمد بخش کے اور میرے بڑے پوتے فیض بخش کے آپس میں تعلقات اچھے نہیں ہیں۔ شاید پسر احمد بخش میری اس جائیداد سے اس کو محروم کرا دے۔ تقریباً چار پانچ روز کے بعد ایک دوسرے سادہ کاغذ پر مسمی گمودا اپنی زوجہ کے حق میں یہ بھی تحریر کر دیتا ہے کہ اگر میری زوجہ میرے بعد زندہ رہی تو اس کا خرچ نان و نفقہ فیض بخش میرا پوتا کرتا رہے گا اور اگر وہ اپنی دادی یعنی میری زوجہ کو خرچ نان و نفقہ نہ دے تو پھر میری زوجہ کو صرف اس کوٹھی کو رہن رکھ دینے کا حق و اختیار ہوگا یعنی جس میں زندگی تک رہائش رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ بیع کرنے کا میری زوجہ کو اختیار نہ ہوگا۔ مسمی مذکور کا نان و نفقہ کا پوتے کے ذمہ لگانا پسر حقیقی کی موجودگی میں شاید اس لیے ہوگا کہ میرے اس وصیت نامہ کی وجہ سے یا دوسرے حالات کی وجہ سے پسر حقیقی اپنی والدہ کی خدمت کا خیال نہ رکھے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں وصیت نامہ شرعاً درست ہوگا یا نہ۔ نیز خرچہ نان و نفقہ مسمی مذکور کی زوجہ کا جس کا ذکر وصیت نامہ کے چار پانچ روز والے کاغذ پر ہے۔ لہٰذا شرعاً کس کے ذمہ خرچہ نان و نفقہ ہوگا۔ مسمی مذکور کے

کی تھی اور کچھ زمین بھی خرید کر کے ان کے نام کرائی تھی۔ جس سے اب یہ دونوں اپنے گزر اوقات کر رہے ہیں اور حکومت سے اس زمین کو مشغول رکھ کر قرضہ سے کر ٹریکٹر وغیرہ بھی لے رکھا ہے تو کیا ان دونوں بیٹوں کو بھی اس باپ کی جائیداد کا حصہ ملے گا یا نہ۔ جبکہ دوسری گھر والی کے تین بیٹے اور ایک بیٹی باپ سے روٹی کپڑا تو حاصل کرتے ہیں لیکن نہ ان کے نام باپ نے کوئی جائیداد منتقل کرائی ہے اور نہ ان کی شادی پر زر کثیر خرچ کی ہے۔ کیونکہ ان کی شادی اب تک نہیں ہوئی ہے۔ تو کیا ان تین لڑکوں اور ایک لڑکی کو باپ کی جائیداد سے کچھ حصہ زائد ملے گا یا ان دو شادی شدہ لڑکوں کے برابر حصہ ملے گا۔ بینوا توجروا

سید غلام مرتضیٰ شاہ

﴿ج﴾

(۱) حق مہر میں اگرچہ شخص مذکور نے اپنی عورت کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس کے باوجود یہ عورت شخص مذکور کے ترکہ سے محروم نہ ہوگی اور شخص مذکور کے لیے اس کو اپنی جائیداد سے محروم کرنا جائز نہیں۔

(۲) ان دونوں لڑکوں کو بھی شخص مذکور کی جائیداد سے حصہ پہنچے گا اور ان تین لڑکوں اور ایک لڑکی کو باپ کی جائیداد سے زائد حصہ نہیں ملے گا۔ بلکہ یہ تمام لڑکے اور لڑکی شرعی قانون کے مطابق حصہ لیں گے۔ البتہ اگر شخص مذکور زندگی میں اولاد کے مابین جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو ان کے مابین حصص میں کمی زیادتی نہ کرے لیکن ان دو بڑے لڑکوں کی رضامندی سے چھوٹے لڑکوں اور لڑکی کو زائد حصہ دے دے تو بلا کراہت جائز ہے۔ اسی طرح اگر چھوٹے لڑکوں اور لڑکی کی وجہ سے ان کی علمی فضیلت یا ان کے تنگ دست ہونے کی وجہ سے حصہ میں زیادتی کرے۔ تو بھی جائز ہوگا۔ هکذا ذکر فی الکتب الفقه واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

دکان کو مالکانہ طور پر حاصل کرنے کے لیے لڑکی قسطیں دیتی رہی لیکن کاغذوں میں شوہر کے نام کر دیا تو مالک کون ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک باپ اپنی بیٹی فاطمہ کو ایک دکان دیتا ہے بعد ازاں گورنمنٹ اس دکان کی قیمت مقرر کرتی ہے۔ باپ بیٹی کے شوہر محمد یامین سے کہتا ہے کہ دکان کی قیمت مقرر ہوئی ہے جس کی اسی روپے

کرے۔ یعنی جتنا اس کو دے اتنا ہی باقی کو دیوے۔ البتہ دینی خدمت اور فضیلت کی بنا پر بعض اولاد کو کچھ زیادہ دینا چاہے تو یہ بھی جائز ہے لیکن کسی وارث کو محروم کرنا یا دوسرے ورثہ کو نقصان پہنچانے کے لیے بعض کو زیادہ دینا درست نہیں۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی وارث کا حصہ کاٹ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کا حصہ قیامت کے دن جنت میں سے کاٹ دیں گے۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ۔ رواہ ابن ماجہ و رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ مشکوۃ ص ۲۶۶۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ صفر ۱۳۹۸ھ

اگر والد مورث نے جائیداد محفوظ کرنے کی نیت سے بدون قبضہ دیے بھتیجے کے نام کر دی تو اس کی وفات کے بعد قابل تقسیم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ خرم خاتون مرحومہ کا شوہر زیادہ ظالم قسم کا تھا اور وہ اس کی جائیداد کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ مرحومہ بالا بے اولاد تھی جائیداد محفوظ کرنے کی مصلحت کے تحت اپنی تمام جائیداد (جو صرف ایک دکان پر مشتمل ہے) اکلوتے اور حقیقی بھائی کی موجودگی میں بھتیجے مسمی ضیاء الحق کو جو اس وقت نابالغ تھا۔ بطور ہبہ تحریر کر دی لیکن جائیداد مذکورہ کا قبضہ اپنی زندگی میں منتقل نہ کیا بلکہ آخر دم تک مرحومہ خود ہی قابض و متصرف رہی۔ مسماۃ مذکورہ کی فوتیدگی کے وقت اس کے ورثاء میں سے صرف ایک حقیقی بھائی مسمی رحیم بخش صاحب تھا۔ اب مسمی رحیم بخش بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اس وقت رحیم بخش مرحوم کے صرف تین لڑکے مسمیان غلام حسین، فضل الحق، ضیاء الحق موجود ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ روئے شرع شریف تحریری ہبہ مذکورہ بالا کی کیا حیثیت ہے۔ کیا اس صورت حال کے پیش نظر مرحومہ کے ترکہ سے ضیاء الحق کے علاوہ اس کے دوسرے دو بھائی غلام حسین، فضل الحق بھی حصہ لینے کے مستحق ہیں۔ اس جائیداد کی تقسیم شرعاً کس طرح ہوگی۔ بینوا توجروا

مقام احمد پور شرقیہ [illegible] مستفتی فضل الحق [illegible] احمد پور شرقیہ

﴿ج﴾

ہبہ بغیر قبضہ کے تام نہیں ہوتا۔ مسماۃ خرم خاتون چونکہ اس جائیداد پر آخری دم تک قابض و متصرف رہی ہے اور

اپنے نابالغ بھتیجے کے ولی کو قبضہ نہیں دیا گیا ہے۔ اس لیے ہبہ تام نہیں ہوا ہے اور وہ جائیداد بدستور مسماۃ مذکورہ کی ملک رہے گی۔ اس لیے اس کے مر جانے کے بعد اس کے وارثوں پر تقسیم ہو گی۔ وارث ایک شوہر اور ایک حقیقی بھائی رحیم بخش ہے۔ اس جائیداد کا نصف حصہ اس کے شوہر کو اور نصف حصہ اس کے بھائی رحیم بخش کو ملے گا۔ رحیم بخش کے فوت ہو جانے کی صورت میں اس کا اپنا وہ نصف حصہ اس کے وارثوں میں شریعت کے مطابق تقسیم ہو گا۔ اگر اس کے وارث صرف یہی تین لڑکے ہیں اور کوئی وارث ماں باپ دادا وغیرہ نہیں ہے تب ان میں حصہ برابر تقسیم ہو گا۔ گویا اس کا ہر ایک لڑکے کو مکان کے چھ حصوں میں سے ایک ایک ملے اور باقی تین حصہ مرحومہ کے شوہر کو ملیں گے۔ قال فی الدر المختار ص ۶۹۰ ج ۴ (وتتم) الھبة (بالقبض) الکامل وقال الشامی تحته (قوله بالقبض) فیشترط القبض قبل الموت ولو کانت فی مرض الموت للاجنبی کما سبق فی کتاب الوقف کذا فی الھامش فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ محرم ۱۳۸۵ھ

اگر مکان ہبہ کر دیا جائے اور متصل خالی پلاٹ بھی ہبہ کر دیا لیکن قبضہ نہ دیا تو پلاٹ کا ہبہ درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیچیدہ سوال پیدا ہو گیا جس کا حل ہمارے لیے مشکل ہے۔ برائے کرم سوال ذیل کا فتویٰ دیا جائے تاکہ عمل کیا جائے۔

(۱) یہ کہ نقشہ مکان رہائشی۔ پشت سے یہ مکان کریم بخش کا تھا جو صرف ایک کوٹھہ تھا۔ اس کوٹھہ کی جانب جنوب تمام صحن سفید زمین خالی پڑی تھی جو کہ کریم بخش متوفی نے اپنی حیات میں اپنے رہائشی کوٹھہ کے علاوہ سفید زمین صحن عبدالستار ولد غلام سرور کو بعوض خدمت لکھ دی تھی۔

(۲) عبدالستار ولد غلام سرور نے کریم بخش کی حیات میں کوٹھہ رہائشی کریم بخش کے سامنے جانب جنوب سفید زمین قبضہ کرنے کے لیے ۳ فٹ دیوار بنا دی۔ مگر کریم بخش متوفی چھ مکان رہائش کوٹھہ میں راستہ نمبر ۲ سے آجاتا تھا۔

(۳) عبدالستار ولد غلام سرور کے پاس صرف یہی کریم بخش متوفی جو کہ مکان کے آگے سفید زمین صحن بعوض خدمت عبدالستار کو دی۔ پھر اس کے بعد علاوہ مکان کا دروازہ بند کرنے یا کسی اور طرف نکالنے کی کوئی تحریر نہیں ہے۔

(۴) کریم بخش فوت ہو گیا اس کا وارث بھتیجا محمد علی مکان رہائش کریم بخش متوفی کو راستہ نمبر ۲ سے رکاوٹ کرتا ہے کہ یہ آگے مفید زمین محض عبدالستار کا ہے۔

اب فتویٰ دیا جائے کہ محمد علی وارث کریم بخش متوفی نے راستہ نمبر ۲ میں آنے جانے کا حق دیا۔ راستہ نمبر ۲ کا جس سے کریم بخش متوفی اپنی حیات میں آتا جاتا تھا محمد علی حق دار ورثا ہے یا نہ۔ برائے مہربانی فتویٰ دیا جائے تاکہ حق دار کو حق مل جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

اگر کریم بخش مذکور قطعہ نمبر ۲ کا بھی عبدالستار کو ہبہ کر چکا ہے۔ عبدالستار نے ۳ × ۲ فٹ دیوار راستہ نمبر ۲ کے گرد کریم بخش کے عین حیات میں تعمیر کر دی ہے اور یا یہ کہ کریم بخش نے عبدالستار کو نمبر ۲ کا قبضہ دلا دیا ہے اور کریم بخش ویسے قبضہ دلانے کے بعد بھی نمبر ۲ میں آتا جاتا رہا ہے تو پھر ان صورتوں میں نمبر ۲ عبدالستار کا ہوگا اور اگر نمبر ۲ کو صرف ہبہ ہی نہیں کیا۔ جیسے کہ فقط ہبہ کر چکا ہے۔ مگر قبضہ دلایا نہیں ہے۔ خود اسے تاموت استعمال کرتا رہا ہے۔ تو پھر یہ نمبر ۲ وارث کا ہوگا۔ کیونکہ ہبہ بغیر قبض تام نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حکومت پاکستان نے جو زمینیں زمینداروں سے لے کر لوگوں کو دی ہیں اُن کا خریدنا جائز ہے یا نہیں

ہندو اور مسلمانوں کی مشترکہ زمین سے مسلمان کو مفت پلاٹ دینا

نذر کی رقم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا

﴿س﴾

(۱) حکومت پاکستان نے زرعی اصلاحات کے تحت زمینداروں سے زمینیں سلب کر کے کاشتکاروں میں بعوض قیمت تقسیم کی ہیں۔ آیا یہ زمین مسلوب شدہ کاشتکاروں یا دوسرے اشخاص کو خریدنا جائز ہے۔

(۲) مسلمان اور ہندو کی مشترکہ زمین ہے۔ مسلمان نے اپنے اقرباء کو مشترکہ زمین میں سے مفت پلاٹ دیا ہے۔ اس پلاٹ پر انہوں نے مکان بھی بنائے ہیں اور زیر قابل کاشت بھی اس کا اخراج بھی مالکان دیتے ہیں۔ شریعت میں اس کا حکم کیا ہے۔

(۳) کسی شخص نے نذر مانی ہے کہ میں اس مصیبت سے بچ گیا تو سالانہ دو ہزار روپیہ خیرات کروں گا کسی مد کی تعیین نہیں کی۔ اب وہ شخص اس نذر کے پیسوں سے اپنے کنبہ اور اولاد پر خرچ کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی بڑی لڑکی شادی شدہ جو اس

الجواب

زندگی میں آپ اپنی جائیداد کے مالک ہیں اس میں آپ ہر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ لیکن اگر مذکورہ بالا تقسیم میں کسی وارث کا اضرار مقصود نہیں اور اس پر تمام ورثاء رضامند ہیں تو پھر یہ تقسیم درست ہے لیکن یہ ہبہ تام اس وقت ہوگا جبکہ ہر ایک کو اپنے حصہ کا قبضہ زندگی میں دیا جائے۔ درمختار ص ۶۹۶ ج ۵ میں ہے ولا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار وإن قصده فسوى بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى.

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
۳ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

عورت کا حق المہر ہبہ کرنے کا اگر شرعی ثبوت نہ ہو تو عورت مطالبہ کرسکتی ہے

السوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عبدالرشید خان ولد عبدالرحمن خان ساکن چک نمبر ۱۵۸ تحصیل و ضلع فیصل آباد نے مورخہ ۶۷-۱۰-۱۵ کو مقام ملتان شہر میں حق المہر دس ہزار بتیس روپے کے عوض آمنہ انیس شاہین دختر راؤ خورشید علی خان قوم راجپوت کے ساتھ نکاح کیا۔ شادی بڑی کم خرچ کی تھا اور حسب ضابطہ یونین کونسل میں رجسٹرڈ ہوا تھا۔ مگر کسی وجہ سے طلاق ہوگئی عبدالرشید خان نے ایک دستبرداری نامہ تحریر کروالیا۔ اس میں عبدالرشید خان نے دعویٰ کیا ہے کہ آمنہ انیس شاہین نے حق المہر دس ہزار بتیس روپے کا دعویٰ ترک کر دیا ہے اور شادی کا خرچہ ایک ہزار روپیہ کے عوض کچھ سامان جہیز جو دستبرداری نامہ میں درج ہے چھوڑ دیا اور باقی سامان آمنہ انیس شاہین نے لے لیا ہے اور اس دستبرداری نامہ کے لیے عبدالرشید نے دو گواہوں عبدالخالق عرضی نویس اور محمد طفیل پیش کیے ہیں۔ گواہان اور عبدالرشید خان کی شہادت ہے کہ آمنہ انیس شاہین نے بخوشی و رضا خود بغیر جبر و اکراہ و رضامندی سے دستبرداری نامہ کی تحریر پڑھ کر دستخط کیے ہیں اور تحریر کے مطابق فیصلہ ہو گیا ہے۔ مگر آمنہ انیس شاہین اپنے دستخط اور ان کے فیصلہ سے انکاری ہے۔ تو کیا اس صورت میں شاہین آمنہ انیس شاہین اپنے حق مہر لینے کی حقدار ہے یا نہیں۔

آمنہ انیس شاہین دختر راؤ خورشید علی خان ملتان

الجواب

اگر آمنہ انیس شاہین سے ہبہ کرنے پر شرعی گواہ موجود ہیں تو ہبہ تام ہو گیا ہے اور اس میں عورت کو رجوع کرنے کا اختیار بھی نہیں ہے۔ ففی العالمگیریۃ ص ۳۸۶ ج ۴ ومنها الزوجية سواء كان احد

الزوجين مسلما او كافرا كذا في الاختيار الخ. واذا وهب احد الزوجين لصاحبه لا يرجع في الهبة وان انقطع النكاح بينهما ۔ لہٰذا اگر گواہوں سے یہ ثابت نہ ہو تو عورت چونکہ اس وقت انکاری ہے اس لیے پھر وہ اپنا مہر وصول کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

اگر کوئی لڑکا سوتیلی والدہ کی خدمت کا حق ادا کر رہا ہو تو کیا اس کے نام زمین منتقل کرائی جا سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ من مسماۃ زینب دختر ہیبت خان قوم بلوچ ساکنہ چاہ قطب والا ساکنہ یوں عرض پرداز ہے کہ جب میرے والد محترم فوت ہوئے تو میری عمر ڈیڑھ سال کی تھی۔ میری والدہ محترمہ بیوہ نے میری پرورش کی۔ میں اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ میرے والد محترم کی جائیداد غیر منقولہ تقریباً ۱۶ ایکڑ زمین تھی۔ جو کہ میرے والد کے نام بعوض خرچہ اور میرے پرورش کے منتقل ہو گئے۔ چنانچہ کیا ہوتا رہا۔ جوان ہونے پر اس نے میری شادی میرے اپنے کنبے میں میرے چچازاد بھائی کے ساتھ کر دی۔ پھر میری والدہ بوڑھی ہو گئی۔ چنانچہ اس کی خدمت میں نے اپنے ذمے لی اور والدہ صاحبہ حصہ اراضی ۱۶ ایکڑ بھی میرے قبضے میں کر دی گئی۔ پھر قضائے الٰہی میری والدہ محترمہ فوت ہو گئی۔ آدھا حصہ اراضی کا ۸ ایکڑ میرے نام اور باقی ۸ ایکڑ باقی ورثاء کے نام منتقل ہو گئے۔ میں بھی کچھ عرصہ کے بعد بیوہ ہو گئی۔ پھر میری دوبارہ شادی (عقد نکاح) میرے وارثان نے اپنے منشا کے مطابق عوض بازو لے کر کر دی۔ چند سال کے بعد پھر بیوہ بن گئی ہوں۔ اب میرا کوئی خدمت گزار نہیں رہا۔ میں نے اپنے وارثان بازگشت کو بھی اپنے لیے خرچہ و اخراجات کے لیے کہا اس نے جواب دے دیا اس کے بعد میں نے اپنے سوتیلے لڑکے کو کہا کہ میری خدمت گزاری اور دیگر ضروریات زندگی پورا کرنا اپنے ذمہ لو چنانچہ اس نے میرے ساتھ عہد کیا اور وہ اس عہد کو پورا کر رہا ہے۔ جس کو تقریباً ایک سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ کیا میں اس کے عوض اس کی حمایت کے سلسلہ میں اپنی جائیداد اراضی ۸ ایکڑ اس کو بحق خدمت منتقل کرا دینے کی شرعاً مجاز ہوں یا نہ۔ میں اس جائیداد کے فروخت کرنے وغیرہ کی کلی خود بحق بجانب ہوں یا نہ۔

کیا میرے والد کے وارثان میری اس بیع و شراء میں مداخلت کرنے کے مستحق ہیں۔ بینوا توجروا

مسماۃ زینب بیوہ محمد خان بمعرفت نور احمد ولد محمد خان قوم بلوچ موضع قادر پور

﴿ج﴾

آپ اپنی زندگی میں اور صحت کی حالت میں اس ۸ ایکڑ اراضی کی بیع کر سکتی ہیں اور اگر کسی ایک وارث کو حصہ یا

تملیک کرنا چاہیں تو یہ بھی درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ کل اراضی کی بیع یا ہبہ نہ کریں بلکہ بقدر ضرورت ہبہ یا فروخت کریں تاکہ آپ کے تمام ورثاء کو آپ کی وفات کے بعد بقیہ اراضی میں شرعی حصہ مل جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۳ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

جب زندگی میں بیٹی کو مکان دے کر قبضہ دے دیا تو اب وہی مالکہ بلا شرکت غیرے ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی امیر خان ولد خدا بخش خان پٹھان ساکن نواب پور تحصیل ملتان کا صرف ملکیہ مکان رقبہ چھ مرلہ آبادی نواب پور میں ہے۔ جس کی صرف سائلہ اکلوتی بیٹی ہے۔ امیر خان مرحوم کی سائلہ کے سوائے دیگر اولاد ورثہ میں سے بیوی ہے۔ اس کا ایک بھائی رب نواز ایک ہمشیرہ وہاں بھی زندہ ہے۔

امیر خان والد ضعیف العمری کافی عرصہ رہا۔ جس کی سائلہ نے از خود علاج معالجہ و تیمارداری و خدمت گزاری کرتی رہیں۔ والد میرے پاس رہا۔ میں نے اس کا علاج نواب پور، ملتان، بہاولپور وغیرہ ہسپتالوں و ڈاکٹروں سے کرایا اور میں نے کثیر رقم اس کے علاج معالجہ پر خرچ کی۔

چونکہ والد کے پاس کوئی نقدی و زیور نہ تھا صرف گھریلو سامان معمولی بستر و برتن و مکان ہی تھا جس نے مجھے مورخہ ۷۶-۱۰-۱۰ کو بذریعہ تملیک نامہ تعلقی مجھے تملیک کر کے قبضہ دے دیا۔ جس پر آج تک میں سائلہ قابض ہوں۔

میرے والد امیر خان کی ہمشیرہ دونوں اور اس کے بھائی رب نواز نے اس کی بیماری سے پہلے یا بیمار ہونے پر بھی تیمارداری نہ کی۔ بلکہ پوچھا تک بھی نہ تھا۔ اس کی ہمشیرہ زمیندار ہے۔ جس کے نام کافی اراضی زرعی ہے اور اس کے بھائی رب نواز کا بھی ذاتی مکان ہے۔ میرے والد کا صرف چھ مرلہ مکان تھا۔ جو اس نے بذریعہ تملیک اپنی حین حیات میں مجھے منتقل کر دیا ہے۔ اس میں فتویٰ فرمایا جائے کہ متوفی کے مکان مذکورہ کا حقدار سائلہ کے سوائے دیگر بھی کوئی ہے یا نہیں۔

مسماۃ خورشید دختر امیر خان متوفی بذریعہ عبدالمجید خان نواب پور ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صحت ہبہ کے لیے موہوب کا تقسیم شدہ اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے۔ نیز تکمیل ہبہ کے لیے قبض موہوب لہ ضروری ہے۔ والقبض فی الھبۃ کالقبول فی البیع بناء علیہ تتم الھبۃ اذا قبض الموھوب لہ فی مجلس الھبۃ المال الموھوب الخ (المجلہ ص ۱۹۰)

تطییب قلب کے لیے اگر ان کو کچھ دے دیا جائے تو بہتر ہے۔

(۵) زید کے ترکہ کے فروخت شدہ زیورات کی قیمت سے پہلے تو زید پسر نمبر ۱ اور پسر نمبر ۳ کو شرعی حصص کے مطابق حصہ دے دینا پسر نمبر ۲ کے ذمہ واجب ہے۔ قرض کے ضائع ہونے سے قرض ساقط نہیں ہوتا۔ پسر نمبر ۱ اگر زید کے بعد مرا ہے تب اس کا حصہ بنتا ہے اور ان کا حصہ اس کے ورثاء والدہ اور بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔

(۶) احاطہ مکان اور دکان دونوں پسر نمبر ۱ کی ملکیت ہیں زید اور اس کے دیگر ورثاء کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

کسی بستی والوں کے پاس مقبوضہ زمین تھی بعض لوگ چھوڑ کر چلے گئے دوسرے لوگ آباد ہو گئے کیا پہلے والے لوگوں کو اٹھا سکتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہماری بستی کے لیے جو رقبہ ہے وہ تقریباً ۲۲ کنال ہے۔ نقل پٹواری سے ظاہر ہے کہ وہ کسی خاص زمیندار کی ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ مقبوضہ باشندگان ہے۔ ۱۹۲۰ء کو اور اس سے قبل یہاں چار قومیں بستی تھیں۔ سید، وڑ، ہوسے، گاذر، کمہار ان اول الذکر تین قوموں سے موضع ہذا میں مملوکہ اراضی موجود ہیں۔ چوتھی قوم کے لوگوں کے پورے موضع میں ایک مرلہ بھی موجود نہیں ہے۔ ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء میں آخر الذکر قوم کے افراد اس بستی کو چھوڑ کر تقریباً ۲۰ میل کے فاصلے پر رہنے لگے اور اضیات میں جو موضع جلو والی میں ہیں مستقل سکونت پذیر ہوئے۔ جو اب تک وہاں زندگی بسر کر رہے ہیں جو مکانات بستی میں موجود تھے وہ ایک دفعہ گر گئے تھے۔ دوبارہ تعمیر کرایا گیا۔ اب پھر گرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض موجود ہیں اس قوم کے افراد میں سے ایک فرد جس کا نام اللہ داد خان تھا اپنے گرے ہوئے مکان کی جگہ کسی لعل فقیر کو دی تھی۔ صاحب مذکور نے اس دی ہوئی جگہ پر اپنے مکانات بنوائے جن میں وہ شخص اور اس کے دو بیٹے علیحدہ علیحدہ طور پر بس رہے ہیں۔ باقی اکثر مکانات سالم یا گرے ہوئے موجود ہیں یا ان کا میدان ان کے قبضے میں موجود ہے۔ اب تقریباً ۲ ماہ سے انہوں نے شدید جھگڑا کیا ہوا ہے کہ ہمارے چچا اور باپ کی دی ہوئی جگہ واپس کر دو اور مکانات کا اسباب اٹھاؤ۔ نیز جو لوگ ان کے مکانات سے ملحقہ زمین میں بعد میں آباد ہوئے ہیں وہ ان کو بھی اٹھ جانے کا آرڈر دیتے ہیں۔ حالانکہ چالیس سال ہو گئے ہیں کہ وہ لوگ ان مکانات کو چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے بعد یہ

لوگ آباد ہوئے ہیں اور ان کے مکانات بھی موجود ہیں۔ اپنے پورے کے پورے مکانوں پر ان کا قبضہ ہے۔ بجز دے
ہوئے کہ ان کے آباء نے لعل فقیر کو اس شرط پر جگہ دی تھی کہ فروخت کرنے کا حق تم کو نہیں ہے اور اٹھانے کا حق ہم کو نہیں
ہے۔ نیز یہ واضح رہے کہ ملحقہ زمین پر ان کے نہ تو مکان تھے اور نہ قبضہ تھا۔ بلکہ اب تو پورے موقع کا اشتمال ہو چکا ہے
اور وہ ملحقہ زمین آبادی سے خارج کی ہے۔ ملکیت زمیندار کا بھی لگا ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ ان مندرجہ بالا حالات
پر وہ حضرات آبادی کی ری ہوئی زمین سے صاحب موصوف کو اٹھا سکتے ہیں یا ان لوگوں کو جو ملحقہ زمین میں آباد ہوئے ہیں
ان کو اٹھا سکتے ہیں چونکہ فیصلہ شریعت پر ہے اس لیے آپ کے جواب کو فیصل قرار دیا جائے گا۔ یہ بات پھر بھی واضح رہے
کہ یہ نقل پٹواری کی تصدیق کے لیے پیش کی جارہی ہے کہ یہ رقبہ آبادی کے لیے ہے کسی قوم کا مملوک نہیں ہے۔

بشیر احمد (موروہ) معرفت حاجی فیض اللہ صاحب دکاندار مقام ہوا اکانہ ہو تحصیل قنوج شریف

﴿ج﴾

وہ رقبہ جو کسی کا مملوک نہیں تھا غیر آباد تھا۔ وہ ارض موات کہلائے گا۔ لہٰذا چونکہ یہ آبادی کے لیے مخصوص تھا۔ اس لیے
سب سے پہلے جو شخص اس میں کسی حصہ پر قبضہ کر کے مکانات وغیرہ تعمیر کر چکا ہے۔ وہی شخص اس حصے کا شرعاً مالک بن گیا
ہے۔ لہٰذا ان مکانات کے بعد منتقل کرنے سے ان کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔ وہ بدستور اس کے مالک رہیں گے۔ اللہ دو خان
نے جو زمین جو کہ آباد کرنے سے اس کی ملکیت بن گئی ہے لعل فقیر کو دی تھی۔ چونکہ وہ تملیک و ہبہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ
یہ شرط لگا رہا ہے کہ آگے وہ فروخت نہیں کر سکے گا وہ عاریت ہے اور جب وہ چاہے یا اس کے وارث چاہیں تو وہ لعل فقیر اور
اس کی اولاد کو اس زمین سے اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح ملحقہ زمین پر اگر یہ لوگ کوئی آبادی وغیرہ از قسم تعمیر یا کھیتی باڑی کر
چکے ہیں تو وہ اس کے مالک بن گئے ہیں اور موجودہ لوگوں کو اس زمین سے اٹھا سکتے ہیں اور اگر آبادی وغیرہ نہیں کر چکے
ہیں تب یہ مالک نہیں ہیں اور موجودہ لوگوں کو اٹھا نہیں سکتے ہیں۔ کما قال فی الفتاوی العالمگیریۃ ص ۳۸۶ ج ۵
و تفسیر الاحیاء ان یبنی علیہا او یغرس فیہا او یسقیہا کذا فی الخلاصۃ۔

گویا ان زمینوں کے سب سے پہلے قابض ان کے مالک بن گئے ہیں۔ باقی مالک بن جانے کے بعد لعل فقیر کو
ایک شخص مسمی اللہ داد جو زمین دے چکا ہے اگر یہ اس کو صرف رہائش کے لیے دے چکا ہے تو یہ استعارہ ہے اور جب
چاہے اس سے واپس لے سکتا ہے۔ وللمعیر ان یرجع متی شاء اور اگر تملیک اور ہبہ کر کے لعل فقیر کو دے چکا ہے اور
لعل فقیر کو اس زمین کا مالک بنا چکا ہے لیکن ساتھ ساتھ اس پر یہ شرط لگا دی ہے کہ فروخت کرنے کا حق تم کو نہیں ہے۔ تب
لعل فقیر اس کا مالک بن گیا ہے اور شرط لغو ہے۔ آگے بھی وہ فروخت کر سکے گا اور اس کو اٹھا بھی نہیں سکے گا۔ لہٰذا آپ خود
ہی مسئلہ کی وضاحت کے بعد صورت مسئولہ کا حکم معلوم کر سکتے ہیں۔ ویسے اکثر ان کے مابین کوئی معاہدہ از قسم اجارہ

صورت مسئولہ میں دوسری گائے کے نصف کا ہبہ درست ہے اور پہلی گائے کے نصف کا مطالبہ کرنا غلط ہے

﴿س﴾

عبدالکریم اور واحد بخش دونوں بھائی اکٹھے رہے۔ عبدالکریم نے شادی کی۔ واحد بخش نے عبدالکریم کی بیوی کو نصف گائے دینے کی بطور خوشی۔ اس وقت واحد بخش کے پاس ایک ہی گائے تھی۔ جبکہ نصف کا عبدالکریم بھی مالک تھا۔ کسی اور آدمی کے پاس بطور امانت تھی۔ چند دن کے بعد عبدالکریم نے وہ گائے بغیر واحد بخش کی اجازت کے جا کر پکڑ لی چند دن کے بعد عبدالکریم سے گائے کے بچے نصف کا مطالبہ کیا۔ عبدالکریم نے کہا کہ میں نہیں دیتا۔ کیونکہ گائے کا نصف میرا اپنا ہے اور تم نے اپنا نصف میری بیوی کو دیا۔ واحد بخش نے کہا کہ میں یہ گائے نہیں دیتے۔ القصہ گائے سے بچھڑا پیدا ہوا۔ فریقین کے مابین تنازع رہا کچھ عرصہ کے بعد واحد بخش نے ایک اور گائے لی اور عبدالکریم کی بیوی کو کہا کہ مائی میں نے تم کو نصف گائے دینے کا وعدہ کیا۔ لہٰذا یہ گائے (ثانیہ) جو میری ہے۔ بہت عمدہ ہے۔ اس کا نصف میں نے آپ کو دیا۔ اس مائی نے کہا مجھے یہ بھی منظور ہے۔ دوسری گائے اور بچھڑے کا معاملہ تم دونوں بھائی آپس میں طے کر لو۔ اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد عبدالکریم کو اس بات کا پتہ ہوا۔ اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ تم دوسری گائے کے نصف کا انکار کر دو۔ ہم وہی پہلی گائے بچھڑا والی لیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ واحد بخش کہتا ہے کہ میں نے نصف گائے کا وعدہ کیا۔ تعیین نہیں لہٰذا میں دوسری گائے کا نصف دیتا ہوں۔ پہلے بچھڑے والی نہیں دیتا۔ عبدالکریم کہتا ہے وعدہ کے وقت تمہارے پاس دوسری گائے نہ تھی۔ گویا تعیین نہیں کی اس لیے میں پہلی گائے بچھڑے والی کا نصف تم کو نہیں دیتا۔ آپ کا کوئی حق نہیں۔ لہٰذا عرض ہے کہ شرعاً کون حق بجانب ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں واحد بخش حق بجانب ہے اور عبدالکریم کا واحد بخش کی مملوکہ گائے کو پکڑ لینا اور قبضہ کر لینا قطعاً ناجائز ہے اور تعدی ہے۔ اس لیے کہ واحد بخش نے نصف گائے کا وعدہ کیا تھا۔ ہبہ نہیں تھا اور اس وعدہ کو واحد بخش نے اس طرح پورا کیا کہ ایک دوسری گائے خرید کر کے عبدالکریم کی زوجہ کو نصف حصہ تملیک کر دیا اور اس نے قبول کر لیا۔ لہٰذا اس خرید شدہ گائے میں ہبہ تام ہو گیا۔ موہوب لہا عبدالکریم کی زوجہ ہے۔ اس نے تو دوسری گائے کا نصف حصہ قبول کر لیا لیکن بعد میں عبدالکریم کا اپنی زوجہ کو ورغلانا اور ترغیب دینا کہ اب دوسری گائے کے نصف حصہ سے انکار کر دے اور پہلے گائے سے حصہ کا مطالبہ کرے۔ اس کا عبدالکریم کو شرعاً کوئی حق حاصل نہیں اور واحد بخش کے وعدہ پورا کرنے کے بعد زوجہ سے انکار کرانا اس کی صاف تعدی ہے۔ جو کہ ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

جب کچھ زمین کسی کو بیچ دی اور کچھ ہبہ دی اور قبضہ ہو گیا تو واہب رجوع کا حق نہیں رکھتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے تین مرلے زمین قیمتاً خریدی۔ اس کے بعد زید نے بکر سے کہا کہ بھائی زمین تین مرلے کم ہے۔ آپ اور زمین دے دیں قیمتاً یا ہبہ کی کوئی شرط نہیں لگائی۔ البتہ زید کا ارادہ مول لینے کا تھا۔ اس تذکرے میں بکر نے زید سے کہا کہ میں نے آپ کو چار مرلے زمین جو ان تین مرلے کے ساتھ ہے بخش دی ہے جا کر۔ اب اس کے بعد زید نے اس ساری زمین میں تین مکان بنائے۔ اب زید تقریباً چار سال رہائش کر چکا ہے تو بکر نے اب جھگڑا شروع کر دیا ہے کہ ہبہ کی زمین واپس دی جائے اور شریعت مجھے واپس دلواتی ہے اور تین مرلے اور چار مرلے کا انتقال بھی الگ زید کے نام ہو چکا ہے۔

عبداللطیف ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شدہ چار مرلے زمین پر جب موہوب لہ نے مکان بنالیا ہے تو واہب بکر کو اس ہبہ میں رجوع کرنے کا حق باطل ہو گیا ہے۔ (رد المحتار ص ۶۹۹ ج ۵) الا الزیادۃ المتصلۃ فی نفس العین ای قولہ (کبناء وغرس) الخ

لہٰذا بکر کا کہنا (کہ شریعت مجھے واپس دلواتی ہے) درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ

﴿س﴾

ایک شخص اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ اپنی زندگی میں اپنی ایک بیوی آٹھ لڑکوں اور دو لڑکیوں میں شریعت کے مطابق کیسے تقسیم کرے اور اپنے لیے بھی اندوختہ کیا رکھے۔ جبکہ اس شخص نے نہ تو کسی کا قرض دینا ہے اور نہ ہی اس کی طرف حق مہر واجب الادا ہے اور اس کے لڑکے اور لڑکیوں میں سے صرف ایک لڑکے کی شادی کرنی باقی ہے اور وہ بھی بالغ ہے لیکن جائیداد منقولہ ۳۸۰۰۰۰ تین لاکھ اسی ہزار، غیر منقولہ جائیداد کی مالیت ۳۸۰۰۰۰ تین لاکھ اسی ہزار کل ۷۶۰۰۰۰ روپے ہے۔

حاجی فضل محمد سپاہ ملتان

اب ہم جارہے ہیں۔ اگر ہم بخیریت واپس آجائیں گے تو اپنے حصہ کے مستحق ہوں گے۔ اگر نہ آئیں تو یہ بھینس وغیرہ تمہاری ملک ہے۔ تم اپنے اخراجات میں صرف کر سکتے ہو۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ وہ بھینس مذکورہ کی قربانی کرنے کا ارادہ ہے۔ وہ شرعاً قربانی کے واسطے جائز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا عنداللہ الرحمٰن عند القیامۃ

السائل عبدالرشید بہاولپوری محلہ ان ڈاکخانہ خاص شریف۔ ریاست بہاولپور

۱۴ ذی قعدہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں چونکہ یہ ہبہ (بوجہ فقدان استقبال کے) صحیح نہیں ہے۔ اس لیے اس کی قربانی سے اجتناب کیا جائے اور کسی غیر مشتبہ جانور کی قربانی کی جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۱۵ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ

مشترکہ جائیداد کے حصے جب تک الگ نہ ہوئے
تو ہبہ درست نہیں واہب کی موت کے بعد میراث کے مطابق تقسیم ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نامی ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اور دونوں سے اولاد ہے۔ کچھ عرصہ ہوا زید کو خیال آیا کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد کی تقسیم کا اپنے وارثوں کے درمیان خود فیصلہ کر دے تاکہ اس کے بعد ورثاء میں کسی قسم کا جھگڑا نہ پیدا ہو۔ اس مقصد کے پیش نظر زید نے پہلے اپنی مختلف قسم کی جائیداد کی مالیت تشخیص کی اور اپنی بڑی بیوی سے لڑکوں کو کہا کہ اگر ان کے نزدیک یہ تشخیص درست نہ ہو تو وہ اپنی دانست کے مطابق کل جائیداد کی قیمت تشخیص کر کے اسے بتائیں۔ جائیداد کی مالیت کی جو تشخیص زید نے کی تھی وہ اس کے بڑے لڑکوں کے نزدیک صحیح نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق مختلف جائیداد کی مالیت خود تشخیص کر کے زید کو پیش کی اور اپنے والد کی خدمت میں عرض کیا کہ اس تشخیص کے مطابق جائیداد کو جس صورت میں بھی از روئے شریعت تقسیم کیا جائے وہ انہیں منظور ہوگی۔ لیکن زید نے اپنے بڑے لڑکوں کی تشخیص کو قبول نہ کیا اور اپنی تشخیص کو سامنے رکھتے ہوئے ایک وصیت نامہ اس تشخیص کی بنیاد پر لکھا جس میں تمام جائیداد کی قیمت اپنی مرضی کے مطابق لگائی۔ اس کو اس طرح تقسیم کرنے کی وصیت کی کہ جس سے ہر دو بیوی کی اولاد کو حصے تو شریعت کے مطابق ملیں لیکن مالیت کی صحیح تشخیص نہ ہونے کے باعث چھوٹی بیوی کی اولاد کو جو جائیداد ملتی ہے وہ زیادہ قیمتی اور زیادہ آمدنی والی ہوتی۔ اس لیے بڑی بیوی کی اولاد نے زید کو یہ حقیقت بتلادی کہ یہ

وصیت از روئے مالیت جائیداد میں برابر انصاف نہیں ہے۔ کچھ عرصہ بعد زید کو خود بھی احساس ہوا کہ چونکہ اس کی وصیت کے مطابق جائیداد کی تقسیم منصفانہ نہیں ہوگی اس لیے ایسی وصیت کا نفاذ شرعاً و قانوناً نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا اب زید نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اپنی جائیداد کو وقف برا اولاد کر دینا چاہتے ہیں اس مقصد کی تکمیل کے لیے انھوں نے وقف علی الاولاد والے قانون کی کتاب منگوا کر اس کا مطالعہ کیا اور اس قانون کے مطابق اپنی جائیداد کو وقف کر دینے کی تیاریاں شروع کر دیں اور وقف علی الاولاد کے بارے میں وصیت کا ایک پورا مسودہ تیار کر لیا لیکن چھوٹی بیوی نے اس دوران میں وقف علی الاولاد کی تجویز کی مخالفت شروع کر دی۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ جائیداد کی تقسیم وصیت نامہ کے مطابق ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اس کی اولاد کو زیادہ آمدنی والی جائیداد ملتی تھی۔ لہٰذا وہ مسلسل زید پر اپنا اثر ڈالتی رہی اور کوشش کرتی رہی کہ زید وقف علی الاولاد کی تجویز ترک کر دے۔ اور اس کی بجائے اپنی جائیداد کا زیادہ قیمتی اور زیادہ آمدنی والا حصہ ان کے شرعی حصہ کے طور پر اپنی زندگی میں اس کی اولاد اور اس کے نام منتقل کر دے۔ چونکہ زید اپنی چھوٹی بیوی کے اثر میں تھا اس لیے بیوی کی یہ کوشش انجام کار کامیاب ہوگئی اور زید نے ایک دستاویز کے ذریعہ اپنے وصیت نامہ کو منسوخ کرتے ہوئے اس میں یہ لکھا کہ میں اپنی جائیداد اپنے ورثہ کو پورے انصاف کے ساتھ ان کے شرعی حصص کے مطابق اپنی زندگی میں ہی منتقل کرنا چاہتا ہوں اس لیے اپنی وصیت کو منسوخ کرتا ہوں۔ اس کے بعد زید نے اپنی زرعی جائیداد کا قیمتی حصہ بذریعہ انتقال داخل خارج اور تمام قیمتی سکنی جائیداد بذریعہ رجسٹرڈ تملیک نامہ چھوٹی بیوی اور اس کی اولاد کو منتقل کر دی۔

زید نے مختلف لوگوں کے سامنے اپنی گفتگو میں بھی اور دستاویزات کی تحریروں میں بھی بار بار یہی کہا ہے کہ اس نے شرعی تقسیم کی ہے اور بلاترجیح دونوں بیویوں کی اولاد کے درمیان پورے انصاف سے کام لیا ہے مگر حقیقت اس کے خلاف ہے جو اس بات سے ظاہر ہے کہ چھوٹی بیوی کی اولاد کے چار حصص اور بڑی بیوی کی اولاد کے چھ حصص یعنی ایک اور ڈیڑھ کے تفاوت کے باوجود چھوٹی بیوی کی اولاد کو جو جائیداد ملی ہے وہ آمدنی اور مالیت کے اعتبار سے چھ حصص والی بڑی بیوی کی اولاد کے مخصوص کردہ جائیداد کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ قیمتی اور زیادہ آمدنی والی ہے۔ دوسرے الفاظ میں چھوٹی بیوی کی اولاد کو جائیداد منتقل کی ہے اس کے باوجود آمدنی کسی صورت میں بھی تیس پینتیس ہزار روپیہ سالانہ سے کم نہیں اور یہ جائیداد ایسی ہے کہ آئندہ دن بدن مالیت اور آمدنی میں ترقی کرے گی اور ہر لحاظ سے اس کی قیمت میں اور آمدنی میں اضافہ ہوتا رہے گا لیکن جو جائیداد زید نے اپنی بڑی بیوی اور اس کی اولاد کے لیے مختص کی ہے اور ابھی ان کے نام منتقل نہیں کی ہے اس کی زیادہ سے زیادہ آمدنی چھ ہزار روپیہ سالانہ ہے اور اس کی آمدنی میں آئندہ اضافہ کی توقع تو در کنار کمی کا ہر وقت احتمال ہے۔

زید ایک مالک مختار کی حیثیت سے یہ کر سکتا تھا کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش سے چھوٹی بیوی کی اولاد کو ان کے

حصص کے لحاظ سے بہت زیادہ قیمت کی جائیداد اور بڑی بیوی کی اولاد کو ان کے حصص کے اعتبار سے بہت کم مالیت کی جائیداد دی ہے اور ان وجوہات کے بنا پر ایسا کیا ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں کہتا بلکہ وہ دستاویزات پر صاف طور پر لکھتا ہے اور زبانی بار بار کہتا ہے کہ اس کی تقسیم منصفانہ بلا ترجیح اور شرعی حصص کے مطابق ہے اور اس نے کسی فریق کو نقصان پہنچانے یا فائدہ پہنچانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زید کی نیت اور منشا تو یہی تھا کہ وہ اپنی اولاد میں انصاف کرے اور دونوں بیویوں کی اولاد کے درمیان جائیداد کی منصفانہ تقسیم کرے مگر چھوٹی بیوی کے زیر اثر رہ کر اس کی سمجھ نے دھوکہ کھایا اور اس سے غلطی سرزد ہوئی اور وہ انصاف قائم نہ کر سکا۔ ان حالات میں دریافت طلب امور یہ ہیں کہ

(۱) کیا زید کی بڑی بیوی کی اولاد کو از روئے شرع شریف اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ صریح حق تلفی اور بے انصافی کا ازالہ کرنے کے لیے مناسب اقدام کرے۔

(۲) کیا وہ ایسا اقدام زید کی زندگی میں بھی کر سکتے ہیں یا اس کی وفات کے بعد انہیں یہ حق حاصل ہوگا۔

(۳) کیا زید کی بڑی اولاد انصاف حاصل کرنے کے لیے قانون شریعت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہیں اور کیا قانون زید کو انصاف کرنے پر مجبور کر سکتا ہے

(۴) اگر زید کی بڑی اولاد انصاف حاصل کرنے کے لیے زید کی زندگی میں ہی کوئی قانونی چارہ جوئی کرے جس سے زید رنجیدہ ہو کر اپنی بڑی بیوی کی اولاد کو عاق کر دے تو زید کے اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہوگی اور کیا شرع شریف میں بھی زید کی بڑی اولاد کو ایسی شکل میں عاق سمجھے یا عاق قرار دے گی۔ بالخصوص جبکہ زید کی بڑی اولاد نے اپنے باپ کی ہمیشہ تابعداری اور خدمت کی ہو اور خود زید بھی اور دوسرے بھی سب لوگ خدا لگتے اس کے معترف ہوں۔

المستفتی حامد خان درانی ہمدانی میڈیکل ہال گھنٹہ گھر ملتان شہر

﴿ج﴾

شرعاً چونکہ ہبہ مشاع قابل تقسیم اراضی کا صحیح نہیں ہوتا تمام فقہاء مذہب حنفی کا اس پر اتفاق ہے اور زید نے چھوٹی بیوی اور بعض بالغ اور بعض نابالغ اولاد کے نام جو جائیداد انتقال کرا کر تملیک کر دی ہے اس میں اس نے بغیر تقسیم کے مشترک طور پر حصص ان کے نام انتقال کرائے ہیں۔ اس لیے یہ ہبہ شرعاً صحیح نہیں ہے اور شرعاً زمین واہب کی ملکیت پر باقی ہے۔ اسی طرح بڑی بیوی اور اس کی اولاد کو ہبہ صحیح نہیں ہوا۔ وہ بھی واہب کی ملکیت ہے۔ نیز واہب نے اپنی زندگی میں چونکہ کسی کو قبضہ نہیں دیا اور قبضہ دلانے بغیر بھی ہبہ کامل نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ ہبہ غیر صحیح ہے۔ تب اس کی موت کے بعد باقاعدہ وراثت کے اصول کے مطابق تقسیم سب کی مرضی سے ہوگی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۷ ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ

ایک تہائی مکان کو ہبہ کر کے دوسری جگہ سارا مکان فروخت کرنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی عطا محمد نے اپنے بھتیجے محمد عارف کو اپنے ایک ذاتی مکان کا ۱/۳ حصہ غیر معین ہبہ کیا تھا بلکہ محمد عارف اپنے چچا عطا محمد کا فرمانبردار و مطیع تھا ابھی تک محمد عارف نے اس مکان پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کے چچا عطا محمد نے اس مکان کو فروخت کر دیا۔ اب مسمی محمد عارف مکان کی تہائی قیمت کا مطالبہ کر رہا ہے لیکن عطا محمد اسے ہبہ شدہ مکان کی قیمت نہیں دینا چاہتا کیونکہ محمد عارف غیر شرعی امور میں مبتلا ہو چکا ہے۔ البتہ محمد عارف کے پاس تہائی مکان کے ہبہ کرنے کا اعلام ہے۔ کیا عطا محمد اس ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے یا نہیں۔

سائل محمد رمضان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں ہبہ مکمل نہیں ہوا عطا محمد ہی اس سارے مکان کا واحد مالک ہے اور اپنے ذاتی مکان کو ہی فروخت کر چکا ہے۔ لہٰذا رجوع کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ رجوع تو ہبہ کے تام ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں تو ہبہ تام ہی نہیں ہوا ہے۔ اس لیے جیسے پہلے عطا محمد اس مکان کا واحد مالک تھا اب بھی وہی اس مکان کا واحد مالک ہے اور اپنے مکان کو فروخت کر چکا ہے۔ لہٰذا اس کی پوری قیمت اسی کی ذاتی ملکیت شمار ہوگی۔ محمد عارف کو اس میں سے کسی قسم کے مطالبہ کا حق نہیں پہنچتا۔ ہبہ جب تام ہوتا ہے کہ کسی قابل قسمت چیز کو معین کر کے ہبہ کر دے۔ مشترک حصہ غیر معینہ مشاع ۱/۳ یا ۱/۲ وغیرہ کو ہبہ کرنے سے ہبہ تام نہیں ہوتا ہے۔ نیز موہوب لہ کو اس ہبہ شدہ مکان پر باقاعدہ قبضہ شرعیہ حاصل ہو جائے تب ہبہ تام ہو جاتا ہے۔ قبضہ دلانے سے قبل اگر واہب نہ دے تو اس کی مرضی سے زبردستی موہوب لہ اس سے کسی طرح نہیں لے سکتا۔ کما قال فی البدایۃ متن الہدایۃ ص ۲۸۳ ج ۳ ولا یجوز الہبۃ فیما یقسم الا محوزۃ مقسومۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ ولو وہب من شریکہ لا یجوز قال ومن وہب شقصا مشاعا فالہبۃ فاسدۃ فان قسمہ وسلمہ جاز وفی العالمگیریۃ ص ۳۸۵ ج ۴ یجب ان یعلم بان الہبۃ انواع ہبۃ لذی رحم محرم وہبۃ لاجنبی او لذی رحم لیس بمحرم او لمحرم لیس بذی رحم وفی جمیع ذلک للواہب حق الرجوع قبل التسلیم ہکذا فی الذخیرۃ سواء کان حاضرا او غائبا اذن لہ فی قبضہ او لم یاذن لہ کذا فی المبسوط۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

کرایہ پر لی گئی زمین کو ہبہ کرنے کا مقصد اس کے منافع کو ہبہ کرنا ہے

{س}

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی عبدالرحمن عرصہ تقریباً ۱۲ سال سے ایک جگہ ڈھائی فٹ مربع واقعہ پیر کا بازار ملتان شہر پر قابض چلا آرہا تھا۔ ایک شخص مسمی نور محمد نے کمیٹی ملتان سے کرایہ کی پرچی کٹوالی۔ عبدالرحمن مذکور کو علم ہونے پر اس نے اپنی بھاگ دوڑ شروع کر دی جھگڑا طول پکڑ گیا۔

مسمی عبدالرحمن مذکور کی والدہ جو کہ نور محمد کی حقیقی ہمشیرہ ہے نے عبدالرحمن سے کہا کہ آپ اپنے ماموں نور محمد سے یہ جگہ بحیثیت ہبہ لے لو۔ میں بھی ان سے کہوں گی کہ وہ تم کو ہبہ کر دے۔ تو اس اثناء میں فتح محمد اور والدہ عبدالرحمن نے مل کر نور محمد سے یہ جگہ بطور ہبہ مانگ لی اور فتح محمد نے کہا کہ اپنی زبانی یہ جگہ عبدالرحمن کو بخش دو۔ اس کے کہنے پر نور محمد مذکور خاموش رہا۔ اپنی زبانی کوئی لفظ ادا نہ ہوا مگر فتح محمد نے بات کو عیاں کرنے کے لیے کہہ دیا کہ نور محمد نے یہ جگہ تمہیں بخش دی ہے۔ جا کر کام کریں۔ آپ کو کوئی شخص نہیں اٹھائے گا۔ اس وقت کافی آدمی موجود تھے۔ اس وقت سے عبدالرحمن عرصہ اس تین دو سال سے اس جگہ پر مالک و قابض تسلیم ہوتا رہا اور نور محمد اتنا عرصہ خاموش رہا۔ اب عرصہ تقریباً ڈیڑھ ماہ سے پھر نور محمد سے جھگڑا شروع ہو گیا ہے اور عبدالرحمن کو زبردستی اس جگہ سے بے دخل کرایا۔

اب سوال یہ ہے کہ بخش کی ہوئی جگہ سے ازکی ہبہ کردہ شخص بے دخل کر سکتا ہے یا نہ۔ بوقت ہبہ کرنے نور محمد کی خاموشی سے بخش کی ہوئی جگہ کا مالک عبدالرحمن ہو سکتا ہے یا نہ۔ اب چونکہ نور محمد اور فتح محمد جو کہ حقیقی بھائی ہیں اس جگہ پر قبضہ کر لیا ہے کیا ان کی کمائی حلال ہے یا نہ۔ مفصل حل فرمایا جائے۔

محمد انور امین المصدر الدین اندرون گیٹ ملتان شہر

{ج}

صورت مسئولہ میں نور محمد نے چونکہ مذکورہ اراضی کمیٹی سے کرایہ پر لی ہے اس لیے یہ زمین اس کی مملوک نہ بنے گی بلکہ یہ اس کے پاس بطور اجارہ کے ہوگی۔ لہذا کمیٹی کی مملوکہ اراضی کو یہ ہبہ نہیں کر سکتا۔ بالفرض اگر ہبہ کر بھی چکا ہے تب بھی یہ اس اراضی کے منافع کی تملیک ہوگی اور اس کے استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔ لہذا یہ عاریہ کہلائے گا جو کہ تبرعاً ہوگا اور عاریہ کو اعادہ کرنے والا جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔

لہذا نور محمد مذکور کو اس زمین کا واپس لینا درست ہے اور اس کی کمائی حلال ہے اور وہ اس اراضی کا مالک نہیں بلکہ کرایہ دار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

جس نے زمین تا حینِ حیات اپنی بیوی کو ہبہ کر دی وہی مالک ہے دوسرے وارث شریک نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حاجی سردار علی نے اپنی زندگی میں چار مربع زمین اپنی زوجہ نور النساء کو تاحینِ حیات دی تھی اور اس کے نام کر دی تھی حاجی سردار علی کے دوسرے ورثہ بھی زندہ موجود ہیں۔ کیا یہ مذکورہ زمین تاحینِ حیات نور النساء کی ہو گی یا کہ حاجی سردار علی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے سب ورثاء پر تقسیم ہو گی یا کہ ہمیشہ کے لیے یہ زمین نور النساء کی ملکیت ہو گی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ زمین نور النساء کے ملک میں آ گئی ہے اور یہ اس کی مالک ہو گئی۔ نور النساء کے مرنے کے بعد مثل اس کے باقی ترکہ کے اس کے وارثوں میں تقسیم ہو گی۔ حاجی سردار علی کے فوت ہونے کے بعد اس زمین کو واپس لینا جائز نہیں اور نہ ہی نور النساء کے مرنے کے بعد واپس لی جا سکتی ہے۔ بلکہ یہ نور النساء کی پختہ ملکیت ہو گئی ہے اس قسم کے معاملہ کو شریعت میں عمریٰ کہتے ہیں اور عمریٰ ہبہ کی ایک قسم ہے جو کہ قبضہ کرنے کے بعد نافذ اور لازم ہو جاتا ہے اور اس میں اگر یہ شرط لگائی گئی ہو کہ بعد موت (معمر لہ جس کو زمین یا مکان تاحینِ حیات دیا گیا ہے) واپس لے لوں گا۔ تو یہ شرط باطل ہے۔ قال فی الهداية ص ۲۹۰ ج ۳ والعمرى جائزة للمعمر له حال حياته ولورثته من بعده لما روينا و معناه ان يجعل داره له مدة عمره واذا مات ترد عليه فيصح التمليك ويبطل الشرط

فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

جب باپ نے زمین بیٹوں کو دے دی اور ایک بیٹا فوت ہو گیا تو اس کا حصہ واہب کے پوتے کو ملے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک آدمی اپنی زمین اپنی زندگی میں گواہوں کے سامنے اپنے چار بیٹوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور زمین پر بیٹوں کا قبضہ بھی ہو جاتا ہے۔ کچھ سال کاشت بھی ہو جاتی ہے۔ بعد میں چار بیٹوں میں سے ایک مر جاتا ہے ابھی باپ زندہ ہے جس نے بیٹوں کو زمین دی تھی جو بیٹا مر جاتا ہے اس کا بھی لڑکا موجود ہے۔ کیا مذکورہ

بالاصورت میں پوتے کو باپ کی وراثت مل سکتی ہے یا نہیں۔ شرع میں اگر کوئی گنجائش ہو تو دلائل سے حدیث و فقہ حنفی سے ثابت فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال باپ نے چونکہ زندگی میں یہ زمین اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دی اور ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے اس کو قبضہ بھی دے دیا ہے تو یہ ہبہ ہو گیا ہے۔ اس جائیداد کے اب لڑکے مالک بن گئے ہیں۔ اب باپ کا اس زمین کے ساتھ ملکیت کا تعلق نہیں۔ **کما فی الهداية ص ۲۸۰ ج ۳ الهبة عقد مشروع لقوله عليه السلام تهادوا تحابوا وعلى ذلك انعقد الاجماع وتصح بالايجاب والقبول والقبض لقوله عليه السلام لا يجوز الهبة الا مقبوضة.**

اور جب بیٹے مالک بن گئے ہیں تو ان کے مرنے کے بعد وہ جائیداد اس مرنے والے کے وارثوں کو ملے گی۔ پس صورت مسئولہ میں مرنے والے کا لڑکا ہی اس جائیداد کا مستحق ہے۔ لڑکے کے ہوتے ہوئے اس کے چچوں کو اس مرنے والے کی جائیداد سے حصہ نہیں ملتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

جب باپ نے تمام جائیداد ایک بیٹے کے نام کر دی اور قبضہ دے دیا تو دوسرے وارثوں کا دعویٰ درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی مولوی گل محمد نے برضامندی و تندرستی و بصحت ہوش و حواس اپنے بیٹے حافظ غلام محمد کو اپنی تمام جائیداد لکھ دی کہ میں اور میری تمام اولاد و خود میری منکوحات ہوں یا منکوحات کے گزشتہ خاوندوں سے ہوں۔ تمام کو بری و بیزار کر کے تمام جائیداد اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ تاحین حیات میری اور میری اولاد و زوجہ کا خرچہ و اخراجات آپ کے ذمہ ہے۔ اس کے بعد ان کے بیٹے نے تمام جائیداد پر قبضہ کر کے تمام کاروبار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ والد مرحوم کی حیات تک و اولاد کی بلوغت تک سب کی خدمت کرتا رہا اور ان کا نوشتہ آج تک موجود ہے۔ اب اگر کوئی اپنے باپ کی جائیداد یا ماں کی وراثت پر دعویٰ کرے تو از روئے شریعت وہ ان سے کچھ لے سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

حافظ غلام محمد ضلع ڈیرہ غازی خان تحصیل تونسہ شریف

والوں اور باقی تمام خاندان سے مصالحت کی کوشش کی مگر مصالحت نہ ہوئی اور حاجی رمضان صاحب نے حافظ اللہ بخش کے پاس رہائش اختیار کر لی۔ چند روز گزرنے کے بعد حاجی محمد رمضان نے حافظ اللہ بخش کو اپنی تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حق الخدمت تملیک کی پیشکش کی۔ حافظ اللہ بخش عرصہ تین ماہ تک خود بھی سمجھاتا رہا اور معتبرین سے بھی کہلواتا رہا کہ اس بات سے ورثاء حق سے محروم ہوتے ہیں۔ حاجی محمد رمضان صاحب واپس یہی جواب دیتے کہ میرے ورثاء نے میرے ساتھ بے حد زیادتیاں کی ہیں۔ لہٰذا جو کچھ کر رہا ہوں وہ سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں۔ آخر کار حافظ اللہ بخش کو تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حق خدمت میں تملیک کر دی۔ حافظ اللہ بخش عرصہ دو سال تک جائیداد واپس کرنے کے لیے حاجی صاحب کو کہتا رہا حاجی صاحب واپس جواب دیتے اگر تو میرے روٹی اور کپڑے سے تنگ ہے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ حافظ اللہ بخش نے کسی اپنے دینی بزرگ کے فرمان پر ایک بار پھر کہا مگر حاجی محمد رمضان نے وہی جواب دیا کہ تو بھی مجھ سے تنگ آ چکا ہے کل میں یہاں سے بھی چلا جاؤں گا۔ حافظ اللہ بخش نے کہا آپ ناراض نہ ہوں پھر نہیں کہوں گا۔ اگر آپ کسی وقت بھی جائیداد کا مطالبہ کریں گے تو میں ہرگز ہرگز واپس نہ دوں گا۔ ابھی ابھی محمد رمضان صاحب نے تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ تین دن لگا کر عرصہ چھ سال گزرنے کے بعد حافظ اللہ بخش سے جائیداد واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ حافظ اللہ بخش کے واسطے کیا حکم ہے اور حاجی محمد رمضان صاحب کے واسطے کیا حکم ہے۔ مندرجہ بالا حالات میں فریقین کے لیے کون سی صورت اولیٰ ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ حاجی محمد رمضان نے اپنی جائیداد حافظ اللہ بخش کو ہبہ کر کے قبضہ دے دیا ہے اور عرصہ چھ سال سے حافظ اللہ بخش اس جائیداد میں ہر قسم کا تصرف کر چکا ہے تو اب حاجی محمد رمضان کو دوبارہ مطالبہ کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر حافظ اللہ بخش رضامندی سے اس جائیداد کو واپس کر دے۔ یعنی اقالہ کر لیں تو دونوں درست ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ذوالحجہ

مشترکہ زمین سے اپنا حصہ یتیم بچوں کو بخشنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید فوت ہو گیا۔ (بکر) والد زید کی وراثت کا ۱/۶ حصہ کا مالک ہے۔ زید کی فوتیدگی کے تیسرے دن ۱۹ آدمیوں کے مابین بکر نے بلا کسی جبر کے اپنا (۱/۶) متوفی کے اولاد (۲ لڑکیاں نابالغ اور دو لڑکے نابالغ) کو بخش دیا۔ دعا خیر پڑھ لی گئی۔ بعد میں بکر نے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ کیا شرعاً اسے اپنی وراثت کا حصہ ملتا ہے۔ اگر ملتا ہے تو اس پر کوئی حد آتی ہے کیا شرعاً اسے لینا جائز ہے۔

عبدالرحمن [illegible] ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر کا اپنا حصہ علیحدہ کرنے سے پہلے زینب کی اولاد کو ہبہ کرنا صحیح نہیں ہوا۔ بکر بدستور اپنے حصہ (۱/۶) کا مستحق ہے اور اس کا مطالبہ شرعاً صحیح اور قابل پذیرائی ہے۔ وھبۃ حصۃ من العین لوارث او غیرہ تصح فیما لا یحتمل القسمۃ ولا تصح فیما یحتملھا کذا فی القنیۃ (در مختار ص ۶۹۰ ج ۴) والشیوع من الطرفین فیما یحتمل القسمۃ مانع من جواز الھبۃ بالاجماع (عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۴)
واللہ اعلم

محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

گم شدہ بیٹے کی جائیداد پوتوں کے نام کر دی اور وہ واپس آ گیا اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اللہ دسایا مرحوم نے اپنی زندگی میں اپنی کل جائیداد سوائے اپنی بیوی کے حق مہر کے اپنے لڑکوں میں تقسیم کر لی چاہی۔ مگر نور محمد ولد اللہ دسایا اکثر اوقات گھر سے پانچ سال سے لے کر دس سال تک گم رہتا تھا جس کا کہیں پتہ نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت نور محمد کے والد میاں نے نور محمد کے حصے کی جائیداد اس کے لڑکوں کے نام منتقل کرادی جس کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

یہاں اللہ دسایا نے ایک وصیت نامہ تحریر کیا کہ میں اب قریب المرگ ہوں اور میرا لڑکا نور محمد موجود نہیں اس لیے میں خود دوبارہ جائیداد اپنے پوتوں کے نام منتقل کر رہا ہوں۔ اللہ دسایا کی وفات کے وقت نور محمد موجود نہیں تھا اور نہ ہی اس نے اپنے والد کا جنازہ پڑھا بلکہ والد کی وفات کے کچھ عرصہ بعد واپس آیا۔ اب چونکہ جائیداد نور محمد کے دونوں لڑکوں منظور حسین اور محبوب حسین کے نام کل جائیداد مشترکہ انتقال رجسٹری کرادی گئی تھی۔ وصیت نامہ بھی رجسٹرڈ ہے جس میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے نور محمد کو اپنی جائیداد سے عاق کر دیا ہے۔ جب نور محمد واپس آیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ میرے نام کل جائیداد کر دو اب میں بڑھاپا کیسے گزاروں گا۔ پس دونوں لڑکوں نے اپنی جائیداد کا مختار بنا دیا اور کچھ عرصہ کے بعد نور محمد نے مختار نامہ منسوخ کرا دیا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد نور محمد نے اپنے لڑکے منظور حسین کی شادی کر دی۔ کچھ عرصہ بعد منظور حسین فوت ہو گیا جس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف ایک بیوہ تھی اب وہ اپنا حق مہر اور حصہ مانگتی ہے۔ اس کے بارے میں بتایا جائے کہ وہ حقدار ہے یا کہ نہیں۔

چکا ہو تو وہ متوفی زید کے وارثوں میں حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔ کیونکہ ہبہ میں قبضہ ضروری ہے اور کل مال میں اس لیے ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ یہ ہبہ حالت صحت کا شمار ہوگا۔ مرض موت کا شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس مرض سے وہ اچھا ہو گیا تھا اور اس کے بعد چھ سال تک بقید حیات رہا تھا۔

لہٰذا یہ ہبہ صحت کا شمار ہوگا اور کل مال سے صحیح ہوگا۔ حالت مرض موت کا شمار نہ ہوگا۔ کما قال فی الهداية ص ۶۶۹ ج ۴ (باب العتق فی مرض الموت) ومن اعتق فی مرضه عبدا او باع او حابی او وهب فذلک کله جائز وهو معتبر من الثلث ويضرب به مع اصحاب الوصايا. وفيها ايضا ص ۶۷۰ وکل مرض صح منه فهو کحال الصحة لان البرء تبين انه لا حق لاحد فی ماله وفی الشامية ص ۳۸۵ ج ۳ (باب طلاق المريض) قلت وحاصله انه ان صار قديما بان تطاول سنة ولم يحصل فيه ازدياد فهو صحيح اما لو مات حالة الازدياد الواقع قبل التطاول او بعده فهو مريض. وقال فی الهداية ص ۲۸۱ ج ۳ وتصح بالايجاب والقبول والقبض. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

اگر اپنی زمین کا کسی کو مالک بنا کر اسے ہبہ کر دیا لیکن کسی عذر کی وجہ سے کاغذی انتقال نہ ہو سکا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

امیر شاہ ولد لطف اللہ شاہ صاحب، حسن شاہ اور رمضان شاہ پسران عبدالحمید شاہ قریشی ہاشمی ساکنان موضع محمد یارلیاں تحصیل خانیوال ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس خمسہ برضائے خود بلا جبر غیرے اقرار کرتے ہیں اور باوضو ورقاتہ خدا بیٹھ کر قرآن پاک پہ ہاتھ رکھ کر اور اللہ کی قسم کھا کر حسب ذیل تحریر کر دیتے ہیں کہ

(سکیم کے تحت الاٹ نمبر ۹ مربعہ نمبر ۱۹) الاٹ نمبر ۱ مربعہ نمبر ۲۰ الاٹ نمبر ۴ مربعہ نمبر ۲۵ جو مورخہ ۱۰ اکتوبر ۹۱ ہمیں الاٹ ہوئی ہیں۔ ہم خدا کو حاضر کر کے تحریر کر دیتے ہیں کہ یہ تینوں الاٹمیں اللہ کے فضل و کرم سے سید احمد شاہ ولد مخدوم بہاؤ الدین شاہ صاحب کی ان تھک کوششوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ ہر قسم کے اخراجات سید احمد شاہ مذکور نے ان تینوں الاٹوں کے متعلق پہلے بھی از گرہ خود کیے ہیں اور آئندہ بھی تمام اخراجات وہ از گرہ خود ادا کریں گے۔ ہم نے پائی بھر خرچ نہ پہلے خود ادا کیں اور نہ آئندہ پائی بھر کا خرچ ادا کرنے کا وعدہ ہے۔ ان حالات کے پیش نظر الاٹ نمبر ۱۰ انمبر

۳ کے صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ہیں احمد شاہ کے مذکورہ بالا الاٹس ہمارے پاس بطور امانت ہیں۔ جتنی جلدی قانونی اجازت ہمیں مل گئی۔ ہم مذکورہ الاٹیں سید احمد شاہ کے نام یا ان کے بیٹوں کے نام منتقل کر دیں گے اور کوئی عذر نہ کریں گے۔ عذر یا ٹال مٹول کی صورت میں دنیا میں مخلوق خدا کے اور آخرت میں خالق حقیقی کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۲) ہم نے آج جو مختار نامہ اراضی یا بیع نامہ تحریر کر دیا ہے ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر تحریر کر دیتے ہیں کہ یہ مختار نامہ اراضی اجراء نامہ بیعنامہ کے لیے ہے۔ ہم سید احمد شاہ مختار مذکور کو ہمیشہ کے لیے اپنا مختار رکھتے ہیں۔ مختار نامہ واپس لینے کی کوئی درخواست افسران بالا کو نہیں دیں گے ورنہ آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۳) سید احمد شاہ مذکور الاٹمنٹ ہائے مذکورہ درج کرنے کے لیے افسران بالا کے سامنے کسی قسم کے بیانات کے دلانے کے لیے بلائیں گے ہم بلا چون و چرا الاٹیں درج کرنے کے تمام بیانات فوراً ان کے حق میں دیں گے۔ مخلوق خدا کے سامنے اور آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۴) ہم خدا کو گواہ کر کے تحریر کر دیتے ہیں کہ فصل بہ فصل ہر قسم کی پیداوار کی رسیدات اور کل اخراجات کی رسید سے سید احمد شاہ مذکور کو دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ کوئی عذر نہ کریں گے ورنہ خدا کے سامنے آخرت میں جوابدہ ہوں گے۔

(۵) ہم مسجد میں بیٹھ کر قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اللہ کی قسم کھا کر تحریر کر دیتے ہیں کہ ہم الاٹوں کے واپس کرنے تک ساری عمر میں دوسرے لوگوں کے بہکانے میں نہیں آئیں گے اور سید احمد شاہ مذکور کے خلاف ذرہ بھر نہیں ہوں گے۔ نہ ہی دوسرے لوگوں کے کہنے پر سید احمد شاہ کے خلاف کوئی درخواست کریں گے اور نہ ہی افسران بالا اور پبلک کے سامنے کسی قسم کی کوئی شکایت کریں گے۔ کیونکہ الاٹوں کے صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ہیں۔ ان کا یہ احسان ہے کہ تقسیم زمین کے اخراجات ہم ان کو ۳۰ سے ۴۰ تک ادا کریں گے۔ اتنی زمین وہ ہمارے نام منتقل کر دیں اور ہماری اولاد عمر بھر بلکہ آخرت تک ان کے شکر گزار ہوں گے اور ان کا یہ احسان نہیں بھولیں گے۔

الجواب

بموجب اقرار نامہ حلفیہ ۳-۱۱-۵۵ منسلکہ ہذا چونکہ میر شاہ و حسین شاہ احسان شاہ نے سید احمد شاہ کو الاٹ نمبر ۱۳، ۱۲، ۱۱ کا صحیح مالک قرار دیا ہے اور خود ان الاٹوں کی ملکیت سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ ان اقراروں کے اقرار نامہ کے بعد سے لے کر آج تک سید احمد شاہ اس زمین کے اندر بطور حقیقی مالک کے اخراجات کر چکا ہے۔ لہٰذا وہی زمین کا شرعاً مالک شمار ہوگا۔ اقرار نامہ حلفیہ محررہ ۳-۱۱-۵۵ میں درج ذیل الفاظ ہیں کہ ہر قسم کے اخراجات سید احمد شاہ مذکور نے ان تینوں الاٹوں کے متعلق پہلے بھی از خود خود ادا کیے ہیں اور آئندہ بھی اخراجات از خود خود ادا کریں گے۔ ہم نے پانی بھر خرچ نہ پہلے خود دیا ہے اور نہ آئندہ پانی بھر کا خرچ ادا کرنے کا وعدہ ہے۔ ان حالات کے پیش نظر الاٹ نمبر ۱۳، ۱۲، ۱۱ مذکورہ

کے صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ہیں۔ الحاصل مذکورہ الاٹمنٹ ہمارے پاس امانت ہے جتنی جلدی قانونی اجازت ہمیں مل گئی ہم مذکورہ بالا الاٹمنٹ سید احمد شاہ کے نام یا ان کے بیٹوں کے نام منتقل کرا دیں گے۔ وہ سید احمد شاہ کو ہبہ کر کے اس کو مالک بنا چکے ہیں قانونی مجبوری کے تحت فقط کاغذی انتقال نہیں کرا سکے ہیں۔ لہٰذا شرعاً سید احمد شاہ ان الاٹمنٹس کا مالک شمار ہوگا۔ وہ اگر یہ زمین ان کو دینا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ جتنی قیمت میں چاہے دے سکتا ہے اور اگر ان کو نہ دے تو شرعاً اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح فریق ثانی اگر اس سے یہ الاٹمنٹ خریدیں تو خرید سکتے ہیں ان کو بھی مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

بہر حال اب بیع وغیرہ فریقین کی رضامندی پر موقوف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ شوال ۱۳۸۸ھ

اگر کسی عورت نے اپنی جائیداد بھائی کے نام کر کے قبضہ دے دیا تو اس کا شوہر میراث کا مطالبہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ جندائی اپنے ایک بھائی کے پاس رہتی تھی تین بھائی جندائی کی موت سے پہلے فوت ہو گئے اور جندائی خود لاولد تھی۔ جندائی اپنی تمام جائیداد اپنے ایک بھائی محمد رمضان کو لکھ کر دے گئی۔ اب جندائی کے ترکہ کی تقسیم شریعت کے مطابق کس طرح ہوگی جواب سے مطلع فرما دیں۔

جندائی کا (لاولد) خاوند وارث نامی تھا۔ جندائی کی وفات سے پہلے ایک خاوند فوت ہو گیا تھا۔

مقام جھنگ صدر محلہ شیخ لاہوری محمد فاروق ناظم مدرسہ خدا

﴿ج﴾

جندائی اگر زندگی میں تمام جائیداد بھائی محمد رمضان کو لکھ کر زندگی میں قبضہ بھی دے گئی ہے تو یہ محمد رمضان کی ملکیت شمار ہوگی اور جندائی کی وفات کے بعد بطور ترکہ تقسیم نہ ہوگی اگر زندگی میں قبضہ متحقق نہیں ہوا تو پھر جندائی کی ترکہ شمار ہوگی اور تمام ورثہ میں شرعی حصص کے مطابق تقسیم ہوگی۔ آپ نے سوال میں جندائی کے رشتہ دار یعنی ورثاء کا ذکر نہیں کیا کہ ان کو حصص تقسیم کیے جائیں۔ اگر صرف بھائی محمد رمضان اور خاوند کی اولاد جو اللہ وسائی کے بطن سے ہے موجود ہیں اور کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں تو تمام جائیداد محمد رمضان کو ملے گی اور خاوند کی اولاد جو اللہ وسائی کے بطن سے ہے شرعاً محروم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

حلال اور حرام مال کا مل جانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مال حلال کو اگر کسب حرام میں ملایا جائے جس طرح کہ مال سرقہ یا نیازات غیر اللہ ہیں۔ تو مال حلال حرام ہو جاتا ہے یا صرف فعل حرام ہے۔ جس طرح کیا ہوئیں ہے یا اس طرح کوئی اور مال حرام میں ملایا جائے۔ کسی مثال سے سمجھا دیں۔

محمد موسیٰ مدرس مدرسہ [illegible]

﴿ج﴾

اصل مال اگر حلال ہو لیکن بعد میں اس کے ساتھ کسب حرام شامل ہو جائے تو وہ خبیث واجب الاحتراز ہو جاتا ہے۔ مثلاً حلال بکری تھی اسے چور لے گئے اسے چوروں نے ذبح کر کے خود کھایا اور دوسروں کو ہدیہ دیا یا اس میں سے صدقہ دیا۔ تو مہدی الیہ اور فقیر کو معلوم ہو جائے کہ یہ بکری چوری کی ہے تو اس کو ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح نیاز ہوئیں اور جو نذر غیر اللہ کا ہو وہ بھی واجب الاحتراز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ

باپ بیٹوں میں ناچاقی کی صورت میں اگر کسی نے بیٹوں سے کرایہ پر مکان حاصل کیا ہو اور باپ مانگ رہا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

چہ فرمایند علماء دین۔ ایک شخص کی پہلی بیوی سے چار لڑکے ہیں۔ مگر پہلی بیوی کو اس نے طلاق دے دی ہے اس وجہ سے والد اور لڑکوں کے درمیان ناچاقی بنی ہوئی ہے۔ صرف ایک مکان پر لڑکوں کا قبضہ ہے۔ سائل نے لڑکوں سے اس مکان کا تیسرا حصہ عاریۃً لیا ہوا تھا اب چونکہ سائل چھوڑ کر چلا آیا ہے لیکن لڑکوں کے والد نے اسی مکان کے سائل کے تالے پر تالا لگا دیا ہے۔ سائل کا سامان اس مکان میں پڑا ہوا ہے۔ سائل غریب آدمی ہے اگر لڑکوں کے والد کو قبضہ نہیں دیتا تو سائل کا پڑا ہوا سامان کا نقصان ہو جاتا ہے اور اگر لڑکوں کو چابی اور قبضہ نہیں دیتا تو وعدہ خلافی کا مرتکب ہوتا ہے۔

احمد حسن [illegible]

﴿ج﴾

بظاہر سوال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع اس مکان کا مالک در حقیقت والدہ ہے اور لڑکے باپ کے مملوکہ مکان پر قبضہ کیے ہوئے تھے۔

اگر یہ صورت ہے تو سائل کو یہ مکان والدہ کے حوالہ کرنا چاہیے اگر نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ کسی کے مملوکہ مکان کو اس سے روکنا اس کے لیے ہرگز جائز نہیں اور چونکہ وہ شرعی حکم کے ماتحت دے رہا ہے اس لیے کوئی وعدہ خلافی لازم نہیں آتی۔ بلکہ ایسا کرنا جائز نہ تھا البتہ اگر مکان کسی شرعی وجہ سے بیٹوں کی ملکیت ہو تو بیٹوں کو واپس کریں۔ خواہ آپ کا نقصان ہی کیوں نہ ہو لیکن سوال میں کوئی ایسی وجہ مذکور نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مکان لڑکوں کا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۳ رجب ۱۳۷۴ھ

ہبہ کیے ہوئے زیور بیوی خاوند سے واپس لے سکتی ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بیوی نے اپنے خاوند کو زیور حق مہر کا ہبہ کر دیا تھا اور زیور خاوند کو دے بھی دیا تھا۔ اب وہ ہبہ واپس کرنا چاہتی ہے۔ خاوند کہتا ہے کہ ہبہ واپس نہیں ہو جاتی تمہیں کیوں دوں۔ کیا شرعاً ہبہ خاوند کو کیا ہوا بیوی واپس کر سکتی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بیوی نے جب خاوند کو زیورات ہبہ کر کے قبضہ دے دیا تو ہبہ کامل ہو گیا اور زوجہ اپنے زوج پر رجوع نہیں کر سکتی اس لیے یہ ہبہ ہرگز واپس نہیں ہو سکتا۔

وفی الدر المختار ص ۷۰۳ ج ۵ قال حین عد موانع الرجوع فی الهبة والزوجية وقت الهبة فلو وهب لامرأة ثم نكحها رجع ولو وهب لامرأته لا كعكسه وقال الشامی (كعكسه) ای لو وهبت لرجل ثم نكحها رجعت ولو لزوجها لا انتهى. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۵ محرم ۱۳۷۴ھ

عورت نے اگر اپنی جائیداد و زیور اور اس کے لڑکوں کے نام کر دی تو عورت کی وفات کے بعد وہ واپس نہیں ہو سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا اور دو بیویاں اور ایک بیوی مثلاً زینب سے دو لڑکیاں چھوڑ گیا۔ اس زمانہ میں چونکہ جائیداد کی تقسیم حسب رواج قانون انگریزی ہوتی تھی اس واسطے کل جائیداد دونوں بیویوں کو دے دی گئی۔ بعد ازاں متوفی کے بھائی اور بھتیجے نے زینب اور دیگر بیوہ سے اثر رسوخ سے کام لے کر جائیداد اپنے نام لکھوالی لیکن دوسری بیوی نے اپنے حصہ کی بعض جائیداد اپنے پاس رکھی اور بعض حصہ متوفی کے بھتیجے کو ہبہ کر دی۔ اس کے بعد یہ دوسری بیوی فوت ہوگئی اور اپنے بعد اپنی ایک حقیقی بہن اور سوتیلا بھائی چھوڑ گئی ہے۔ اب متوفی کے بھائی بھتیجے سے بعض ان ہوئی جائیداد کو واپس کرنا چاہتے ہیں تو اب جواب طلب امر یہ ہے کہ ہبہ کی ہوئی جائیداد کس طرح واپس کریں۔

﴿ج﴾

باقاعدہ شرعاً تقسیم کرنے کے بعد جو حصہ لڑکیوں کا ہے وہ لڑکیوں کو دیا جائے اور متوفی کے بھائی وغیرہ سے ان کا حصہ ضرور واپس کیا جائے جو بیوگان تھا۔ چونکہ انہوں نے خود اپنی مرضی سے متوفی کے بھائی کو دے دی ہے وہ ان کے مر جانے کے بعد واپس نہیں ہو سکتی۔ واہب کی موت کے بعد رجوع فی الہبہ صحیح نہیں کذا فی فتاویٰ الفقہ۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر شے موہوب تقسیم ہونے کے باوجود تقسیم نہ کی گئی تو ہبہ درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی زندگی میں اپنی کچھ زمین اپنے چار پوتوں اور ایک بہو کے نام ہبہ کر دی تھی۔ تملیک کی صورت یہ ہے۔

انتقال زمین کا پانچ حصہ داروں کے نام کر دیا گیا لیکن موہوبہ زمین کو پانچوں میں مشترک رکھا۔ یعنی زمین کے حصے مقرر کیے گئے۔ مگر زمین کو متعین نہیں کیا گیا۔ مثلاً فلاں فلاں کا یہ قطعہ ہے اور نہ ہی موقع پر کسی حصہ دار کو قبضہ دیا گیا اور واہب اب فوت ہوگیا ہے اور موہوبہ زمین پر اس کی زندگی سے قبل حسب ہذا اس کا حقیقی بیٹا واحد قابض اور مالک بنا ہوا ہے اور واہب کو فوت ہوئے عرصہ تقریباً دس سال سے اوپر ہو چکا ہے۔ اتنے عرصے تک بلکہ آج تک اس منقولہ متروکہ زمین پر اس کے اپنے بیٹے کا قبضہ کاشت ہے۔ تو بعض کی رضامندی کے بغیر موہوب لہ کس صورت میں موہوبہ زمین کو اپنی

تملیک میں نہیں لا سکتے اور اگر موہوب لہ اپنی زمین منقسم کرنا چاہیں تو قابض کی رضامندی کے ساتھ موہوبہ زمین کی منقسم حد بندی مقرر کرنا ہوں گی۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی تملیک از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

محمد رفیق ولد دین محمد ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو

﴿ج﴾

صحت ہبہ کے لیے موہوب کا تقسیم شدہ اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے ہبہ مشاع جائز نہیں بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم ہو اور تکمیل ہبہ کے لیے قبض موہوب لہ بھی ضروری ہے ورنہ بلا قبضہ ہبہ کردہ شے موہوب لہ موہوب کا مالک نہیں بن سکتا۔ قال فی الدر المختار ص ۶۸۸ ج ۵ و شرائط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول. وتتم الهبة بالقبض الکامل (درمختار ص ۶۹۰ ج ۵) وقال فی الشامیہ هبة المشاع فیما یقسم لا تفید الملک عند ابی حنیفة وفی القهستانی لا تفید الملک وهو المختار کما فی المضمرات وهذا مروی عن ابی حنیفة وهو الصحیح اه. فحیث علمت انه ظاهر الروایة انه نص علیه محمد و رواه عن ابی حنیفة ظهر انه الذی علیه العمل وان صرح بان المفتی به خلافه ولا سیما انه یکون ملکا خبیثا کما یاتی ویکون مضمونا کما علمت فلم یجد نفعا للموهوب له فاغتنمه (شامی ص ۶۹۲ ج ۵)

پس صورت مسئولہ میں یہ ہبہ صحیح نہیں اور حسب قواعد بعد ادائے حقوق متقدمہ علی المیراث یہ زمین جملہ ورثاء پر حسب حصص شرعی تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

اگر ہبہ فاسد کی صورت میں واہب فوت ہو جائے
اور وارث بھی شے موہوب، موہوب لہ کو ہبہ کر دیں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کچھ زمین کسی کے نام ہبہ کی تھی۔ وہ چند شرائط نہ ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں نکلا۔ اب واہب فوت ہو چکا ہے اور وہ موہوبہ زمین شرعاً وارثوں پر تقسیم ہوگی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ وارث اپنے اپنے حصے قبل از انتقال وفیصلہ موہوب لہ کو زبانی بخش دیں تو کیا شرعاً بخشش جائز ہوگی یا نہیں۔

ملک دین محمد ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو

حاضرا في مجلس الهبة وان كان غائبا فقوله وهبتك المال الفلاني اذهب وخذه امر صريح. مادة ۸۴۲ اذا اذن الواهب صراحة بالقبض صح قبض الموهوب له المال الموهوب في مجلس الهبة. مادة ۸۴۹ اذا توفي الواهب او الموهوب له قبل القبض تبطل الهبة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

والدہ اپنے یتیم بیٹے کے نام کچھ زمین کرانا چاہتی ہے لیکن شوہر ثانی طلاق کی دھمکی دیتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکے کی والدہ کو اپنے والد کی زمین ورثہ میں ملی تھی۔ وہ زمین اپنے لڑکے کے نام انتقال کرانا چاہتی ہے لیکن اس کا دوسرا شوہر اس کو روکتا ہے کہ اپنے لڑکے کے نام زمین انتقال نہ کرے ورنہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ اس لڑکے کی والدہ کہتی ہے کہ میں ضرور بالضرور اپنے اس لڑکے یتیم کے نام یہ زمین انتقال کرتی ہوں۔ کیا یہ لڑکا یتیم کا حق ہے یا نہیں۔ کیونکہ یہ زمین اس کے نانے کی ہے اس کی والدہ خوشی سے دیتی ہے لیکن اس کا شوہر اس کو نہیں دینے دیتا۔ پہلے اس کے شوہر نے اقرار کر دیا تھا کہ جو زمین تیری والدہ کے نام ہے یہ اپنے اس یتیم لڑکے کے نام انتقال کر دے تو۔

حفیظ اللہ ولد بہادر خان تحصیل علی پور

﴿ج﴾

والدہ زندگی میں اپنی جائیداد کی خود مالک ہے اور اس میں بیع وغیرہ ہر قسم کا تصرف کر سکتی ہے۔ زندگی میں جائیداد بیٹے کے نام منتقل کر سکتی ہے اور بیٹا اس کا مالک بن جائے گا۔ بشرطیکہ اس کو قبضہ دے دیا جائے لیکن کسی وارث کو محروم کرنے اور ضرر پہنچانے کی غرض سے تمام جائیداد کو ایک وارث کے نام ہبہ کرنا مکروہ ہے۔ البتہ بعض وارثوں کو زیادہ حصہ دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ صفر ۱۳۹۵ھ

ہبہ بشرط العوض میں رجوع شرعاً نافذ نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی محمد بخش نے ایک عورت سے شادی کی جس سے ایک لڑکا مسمی غلام قادر پیدا ہوا اس کے بعد مسمی غلام قادر کی والدہ فوت ہوگئی۔ اس کے بعد مسمی محمد بخش مذکور نے مسماۃ بخت سوائی سے شادی کی۔ بعدہ مسمی محمد بخش مذکور فوت ہوگیا اس کے بعد مسماۃ بخت سوائی کو جو ورثہ اپنے خاوند سے ملا تھا اپنے ہوش و حواس کے ساتھ مسمی غلام قادر مذکور کو ملک کر دیا اور سرکاری کاغذ میں لکھ دیا ہے کہ مسمی غلام قادر جو کہ پسر خاوند مسمی محمد بخش عمر اٹھارہ سال موجود ہے جو کہ میری بھی حقیقی والدہ کی طرح خدمت گزاری کرتا رہا ہے اس واسطے میں اپنے حصہ کا تمام جائیداد غیر منقولہ جو مجھے والد غلام قادر سے پہنچی ہے اس کی تملیک بنام غلام قادر ولد خاوند محمد بخش کر کے قبضہ کر دیا ہے اور اس کے عوض ایک گائے اور دو سو روپے مسمی غلام قادر نے دے دیا ہے اور یہ عوض سرکاری کاغذ میں نہیں لکھا ہوا اور گواہ موجود ہیں اب یہ عورت مسماۃ بخت سوائی رجوع کرنا چاہتی ہے کیا رجوع کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

شاہ علی ضلع تحصیل مظفر گڑھ

﴿ج﴾

جب عورت مذکورہ نے زمین غلام قادر کو تملیک کر دی ہے اور قبضہ بھی دے دیا ہے تملیک کامل ہوگئی چونکہ اس تملیک کے عوض میں دو سو روپیہ اور گائے لے چکی ہے اس لیے یہ رجوع کی مستحق نہیں۔ ہبہ بشرط العوض میں رجوع شرعاً نافذ نہیں اور اگر ابتداء سے وراثت کی تقسیم غلام قادر اور بیوہ مذکورہ وغیرہ ورثاء کے درمیان ہوئی بھی نہ تھی پھر تو عورت ابتداء زمین کی مالک ہی نہ تھی بلکہ جب دو گائے اور دو سو روپیہ لے کر راضی ہوگئی تو یہی اس کا حق وراثت ہے جو بطور تخارج اس کو حاصل ہو گیا۔ باقی زمین کے ساتھ عورت کا تعلق نہیں بلکہ زمین کا مالک ابتداء غلام قادر ہی ہے تو رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۸ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

ہبہ قرائن سے بھی ثابت ہوتا ہے باقاعدہ ایجاب و قبول کی ضرورت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے والد کو رقم کی ضرورت ہوئی اس نے ہماری والدہ کو کہا کہ اپنا کھوال طلائی رہن کر کے مجھے رقم لا دو۔ کھوال طلائی جو ہماری والدہ کی اپنی ملکیت تھا ہماری والدہ نے کھوال طلائی

مذکورہ بالا اپنے بھائی کے پاس رہن بعوض دو صد روپیہ رکھا اور جو دو صد روپیہ مذکور دیا گیا۔ اصل بات یہ تھی کہ درحقیقت کھنڈالہ اور دو صد روپیہ ہماری والدہ کی اپنی ملکیت تھی۔ ہماری والدہ نے کھنڈالہ اپنے بھائی کے پاس امانت رکھ کر اور خود رقم لے کر ہمارے والد کی ضرورت پوری کی لیکن ہمارے والد کو مذکورہ بالا بیان کیا تاکہ یہ دوسرے کا قرضہ سمجھ کر جلدی ادا کر سکیں۔ لیکن وہ فوت ہو گئی اور ہمارے ماموں نے جس کے پاس یہ کھنڈالہ تھا ہماری والدہ کی فوتیدگی کے بعد ہماری خالہ کو اصل قصہ بیان کیا۔ ہماری خالہ نے کھنڈالہ اپنے قبضہ میں لے لیا اور کہا کہ جب لڑکے جوان ہوں گے تو ان کو بوقت ضرورت دیا جائے گا مگر اس حقیقت کا ہمارے والد کو پتہ چل گیا۔ انہوں نے ہمارے ماموں اور ہماری خالہ کو کہا کہ کھنڈالہ مجھے کیوں نہیں دیتے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تم دوسری شادی کرو گے اور اولاد ہو گی مگر یہ کھنڈالہ ان لڑکوں کی والدہ کا ہے جب یہ جوان ہوں گے تو ہم ان کو دیں گے۔ ہمارے والد نے یقین دلایا کہ میں کوئی دوسری شادی نہیں کرنا چاہتا۔ اگر تمہیں یقین نہیں تو میرے ساتھ آؤ ہمارے والد نے ہمارے ماموں کو ساتھ لے کر ایک اسٹامپ ایسا تحریر کرایا کہ جس میں تحریر ہے کہ ایک مکان بطریق تملیک ملکیت کر دیا اور وہ اس ہماری ملکیت کو ۱۶ سال تک بانامزد۔ اس کے بعد اس نے دوسری شادی کر لی اس سے اولاد ہوئی۔ اب وہ جھگڑا کرتا ہے کہ مکان مجھے واپس دو کیونکہ میں نے اس وقت تمہیں امانت دیا تھا۔ حالانکہ ہم دونوں نابالغ تھے۔ جبکہ ہمارے والد نے مکان کو ہمارے قبضہ کیا تھا۔ اس وقت ہمارے پاس اور کچھ نہ تھا دوسرا وہ کہتا ہے کہ اس وقت مجھ پر یہ قرضہ تھا اس کے ڈر سے تمہارے نام کر دیا تھا مگر حقیقتاً قرضہ میں دوسرے دو مکان رہن تھے۔ یہ مکان رہن قرضہ سے آزاد تھا بعد میں وہ مکان قرض خواہ نے بہ معرفت عدالت اپنے قرضہ میں نیلام کرائے تھے۔ قرضہ خواہ کا عدالت نے مطالبہ ختم کر دیا تھا۔ اب وہ کافی مالدار ہے اور اپنی دوسری جائیداد سے ہمیں کچھ نہیں دینا چاہتا بلکہ وہ اپنی کچھ جائیداد دوسری اولاد اور بیوی کے نام کر چکا ہے۔ باقی نامزد کرنا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً وہ یہ مکان جو ہماری ملکیت دیا گیا تھا واپس لے سکتا ہے کیا یہ نابالغوں کے پاس امانت رکھی جا سکتی ہے۔

مندرجہ ذیل امور ایسے ہیں جن سے ان کا اس مکان کو ہمیں بخش دینا اور ہبہ کر دینا ثابت ہے۔

یہ کہ انہوں نے چار دکانیں متاجری کیں تو وہ ہمارے ہی نام سے کیں اور جب بعد از معیاد کرایہ نامہ کرایہ داروں سے لکھوائے تو وہ بھی ہمارے نام سے لکھوائے گئے اور اپنے ہی سر پر لکھوائے۔

کرایہ نامہ جو وہ ہمیشہ سے ہم سے لیتے ہیں اور کرایہ ہم اٹھا کر ان کی ضرورت پوری کرتے تھے لیکن جب ان کا اپنا کاروبار شروع ہو گیا تو ہم نے کرایہ بند کر دیا اور یہ قرضہ ہم دونوں بھائی تقسیم کرتے رہتے ہیں اور لے رہے ہیں۔

۱۹۶۳ء میں ایک ٹکڑا دکان جو کہ ہمارے ساتھ لگتا تھا اس میں ہمارے والد نے بطور سربراہ یہ مکان محدود اور بحال طرح لکھوایا کہ شمال مکان، مکان ہم دونوں بھائی جنوب مکان مالکان ہم دونوں بھائی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جواب

۱۹۳۵ سے لے کر ۱۹۸۳ء تک یہ ساتھ چلا آ رہا ہے کیا یہ مکان ان دونوں بھائیوں کی ملکیت ہے۔ جب انہوں نے دوسری شادی کی اور گھر سے علیحدہ ہوئے تو انہوں نے یہ مطالبہ کیا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اعتماد علی نے دیا تھا وہ ہبہ کر دیا تھا لہٰذا اس مکان میں دوسرا کسی شریک کا حق نہیں ہوگا۔ شامی ص ۶۸۹ ج ۵ قلت لفقد فان التسلیط بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک الخ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد صدیق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مدیر خیر المدارس ملتان

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ یہ ہبہ مشاع ہے اور جائز نہیں ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ہبہ مشاع والد کی طرف سے انہیں صغیرین کے لیے ہے اور یہ جائز ہے۔ منحۃ الخالق حاشیہ البحر الرائق جلد ۷ ص ۲۹۰ میں ہے۔ نعم اذا قلت اذا کان الولدان صغیرین تجوز الہبۃ لکون مخالفا لاطلاق المتون عدم جواز ہبۃ واحد من اثنین ولکن اذا تامل الفقیہ فی علۃ عدم الجواز علی قول الامام وہی تحقق الشیوع یجزم بتقیید کلام المتون بغیر ما اذا کان صغیرین لان الاب اذا وہب منہما تحقق القبض منہ لہما بمجرد العقد وعبارۃ البزازیۃ او صبی فی عیالہ المراد الخ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ رمضان ۱۳۹۷ھ

حالت مرض میں وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے
غیر وارث کے لیے ایک تہائی میں جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ کوئی شخص ایسے وارث کے حق میں ہبہ کر جائے کہ جس کے حصہ کی تعیین قرآن شریف میں آچکی ہو جیسے بیٹا، تو کیا از روئے شریعت یہ وارث کے حق میں ہبہ ٹھیک ہے۔ نیز ہبہ مشاع کوئی وارث شرعی کے حق میں کر جائے تو اس کے متعلق از روئے شریعت کیا حکم ہے۔

قاضی محمد [illegible]

﴿ج﴾

اگر حالت صحت میں لڑکے یا کسی دوسرے وارث یا جو غیر وارث کو زمین یا کسی دوسری چیز کا ہبہ کر دیا گیا اور اس کو قبضہ بھی دے دیا گیا تو ہبہ صحیح ہے اور اگر حالت مرض موت میں لڑکے یا کسی دوسرے وارث کے لیے ہبہ کر دیا ہے تو صحیح نہیں ہے اور غیر وارث کے لیے ایک تہائی تک صحیح ہے۔ واللہ اعلم

اگر کسی نے قرض رقم وصول کرنے کے لیے پولیس کو بھیجا اور اس نے رقم وصول کر کے خود ہضم کر لی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے کسی شخص سے پیسے دینے تھے۔ پھر پیسے لینے والے نے پولیس میں اطلاع دے دی۔ پولیس والے نے رقم لے کر خود ہضم کر لی تھی جس کی رقم دینی تھی اسے نہ دی۔ پولیس والا تبدیل ہو کر چلا گیا۔ پھر دوبارہ رقم لینے والا شخص مقروض سے رقم طلب کرتا ہے۔ اس حالت میں رقم مقروض کو ادا کرنی پڑے گی یا نہ۔

المستفتی صوفی اللہ یار صاحب [illegible] تحصیل و ضلع ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر پیسے لینے والے نے پولیس کو اپنی طرف سے وکیل بنایا ہے رقم وصول کرنے کے لیے تب تو دوبارہ اس کا حق نہیں کہ وصول کرے۔ اور اگر پیسے ادا کرنے کے لیے پولیس کو حوالہ کر دی ہے تو یہ رقم (قرض دینے والے) مقروض کے ذمے باقی رہے گی۔ واللہ اعلم

محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
[illegible]

قرض دہندہ فوت ہو گیا اور قرض رقم پر بیوی ذاتی مال کا اور لڑکے وراثت کا دعویٰ کر رہے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک شخص مسمی [illegible] سے تجارتی کاروبار کے لیے تین ہزار روپیہ لیا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو یہ رقم نکال کر دے دو۔ تو اس کی بیوی نے مجھے روپیہ نکال کر دے دیا۔ کچھ دنوں بعد میں نے اس سے کہا کہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے خدانخواستہ اگر تیری موت واقع ہو جائے تو یہ رقم

میں کس کو دوں۔ تو اس شخص نے کہا کہ یہ رقم میری بیوی کو دے دینا۔ قضاء الٰہی سے یہ شخص تقریباً عرصہ دو سال سے فوت ہو گیا۔ اس کی موت کے وقت ورثہ میں ایک زوجہ، بیٹی، بہو، بیٹا، بھائی، بہن زندہ تھے۔

پھر تقریباً ایک سال کے بعد اس کا بیٹا فوت ہو گیا۔ جو کہ اپنی ایک زوجہ چھوڑ گیا۔ اب اس کے فوت شدہ بیٹے کی زوجہ کہتی ہے کہ مجھے اس رقم سے میرا شرعی حصہ دیا جائے اور اس کا دوسرا زندہ بیٹا بھی کہتا ہے کہ مجھے اس سے میرا شرعی حصہ دیا جائے اور شہسوار کی زوجہ کہتی ہے کہ یہ ساری رقم مجھے دے دی جائے اور کسی کا بھی اس میں حق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ رقم میرے پہلے خاوند کی تھی، میں اپنے ساتھ لائی تھی۔ ان نے اس رقم میں کسی کا حق نہیں ہے۔ مگر شہسوار کی زوجہ کے پاس سوائے قسم کھانے کے اور کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ رقم وہ پہلے خاوند سے لائی تھی۔ ادھر اس کا بیٹا اور فوت شدہ بیٹے کی زوجہ دونوں کہتے ہیں کہ یہ رقم شہسوار کی ہے۔ لہٰذا ہم کو اپنا اپنا حصہ ملنا چاہیے۔ شرعی طور پر اس رقم کی تقسیم کا حل بیان فرمائیں۔
اس شہسوار سے ایک ورثہ شمس الدین نے بھی رقم لی تھی تو اسے شہسوار نے ڈاک خانہ سے نکلوا کر دی تھی۔
نوٹ: میری اور شمس الدین کی رقم پر ان لوگوں کا ایک جیسا بیان ہے کہ شہسوار کی زوجہ یہ دونوں رقمیں اپنی ذاتی بتاتی ہے اور اس کا بیٹا بھی کہتا ہے کہ یہ رقمیں شہسوار کی تھیں۔

﴿ج﴾

ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم شہسوار متوفی کی ہے۔ اس کی بیوی اس رقم کا دعویٰ رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کے اوپر بینہ (دو عادل گواہ) پیش کرنا ہوں گے اور شہسوار کا بیٹا اور بہو منکر ہیں ان پر قسم آئے گی۔ لہٰذا حاکم مسلمان کے پاس یہ عورت (شہسوار کی بیوی) دعویٰ دائر کرے یا آپس میں شہسوار کی بیوی اور اس کے ورثہ ایک دو دیندار عالم آدمیوں کو اس مقدمہ کے تصفیہ کے لیے حکم (ثالث) مقرر فرمائیں اور شہسوار کی بیوی صحیح دعویٰ کے بعد اپنے گواہ پیش کرے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کا بیٹا اور بہو یہ قسم کھالیں کہ ہمارے علم میں یہ مال اور یہ رقم شہسوار کی اس بیوی کی ذاتی نہیں۔ قسم اٹھانے کے بعد ورثہ کے حق میں فیصلہ صادر کیا جائے اور اپنے حصوں کے مطابق سے تقسیم کر دیا جائے اور گواہ پیش کرنے کی صورت نیز ان باقی وارثوں کے قسم علی العلم اٹھانے سے انکار کی صورت میں شہسوار کی بیوی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا جائے۔ فیصلہ کنندہ حضرات دونوں فریق کے بیانات سننے کے بعد حالات وقرائن کو بھی دیکھیں کہ واقعی عورت پہلے خاوند سے مال لائی تھی۔ نیز شہسوار کی مالی حالت کیسی تھی اور جو فریق حق پر معلوم ہو اس کے مخالف فریق کو سمجھائیں اور جھگڑا ختم کرنے کی کوشش کریں اور ناحق دوسرے کا مال کھانے سے ڈرائیں اور اگر کوئی فریق جھگڑا اور دعویٰ نہ چھوڑے تو جواب مذکورہ بالا کے مطابق فیصلہ کریں۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

مکیلات اور موزونات کا قرض دینا جائز نہیں ہے

گندم قرض لے کر فصل کٹائی کے بعد واپس کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) قرض صرف جنس کی شکل میں لیا جا سکتا ہے یا کہ صرف نقدی

(۲) کچھ عرصہ کے لیے کوئی جنس یا کوئی چیز ادھار لے سکتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہی جنس یا چیز اپنے پاس دستیاب ہونے پر واپس کر سکتا ہے۔ مثلاً بچاکھی میں گندم ادھار لی اور باڑی آنے پر گندم کی گندم واپس کر دی۔ کچھ عرصہ سے مراد کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کی صورت چاہتا ہے۔

چوہدری رحمت علی

﴿ج﴾

مکیلات اور موزونات اور عددی متقارب کا قرض لینا دینا جائز ہے۔ یعنی جو چیزیں ایسی ہوں کہ اسی طرح کی چیز آپ واپس دے سکتے ہیں تو اس کا قرض لینا درست ہے۔

لہٰذا انڈے، گوشت وغیرہ قسم کی چیزوں کا قرض لینا جائز ہے۔ **قال فی التنویر فی فصل فی القرض ص ۱۶۲ ج ۵ وصح فی مثلی لا فی غیرہ، وفی الشامیۃ (قولہ فی مثلی) کالمکیل والموزون والمعدود المتقارب کالجوز والبیض والحاصل ان المثلی ما لا تتفاوت آحادہ ای تفاوتا تختلف بہ القیمۃ فان نحو الجوز تتفاوت آحادہ تفاوتا یسیرا الخ۔**

(۲) جائز ہے۔ واپسی کی مدت متعین ہونی چاہیے اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ شوال ۱۴۰۱ھ

کسی رشتہ دار کو بطور امداد جو رقم دے دی وہ بظاہر قرض ہے لہٰذا اس پر نفع جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرا ایک بھائی ہے وہ یتیم ہے۔ اس کے نام ایک دکان منتقل ہوئی ہے۔ اس کے پاس اس کی رقم ادا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں خود اس دکان پر کام کرتا ہوں۔ کچھ رقم اپنے پاس سے اور

کچھ رقم بچی تھی جو داری پر داخل خزانہ کی ہے۔ اس دکان کے بارے میں میری اپنی رقم صرف آتی ہی تھی جتنی کہ میں نے ادا کرنی ہے۔ آیا اس دکان سے کسی قسم کا فائدہ اٹھا سکتا ہوں یا کہ نہیں۔

(۱) میں اور میرا بھائی آپس میں شریک کار رہیں تو اپنا منافع کس طرح تقسیم کریں۔

(۲) اگر اس دکان کو کسی اور آدمی کے ہاتھ کرایہ پر دے دیا تو اس کرایہ سے میں کچھ فائدہ حاصل کر سکتا ہوں یا نہیں۔

فقط ۱۸-۱-۷۰ محمد شریف

﴿ج﴾

بظاہر یہ رقم آپ نے بھائی کو بطور امداد کے قرض دی ہے۔ اس لیے اس کے عوض دکان سے فائدہ اٹھانا کسی صورت سے خواہ کرایہ سے کیوں نہ ہو جائز نہ ہوگا۔ آپ کی شراکت کس طرح ہے اس کی تفصیل معلوم ہونے پر حکم بتایا جا سکتا ہے۔ بہر حال اگر شرکت جائز ہے تو شراکت نامہ میں طے شدہ طریقہ سے نفع تقسیم ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲۴ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ

اگر مقروض ثالث کے روبرو حلف اٹھا کر قرض سے انکار کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر کے درمیان کچھ عرصہ سے دین کے متعلق جھگڑا چلا آ رہا تھا۔ ہر دو فریقین نے فیصلہ کرانے کے متعلق ایک ثالث مقرر کیا اور ثالثی نامہ حسب ضابطہ لکھ دیا۔ جس میں تحریر تھا کہ جو فیصلہ ثالث کریں گے ہم فریقین کو منظور ہوگا۔ ثالث مذکور نے ہر دو فریق کے بیانات لیے مگر کسی قطعی فیصلہ تک نہ پہنچے۔ آخر کار بکر مقروض سے حلف اٹھوانے کو کہا جس پر زید قرض خواہ نے اعتراض کیا کہ میں اس سے نہ اٹھواؤں گا۔ ثالث نے کہا کہ اگر تم بکر کو حلف اٹھوانے نہیں دیتے تو تم خود حلف اٹھاؤ لیکن زید کو قرض خواہ نے بھی منظور نہ کیا۔ ثالث نے بکر مقروض کو حلف اٹھوائی جس میں اس نے کہا کہ حلفاً کہتا ہوں کہ میرا کوئی دین بذمہ زید قرض خواہ کے نہیں ہے۔ اس پر قرض خواہ نے اقرار کیا کہ جو دعویٰ عدالت میں برخلاف بکر مقروض کے دائر کر رکھا ہے اس کے متعلق میں راضی نامہ داخل کر دوں گا۔ مگر بعد میں زید قرض خواہ نے راضی نامہ داخل نہ کیا اور اپنے اس اقرار سے منحرف ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اندریں صورت مقروض کی حلف درست ہے یا نہ۔ جبکہ ثالث مذکور نے حلف اٹھوائی ہے۔

مرسلہ جمعراتی سلطان محمود ولد شاہ دولت سلطان تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر وارث نے مقروض سے قرض خواہ کے کہنے پر حلف اٹھوایا ہے تو مقروض قرض سے حلف اٹھانے کے بعد بری ہو گیا اور اس کے خلاف اب قرض خواہ دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر اس کی مرضی کے بغیر اٹھوایا ہے تو حلف کا اعتبار نہیں کیونکہ قرض خواہ نے حلف نہیں اٹھوایا اس لیے اس کا دعویٰ جاری ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

اگر باپ بیٹے کا قرضہ اتار کر فوت ہو جائے تو وہ تمام ورثاء میں تقسیم کی جائے گی یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی علی محمد متوفی کی بیوی ساجدہ بی بی علی محمد مرحوم کی زندگی میں بقضائے الٰہی فوت ہو چکی ہے۔ علی محمد کے ساجدہ سے غلام فرید، محمد بشیر، آمنہ بی بی تولد شدہ ہیں۔ مسماۃ فضل بی بی متوفی کی دوسری بیوی ہے۔ علی محمد کو حصہ وراثت ساجدہ بی بی مبلغ ایک ہزار روپے وصول ہوا جو کہ علی محمد متوفی نے غلام فرید کی شادی کا قرضہ اتارا۔ علاوہ ازیں آمنہ بی بی کی شادی وغیرہ خود علی محمد نے کی تھی۔ محمد بشیر نے بھی اپنی شادی از زر خود کی تھی۔ طلب امر یہ ہے کہ رقم مذکورہ جو کہ بذمہ غلام فرید ہے اس کے شرعی حصص کیا ہیں۔ نیز فضل بی بی بھی وراثت ساجدہ کی حقدار بنتی ہے یا نہیں؟

حاجی بشیر محمد ولد علی محمد قدیر آباد ملتان

﴿ج﴾

اگر علی محمد نے یہ رقم اپنے بیٹے کو بطور قرض دی ہو یا اس کے حکم سے اس شرط پر قرضہ ادا کیا کہ بعد میں غلام فرید یہ رقم اپنے باپ کو ادا کرے گا پھر تو یہ قرض شمار ہوگا اور اس میں وراثت کے مطابق حصص جاری ہوں گے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا اور اپنے بیٹے کا قرضہ ادا کر دیا تو یہ بیٹے کے ساتھ تبرع و احسان ہے اور کسی وارث کو ان سے حصہ کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر ۱۳۹۹ھ

وہ ایک مکان ہے میرے گیارہ بچے ہیں اور ایک سر چھپانے کا آسرا ہے۔ میں غربت کی وجہ سے بھائی کی رقم ایک سال میں ادا نہ کر سکا کوشش کے بعد میں اب ایک ہزار روپیہ جمع کر چکا ہوں۔ اب میں بھائی جان کا قرضہ ادا کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ اس بات پر مصر ہیں کہ میں وعدہ پر رقم ادا نہ کرنے سے کوتاہی کر چکا ہوں میں اپنی غلطی پر معافی کا طلبگار بھی ہوں لیکن وہ فرماتے ہیں کہ میں اب چھ ہزار روپے لوں گا کیونکہ اب میرے حصہ کی قیمت چھ ہزار ہوتی ہے لیکن پہلے ۱۲ فروری ۱۹۷۰ء کو وہ ایک ہزار روپیہ میں رجسٹری کر چکے ہیں وہ ایک ہزار روپیہ قرضہ میں ہی ادا کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمایا جائے کہ میں اپنا سابقہ قرضہ ایک ہزار روپیہ دوں یا چھ ہزار روپیہ۔

علاؤ الدین ولد میاں محمد دین دہلی گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر واقعی بھائی صاحب نے اس کا حصہ ۱۰۰۰/ ایک ہزار روپیہ میں باقاعدہ بیع کی صورت میں خرید لیا ہے اور قرضہ کی ادائیگی میں ایک سال کی مہلت تھی تو اس میں اگر کوتاہی ہوئی اور کئی سال گزر گئے پھر بھی شرعاً ایک ہزار روپیہ کی ادائیگی لازم ہے۔ ایک ہزار سے زیادہ کا مطالبہ شرعاً حرام ہے اور سب کے لیے رقم لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ رجب ۱۳۹۶ھ

سعودی ریال قرضہ میں دیے تو پاکستان میں ادائیگی کی کیا صورت ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سعودی عرب میں پاکستانی روپیہ کی قیمت آٹھ آنے ہے۔ (یعنی نصف ریال ہے) ایک شخص پاکستانی عرب میں ۵۰۰ ریال بطور قرض کسی سے لیتا ہے اور وہ رقم پاکستان آ کر واپس کرنا چاہتا ہے۔ جب رقم قرض لی تھی تو پاکستان میں آ کر دینے کی صورت اصل رقم ریال سے دگنی رقم پاکستانی سکہ دینے کا عہد ہوا تھا۔ آیا یہ لین دین شرعاً جائز ہے۔ ۵۰۰ ریال کے عوض کتنے روپے دے۔

المستفتی حاجی محمد صاحب

﴿ج﴾

قرض دہندہ کا اس شخص کے ذمہ ۵۰۰ ریال سعودی واجب ہوتا ہے۔ ریال کی صورت میں اگر ادا کرنا چاہتا ہے تو ۵۰۰ ریال ہی ادا کرے گا اور اس کے عوض پاکستانی روپیہ دینا چاہے تو جانبین کی رضامندی سے جو روپیہ پاکستانی دے سکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

واگر زید نے یہ رقم بطور قرضِ حسنہ بکر کو دی تھی تو بکر پر لازم ہے کہ اس کی ادائیگی کرے اور اگر بکر ادائیگی کا مدعی ہے اور اس کے پاس ادائیگی پر دو دیندار گواہ نہیں ہیں تب بھی بکر کے حلف پر فیصلہ ہوگا حلف سے انکار کرنے پر فیصلہ بکر کے خلاف ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

کسی کو قرض رقم دے کر اس کی دکان کرایہ پر لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اپنی ایک دکان جس کا کرایہ مارکیٹ کے لحاظ سے مبلغ پچاس روپے ماہوار ہے۔ اپنی مرضی سے بکر کو پانچ سال کی مدت کے لیے دس روپے ماہوار کرایہ پر دیتا ہے اور مبلغ تین ہزار روپیہ بطور پیشگی مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ مقررہ مدت کے بعد جب میں اپنی دکان خالی کراؤں گا تو مبلغ تین ہزار روپیہ جو کہ میں بطور پیشگی لے رہا ہوں اس میں سے پانچ سال کا کرایہ بحساب دس روپے ماہوار منہا کر کے بقایا رقم واپس کردوں گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ صورت جائز ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر کا زید کو تین ہزار روپیہ پیشگی بطور قرض دے کر پچاس روپیہ ماہوار کرایہ کی دکان میں دس روپیہ ماہوار کرایہ کے حساب سے لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرض سے نفع حاصل کرنا ہے اور قرض پر نفع حاصل کرنا ناجائز اور سود ہے۔ کما فی الهدایہ کتاب الحوالہ ص ۱۳۱ ج ۳ نهی الرسول علیہ السلام عن قرض جر نفعا. واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ

قرض خواہ نے اگر مقروض سے قرض وصول کرنے کی نیت سے ایسی چیز خرید لی جس کی قیمت قرض سے زیادہ ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کسی بکر کے مبلغ پچیس روپے دینے تھے۔ مگر وعدہ میں کچھ لیت و

طلب ہوتا رہا۔ بعد ازاں مسمی زید کے پاس ایک سائیکل تھا بکر اس سائیکل کا خریدار ہو گیا تو اس سائیکل کی قیمت مبلغ پچھتر روپے ہوئی تو بکر نے مسمی زید کو بقایا رقم چند دن کے بعد دینے کا وعدہ کیا۔ جب مسمی زید رقم لینے گیا تو بکر نے جواب میں کہا کہ میں نے اپنی رقم وصول کرنے کی وجہ سے میں سائیکل خرید لیا۔ اب تم میری رقم پچیس روپے واپس دے دو اور میں سائیکل واپس کر دوں گا۔ درحقیقت میں سائیکل اور نہ رقم دوں گا۔ نیز یہ بھی عرض خدمت ہے کہ بکر نے سائیکل کو استعمال کیا۔ یہ استعمال کرنا اس کے لیے جائز تھا یا نہ اور اگر جائز نہ تھا تو اس کا کیا جرمانہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مسمی زید اب سائیکل کا حقدار ہے یا بقایا پچاس روپے کا۔ مفصلاً تحریر فرمائیں۔

مستفتی عبد الملک مکی معرفت ضلع مظفرگڑھ براستہ کوٹ سلطان بمقام بکھری احمد خان

﴿ج﴾

جب بکر نے زید سے اس کی سائیکل مبلغ پچھتر روپے میں خرید لی اور باقاعدہ ایجاب وقبول کر کے سودا کر لیا گیا تو اب بکر زید کی مرضی کے بغیر سائیکل واپس نہیں کر سکتا اور نہ بیع توڑ سکتا ہے۔ باقی زید کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی رقم وصول کرنے کی وجہ کر میں سائیکل خریدی تو اس سے سودا کے پورا ہونے میں کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا۔ پچیس روپے رکھ لے اور بقایا پچاس روپیہ ادا کر دے اور اگر رضامندی کے ساتھ بیع کو واپس کرنا چاہتے ہیں تو جرمانہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۳ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

اینٹیں قرض لیتے وقت کرایہ مقرض نے دیا تھا واپسی پر کرایہ کس کے ذمہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی مسمی اللہ بخش نے زید نامی شخص کو خشت پختہ بطور قرض دی تھی لیکن وہ خشت پختہ شہر سے تقریباً دو میل دور تھیں جس کا کرایہ مسمی زید نے ادا کیا تھا۔ اب اللہ بخش ان سے خشت پختہ مذکورہ واپس لینا چاہتا ہے اور زید بھی ادا کرنا چاہتا ہے لیکن نزاع اس بات میں ہے کہ زید جو اللہ بخش کو خشت پختہ ادا کرنا چاہتا ہے ان کا کرایہ اللہ بخش ادا کرے یا زید جبکہ قرض دینے کے وقت اللہ بخش نے کہا تھا کہ میں خشت شہر میں لوں گا۔ نیز زید کو اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ شہر میں یا باہر اور نہ اس بات کا ذکر ہوا تھا۔ نیز اللہ بخش کہتا ہے کہ میں نے یہ خشت مذکورہ اس لیے پہنچائی تھی کہ کرایہ ادا کرنے سے بچ جاؤں۔ بینوا توجروا

سعید احمد چھٹی زیریں ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اللہ بخش کا لالچ کرنا جائز نہیں۔ یہ سود بن جائے گا جو کہ حرام ہے۔ ہر قرض جس پر منفعت لی جائے وہ ربوا (سود) بن جاتا ہے۔ خشت مذکور کو بھٹے سے لانے کا کرایہ اللہ بخش نے دینا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مقروض کو قرض دیتے وقت کوئی تیسرا ضامن بنا ہو تو اس سے مطالبہ درست ہے محض موجود ہونا کافی نہیں

﴿س﴾

زید اور بکر دو دوست ہیں ایک ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ زید دکانداری کرتا ہے اور بکر ملازمت۔ بکر کا ایک دوست عمر جس کے ساتھ بکر کے کل دو ماہ سے تعلقات ہیں۔ پہلے سے کچھ واقفیت نہیں کر لیا ہے عمر بکر کے پاس دو تین خط لکھتا ہے۔ عمر دوسری جگہ کہیں رہتا ہے۔ خط لکھتا ہے کہ مجھے ایک آٹا پیسنے کی مشین الاٹ کرائی ہے جس پر درست کرانے کے تقریباً دو ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ یہ رقم آپ دے دیں میں ادا کر دوں گا۔ بکر جواب دیتا ہے کہ میرا بھی گزارہ مشکل سے چلتا ہے۔ اسی اثنا میں عمر بکر کے پاس ملنے کے لیے آجاتا ہے اور رقم کے لیے پھر کہتا ہے مگر بکر پھر وہی جواب دے دیتا ہے۔ اسی اثنا میں بکر اپنے دوست زید سے بھی اس بات کا ذکر کرتا ہے اور زید اور عمر کی ملاقات کراتا ہے۔ زید عمر سے خوب باتیں کر کے اس چیز کے متعلق واقفیت کرتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے کہ میں اس چیز کا واقف نہیں اور میں وہاں کام نہیں کر سکتا۔ آپ کام کر سکتے ہیں تو رقم میں ادا کر دوں گا۔ اس کے بعد زید ۲ ہزار روپے رقم بکر کو دیتا ہے۔ تو تم وہاں جا کر لینے دینے کا فیصلہ کر آؤ اور اس کو ملازمت سے تین دن کی چھٹی خود دلاتے ہیں تو بکر جس شخص کے ساتھ مشین کا سودا کرتا ہے وہ وہاں نہ ملا۔ بکر تین دن ٹھہر کر واپس گھر آ گیا۔ رقم عمر کو دے آیا۔ عمر نے کہا کہ اس کے ساتھ میں خود فیصلہ کر لوں گا۔ عمر نے اس میں سے کچھ رقم مالک کو دے دی جس کے نام پہلے اس مشین کی الاٹمنٹ تھی اور کچھ رقم اس کی مرمت پر لگائی اور اس سے ایک عدالتی اسٹامپ ساڑھے بارہ روپے کا اشٹام [illegible] جس میں ایک حصہ زید کا ایک بکر کا اور ایک اپنا اور ایک حصہ الاٹمنٹ والے کا لکھوایا۔ اس رقم کا مشورہ پہلے طے نہیں ہوا تھا اور نہ رقم دیتے وقت کوئی شرط طے ہوئی تھی۔ اس کے بعد جب اس تحریر کا پتہ چلتا ہے تو زید بکر کو مجبور کرتا ہے کہ تم اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے کر وہاں جاؤ کیونکہ اب تو تمہارا حصہ بھی لکھا گیا ہے۔ بکر ملازمت سے استعفیٰ دے کر وہاں پہنچتا ہے اندازہ کے بعد اسے معلوم ہوتا ہے کہ لگی ہوئی رقم بھی وصول نہ ہوگی۔ تو وہ فروخت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ لگی ہوئی رقم مل جائے وہ تمام حقیقت کی اطلاع زید کو دیتا ہے۔ تو

اس طرح تین دفعہ بکر نے زید کو اطلاع دی بلکہ ایک دفعہ خود اس مقصد کے لیے زید کے پاس پہنچا مگر زید راضی نہ ہوا۔ بکر جب اپنی تمام کوشش کر چکا اور پھر چپ ہو کر ایک سال میں ۶۰۰ روپے بچا کر مالک رقم زید کی خدمت میں بھیج دیے مگر چوتھے حصہ دار نے پولیس بلا کر مشین پر قبضہ کر لیا۔ عمر وہاں سے بھاگ گیا بکر کو اور بکر کے والد کو پولیس نے جیل بھیج دیا۔ کیونکہ وہ ان غنڈوں کا سردار تھا اور پولیس ان کی اپنی تھی۔ ان غنڈوں نے بکر کے گھر کا سامان لوٹ لیا۔ اب زید ۵ سال کے بعد بکر کو کہتا ہے کہ میری پوری کی پوری رقم دے دو کیونکہ میں عمر کو نہیں جانتا تھا۔ اب شریعت میں بکر تمام رقم دینے کا حقدار ہے فیصلہ کیا ہے۔

﴿ج﴾

جب زید نے رقم عمر کو دی ہے تو بکر کے ذمہ ادا کرنا واجب نہیں۔ جب تک یہ اس کا ضامن نہ ہوا ہو اور اگر دونوں کو بالخصوص قرض دیا ہے تو بکر سے اپنے حصہ کا لے سکتا ہے۔ زیادہ نہیں لے سکتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ

قرض رقم کی ادائیگی مقروض پر واجب ہے نہ کہ اس کے کسی اور رشتہ دار پر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی دلشاد خان ولد اللہ داد خان کم عقل، جواری، فضول خرچ قسم کا آدمی ہے۔ مسمی مذکور نے مذکورہ اوصاف کی بنا پر ایک شخص مسمی لعل خان ککھی المعروف بادشاہ سے اڑھائی ہزار روپیہ قرض لیا اور لعل خان سے کہا کہ مجھے ایک اونٹ باقی غلہ وغیرہ بعوض رقم دوں گا لیکن دل شاد خان سے یہ دو اڑھائی ہزار روپیہ کسی طرح ادا نہ ہو سکا تو لوگوں سے مخفی طور پر اپنے قرض خواہ لعل خان کو اپنی زوجہ مسماۃ مہربانی کی طلاق دے کر ادائیگی قرضہ کا اشارہ بھی کر لیا۔ آپس میں دونوں نے جب یہ معاملہ مخفی طور پر کر لیا تو دلشاد خان نصف رات کے قریب جب گھر آیا تو اپنی بیوی زوجہ مسماۃ مہربانی سے کہا کہ تیری فلاں بہن بیمار ہے اب اسی وقت ان کے ہاں جانا ہے۔ آپ یہ نے اپنی بیوی کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔ مگر ان کی ہمشیرہ کے گھر پہنچنے کے لیے ایک نالہ یعنی دریا پر سے بذریعہ کشتی گزرنا پڑتا ہے جب کشتی پر پہنچے تو ملاح نہیں تھا بیوی کو کہتا ہے یہاں جنگل ہے اور پھر رات کا وقت اکیلے نہ بیٹھے دونوں میاں بیوی ملاح کے گھر جاتے ہیں۔ یہ کہ اس کو بلا لیں اور یہ کشتی ملاح قرض خواہ لعل خان ککھی کی ہے۔ اس بہانے سے رات کے وقت دل شاد خان مذکور اپنی بیوی مسماۃ مہربانی اپنے قرض خواہ لعل خان کے حوالے کر دیتا ہے۔ جبکہ طلاق اس سے پہلے لعل خان کے حوالے کر چکا تھا۔ اس واقعہ ہو چکنے کے بعد مسماۃ مہربانی کے والد ...خان کو پتہ چلا تو وہ اپنی لڑکی مہربانی کو چھڑا کر اپنے گھر لے آیا۔ قرض خواہ لعل خان کہتا ہے کہ دلشاد خان نے تو اپنی بیوی کا طلاق دے دیا ہے کہ میرا قرضہ ادا کر دیا ہے لیکن لڑکی کا

باپ جب اپنی لڑکی اٹھا کر لے گیا ہے تو اب مہر و قرضہ بھی مسماۃ مہربانو کا باپ امیت خان ادا کرے تو قابل دریافت بات یہ ہے کہ قرض خواہ اصل خان اپنے قرض کا مطالبہ دل شاد خان سے کر سکتا ہے یا لڑکی کے باپ سے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔

کیا اس طرح آزاد عورت کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہ۔

عبدالملک خطیب جامع مسجد احمد خان تحصیل و ضلع مظفرگڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اصل خان کا قرضہ دل شاد خان کے ذمہ ہے اور وہ دلشاد خان سے قرضہ کا مطالبہ کرے گا۔ امیت خان سے وہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔ دل شاد خان نے اگر واقعی طلاق زبانی دی ہے تو اس کی منکوحہ مطلقہ ہو چکی ہے اور عدت کے بعد اس کی مرضی سے دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ اس عورت کے ساتھ اب مطلق حق دار دل شاد خان کسی کا کوئی تعلق نہیں۔ صحت واقعہ کی ذمہ داری سائل پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲؍ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

جب کسی کو اپنی زمین پر دکان بنانے کی اجازت دے دی اور بوقت ضرورت واپسی کی بھی بات ہوئی لیکن کرایہ کی بات نہ ہوئی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو کہا کہ تمہارے مکان کے ساتھ ایک سفید ٹکڑا زمین ہے۔ اس پر ہم ایک دکان تعمیر کرتے ہیں تاکہ اپنا کاروبار شروع کریں اور آپ کو جب ضرورت ہوگی ہم خالی کر دیں گے۔ عمرو نے کہا یہاں میرا ملبہ یعنی چھت کا سامان اور دروازہ موجود ہے۔ میں بنیادی خرچ مستری کی مزدوری کا آنے کا خود برداشت کروں اور تعمیر کرو اور جب مجھے دکان ضرورت ہوئی تو خالی کر دو گے۔ چنانچہ زید نے دکان تعمیر کر کے اور عمرو کا مکان بھی چوکیداری کی اجازت جس میں دو کمرے اور تقریباً ایک کنال کی صحن عرصہ اڑھائی سال سے استعمال کرتے رہے عمرو نے سمجھا کہ دکان کو ضرورت میں خرچ لگا کر خود برداشت کریں گے اور جب مجھے ضرورت ہوئی خالی کر دیں گے۔ اس وقت کرایہ کا کوئی سوال نہیں ہوا کہ میں اتنا کرایہ لوں گا۔ اب اڑھائی سال کے بعد عمرو نے کہا کہ مجھے اپنی دکان اور مکان کی خود ضرورت ہے۔ خالی کر دو تو زید کہتا ہے کہ دکان مذکور پر میں نے تین سو روپیہ خرچ کیا ہے۔ وہ ادا کرو تو خالی کرتے ہیں۔ کیونکہ تم نے یہ قول کیا تھا کہ جب دکان واپس لو گے تو دکان کا خرچہ تین صد روپیہ دو گے۔ عمرو کہتا ہے کہ اڑھائی سال دکان اور

سے نفع لے سکتا ہے حالانکہ اس نے تجارت نہیں کی ہے یا نفع نہیں لے سکتا ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یعنی زید کی رضامندی کی صورت میں بھی نفع نہیں لے سکتا اور عدم رضامندی کی صورت میں بھی یا فقط عدم رضامندی کی صورت میں نفع نہیں لے سکتا اور رضا کی صورت میں لے سکتا ہے۔ بینوا توجروا

مستفتی محمد یوسف زمر الاقبال ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

عمرو نے جب زید کو اس شرط پر رقم دی کہ زید اس سے تجارت کرے گا اور منافع نصف و نصف تقسیم کریں گے تو اب جبکہ زید نے اس رقم کو اس معاملہ میں نہیں لگایا بلکہ اپنے ذاتی کاروبار میں خرچ کیا جیسا کہ جانبین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ رقم جس وقت سے زید نے اپنے ذاتی کاروبار میں خرچ کی اس وقت سے رقم زید کے ذمہ قرض ہو گئی۔ اب عمرو زید سے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے منافع بتراضی اور یا بدون تراضی لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ شعبان ۱۳۹۰ھ

غیر مسلم کی قرض رقم کیسے ادا کی جائے جب کہ اس سے رابطہ ممکن نہ ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بکر کا ایک ہندو سے جبکہ وہ ہندوستان میں تھا تجارتی کاروبار میں ہزاروں کا لین دین تھا لیکن پاکستان بن جانے کے بعد بکر ترک وطن کر کے پاکستان چلا آیا اور ہندو وہیں ہندوستان رہ گیا۔ بکر کے ذمہ ہندو کی کچھ رقم واجب الادا تھی۔ شروع شروع میں بکر کی حالت بہت خراب تھی وہ رقم ادا کرنے کے قابل نہ تھا۔ مگر اب بفضل خدا اس کی حالت بہتر ہو گئی تو اب وہ چاہتا ہے کہ حقوق العباد کے ماتحت وہ اس ہندو کا قرضہ ادا کر دے مگر رقم کسی صورت سے بھی ہندوستان نہیں جا سکتی۔ براہ کرم تحریر فرمائیں کہ اب بکر کیا کرے جس کے باعث وہ حقوق العباد کے تحت ہندو کا حق ادا کرے۔ قیامت کے دن کے مواخذہ سے بچ سکے۔ زید کی بھی ایسی ہی صورت ہے۔ مگر وہ آتے وقت اپنے قرض خواہ کے پاس بطور امانت کچھ زیورات یا چھ پارچہ جات رکھ آیا تھا مگر یہ کہہ کر نہیں آیا تھا کہ یہ چیزیں اس قرض کا بدل ہیں۔ اب اس نے سنا ہے کہ ہندو نے وہ چیزیں اپنے استعمال میں لا کر بغیر زید کی مرضی اور مشورہ کے ختم بھی کر دی ہیں یا زیر استعمال ہیں۔ اب زید بھی چاہتا ہے کہ میں اپنے قرض خواہ کا قرضہ چکا دوں مگر وہی مجبوریاں اس کو حائل ہیں جو بکر کو ہیں۔ یعنی نہ کسی کی آمد و رفت آنا جانا یا خود آنا جانا۔

السائل حاجی رفیع الدین دکاندار نشاط روڈ ملتان
یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

﴿ج﴾

اس صورت میں بکر کسی طریقہ سے قرض خواہ کو رقم پہنچا سکتا ہے تو پہنچا دے اور اگر اس کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اس سے بذریعہ خط و کتابت پوچھ لے کہ تیری رقم کو کیا کروں۔ اگر وہ پاکستان میں بھی کسی کو اپنا وکیل بنا لے تو پاکستان میں اس کے وکیل کو رقم دے دی جائے یا اگر اس کی کوئی چیز طلب کرے تو ایسی کوئی چیز اس سے خرید کر کے پارسل کر دے۔ جو اس کے قرضہ کے مساوی قیمت والی ہو۔ زید بھی خط و کتابت سے اس سے معاملہ صاف کر دے کہ تیرا قرضہ اتنا میرے ذمہ ہے اور میرا مال اتنا تیرے پاس ہے اگر مساوی ہو تو دونوں معاف کر دیں۔ لینے دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر کسی کی رقم زیادہ ہو تو مندرجہ بالا صورت سے ایک دوسرے کو پہنچا دی جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسی رشتہ دار کو اس نیت سے زمین ہبہ کرنا کہ وہ نمبردار بن جائے پھر واپس کر دے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سائل نے اپنے عزیز رشتہ دار کے نام جو جائیداد زرعی اس واسطے ہبہ کر دی کہ وہ نمبردار بن جائے۔ کیونکہ اس کی اپنی زرعی جائیداد تھوڑی تھی۔ اس نے استدعا کی کہ اگر سائل اس کے نام ہبہ راضی کر دے تو وہ نمبرداری حاصل کرنے کے بعد واپس کر دے گا۔ اب عرصہ چھتیس سال ہو چکے ہیں اس نے واپس نہیں کی۔ بیت ولعل سے کام لیتا رہا ہے۔ اندریں حالات شرعاً سائل اراضی واپس کرنے کا مجاز ہے یا نہیں۔

واحد بخش ولد محمد بخش تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال یہ ہبہ نہیں بلکہ عاریت ہے۔ جس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ شعبان ۱۳۹۷ھ

مزروعہ زمین کو ہبہ کرنے سے متعلق متعدد سوال جواب

﴿س﴾

(۱) جس زمین کی فصل ابھی تک تیار نہ ہو کیونکہ مزارع کا قبضہ فصل کے تیار ہونے تک موجود ہو۔ ایسے مزارع کو شرعاً کس طریقہ سے بے دخل کیا جا سکتا ہے تاکہ مالک اپنی زمین زیر کاشت بذریعہ مزارع کا ہبہ جب چاہے کر سکے۔

(۲) ۴۷ء کے انتقال کے وقت جن قطعات کا ہبہ کیا گیا تو ان قطعات کا کچھ حصہ مزروعہ یا بیشتر حصہ بوجہ عدم وسائل آبپاشی و بنجر وغیرہ غیر مزروعہ تھا۔ لہٰذا غیر مزروعہ حصہ جات مزارع کی تحویل میں نہیں تھے۔ بلکہ ان پر مالک قابض تھا۔ کیا ایسے غیر مزروعہ حصوں کا ہبہ صحیح ہو گیا۔

(۳) جو مزروعہ زمین مزارع کو کاشت کے لیے دی جاتی ہے اس میں سے کچھ زمین اگر وہ قابل کاشت ہوتی ہے آئندہ فصل کے لیے خالی چھوڑ دی جاتی ہے کیا اس خالی زمین پر قبضہ مالک تصور ہوگا یا مزارع کا؟ اگر قبضہ مالک تصور ہو تو کیا ایسی خالی زمین کا ہبہ صحیح مانا جائے گا۔

(۴) مثال کے طور پر اگر ایک قطعہ برقبہ دس بیگھے زمین میں سے تین بیگھے مزروعہ ہوں اور سات بیگھے غیر مزروعہ اور مالک نے ایسے قطعہ زمین کا ۱/۲ حصہ نابالغ اولاد کے نام ہبہ کیا ہو اور بعد تحقیقات ثابت ہو کہ مزروعہ زمین کا ہبہ ناجائز اور غیر مزروعہ کا ہبہ جائز ہے۔ تو کیا غیر زرعی رقبہ سے ہبہ والا ۱/۲ حصہ یعنی پانچ بیگھے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

(۵) چونکہ باپ کی طرف سے نابالغ اولاد کے نام ہبہ شدہ زمین پر اس نے خود قبضہ ہوتا ہے۔ لہٰذا مزارع کو بے دخل کرنے کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی واہب اپنی مرضی و طیب خاطر سے مزارع کو بے دخل نہیں کرتا بلکہ اسے بحیثیت قائم مقام موہوب لہ ہبہ شدہ زمین پر مزارع بحال رکھنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں صرف ہبہ کرنے کے لیے مزارع کو فرضی طور پر دوبارہ قبضہ دینا کوئی غرض پورا نہیں کرتا۔ لہٰذا نظر ثانی فرما کر اس بارے میں وضاحت فرمائی جائے۔

ج

(۱) بغیر رضا مزارع زمین کی تملیک نہیں کر سکتا۔ البتہ جب فصل پک جائے تو اس کے بعد تملیک کر سکتا ہے۔
(۲) جن بنجر قطعات پر مالک خود قابض تھا اس کا ہبہ جب لڑکی نابالغہ ہو بغیر قبض صحیح ہو جاتا ہے۔
(۳) زمین جو کاشت کے لیے دی جاتی ہے اور بعض اوقات اس کو آئندہ فصل کے لیے بھی خالی چھوڑا جائے اس کا قبضہ مزارع کا شمار ہوتا ہے اس کا ہبہ مالک نہیں کر سکتا۔ جب تک مزارعت کو فسخ نہ کر دے۔
(۴) پوری زمین کا ۱/۲ حصہ چونکہ ہبہ کر دیا ہے اب جب لڑکی نابالغ ہو تو قبض چونکہ ضروری نہیں ہے اور حصے کا ہبہ ہو جاتا ہے تو غیر مزروعہ کا ۱/۲ حصہ صحیح ہبہ ہوگا۔ یعنی سات بیگھے کا ۱/۲ حصہ ہوگا۔
(۵) چونکہ مزارع کا قبضہ صحیح قبضہ ہے اس لیے قبض کو واپس کرنے کے بعد ہی ہبہ صحیح ہو سکتا ہے۔ پہلے ہبہ صحیح ہی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۶ رجب ۱۳۷۵ھ

اگر عاریۃً گھوڑی دے دی اور آفت آسمانی سے ہلاک ہوگئی تو کوئی ضمان نہیں اگر چہ شرط لگائی گئی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی گل خان نے اپنے ایک دوست سے بطور عاریت گھوڑی طلب کی اس نے چند شرائط منوائیں کہ اگر آپ کو منظور ہوں تو گھوڑی لے جاؤ۔ وہ شرطیں یہ ہیں۔ (۱) گھوڑی پر اکیلا سوار ہونا (۲) گھاس وغیرہ میں احتیاط رکھنا بغیر دانے کے بھوسہ نہ ڈالنا (۳) اگر گھوڑی کسی عارضہ سے یا بھوک کی وجہ سے مرگئی تو مبلغ چار صد روپیہ ادا کرنا ہوگا۔ مسمی گل خان نے یہ تمام شرائط منظور کر کے گھوڑی لے لی۔ اب گھوڑی مرگئی ہے کیا۔ اب قابل طلب امر یہ ہے کہ اس سے قیمت وصول کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

خلیفہ حاجی احمد صاحب

﴿ج﴾

اگر گھوڑی کسی آسمانی آفت سے مرگئی اور اس کی موت میں گل خان کے فعل کو کوئی دخل نہ ہو تو اس پر کوئی ضمان تاوان لازم نہیں آتا اور اگر اس کے فعل کو اس میں دخل ہو مثلاً اس نے دوسرے آدمی کو سوار کیا وغیرہ وغیرہ تو تاوان دینا لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

اگر کوئی شخص دکان کا ٹکڑا عارضۃً لے کر اب خالی نہ کرتا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ انیس الرحمن نے مجھ سے کہا کہ اپنی دکان کے ٹکڑے پر تھوڑی سی جگہ دے دو میں کچھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں جگہ تلاش کر کے تمہارا ٹکڑا چھوڑ دوں گا۔ میں نے اخلاقی طور پر کچھ وقت کے لیے اپنی دکان کے ٹکڑے پر جگہ دے دی۔ بغیر کسی معاوضہ کے اور تاکید کر دی کہ تم جلد سے جلد جگہ تلاش کر کے چند دنوں میں میرا ٹکڑا فارغ کر دو۔ مجھ سے وعدہ کیا کہ میں عنقریب جگہ تلاش کر کے تمہارا ٹکڑا خالی کر دوں گا۔ جس کو بیٹھے ہوئے تقریباً ۸ سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ وہ میری دکان کا ٹکڑا خالی نہیں کرتا۔ کیا وہ شرع کی رو سے بیٹھ سکتا ہے یا نہ۔

نفیس احمد ملتانی چھاؤنی صدر بازار

﴿ج﴾

صورت مسئول میں بشرط صحت سوال جب نفیس احمد نے اپنی دکان کا تھڑا انیس الرحمن کو عارضی طور پر بیٹھنے کے لیے بغیر کسی کرایہ طے کیے دے دیا تو یہ تبرع اور عاریہ ہے اور عاریہ دینے کی صورت میں نفیس احمد جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ للمعیر ان یرجع عن الاعارۃ متی شاء (المجلۃ مادۃ ۸۰۶)

پس صورت مسئول میں انیس الرحمن پر لازم ہے کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے فوراً تھڑا خالی کر کے مالک کو واپس کر دے۔ شرعاً اس کو اب اس جگہ بیٹھنا جائز نہیں۔ متی طلب المعیر العاریۃ لزم المستعیر ردھا الیہ فوراً (المجلۃ مادۃ ۸۲۵)

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد کو زمینیں یا درخت وغیرہ عاریۃ دی جاتی ہیں وہ اس کے ورثاء کو ملیں گی یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعض زمیندار ایک شخص کو ایک مکان برائے سکونت دیتے ہیں کہ ہماری مسجد میں امامت کو پڑھے بھی اور پڑھائے بھی اور بعض اشجار کھجور کا صاف ثمر اور بعض چند مکان زمین کا محض ما فرخ منہا بصورت اباحت و منہا دیتے نہیں اور سالانہ تخم ریزی امام صاحب کو کاشت بھی کر دیتے ہیں۔ نہ انتقال رقبہ اشیاء مذکورہ کرایہ جو کاغذات سرکاری پر درج ہوتا ہے۔ لہٰذا مطالعہ سرکاری بھی خود ادا کرتے رہتے ہیں۔ اب جو جائیداد امام صاحب کی منقولہ غیر منقولہ تھی وہ بلحاظ شریعت تقسیم ہو چکی ہے مگر یہ اشیاء مذکورہ جو بعض زمیندار نے بحالت امام اپنی اپنی واپس کر دی تھی اور بعض نے بعد وفات واپس کی اور بعض نے جو امامت اس کی فوتگی کے بعد موجود تھا اس کو انتقال کرا دیا۔ آیا شرعاً اشیاء کس کی ملکیت موروثہ ہے۔ بینوا توجروا

عبدالستار تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئول میں بر تقدیر صحت واقعہ ان زمینداروں کا شخص مذکور کو یہ اراضی و اشجار دے دینا عاریت ہے۔ یہ ان کے ملک سے خارج نہیں ہوتے۔ امام صاحب صرف ان سے نفع اٹھانے کا حقدار تھا۔ اس لیے امام صاحب فوتگی کے بعد یہ زمین اور درخت ان زمینداروں کی اجازت سے تصرف میں لائے جائیں گے۔ ان کو امام صاحب کے ورثاء بطور وراثت حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لیے جن زمینداروں نے اپنی چیزیں واپس کر لی ہیں ان کا معاملہ تو اور ہے اور جس میں

ان میں سے جو چیزیں موجود امام کو تملیکاً دے دی ہیں وہ صرف امام کی ملکیت ہے اور وہی ان میں تصرف کا مالک ہے۔
هي تمليك المنافع مجانا فاذا مات المعير تبطل العارية ص ۱۲۱ ج ۵ واللہ اعلم

محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح بندہ عبد الرشید

بشرط صحت واقعہ جواب صحیح ہے لیکن امام اول یا اس کی عدم موجودگی میں اس کے ملک کے مدعی ہوں تو پھر جانبین پر روبرو حاکم شرعی کے فیصلہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم ۱۳۸۵ھ

غیر معینہ مدت کے لیے بطور عاریہ لی گئی گدھی اگر ہلاک ہوگئی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد اکرم نے محمد بخش سے گدھی برائے کھاد برداری بطور عاریت لی۔ محمد بخش نے بوقت دینے گدھی کے دو قول کیے۔ ایک تو یہ کہ میری گدھی کا بچہ ہے کسی غیر کو نہ دینا کہیں ہلاک نہ کر دے۔ دوسرا یہ کہ جس وقت فارغ ہو اس وقت پہنچا دینا پہلے قول کا محمد اکرم منکر ہے اور محمد بخش کے ہاں شاہد بھی نہیں اور دوسرے قول کا منکر نہیں۔ گدھی بروز سوموار کھاد برداری کرتی رہی اور بروز منگل بھی کھاد برداری کرتی رہی بوقت پانچ بجے بروز منگل فارغ ہوئی۔ محمد اکرم گدھی پہنچا سکتا تھا۔ کسی غیر آدمی کو کہا کہ گدھی کے پاؤں میں ڈانوں لگا دو۔ اس غیر آدمی نے ڈانوں لگا دیا۔ گدھی رات کو کہیں چلی گئی اور گم ہوگئی۔ اب محمد اکرم کہتا ہے کہ میں ڈانوں لگانے کے بعد ۱۸ گھنٹے ضرور دیکھ بھال کرنے میں مجھے سستی واقع ہوئی ہے۔ ۱۸ گھنٹے کے بعد مجھے فکر دامن گیر ہوا اور مکمل طور پر تلاش کرنے میں جدوجہد کی لیکن گدھی کہیں نہیں ملی۔ محمد بخش کہتا ہے تو نے بروز جمعرات گدھی کی تلاش کرنی شروع کر دی ہے۔ پھر ہم نے محمد اکرم کو کہا کیا تیرے گواہ ہیں۔ اس نے کہا ہاں میرے بروز بدھ ۹ بجے کے تلاش کرنے کے گواہ ہیں۔ جب گواہوں سے گواہی لی گئی ایک گواہ نے کہا میں ایمان سے کہتا ہوں مجھے محمد اکرم نے خود کہا ہے کہ میں آج بروز جمعرات گدھی کی تلاش کر رہا ہوں حالانکہ بروز منگل پانچ بجے فارغ کر کے ڈانوں لگایا تھا۔ دوسرے گواہ نے کہا میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ بروز بدھ ۱۲ بجے محمد اکرم نے تلاش کرنی شروع کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ گدھی بروز منگل پانچ بجے فارغ ہوئی اور محمد اکرم پہنچا سکا۔

مذکورہ بالا امور کے بعد تلاش کرنے سے کیا محمد اکرم کی تعدی شمار کرتے ہوئے تاوان آئے گا یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال محمد اکرم مذکور محمد بخش کے لیے گدھی کا ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ محمد اکرم مستعیر ہے اور استعارہ غیر موقتہ ہے۔ کیونکہ شرط یہ لگائی گئی ہے کہ جس وقت فارغ ہو اسی وقت پہنچا دینا۔ بشرطیکہ صورت مسئولہ میں محمد اکرم کام سے فارغ نہ ہوا ہو۔ بلکہ کل بھی اس نے گدھی سے کام لینا ہو تب تو ضامن نہ ٹھہرے گا۔ کیونکہ کسی کے ذریعے سے باوجود مدت استعارہ کے زانوں پر بندھوانا تعدی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کام سے فارغ ہوا تو لیکن ابھی اسی وقت رد کرنا بوجہ دوری وغیرہ کے ممکن نہ تھا تب بھی ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ آخر وہ رات کو کہیں نکل گئی اور ہو دن اس کے تعدی سے گم ہوگئی ہے۔ بعد میں تلاش میں تاخیر بالفرض اگر ہو بھی گئی ہو تب بھی یہ تعدی نہیں ہے۔ ہاں اگر کام سے فارغ ہوا تھا کل اس کے کھاد برداری کا کام نہیں کرتا تھا بلکہ کھاد ساری کی ساری اٹھائی گئی۔ نیز اسی وقت پانچ بجے رد کرنا کوئی مشکل نہ تھا۔ تب یہ ضامن ٹھہرے گا۔ اگرچہ تعدی تب بھی ہوئی ہو کیونکہ مدت استعارہ کے گزرنے کے بعد باوجود امکان ردشی مستعار کا امساک موجب ضمان ہوتا ہے۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ص ۶۸۳ ج ۵

(وبخلاف الرد مع الاجنبی) ای (بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی) لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ (والا فالمستعیر یملک الایداع) فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی وقال الشامی تحتہ بعد ما حقق وفی جامع الفصولین لو کانت العاریۃ موقتۃ فامسکہا بعد الوقت مع امکان الرد ضمن وان لم یستعملہا بعد الوقت ہو المختار سواء توقتت نصا او دلالۃ حتی ان من استعار قدوما لیکسر حطبا فکسرہ فامسک ضمن ولو لم یوقت اہ فعلی ہذا فضمانہ لیس بالارسال مع الاجنبی الا ان یحمل علی ما اذا لم یمکنہ الرد فلیتامل فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر ایک بھائی نے دوسرے کے ساتھ عارضی طور پر مکان کا تبادلہ کیا ہے تو دونوں بدستور اپنے اپنے مکانوں کے مالک ہیں

﴿س﴾

حیات اللہ خان ورحمت اللہ خان دو حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی جدی جائیداد یوں تقسیم کی کہ ایک مکان اور دو دکان لب سڑک حیات اللہ خان کے حصہ میں آئے اور ایک مکان رحمت اللہ خان کے حصہ میں آیا۔ رحمت اللہ خان کا لڑکا

کوئی نہیں ہوتا تو حیات اللہ خان نے کہا تم مکان بدل لو۔ شاید تم کو اللہ پاک لڑکا دے دے۔ چنانچہ حیات اللہ خان نے اپنے مکان میں رحمت اللہ خان کو ٹھہرایا اور خود رحمت اللہ خان کے مکان میں جا بیٹھے۔ کچھ عرصہ بعد رحمت اللہ خان کا لڑکا سعد اللہ خان پیدا ہوا۔ بعد ازاں رحمت اللہ خان نے حیات اللہ خان سے مطالبہ کیا کہ میں جس مکان میں ہوں اس کے ساتھ دو بیٹھک ہیں وہ مجھے دو۔ حیات اللہ خان نے کہا کہ یہ تبادلہ عارضی ہے پھر ہم نے اپنے اپنے مکان میں آ جانا ہے اس لیے دکانیں تیرے پاس رہیں گی۔ اسی طرح حیات اللہ خان نے دو دکانیں فروخت کر کے رقم اپنے پاس رکھ لی۔ رحمت اللہ خان فوت ہو گیا ہم اپنے مکان میں واپس نہ آ سکے۔ دو بیٹھک جو اس مکان کے ساتھ تھیں وہ بھی نہ لے سکے اور ان کی رقم بھی نہ ملی۔ اس وقت اس کا لڑکا سعد اللہ خان چند ماہ کا تھا بڑا ہو کر یہ چند عرصہ باہر پھرتا رہا۔ حیات اللہ خان دیوالیہ ہو گیا اور وہ مکان نیلام ہو کر اس کی بیوی نے خرید لیا۔ سعد اللہ اب بڑا ہو کر حیات اللہ خان فوت شدہ کے لڑکے غلام حسین خان سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے والد والے حصہ کی دکانوں کے عوض زمین یا قیمت دی جائے۔ مکان اب غلام حسین خان کے قبضہ میں ہے جو رحمت اللہ خان کا حصہ تھا۔ کیا سعد اللہ خان شرعاً اب اس حصہ کا حقدار ہے اور کیا غلام حسین خان شرعاً یہ حصہ دینے کا پابند ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ سعد اللہ خان اپنے والد رحمت اللہ خان کے مکان کا مالک ہے جو اس نے عارضی تبادلہ میں اپنے بھائی حیات اللہ خان کو دے دیا تھا اور خود حیات اللہ خان کے مکان میں رہ رہا تھا جو کہ بعد میں حیات اللہ خان کی بیوی نے خرید لیا۔ لہذا حیات اللہ خان کے قبضہ میں جو رحمت اللہ خان کا مکان رہا اور اس وقت وہ اس کے لڑکے غلام حسین کے قبضہ میں ہے۔ یہ مکان سعد اللہ خان کا حق ہے۔ غلام حسین پر لازم ہے کہ وہ مکان فوراً اس کے حوالہ کرے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
۱۹ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

﴿ھو المصوب﴾

حیات اللہ خان کا دکانوں کو فروخت کرنا تبادلہ کو عارضی قرار دینا خواہ کسی وجہ سے ہو وہ مکان حیات اللہ خان کا مقبوضہ ہو کر نیلام ہوا در اصل ملکیت رحمت اللہ خان کی ہے۔ قابض پر واپس کرنا لازم ہے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد عبد الشکور عفی عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ادھار رقم کو مقررہ وقت سے قبل ادا کرنے کی وجہ سے کم کر کے دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے جنس خریدی۔ دو صد بیس روپے کی رقم دو مہینے بعد یکم تک دینے کا وعدہ ہوا لیکن کسی امر ضروری کی وجہ سے زید کو رقم کی ضرورت ہو گئی۔ بکر کو بیس دن پہلے رقم کے لیے کہا جس پر بکر نے کہا کہ چالیس روپیہ کم کر کے لو یعنی ایک سو اسی روپے لے لو۔ چونکہ ضرورت سخت تھی زید نے مذکورہ رقم ایک سو اسی روپے لے لیے۔ یعنی چالیس روپے خسارہ ادا کیا۔ چند دنوں بعد پھر زید سے بکر کا لین دین ہو گیا اور رقم کا اسی طرح دو مہینے بعد وعدہ ہوا۔ جب میعاد مقررہ ختم ہوئی تو زید نے رقم بکر سے طلب کی۔ مگر بکر لیت و لعل کرتا رہا۔ دو تین مہینے بعد میں رقم ادا کی جس پر زید نے کہا کہ تم نے بیس دن پہلے رقم دینے پر چالیس روپیہ کا مجھے خسارہ دیا تھا۔ اب میرا حق زائد رقم لینے کا ہے لیکن بکر نے کہا کہ شریعت پاک کی رو سے اگر مجھے رقم دینی پڑی تو دوں گا۔ اب آپ وضاحت سے تحریر فرمائیں کیا پہلی رقم جائز ہے یا نہ۔ خسارہ ادا کرنا چاہیے یا پوری رقم دی جائے یا دوسری رقم زائد لی جائے یا یہ سود ہے۔ بینوا توجروا

ضلع مظفرگڑھ بواسطہ کوٹ سلطان غلام قادر گورمانی

﴿ج﴾

زید نے جو جنس بکر کو دو سو بیس روپے میں فروخت کی تھی یکم تک کا رقم دینے کا وقت مقرر کیا گیا اور پھر زید نے چالیس روپے کم کر کے اپنی رضامندی کے ساتھ وقت مقررہ سے چند دن قبل بقیہ رقم وصول کر لی تو یہ صورت شرعاً ناجائز ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس نے اجل کے مقابلہ میں چالیس روپے کم کر دیے اور اعتیاض عن الاجل حرام ہے۔ کما قال فی الہدایہ ص ۲۵۰ ج ۳ ولو کانت له الف مؤجلة فصالحه علی خمس مائة حالة لم یجز لان المعجل خیر من المؤجل وهو غیر مستحق بالعقد فیکون بازاء ما حطه عنه وذلک اعتیاض عن الاجل وهو حرام۔ لہٰذا زید کو وہ چالیس روپے واپس کرنے ضروری ہیں۔ باقی رہا دوسرا سوال سو وہ اگر تو کسی جنس کی فروخت کا مسئلہ ہے تو اگر بکر اپنی رضامندی کے ساتھ مع دیگر شرائط کے زیادتی دینا چاہے تو جائز ہے اور اگر وہ زیادتی نہ دے تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ہرگز ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کما قال فی العالمگیریة ص ۱۷۱ ج ۳ الزیادة فی الثمن والمثمن جائزة حال قیامهما سواء کانت الزیادة من جنس الثمن او غیر جنسه الخ۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ شوال ۱۳۸۸ھ

عاریت لی ہوئی گھڑی اگر مستعیر نے گھڑی ساز کو دے دی اور غائب ہو گئی تو مستعیر ضامن ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عمر سے ایک گھڑی چند روز کے لیے ضرورت کے واسطے استعمال کے لیے لے لی۔ لینے کے بعد زید کی لاپرواہی کی وجہ سے گھڑی خراب ہو گئی۔ اس نے جا کر گھڑی ساز کے ہاں دے دی تاکہ وہ اس کو درست کرے لیکن گھڑی ساز کے ہاں سے گھڑی غائب ہو گئی۔ اب کیا زید کے ذمہ گھڑی کی قیمت یا اس قسم کی دوسری گھڑی بنا کر دینا ضروری ہے یا نہیں۔ اگر ہیں تو وجہ کیا ہے۔ نیز گھڑی کی اگر قیمت واجب الادا ہے تو گھڑی کی پہلی قیمت کا اعتبار ہوگا یا موجودہ قیمت کا۔ جواب تحریر فرمادیں۔

محمد عبداللہ ولد عبدالرحمن [illegible] چوک، ملتان

﴿ج﴾

زید کے ذمہ گھڑی دینا لازم ہے۔ اس کی موجودہ قیمت ادا کرے۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

قرض رقم کا لوٹانا ضروری ہے ثبوت شرعی کے بغیر ہبہ نہیں ہو سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کا قرضہ اتارا ہے اور وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنے حقیقی بھائی کو وہ رقم ہبہ نہیں کی ہے۔ بلکہ وہ میرا قرض ہے کیا وہ اپنے بھائی سے اس رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

مستری عبدالمالک کبیروالا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں قرض دہندہ اپنے بھائی مقروض سے رقم مذکورہ مطالبہ کر سکتا ہے اور مقروض پر قرض ادا کرنا زندگی میں لازم اور ضروری ہے۔ ورنہ آخرت میں پکڑ ہوگا۔ وکل دین حال اذا اجلہ صاحبہ صار مؤجلا الا القرض فان تاجیلہ لا یصح قدوری ص ۳ باب المرابحۃ اور بر حاشیہ قدوری مذکور ہے۔ فان للمقرض ان یطالب المستقرض فی الحال بعد التاجیل اور فقہ کی معتبر کتاب بحر ص ۱۸۵ ج ۵ میں مذکور ہے کہ ولزم تاجیل کل دین الا فی القرض فلا یلزم تاجیلہ الخ۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ خطیب جامع مسجد ملتان

۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

﴿ھو المصوب﴾

واقعی اگر اس کا بدلی ہبہ کا ثبوت نہیں پیش کر سکتا تو یہ قرضہ ہے اور اس کی ادائیگی شرعاً لازم ہے۔

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

اگر چند ماہ بعد قیمت کی ادائیگی کے وعدہ پر اناج قرض لیا ہو لیکن بوقت ادائیگی غلہ کے ریٹ گر گئے ہوں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کو مثلاً چند پانچ من غلہ قرضہ دے دیا اور کہا کہ تم چار مہینے کے بعد اس وقت کی قیمت دے دینا اور جب مدت مقررہ آ گئی تو اس وقت غلہ ارزاں ہو گیا تھا اب اگر زید کہتا ہے کہ میرے پاس رقم نہیں لہٰذا تم اب کی قیمت پر مجھ سے غلہ لے لینا تو کیا زید کے لیے جائز ہے کہ برضا بکر غلہ لے یا نہیں۔ حالانکہ اب غلہ دیے ہوئے غلہ سے زیادہ زید کے حق میں آئے گا۔ بیان کریں اس مسئلہ کو بدلائل تفصیل مہربانی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

محمد عبد اللہ خوجہ چنانی متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اگر غلہ قرضہ میں دیا ہے تو غلہ کا غلہ (یعنی جنس کے بدلے جنس) لینے میں زیادہ لینا ہرگز نہیں بلکہ زیادہ لینا سود ہے اور اگر اس کی قیمت لے یا غیر جنس سے لے تو جائز ہے۔ باقی یہ شرط لگانا کہ اس وقت کی قیمت نقد دے دینا شرط فاسد ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

کسان کو کپاس کی فصل تیار ہونے سے قبل روپے دے کر ریٹ طے کیا لیکن بوقت ادا ریٹ چڑھ گئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی شخص نے کسان کو قرض اس شرط پر دیا کہ تم سے کپاس کی فصل کے موقع پر بیس روپے من کپاس خرید کروں گا۔ اگر کسان کو اس وقت جبکہ کپاس کا ریٹ چالیس روپے من ہے کپاس دینے سے انکار کرے تو شرعاً یہ جائز ہے یا کہ نہیں۔

خدا بخش تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

کہ ہندوستان میں میں نے جو لوگوں کا نقصان کیا ہے جس میں ہندو مسلم سب شامل ہیں اور نہ اتنا روپیہ ہے کہ سب کو ادا کرے اور نہ ان سب کے ملنے کا بندوبست ہو سکتا ہے جو پاکستان میں موجود ہیں ان کو ادا کر سکتا ہے اور جو ہندوستان میں رہ گئے ہیں یا مر گئے یا لاپتہ ہیں ان کی کیا شکل ہے اور جو حقدار ہیں کیا ان کے لیے بھی کچھ حق رکھتا ہے یا سب زمین فروخت کر کے حج بیت اللہ شریف اور حقوق العباد ادا کروں مفصل حکم صادر فرما کر مشکور فرمائیں۔

نصیر الدین ولد رحیم بخش جڑانوالہ تحصیل [illegible]

﴿ج﴾

زمین کا تھوڑا سا حصہ فروخت کر کے حقوق العباد ادا کریں پہلے ان لوگوں کا جو پاکستان میں ہیں اور اسی طرح جو ہندوستان میں ہیں ان کے بھی قرض کی ادائیگی کی کوشش کرے اور جو غیر معلوم ہوں یا فوت ہو گئے ہوں اور ان کے وارثوں کا علم نہ ہو تو ان کے دیون کا صحیح اندازہ کر کے ان کی طرف سے خیرات کر دے ان شاء اللہ ذمہ بری ہو جائے گا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد حج کا ارادہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۳ شعبان ۱۳۸۴ھ

میت کے مال سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی آدمی یعنی بیٹا اپنے باپ کے بدلے میں حج اور نماز فرض اور روزہ رمضان شریف کا رکھ سکتا ہے۔ فرض نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں اور جب والد بقید حیات ہے لیکن اس کو کوئی عذر لاحق ہے جیسا کہ ضعف یا ضعیف العمر انسان کا بیٹا اس کے بدلے میں نماز ادا کر سکتا ہے تو ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جب وہ وصیت کرے اگر نہ کرے تو دونوں صورتوں میں کیسا ہے اور جب کسی کا ماں باپ مر جانے کے بعد وہ وصیت کر جائے کہ بیٹا میرے اوپر اتنا قرض ہے وہ اپنا اتنی نمازیں فرض رہ گئی ہیں وہ ادا کرنا یا حج بدل کرنا جو میرے ذمہ پر فرض تھا اس میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو حیات وصیت کے ساتھ مسئلہ ہے۔ دوسرا حیات مگر بغیر وصیت کے ساتھ مسئلہ ہے۔ تیسرا مرنے کے بعد وصیت کے بغیر۔ چوتھا مرنے کے بعد وصیت کے ساتھ قرض اور فرض نماز اور فرض روزہ اور فرض حج ادا کرنا کیسا ہے۔

محمد صالح ولد عبد الشکور ڈگری ضلع تھرپارکر سندھ

﴿ج﴾

ایک شخص کے ذمہ جو قرض ہو وہ تو اس کی جائیداد سے ادا کیا جائے گا۔ وہ وصیت کرے یا نہ کرے اور نماز کی

جائیداد کوئی نہ ہو تب اگر اس کے وارث اس کا قرضہ ادا کریں تب بھی ادا ہو جائے گا لیکن اس صورت میں ان کے ذمہ ادائیگی ضروری نہیں ہے۔ قال تعالیٰ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین فرض نماز اور روزہ کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو۔ وصیت کر چکا ہو یا وصیت نہ کی ہو ہاں نماز اور روزہ کا ثواب ان کو بخش سکتا ہے۔ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ باقی حج نفل اپنے باپ اور ماں کی طرف سے کر سکتا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا مر گئے ہوں وصیت کی ہو یا نہ کی ہو وہ عاجز ہوں یا نہ ہوں۔ اور حج فرض تب جائز ہے کہ وہ ادا کرنے سے خود عاجز ہوں یعنی دائمی مرض کے مریض ہوں یا وہ مر گئے ہوں لیکن ان کا حکم ہو یا وصیت کر چکے ہوں تب تو حج فرض ادا ہو جاتا ہے۔ لوجود الامر دلالۃ کما قال فی التنویر ص ۵۹۷ ج ۲ العبادۃ المالیۃ تقبل النیابۃ مطلقا والبدنیۃ لا مطلقا والمرکبۃ منہما تقبل النیابۃ عند العجز فقط بشرط دوام العجز فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شوال

گورنمنٹ سے ٹیوب ویل لگانے کے لیے قرضہ لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ آج کل پانی کی کمی اور بنجر زمین کے باعث گورنمنٹ ٹیوب ویل و ٹریکٹر کے لیے رقم دیتی ہے اور اس گورنمنٹ کی مشینری میں کافی رعایت بھی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں زیادہ یا تھوڑی رقم بھی کسی جگہ سے آج کل مشکل ملتی ہوئی کیا اہم نقصان کو دور کرنے کے لیے جس پر مزارع و زمیندار کا گزارہ ہو سکتا ہے گورنمنٹ سے رقم و مشینری لے سکتا ہے جبکہ وہ قرض پر ہیں۔ ورنہ پانی کو ٹیوب ویل پر گراں قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ بسا اوقات ملتا بھی نہیں۔ بینوا توجروا

محمد معاذ … حضرت شیخ محمد یعقوب اعظم وقت جمعیت … ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں چونکہ اس قرض پر حکومت سود وصول کرتی ہے اور سود کا لینا دینا شرعاً حرام ہے اس لیے گورنمنٹ سے ٹیوب ویل اور رقم قرضہ کے طور پر سود کے ساتھ لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر بغیر سود کے معاملہ ہو تو بلا شبہ لینا جائز ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ
۵ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

مالِ زکوٰۃ سے مقروض کا قرضہ ادا کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسلمان آدمی ہے پابند صوم و صلوٰۃ ہے لیکن اس وقت وہ ساڑھے پانچ صد روپے کا مقروض ہے۔ اگر کوئی صاحب زکوٰۃ یا صاحب نصاب آدمی اس کا قرضہ سالم یا جزوی طور پر ادا کرے تو کیا اس کی زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے۔

سراج الدین بخش

﴿ج﴾

مقروض کو بقدر قرض زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اگر مقروض اس زکوٰۃ کی رقم سے قرض ادا کر دے تو شرعاً اس شخص کی زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ محرم ۱۳۹۲ھ

عاریت مانگی ہوئی گاڑی اگر مستعیر کے پاس بالکل ناکارہ ہو گئی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ میں کہ زید بکر سے گڈا برائے اٹھانے عام لکڑی کے مانگا ہے اور استعمال کرتا ہے جو اب بالکل خراب ہو گیا ہے۔ قابل استعمال نہیں رہا۔ اب بکر زید سے گڈا کی قیمت طلب کرتا ہے۔ کیا شرع محمدی میں بکر زید سے قیمت لینے کا مستحق ہے۔

عطاء اللہ [illegible] تحصیل جہانیاں ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر بکر نے گڈا دیتے وقت جس عمل کو شرط کیا تھا اور زید نے اس سے زیادہ کام لے کے اس کو خراب کر دیا یا بکر کے مطالبہ کے باوجود واپس کرنے میں کوتاہی کی تو بلاشبہ قیمت کا ذمہ دار ہے [illegible]۔ ورنہ ضمان قیمت لازم نہیں۔ نفس عاریت موجب ضمان نہیں ہوتا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ

(۲) ایک شخص دوسرے آدمی کی زمین بیچتا ہے اور مالک زمین کو مقررہ شدہ اجناس مثلاً گندم، گڑ، کپاس وغیرہ دیتا ہے یا مالک زمین کو کل پیداوار یا ربع پیداوار دیتا ہے تو شرعی عشر کیا مالک زمین پر واجب ہے یا کھیتی کرنے والے پر نیز اس زمانہ میں حکومت کو ہر فصل کا ٹھیکہ آبیانہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے تو کیا یہ ٹھیکہ اور آبیانہ عشر سے وضع کیا جا سکتا ہے یا نہ۔

(۳) ایک عورت مجسٹریٹ کے ہاں فسخ نکاح کا اپنے خاوند کے خلاف دعویٰ دائر کرتی ہے اور مجسٹریٹ کچھ رقم خاوند کو دلوا کر یا بغیر رقم دلوائے مابین زوجین جدائی کرا دیتا ہے۔ درانحالیکہ خاوند اپنی زبان سے عورت کو طلاق نہیں دیتا تو کیا محض مجسٹریٹ کے فیصلہ پر یہ عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے یا نہ۔ تفصیل کے ساتھ بالدلائل مسئلہ تحریر فرما کر ثواب حاصل فرمائیں۔

بمعرفت حافظ اللہ بخش کلاتھ مرچنٹ خوجہ ماس بمقام ناظر مدرسہ تعلیم القرآن ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) حافظ قرآن کے لیے ان اشیاء کا لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ تنخواہ دینے والوں کو یہ معلوم ہو کہ حافظ قرآن کو باقاعدہ تنخواہ کے علاوہ کچھ تحفے اور ہدیے بھی ملا کرتے ہیں اور وہ اس پر راضی ہوں اور تحفے دینے والے حافظ صاحب کو یہ تحفے دیتے ہوں۔ اداروں کے لیے دینے کی نیت سے نہ دیتے ہوں۔ نفس جواز کے لیے درمختار مع شرحہ رد المحتار ص ۵۶ ج ۴ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہوں۔

(ويجبر على) دفع (الحلوة المرسومة) هي مايهدى للمعلم على رأس بعض سور القرآن سميت بها لأن العادة اهداء الحلاوى.

(۲) مالک زمین اپنے حصہ کی فصل کا عشر ادا کرے گا اور مزارع اپنے حصہ کی فصل کا عشر ادا کرے گا۔ كما في الدر المختار ص ۳۳۵ ج ۲ وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة. جس زمین کو آبیانہ یعنی پانی کی قیمت ادا کرنا پڑے تو اس زمین کی کل فصل میں بیسواں حصہ واجب ہوگا۔ کما فی الدر المختار ص ۵۵ ج ۲ وفي كتب الشافعية او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لا تاباه اور امداد الفتاوی ص ۵۹ ج ۲ پر ہے اور جس نہری میں بیسواں حصہ لکھا ہے مراد اس سے جس میں آبپاشی کرنا پڑے یا پانی کی قیمت دینا پڑے۔

(۳) اس میں بڑی تفصیل ہے۔ اجمالاً یہ ہے کہ جو فیصلہ شریعت کے مطابق ہو وہ درست ہے ورنہ غلط اور مردود ہے۔ جو واقعہ آپ کے پاس پیش ہوا ہو اس کی تفصیل اور فیصلہ کی نقل بھیج کر فتویٰ حاصل کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ شوال ۱۳۸۷ھ

خسروں وغیرہ کا اجرت پر ناچنا اور گانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خسرے پیدائش والے لڑکے کے گھر جا کر طبلے اور سارنگی اور ناچ وغیرہ کے لیے جاتے ہیں۔ ان کو روپوں کی ویلیں دی جاتی ہیں آٹا اور کپڑا اگر دیا جائے آیا کہ یہ شریعت میں جائز ہے۔ اگر نہیں تو عقبیٰ میں اور دنیا میں سزا کیا ہوگی۔ حضرت مفصل تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔

المستفتی آدری مدرس مدرسہ خیر العلوم ...

﴿ج﴾

خسروں کا ناچنا طبلے سارنگی اور گانا بجانا سب ناجائز اور حرام ہے۔ ان کو آٹا کپڑا وغیرہ دینا ناچ گانے پر ناجائز ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے متعلق سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث الآیۃ۔ اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت غنا وغیرہ کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔

اور حدیث میں ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن الکلب وکسب الزمارۃ رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ ۲۴۲) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور گانے والی کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۴۴۹ ج ۴ میں ہے۔ ولا تجوز الاجارۃ علی شیء من الغناء والنوح والمزامیر والطبل وشیء من اللھو وعلی ھذا الحداء وقراءۃ الشعر وغیرہ ولا اجر فی ذلک وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی غایۃ البیان۔ یعنی گانے نوحے طبلے وغیرہ پر اجرت دینا جائز نہیں ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ شوال ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر منشی سے اس کی مقررہ ڈیوٹی کے علاوہ کوئی کام لیا جائے تو اس کو بخشیش دینا درست ہے

اگر کوئی منشی اس شرط پر ملازمت کے لیے تیار ہو کہ تنخواہ کے علاوہ فی سیکڑہ ایک آنہ لوں گا تو کیا حکم ہے

کسی دفتر سے دستاویز کی نقل حاصل کرنے پر اجرت لینا یا دینا

﴿س﴾

ایک منشی اندراج کھاتہ وغیرہ کا ایک معین معاوضہ یعنی تنخواہ حاصل کر رہا ہے۔ اب طے شدہ معاوضہ کے علاوہ

فروختگی مال پر مزید ایک آنہ فی سیکڑہ روپیہ پر معاوضہ مانگ رہا ہے۔ جس کی تشریح یوں ہے کہ ایک بیوپاری کسی آڑھتی کے پاس کچھ جنس فروخت کرنے کے لیے لاتا ہے۔ اس فروختگی پر آڑھتی نے اسے آڑھت مزدوری دے دی چنگیانہ وغیرہ کاٹ کر بقایا رقم بیوپاری کو دیتا ہے۔ اس قسم کے تمام اخراجات کا معاوضہ منشی بصورت تنخواہ حاصل کرتا ہے۔ اب بیوپاری مزید اپنے کھاتہ کی نقل حاصل کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنے مال کی فروختگی کی پوری نقل مل جائے کہ (۱) وزن کتنا ہوا (۲) کس بھاؤ میں فروخت ہوا (۳) اور کتنی رقم ہوئی (۴) اس میں سے اخراجات کتنے وضع ہوئے (۵) اور صافی رقم کتنی وصول ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ جس پر منشی اس زائد قسم کے کام پر صرف ادو پیسہ فی سیکڑہ روپے بکری پر معاوضہ چاہتا ہے۔ جس کو عرف میں عام منشیانہ کہا جاتا ہے۔ مگر ایک آڑھتی صاحب اس پر معترض ہے کہ اس نقل کے اتارنے پر مزید معاوضہ حاصل کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ جبکہ منشی کے فرائض منصبی ہیں۔ بیوپاری کا حساب صرف سمجھانا ہوتا ہے مگر نقل اتارنا نہیں (تجارتی محاورہ میں اس نقل کو چٹھہ بھی کہا جاتا ہے) لہٰذا استدعا ہے کہ شرعی نقطہ نگاہ سے مذکورہ بالا قسم کا معاوضہ حاصل کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) ایک منشی بوقت ملازمت طے کرتا ہے کہ میں اس صورت میں ملازمت کرنے کو تیار ہوں کہ اتنی تنخواہ لوں گا اور مزید ایک آنہ فی سیکڑہ پر منشیانہ لوں گا۔ اس پر مالک دکان رضامند ہو جاتا ہے اور بیوپاری کے مال سے آڑھت وغیرہ کے ہمراہ ایک آنہ سیکڑہ روپے پر منشیانہ بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ جو منشی کو ملتا ہے اور اس طرح یہ کام سالہا سال سے چل رہا ہے۔ اب بروئے شرع مذکورہ معاوضہ منشی کے لیے حلال و جائز ہے یا حرام و ناجائز۔ بصد وضاحت فرمائی جائے۔

(۳) ایک سرکاری دفتر میں کسی افسر کو درخواست گزاری جاتی ہے کہ مجھے میرے مقدمہ یا زمین جائیداد وغیرہ (جس کا اندراج دفتر میں پہلے موجود ہوتا ہے) کی نقل دی جائے جس پر نقل دیتے ہوئے دو قسم کا معاوضہ حاصل کیا جاتا ہے مثلاً درخواست گزارنے پر کورٹ فیس لگائی جاتی ہے جو ایک روپیہ یا کم و بیش قسم کی ہوتی ہے۔ دوسری نقل اتار کر دینے پر معین معاوضہ لیا جاتا ہے۔ جس کی باقاعدہ وصولی معاوضہ کی رسید دی جاتی ہے۔ بروئے شرع اس قسم کا معاوضہ جو نقل دینے پر حاصل کیا جاتا ہے جائز ہے یا ناجائز۔ جبکہ اس نقل دینے سے قبل اندراج کا ایک علیحدہ معاوضہ بھی حاصل کیا جا چکا ہوتا ہے۔ جیسے فیس رجسٹری وغیرہ اور افسر منشی وغیرہ بھی اپنی پوری پوری تنخواہ حاصل کر رہے ہوتے ہیں اور اس نقل کے معاوضہ میں بھی منشیوں کو بڑا بڑا حصہ ملتا ہے۔

المستفتی علی خان انجمن منشیان ملتان شہر

﴿ج﴾

جب تجارت کے عرف میں منشی کے ذمہ صرف زبانی حساب کا سمجھانا ہے نقل اتارنا نہیں جیسا کہ سوال سے معلوم

ہوتا ہے تو اگر بیوپاری منشی سے نقل اتروانا چاہتا ہے اور منشی اس سے منشیانہ طلب کرتا ہے تو منشی کے لیے شرعاً اس معاوضہ کا لینا جائز ہے کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۲) جائز ہے۔

(۳) یہ صورت بھی جائز ہے واللہ اعلم

بندہ محمد علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

پہلی اور دوسری صورت جائز ہے۔

ملا محمد عبدالکریم عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسمیہ ملتان شہر

﴿ھوالمصوب﴾

دوسری اور تیسری صورت ہر دو جائز ہیں اور صورت اول میں منشی چونکہ اجیر خاص ہے اور اس نے وقت ملازمت الگ منشیانہ لینے کی کوئی بات طے نہیں کی ہے اس لیے جبراً لینے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ البتہ کیا اپنے سابقہ معاملہ کو فسخ کر کے دوسری قسم کا معاملہ کرے۔ البتہ مالک کی رضامندی اور خوشی سے لے لے تو جائز ہے یا اب طے ہو جائے کہ مالکان قسم اول والے منشیوں کو منشیانہ دیا کریں گے تو پھر داخل عقد ہو کر قسم دوم میں شامل ہو جائیں گے۔

والجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مدرسین کی تعطیلات و مشاہرہ سے متعلق مسائل

﴿س﴾

(۱) وفاق کے آئین کے مطابق یا مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بلا وضع تنخواہ مدرس کے لیے سال بھر میں کتنی رخصتیں متعین کی گئی ہیں۔

(۲) عید الاضحیٰ کی کتنی رخصتیں ہیں۔

(۳) درمیانی سالانہ رخصتوں میں مدرس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے رہ سکتا ہے یا مدرسہ میں ایام تعطیل بسر کرنا ضروری ہیں۔

(۴) منتہی اسباق (مثلاً تفسیر بیضاوی، شرح عقائد، ہدایہ آخرین، مختصر وغیرہ) ایک مدرس کو کتنے دیے جاتے ہیں تاکہ بخوبی تیاری کر کے ان کا حق ادا کر سکے۔

(۵) روزانہ تعلیم کتنے گھنٹے ہونی چاہیے۔

(۶) اوقات تعلیم کے علاوہ مدرس جہاں چاہے رہ سکتا ہے یا مدرسہ میں پابند رہنا چاہیے۔

(۷) کیا مدرس اپنے طلبہ سے (جیسے کہ طلبا اپنے استاذ کی بطیب خاطر خدمت کرنا چاہتے ہو) اپنے ذاتی کام بھی کرا سکتا ہے بشرطیکہ ان کی تعلیم میں حرج بھی واقع نہیں۔

خلیل احمد مدرس اول مدرسہ حفظ القرآن کہروڑ پکا ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) اتفاقی باتنخواہ بیس یوم بوجہ مرض ایک ماہ۔

(۲) عید الاضحی کی تعطیلات ایک ہفتہ۔

(۳) ایام تعطیلات میں مدرس جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ مدرسہ کا اس وقت سے کوئی تعلق نہیں۔

(۴) حفظی اسباق ہوں یا غیر حفظی تعداد اسباق کا لحاظ نہیں۔ بس چھ گھنٹے تدریس اس کے ذمہ ہے۔

(۵) روزانہ تعلیم چھ گھنٹے۔

(۶) اوقات تدریس کے علاوہ مدرس آزاد ہے۔ جہاں چاہے جا سکتا ہے۔

(۷) بطیب خاطر طلبہ سے کام لینے میں کوئی مضائقہ نہیں استاد کی خدمت موجب ترقی ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مدرس اول مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی شخص کو کسی ادارہ میں کوئی اور عہدہ سونپ کر پھر اس سے امامت کے فرائض ادا کروانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں کالونی ہوں میں پیش امام ہوں۔ پہلے تو یہ لوگ چندہ کر کے کچھ روپیہ جمع کر لیتے تھے اور مجھے اسی سے تنخواہ دیا کرتے تھے۔ بعد میں وہ چندہ دینا لوگوں کو مشکل ہو گیا اور سب نے کہا کہ مولانا صاحب آپ کو اسسٹنٹ لائن مین کیوں نہ بنا دیا جائے جیسا کہ عام سرکاری جگہوں میں امام کا طریقہ ہے چنانچہ مجھ کو اسسٹنٹ لائن مین بنا دیا۔ اس کے بعد بعض شریروں نے شرارت کی کہ یہ مولوی کام دستی کا نہیں کرتا اور تنخواہ لیتا ہے۔ یہ تنخواہ حرام کھاتا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ واقعی یہ تنخواہ حرام ہے یا نہیں۔

سائل مولوی محمد حلیم کالونی ہوں

﴿ج﴾

صورت مسئولہ اجیر خاص کی ہے اور اجیر خاص کے ذمہ اپنا وقت مستاجر کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا ہوتا ہے۔ مستاجر اسے جس کام پر لگائے یا بالکل اس سے کوئی کام نہ لے وہ اپنے آپ کو کام کے لیے پیش کرے تو وہ اجرت کا مستحق بن جاتا ہے لیکن صورت مسئولہ میں کالونی کے بااختیار افسر چونکہ محکمہ سرکاری کے وکلاء ہیں اگر وہ خود محکمہ کی طرف سے

ان کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کسی بھی شخص کو استعفیٰ کا عہدہ دے کر اس سے محض امامت کا ہی کام لے سکتے ہیں جب تو تنخواہ مذکورہ دینی اور لینی جائز ہے ورنہ اگر قانوناً ان کو اس بات کا اختیار نہیں ہے بلکہ یہ خیانت شمار ہوتی ہے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور نہ اس قسم کے معاملے کے جواز کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دلال اور آڑھتی کے لیے فی صد کے حساب سے متعین کر کے اجرت لینا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دکاندار آڑھت کا کام کرتا ہے کہ زمینداروں کا مال واجناس وغیرہ فروخت کرتا ہے اور ایک پیسہ فی روپیہ جو آڑھت وصول کرتا ہے اور خریدار سے بھی دھیلہ فی روپیہ بطور ودائی وصول کرتا ہے اور یہ ودائی زمانہ قدیم میں مروج تھی جو یہ تھی جو خریدار کو دو چار یوم رقم وصول کرنے کی مہلت دی جاتی تھی اور بعض مرتبہ خریدار رقم نقد بھی ادا کر دیتا ہے۔ مگر مروجہ طریق خریدار سے دھیلہ فی روپیہ وصول کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خریدار نے آڑھتی کو کوئی خرید بھی کمیشن نہیں دی ہوتی بلکہ وہ خود مال خریدتا ہے کیا صورت مسئولہ میں خریدار سے ودائی لینا جائز ہے یا نہ۔

مہربانی اس مسئلہ کو مدلل بیان فرمائیں۔ کیونکہ اس میں اختلاف پڑا ہوا ہے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

السائل غلام یٰسین متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ جمادی الثانیہ ۱۳۷۷ھ

﴿ج﴾

دلال کی اجرت کام و محنت کے مطابق لینا دینا جائز ہے۔ بغیر محنت کے لینا ہرگز جائز نہیں۔ نیز بغیر محنت کچھ لینے اگر روپے کی چند دنوں کی مہلت کی وجہ سے تب بھی حرام ہے۔ نیز محنت کی صورت میں اتنی اجرت جائز ہے کہ محنت کے مطابق وصول کرے اور یہ کہ فی روپیہ اتنا لوں گا یہ جائز نہیں۔ شامی ص ۴۳ ج ۶ میں ہے قال فی التاترخانیة وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل وما تواضعوا علیه ان فی کل عشرة دنانیر کذا فذاک حرام علیهم

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حج ایجنٹ نے لوگوں سے اس شرط پر رقم لی کہ خشکی کے راستے حج کراؤں گا لیکن لوگ راستے سے ناکام لوٹے اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

بخدمت حضرت مفتی صاحب۔ ایک حج ایجنٹ نے دوسرے شخص سے یہ معاملہ طے کیا کہ پہلا شخص (حج ایجنٹ)

تین ہزار سات سو روپے لے کر دوسرے شخص کے لیے درج ذیل امور سرانجام دے گا۔

(۱) پاکستان سے سعودی عرب تک خشکی کے راستہ جانے کے لیے سب سے پہلے پاسپورٹ درست کرائے گا۔ ویزے لگوائے گا اور طریق حج کے لیے تمام ضروری کاغذات وغیرہ مکمل کرائے گا۔

(۲) اور پھر ویگن کے ذریعہ کراچی سے کوئٹہ، افغانستان، ایران، عراق، کویت سے ہوتے ہوئے سعودی عرب لے جائے گا اور ۱۹۷۱ء، ۱۳۹۰ھ میں حج بیت اللہ اور مدینہ طیبہ کی زیارت کرائے گا اور پھر حج وغیرہ سے فارغ ہو کر اسی راستہ سے واپس کراچی پہنچائے گا۔

(۳) سعودی عرب کے اخراجات وغیرہ کے لیے چالیس پونڈ کی کرنسی بھی مہیا کر کے مذکورہ رقم کے اندر دے گا۔ اس کے بعد ایجنٹ مذکور نے پاسپورٹ درست کرائے۔ اکثر ویزے لگوائے اور دوسرے شخص کو ٹیلیفون پر کہا کہ سب کاغذات اور انتظامات مکمل ہو گئے۔ فلاں تاریخ کو کراچی سے بذریعہ کوئٹہ سعودی عرب حج کے لیے چلنا ہے چنانچہ ایجنٹ مذکور نے کوئٹہ سے ۱۵ جنوری ۷۱ء کو حج کے امیدواروں کو چالیس پونڈ فی کس دیے اور دو ویگنوں سے حجاج کا قافلہ سعودی عرب یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ اب سب کاغذات مکمل ہیں۔ نیز اپنے بیٹے کو بطور رہبر اور راستہ کی مشکلات دور کرنے کے لیے قافلہ کے ساتھ کر دیا اور کہا کہ میں خود مکہ مکرمہ میں تمہارا انتظام کروں گا۔ جب قافلہ افغانستان میں داخل ہوا تب رہبر نے بتایا کہ سعودی عرب کا ویزا پاکستان سے نہیں مل سکا۔ بغداد یا کویت سے لیں گے۔ جب قافلہ ایران ہمدان شہر سے گزرا تو ۲ جنوری ۷۱ء بروز جمعرات تقریباً ۲ بجے شام ایک ویگن حادثہ کا شکار ہو کر بیکار ہو گئی۔ ڈرائیور زخمی ہو گیا۔ رہبر نے جواب دے دیا کہ اب قافلہ والے آزاد ہیں۔ میں کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وقت کی قلت کے پیش نظر ۲۱ جنوری ۷۱ء کو زخمی ویگن کے مسافر تہران سے ہوائی جہاز کے ذریعہ کویت پہنچے لیکن کویت میں سعودی عرب کے سفیر نے ویزا دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ۲۰ جنوری ۷۱ء کو صبح ۲ بجے سے سعودی عرب جانے کے لیے خشکی کا راستہ بند ہو چکا ہے۔ انتہائی کوشش کے باوجود قافلہ کو سعودیہ کا ویزا نہ مل سکا۔ زخمی ویگن والے مسافر حادثہ کے بعد انتہائی مشکلات سے دوچار ہوئے اور اپنی جیب سے خرچ کرتے ہوئے حج سے ناکام ہو کر واپس پاکستان پہنچے۔

دوسری صحیح وسالم ویگن والے بھی سعودیہ کا ویزا نہ ہونے، وقت کی قلت، راستہ کی بندش وغیرہ کی وجہ سے حج نہیں کر سکے۔ البتہ حج کے ایام کے بعد عمرہ کر کے واپس آ گئے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بنا بریں مذکورہ ایجنٹ موصوف زخمی ویگن والے مسافروں کی ساری یا بعض رقم واپس کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں۔ اسلامی شریعت کی رو سے مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حادثہ پیش آجانے کے بعد اصولی طور پر عازمین حج کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ وکیل سے جدید انتظام کرنے کا مطالبہ کرتے۔ جیسا کہ جزئیہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ رجل استاجر دابة الی موضع معلوم فلما سار بعض الطریق عطبت الدابة وضعفت عن السیر فان کان المستاجر استاجر الدابة بعینها (الی ان قال) وان کان المستاجر تکاری حمولة بغیر عینها لیحمل الی ذلک المکان فاذا ضعفت الاولی کان له ان یطالبه بدابة اخری اھ۔ ہندیہ ص۴۸۸ ج۴ لیکن وکیل نے جب ایسا انتظام کرنے سے انکار کردیا اور عازمین حج مجبوراً اس پر راضی ہوگئے تو عقد اجارہ باطل ہوگیا۔ مگر جتنا سفر طے کرچکے ہیں اس کی اجرت ایجنٹ کو ملے گی۔ کیونکہ ہر مرحلہ مسافت مقصود ہے۔ جس کے طے کرنے پر استحقاق اجرت ہوتا ہے۔ ومن استاجر بعیرا الی مکة فللجمال ان یطالبه باجرة کل مرحلة لان سیر کل مرحلة مقصودة وکان ابو حنیفة یقول اولا لایجب الاجرة الا بعد انقضاء المدة وانتهاء السفر الخ (ہدایہ ص ۲۹۳ ج ۳) جزئیہ ذیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وان تکاراها الی بغداد علی انها ان بلغته بغداد فله اجر عشرة دراهم والا فلا شیء له فالاجارة فاسدة وعلیه اجر مثلها بقدر ما سار علیها اھ (ہندیہ ص ۴۳۳ ج ۴) یہ جزئیہ بھی مؤید ہے۔ رجل استاجر بعیرا من الکوفة الی مکة ذاهبا وجائیا ثم مات بعد مقضی المناسک فانما علیه من الاجر بحساب ذلک فان انتقض فیما بقی قد بطل فسقط من الاجر بحسابه ویجب فی ترکته بحساب ما استوفی اھ ہندیہ ص۴۸۹ ج۴

اس اجرت کے علاوہ باقی رقم ایجنٹ کے ذمہ واجب الادا ہے کاغذات بنوانے کی قیمت نیز پونڈوں والی رقم بھی وضع کی جانی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۹ جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ

ریڈیو کی خرید و فروخت اور مرمت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہے کہ وہ مالداری یعنی غنا کے باوجود ریڈیو مرمت کا ادارہ رکھتا ہے۔ اس نیت سے ایک تو اس کام میں منافع یعنی کمائی بھی زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ کام سہل الحصول ہے۔ نیز اس نیت

(ج)

(۱،۲) ان مسائل میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اجارہ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اجارہ ناجائز اور اجرت لینا درست نہیں۔ اس لیے بلا ضرورت شدیدہ اس میں احتراز ہونا چاہیے۔ اگرچہ فی نفسہ عقد جائز ہے مگر بوجہ اعانت علی المعصیۃ اس معاملہ میں احتیاط کرنا لازم ہے۔ واذا استاجر رجلا یحمل له خمرا فله الاجر في قول ابي حنيفة رحمه الله وقالا لا اجر له عالمگیری ج ۴ ص ۴۴۹ اھ۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۵ میں لکھتے ہیں ایسے لوگوں کو کرایہ پر مکان دینا درست نہیں بقول صاحبین کے اور امام صاحب کے قول سے جو معلوم ہوتا ہے کہ مکان تو کرایہ پر دینا گناہ نہیں گناہ فعل اختیاری مستاجر کے ہے مگر فتویٰ اسی پر ہے کہ ایسا نہ کرے کہ اعانت گناہ کی ہے۔ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان (فتاویٰ رشیدیہ)

(۴) اجارہ فتح مصارف کل پیداوار پر عشر واجب ہے آبیانہ منہا کر کے باقی سے نہیں لما فی شرح التنویر بلا رفع مؤن الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل الخارج (درمختار ص ۳۲۸ ج ۲) البتہ آبیانہ کی وجہ سے یہ رعایت ہوجاتی ہے کہ پیداوار میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب نہیں ہوتا بلکہ نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر ایک عبادت ہے اور آبیانہ ٹیکس ہے جس طرح انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔ اسی طرح آبیانہ ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

کسی کو پیشگی قرض رقم دے کر اس کی زمین اجرت پر لینا

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے کہ زید نے عمرو کو اس شرط پر چند ہزار روپے دے دیئے کہ مجھے چار من گندم یا ۲۰۰ روپیہ سالانہ دے گا اور جس وقت تک رقم [illegible] کا یا فصل اٹھانے کے بعد میں گندم دوں گا چاہے اسی زمین مخصوصہ کے غلہ سے یا دوسری کسی فصل سے آیا یہ مباح ہے اور اس مال کا کھانا یا استعمال کرنا حلال طیب ہے یا رشوت وغیرہ میں داخل ہے کیونکہ اس طریقہ کو مباح کرنا غرباء اور دیگر غریب زمینداروں کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ صاحب مال بہت لوگوں کی زمین لے لیں گے اور یہی کام متعارف ہو گیا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے الراشی والمرتشی کلاهما في النار کے مصداق بن سکتے ہیں یا نہ کیا اس

جس حق تعالیٰ نے فرمایا کہ گنہگاروں کی ہوتی ہے چونکہ حدیث زجر پر محمول ہو یا ظاہر پر تو اس صاحب کے لیے اگر حرمت کا حکم دیا جائے تو کیسا ہو گا یا مباح اور جانبین کی طرف سے صرف کا حکم دیا جائے دلائل واضح سے بیان کریں اور کتابوں کے حوالوں یا کسی کے قول کا نام یا صفحہ بھی تحریر کریں۔ عنداللہ ماجور ہوں گے۔

احقر الانام محمد سرور [illegible]

﴿ج﴾

شرط مذکور کے ساتھ اجارہ فاسد ہو جاتا ہے لہٰذا ایسی شرط کرنے والا گنہگار ہوگا اور اگر کر لیا تو اس عقد کا فسخ کرنا واجب ہے۔ کما هو حکم العقود الفاسدة نیز روپیہ دینے والے نے جو روپیہ بطور قرض دیے ہیں اور اس قرض کے ساتھ اس کی زمین سے فائدہ اٹھانے کو شرط کر دیا ہے۔ یہ حرام ہے۔ کل قرض جر نفعا فهو حرام۔ یہ رشوت نہیں۔ رشوت تو راشی مرتشی کو دے کر اپنا کام طلب کرتا اور یہاں تو روپیہ واپس اس سے لے گا لیکن حرام ضرور ہے علی حیث المذکور یعنی زمین کا لینا اور دینا نیز روپیہ کا لینا اور دینا سب حرام ہیں۔

والاجارة تفسدها الشروط كما تفسد البيع الخ هدايه باب الاجارة الفاسدة ص ۲۹۹ ج ۳ وكذا في جميع كتب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسی کو اس شرط پر ملازم رکھنا کہ میں اتنی زمین تمہارے نام کر دوں گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں نے یہ زمین خریدی ہے۔ آپ یہاں کام کریں مگر اس وقت تک جبکہ مجھے زمین کی پیداوار سے زمین کی قیمت و لاگت وصول ہو جائے گی۔ آپ کے نام پانچ ایکڑ زمین لگا دوں گا۔ اب اس شخص کا بھائی فوت ہو گیا ہے اور اس کی اولاد اس زمین موعودہ کا مطالبہ کرتی ہے۔

کیا شرعاً وہ اس زمین کی مستحق ہے یا اجرت و محنت کی حقدار ہے جو ان کے والد مرحوم کا حق الخدمت ہو۔ بینوا توجروا

مولانا محمد صدیق صاحب گھوٹکی (سندھ)

﴿ج﴾

یہ اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اجارہ فاسدہ کا یہ ہے کہ اس میں اجر مثل لازم ہوتا ہے لہٰذا شخص مذکور کی اولاد کا مطالبہ (کہ ہم کو وہ زمین موعودہ دے دی جائے) شرعاً صحیح نہیں ہے۔ بلکہ جس قدر ان کے والد نے محنت و مشقت کی ہے اس

زمین سے ایک خاص کھیت مستثنیٰ کرکے اجارہ پر دینا اور محنت مزارع کے ذمہ لگانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مربع بکر کو مزارعت پر اس شرط پر دیا کہ زید ایک متعین کھیت مستثنیٰ رکھے گا جس میں تخم زید ڈالے گا اور کام بکر کو کرنا ہوگا اور جنس خارج ساری زید کی ہوگی۔ بینوا مفصلا جزاکم اللہ تعالیٰ۔

﴿ج﴾

فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اجارہ شرط فاسدہ سے فاسد ہو جاتا ہے اور یہ شرط جو مذکور فی السوال ہے شرط فاسد خلاف مقتضائے عقد زید کے لیے نافع ہے۔ اس لیے اس سے سارا اجارہ فاسد ہوگا۔ البتہ اگر اس متعین کھیت میں بھی حصہ خارج مزارع کے لیے مقرر کر دیا جائے خواہ حصہ قلیلہ ہی کیوں نہ ہو تو اجارہ صحیح ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ شوال

اجارہ پر دی ہوئی زمین خود رو گھاس اور درختوں کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ الف نے ب سے کچھ زمین اور مکان کرایہ پر لیا۔ اب الف نے زمین میں سبزی ترکاری اور گھاس وغیرہ کاشت کیا اور اس سے انتفاع حاصل کرتا رہا۔ اس زمین میں پانی وغیرہ لگنے سے کچھ خود رو درخت اور کچھ کاشت درخت بھی پیدا ہوئے۔ اب یہ درخت کس کی ملکیت ہوں گے کرایہ دار کے یا مالک مکان کے خود رو اور خود کاشت کا ایک ہی حکم ہے یا کچھ فرق ہے۔

﴿ج﴾

خود رو درخت مالک زمین کا حق ہے اور خود کاشت درخت لگانے والے کی ملکیت ہیں مگر مالک زمین جب چاہے زمین خالی کرالے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ شعبان ۱۳۹۱ھ

تین آدمیوں نے ایک زمین اجارہ پر لی پھر ان میں سے ایک نے خرید لی اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بدلائل شرع متین کہ زمین تین افراد نے مالک سے تین سال کے لیے مستاجری پر حاصل کی۔ مگر اثناء میعاد مذکورہ ان مستاجران ثلثہ سے ایک شخص نے وہی زمین خرید کر لی۔ اب وہی شخص دوسرے مستاجران سے بے دخلی کا مطالبہ کرتا ہے۔ جبکہ باقی دو مستاجران کہتے ہیں کہ حسب دستور میعاد مذکور گزرنے کے بعد یہ اراضی ہماری ہوگی۔ ابتداً بطور مستاجری کچے دیں گے۔ لہذا شرعاً فیصلہ مطلوب و مقصود ہے۔

﴿ج﴾

جس دن شخص مذکور نے وہ زمین فروخت کردی ہے اسی دن سابقہ عقد اجارہ ختم ہو گیا ہے۔ لہذا مستاجران پر لازم ہے کہ زمین کا قبضہ خریدار کو دے دیں اور زر مستاجری بائع سے واپس لے سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا باغ اور درختوں کے درمیان خالی زمین خاص مدت کے لیے اُجرت پر دی جا سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ۱۱ ایکڑ زمین پر ایک شخص کا آم کا باغ ہے اور کچھ حصہ میں کیلا اور انار بھی لگا ہوا ہے۔ درختوں کے درمیان زمین بھی ہے جس میں دوسری کاشت بھی ہو سکتی ہے۔ زمین کا مالک وطن سے دور ہے۔ کیا وہ شخص زمین اور باغ سب کو ٹھیکہ پر ایک مقررہ رقم کے عوض سال یا دو سال یا اس سے کم وبیش عرصہ کے لیے دے سکتا ہے اور اگر دے سکتا ہے تو زمین کا عشر کس کے ذمہ ہے مالک یا ٹھیکیدار پر۔ اگر ٹھیکیدار پر ہے تو کیا زمین ٹھیکہ پر دیتے وقت یہ تسلی کر لینا ضروری ہوگا کہ وہ عشر ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اگر یہ صورت جائز نہیں تو کیا صورتیں جائز ہو سکتی ہیں۔ جس میں مالک اتنی دور رہتے ہوئے باغ اور زمین سے از روئے شریعت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

منشی عبدالرحمن خان ملتان آرٹسٹ پہلی کچہری روڈ ملتان

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص ۴۴۴ ج ۴ ولو استاجر ارضا فيها رطبة سنة فالاجارة فاسدة عند ابی حنيفة وابی يوسف رحمهما الله فی قوله فالحيلة فی ذلك ان يدفع الزرع اليه معاملة. وايضا فيها بعد اسطر وكذلك الحيلة فی الشجر الكرم يدفع الشجر او الكرم معاملة.

روایت سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور اگر اپنی زمین کو اجارہ پر دینا چاہتا ہے تو اس کی یہ صورت اختیار کرے کہ زمین کو ایک سال یا زائد کے لیے ٹھیکہ پر دے دے اور زمین کے اندر جو درخت آم اور لیموں وغیرہ کے ہیں ان کا معاملہ علیحدہ کرے جس کی صورت یہ ہو کہ ان درختوں کی پرورش پانی وغیرہ ٹھیکہ دار کے ذمہ ہو۔

سرکاری ملازم کی جگہ کسی معاہدہ کے تحت اور شخص سرکاری خرچہ پر نہیں جا سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سرکاری ملازمت میں سفر خرچ و یومیہ خرچ مقرر ہوتا ہے یہ اس وقت کی حکومت دیتی ہے۔ جب کوئی شخص دفتر کی طرف سے سرکاری کام پر کسی دوسرے شہر میں جائے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ زید اور عمرو دو شخص ایک دفتر کی طرف سے زید کو مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ سرکاری کام کے لیے جائے لیکن عمرو زید سے کہتا ہے کہ آپ نہ جائیں میں چلا جاتا ہوں۔ اس شرط پر کہ جتنا سفر خرچ یا یومیہ خرچ حکومت مجھ کو دے گی وہ آپ کو دے دوں گا یا وہ کچھ رقم پہلے ہی دے دیتا ہے۔ اگرچہ اس کو جتنی بھی ملے کیا اس طرح کی رقم لینا اور آپس میں معاہدہ کر کے ایک کی جگہ دوسرے کی ڈیوٹی پر جانا کیسا ہے۔

محمد صابر قریشی متعلم قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

زید کے لیے یہ رقم لینا جائز نہیں اور نہ ہی زید و عمر کا یہ معاہدہ شرعاً درست ہے۔ البتہ حکومت ہی عمر کو زید کی جگہ بھیجنے پر آمادہ ہو جائے تو پھر عمر کے لیے رقم لینا جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ رجب ۱۴۰۰ھ

پگڑی لینا یا دکان خالی کرنے کی اُجرت طلب کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی ذاتی ملکیت ایک دکان بکر کو کرایہ پر دے رکھی ہے باہمی اعتماد اور حسن سلوک کی وجہ سے چودہ سال تک بے دخلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ خدا کی قدرت گزشتہ سال ادائیگی قرض، اجرائے وصیت اور دیگر خانگی ضروریات کی بناء پر دکان فروخت کر دینے کی مجبوری پیش آ گئی لیکن کرایہ دار نہ تو خود دکان خریدنا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے خریدار کے لیے قبضہ چھوڑتا ہے۔ البتہ کرایہ دار مذکور نے دکان خالی کرنے کے لیے ایک شرط رکھی ہے کہ مالک مکان اس کا ٹیلیفون اپنے خرچ پر دوسری مجوزہ دکان میں منتقل کرا دے تو وہ دکان چھوڑ دے

گا۔ سوال یہ ہے کہ مالک مکان کو پریشان کرنے کے لیے طرح طرح کے جیسے بہانوں سے رکاوٹیں پیدا کرنا یا پگڑی کی رقم خرچ کرنا یا خود وصول کرنا شرعاً کرایہ دار کے لیے جائز ہے یا حرام۔ بعض لوگوں نے مروجہ پگڑی کا کاروبار بنا رکھا ہے اور متفرق مقامات پر کرایہ پر دکانات یا مکان حاصل کرتے ہیں اور پگڑی کی رقم وصول کر کے قبضہ چھوڑتے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ کا شرعی حکم بیان فرمائیں۔

فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم دالان نمبر ۲ محلہ سادات دہلی گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

دکان خالی کرنے کے لیے کرایہ دار کا یہ شرط لگانا کہ مالک دکان اپنے خرچ پر اس کا سامان منتقل کرائے شرعاً باطل ہے اور دکان خالی کرانے کے عوض میں رقم لینا جائز نہیں۔ مروجہ پگڑی کا بھی شرعاً یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ سال قبل جس کی اجرت نہ دی گئی ہو اب دینے میں کون سے سکے کا اعتبار ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے پہلے تقریباً پچیس سال کا عرصہ ہوا ہے کہ ایک آدمی نے ایک اور آدمی کو اپنے ہاں نوکر رکھوایا اور مزدوری تھوڑی ادا کر دی تھی۔ مزدوری کے دن ختم کرنے کے بعد مالک نے اجرت سے مزدور کے مبلغ پچاس روپے یہ کہتے ہوئے ضبط کر لیے کہ تم نے مزدوری پوری نہیں کی لیکن ہوتے ہوتے اب یہ دونوں فریقین فیصلہ ہوئے کہ مزدور کو ۴۰ روپے واپس ملیں۔ اب مالک تو ۴۰ روپے دینا چاہتا ہے مگر مزدور ۴۰ روپے نہیں چاہتا وہ کہتا ہے میری خواہ کو آج سے ۲۵ سال پہلے رقم ضبط کی گئی یا تو مجھے وہی ۴۰ روپے چاندی والے سکے دیے جائیں یا اس وقت کے گندم کے نرخ سے دی یا گندم وہی چاہیے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ آپ بروئے شریعت محمدی مسئلہ حل فرمادیں کہ ۴۰ روپے آج کے حساب سے لے یا اس وقت کے لحاظ سے لے۔

قادر بخش گورمانی سب پوسٹ ماسٹر ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ملازم کو ۴۰ روپے آج کل پاکستان میں جو سکہ رائج ہے یہی دیے جائیں گے۔ اس لیے کہ آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے جو سکہ رائج تھا وہ بھی اسی دھات کا تھا جس دھات کا آج پاکستان کا سکہ ہے۔ انگریزوں کے آخری دور میں چاندی کا سکہ ختم ہو چکا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

مالک کو کرایہ بڑھانے کا حق ہے کرایہ دار راضی نہ ہو تو چھوڑ دے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مالک پلاٹ کسی دکاندار سے جو اس پر کافی عرصے قابض بطور کرایہ دار ہے اور ملبہ اور بجراؤ بھی کرایہ دار کا ہے۔ افتخار کی حد پر مالک پلاٹ کرایہ زیادہ وصول کرنا چاہتا ہے۔ کیا اسے شرعاً اس طرح کا حق پہنچتا ہے۔

حاجی محمد امین شیخ آرن مرچنٹ نزد شیر جام ملتان

﴿ج﴾

وفی العالمگیریۃ ص ۴۳۹ ج ۴ واذا زاد الاجر او المستاجر فی المعقود علیہ او فی المعقود به الی ان قال وان كانت معلومة من جانب الاجر تجوز سواء كان من جنس ما اجر او من خلاف جنس ما آجر۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ مالک پلاٹ کو کرایہ زیادہ کرنے کا مطالبہ کرنا درست ہے۔ اگر کرایہ دار کرایہ زیادہ دینے پر آمادہ نہیں ہے تو پلاٹ خالی کر کے دیدے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شعبان ۱۳۹۷ھ

نماز جمعہ اور دیگر نمازوں کے پڑھانے پر اجرت طلب کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی عالم یا مولوی صاحب نماز اور جمعہ پڑھانے کے عوض معاوضہ لے سکتا ہے جبکہ وہ محنت مزدوری کے قابل ہو۔ فرض کیا اگر معاوضہ لیا جائے تو ان کا یہ ذریعہ معاش نہیں ہوگا اور کیا یہ دین فروشی نہیں کہلائے گی۔ جبکہ خلفاء راشدین کے زمانے کے حالات دیکھے جائیں تو ہمیں ایسا نظر نہیں آتا۔

ایم حسین اینڈ کو دستگیر جھنگ سٹی

﴿ج﴾

امامت کی اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے۔ اس لیے اس پر کچھ اعتراض نہیں ہے۔ ویفتی الیوم بصحتها (ای الاجارة) لتعليم القرآن والفقه والامامة (الدر المختار مع شرحه رد المحتار باب الاجارة الفاسدة ص ۵۵ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ رجب ۱۳۹۱ھ

کسی مکان کو کرایہ پر دیتے وقت درج ذیل شرائط طے کرنا

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ زید اور بکر کے مابین اجارہ کا معاملہ یہ تھا کہ زید نے بکر کو ایک مکان تین سو روپیہ ماہانہ کرایہ پر دیا۔ چند سال بعد فریقین میں کرایہ کے اضافہ میں اختلاف ہوا۔ جس پر زید نے کرایہ وصول کرنے سے انکار کر دیا اور بکر نے زید کے نام سے کرایہ بینک میں جمع کرانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد بعض مصلحین نے فریقین میں صلح کی کوشش کی اور فریقین صلح کے لیے آمادہ ہو گئے۔ بعدہ مصلحین نے اضافہ کے ساتھ کرایہ تجویز کر کے فریقین کے سامنے پیش کیا جسے منظور کر لیا گیا۔ مگر زید نے ایک مزید شرط کا اضافہ کر دیا کہ آج کی صلح کے بعد کے مجوزہ کرایہ کا اطلاق آج سے قبل چار پانچ ماہ پر ہونا چاہیے مثلاً صلح اگر اپریل میں ہوئی ہے تو مجوزہ کرایہ کا اطلاق جنوری سے ہونا چاہیے۔ ہر چند مصلحین نے زید کو راضی کرنے کی کوشش کی مگر زید راضی نہ ہوا لہٰذا صلح ہونے کے بعد معاملہ پھر درہم برہم ہو گیا اور مسئلہ جوں کا توں رہ گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد زید نے عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کا علم بکر کو ہو گیا تو بکر نے بعض مصلحین کے ذریعہ زید کو پھر راضی کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ میں عدالت میں جانے کے لیے بالکل راضی نہیں اور نہ ہی میں اس کو اچھا سمجھتا ہوں۔ کیونکہ عدالت میں جھوٹ افتراء وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ لہٰذا میرے ساتھ کسی صلح کی صورت نکالی جائے اور بکر نے مصلحین کے ذریعہ منت سماجت و معافی کی کوشش کی لیکن زید نے پہلے کی بہ نسبت چند اور شرائط پیش کر دیں مثلاً کرایہ ایک صد روپیہ ماہانہ ہوگا۔ (۲) موجودہ کرایہ کا اطلاق گزشتہ جنوری سے ہوگا جبکہ صلح نومبر میں ہو رہی ہے۔ (۳) اور مقدمہ درج نہ ہونے سے قبل دو صد روپیہ ادا کرنا ہوگا اور اگر مقدمہ درج ہونے کے بعد صلح ہوئی تو پانچ صد روپیہ وصول کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ لیکن بکر کی کوئی شنوائی نہ ہوئی اور ان شرائط کی وجہ سے معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا اور زید نے مقدمہ دائر کر دیا۔ مجبوراً بکر کو عدالت میں حاضر ہونا اور ڈیڑھ سال تک مقدمہ، دعویٰ اور جواب دعویٰ سے گزرنا پڑا۔ اس دوران بکر کو پھر یہ فکر لاحق رہا کہ موجودہ عدالتوں میں سوائے کذب بیانی اور افتراء کے کچھ بات نہیں ہوتی اور یہ بات ایک مسلمان کے لیے بہت بری اور انسانیت سے گری ہوئی ہے۔ لہٰذا بکر نے زید کے ساتھ صلح کی کوشش شروع کر دی۔ زید نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق پھر شرائط میں کچھ اضافہ فرما دیا مثلاً (۱) کرایہ ڈیڑھ صد روپیہ ہوگا۔ (۲) ضمانت ایک ہزار روپیہ پیشگی جمع کرانا ہوگا۔ (۳) اور مقدمہ کا خرچہ پانچ صد روپیہ ادا کرنا ہوگا۔ (۴) اور موجودہ کرایہ کا اطلاق گزشتہ جنوری سے ہوگا جبکہ صلح کی بات مئی کے آخری ایام میں ہو رہی ہے۔ (۵) میری تسلی کے لیے اسٹامپ پیپر وغیرہ پر نیا کرایہ نامہ لکھوا دینا ہوگا۔ بکر نے زید کا مجوزہ کرایہ ڈیڑھ صد روپے

تسلیم کرتے ہوئے بقیہ شرائط کے متعلق کہا کہ اگر شریعت مطہرہ کی رو سے مجھ پر عائد ہوں گی تو میں ادا کر دوں گا ورنہ نہیں۔ بالآخر شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلہ پر فریقین میں صلح ہو گئی۔ اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ مذکورہ شرائط مذکورہ بالا واقعات کی صورت میں بکر کے ذمہ ازروئے شریعت مطہرہ لازم آتی ہیں یا نہیں۔ وہ شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) زرِ ضمانت پیشگی حاصل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(۲) مذکورہ بالا واقعات کی صورت میں مقدمہ کا خرچہ شرعاً بکر کے ذمہ لازم آتا ہے یا نہیں۔

(۳) صلح کے وقت کا طے شدہ کرایہ کو زبردستی چند ماہ پہلے پر نافذ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(۴) زید اپنے اطمینان و یقین کی خاطر جو اقرار نامہ وغیرہ تحریر کراتا ہے تو اسٹام کے کاغذات و تحریر کا خرچہ شرعاً کس کے ذمہ ہوگا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) زرِ ضمانت پیشگی وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ کذا فی امداد الفتاویٰ ص ۳۳۳ ج ۳

(۲) بظاہر بکر کو منفعت نہیں ہے اس لئے بکر سے عدالت کا خرچہ لینا جائز نہیں ہے۔ کما یفہم من فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۴ ج ۱

(۳) یہ شرط شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۴) اس کا خرچہ بھی مالک پر ہے لیکن اگر کرایہ دار نصف یا کم و بیش دینے پر رضامند ہو جائے تو یہ بھی صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تدریس، امامت اور رمضان میں قرآن کریم سنانے پر اُجرت اور شیرینی تقسیم کرنے کے متعلق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل رمضان شریف میں تراویح میں قرآن مجید سنانے پر نمازی لوگ اپنی رضامندی وخوشی سے چندہ کر کے حفاظ صاحبان کی خدمت کرتے ہیں۔ طرفین اس کو معاوضہ نہیں کہتے اور نہ ہی حفاظ صاحبان کی طرف سے طے ہوتا ہے۔ البتہ حفاظ صاحبان کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ لوگ حسب توفیق ہماری ضرور خدمت کریں گے اور اگر لوگ خدمت نہ کریں تو بظاہر ناراض نہیں ہوتے۔ ان کے دل پر سخت قسم کا بوجھ ضرور ہوتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ایک مسجد سے کچھ خدمت نہ ہو تو آئندہ سال قرآن مجید وہاں نہیں سناتے اور بعض حفاظ تھوڑی رقم ملنے والی جگہوں کو چھوڑ کر وہ مساجد تلاش کرتے ہیں جہاں زیادہ رقم ملتی ہے۔ اکثر حفاظ صاحبان غریب

بھی ہوتے ہیں کیا یہ خدمت جائز ہے یا ناجائز۔ نیز ایسے حفاظ کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ۔

(۲) اگر ایسے حفاظ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو کیا چھوٹی سورتوں میں تراویح پڑھنا بہتر ہے یا پیچھے حفاظ کی بہتر ہے۔

(۳) اگر یہ خدمت ناجائز ہے تو امامت اور تدریس قرآن مجید کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہ جائز۔ کیا یہ تینوں امور ایک جیسے ہیں یا شرعی حکم میں ان کی نوعیت الگ الگ ہے۔

(۴) اسی طرح ختم قرآن مجید پر مسجدوں میں نمازی چندہ کر کے تبرک و ثواب کی نیت سے شیرینی تقسیم کرتے ہیں اور کسی سال ناغہ نہیں ہوتا۔ زبانی یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اس کو ضروری نہیں سمجھتے لیکن اگر کسی سال ناغہ کیا جائے تو لوگ برا مناتے ہیں اور ترش بھی ہوتے ہیں تو کیا ختم قرآن مجید پر تراویح کے موقع پر ہر سال چندہ جمع کر کے ثواب و تبرک کی نیت سے اور ترک کرنے کو برا سمجھنا شرعاً جائز ہے یا بدعت ہے۔ جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہ حنفی کی مستند کتابوں کے حوالہ جات سے مدلل مطلوب ہے۔

محمد امین صاحب فاروقی معرفت خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد

﴿ج﴾

فقہاء نے یہ قاعدہ لکھا ہے المعروف کالمشروط کذا فی الشامی وغیرہ پس اگر حافظ صاحب کو معلوم ہے کہ ان کو قرآن شریف سنانے پر کچھ روپیہ ملے گا اور لین دین معروف ہے تو اس حافظ صاحب کو کچھ لینا درست نہیں ہے اور اس میں تالی اور سامع دونوں ثواب سے محروم ہیں۔ وان القراءة لشیء من الدنیا لا تجوز وان الآخذ والمعطی آثمان لان ذلک یشبه الاستئجار علی القراءة ونفس الاستئجار علیها لا یجوز فکذا ما اشبهه الخ. ولا ضرورة فی جواز الاستئجار للضرورة (رد المحتار باب قضاء الفوائت مطلب بطلان الوصیة ص ۷۲ ج ۲)

(۲) چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھنا بہ اجرت کا قرآن سننا بہتر ہے۔

(۳) امامت اور تدریس قرآن کی تنخواہ لینا جائز ہے۔ امامت، تدریس اور تراویح میں اجرت سے قرآن سنانا تینوں ایک جیسے نہیں ہیں۔ پہلے دو جائز ہیں اور آخری ناجائز ہے۔ فی الدر المختار باب الاجارة الفاسدة ص ۵۵ ج ۶ ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والامامة والاذان۔ ان تینوں میں فرق تفصیل کے ساتھ مدلل طور پر امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۹۰، ۳۳۰ میں موجود ہے۔ اگر ضرورت ہو ملاحظہ فرما دیں۔

(۴) اس صورت و التزام کے ساتھ درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ رجب ۱۳۹۰ھ

درجہ کتب کا مدرس اگر بوقت ضرورت حفظ قرآن کرانا شروع کرے اور رمضان میں چھٹی کرے تو تنخواہ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

زید کو ایک دینی مدرسہ میں تدریس کتب کے لیے بلایا گیا۔ (جس وقت ربیع الاول کی ابتداء تھی) کام شروع ہو گیا۔ دو تین ماہ کے بعد درجہ قرآن کا ایک مدرس چلا گیا۔ اس کا قائم مقام نہ مل سکا۔ لہٰذا حافظ مذکور کا درجہ زید مذکور (مدرس کتب) کے حوالے کیا گیا اور زید نے وہ درجہ قرآن سنبھالتے وقت مہتمم صاحب سے یہ کہہ دیا تھا کہ میں چونکہ مدرس کتب ہوں اس لیے دستور مدارس کے مطابق میں ۱۵ شعبان کے بعد چھٹی کروں گا۔ شعبان آ گیا مگر کسی حافظ مدرس کا انتظام نہ ہو سکا۔ اب اگر چند روز شعبان کو زید مذکور (مدرس کتب) چھٹی کر دیتا تو جرم معلوم ہوتا تھا کہ درجہ قرآن میں بعض طلبہ پڑھ رہے ہوں اور بعض کو چھٹی ہو جائے۔ لہٰذا زید نے مدرسہ کا خیال کرتے ہوئے تعلیم جاری رکھی۔ رمضان شریف میں زید کو معلوم ہو گیا کہ اہل کمیٹی مدرسہ آئندہ سال اسے رکھنا نہیں چاہتے۔ لہٰذا اس نے رمضان شریف میں تعلیم بند کر کے رمضان شریف کی تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ جیسا کہ مدارس میں مدرسین کتب میں سے ہر اس مدرس کو جس نے سالانہ امتحان تک تعلیم کرائی ہو تنخواہ دی جاتی ہے۔ مگر مدرسہ والے اس سے انکاری ہیں کہ انہی دنوں کی تنخواہ دیں گے جن میں تعلیم کرائی ہے۔ زید پر مدرسہ کا کچھ قرض تھا۔ (کچھ گندم کی قیمت اور رسید کے پیسے) مدرسہ والوں نے اس کا مطالبہ کیا تو اس نے یہ کہہ کر جواب دیا کہ مجھے تنخواہ ملے گی تو میں وہ قرض ادا کروں گا ورنہ نہیں یعنی اپنا قرض وضع کر کے بقایا میری تنخواہ دے دو۔ فرمایئے کہ جب معیار تعلیم اور مقدار تعلیم اور دیگر امور میں تو مہتمم صاحب خیر المدارس و قاسم العلوم و دیگر مدارس کی نظائر پیش کرتے ہیں کہ وہاں اتنی فیس آتی اور اتنے وقت تعلیم ہوتی ہے وغیرہ ذلک تو تنخواہ میں ان مدارس کے قانون کی پابندی ان پر واجب ہے یا نہیں اور زید مذکور ماہ مبارک رمضان کا مستحق ہے یا نہیں اور تنخواہ نہ ملنے کی صورت میں مدرسہ کا قرض روکنا اس کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ بصورت جواز مدرسہ کے وہ پیسے اگر مال زکوٰۃ ہے تو اس کی تملیک ضروری ہے یا نہیں۔ جبکہ زید بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ شرح و بسط کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

محمد رفیق طارق رشیدی طارق دواخانہ موضع بوہڑ تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال

﴿ج﴾

اگر اس مدرسہ کا اپنا کوئی آئین پہلے سے موجود ہے یا مدرس اور مہتمم کے درمیان تقرری کے وقت کوئی معاہدہ ہوا ہے تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا لیکن اگر مدرسہ کا اپنا کوئی آئین نہیں اور نہ تقرری کے وقت اس قسم کا کوئی معاہدہ ہوا

ہے۔ تو عام مدارس کے آئین کے تحت یہاں بھی فیصلہ ہوگا۔

چنانچہ مدرسہ قاسم العلوم خیر المدارس ملتان اور دارالعلوم دیوبند کے مرتب آئین کے تحت اگر کوئی مدرس شوال سے شعبان تک تدریس کو جاری رکھیں تو ایام تعطیل یعنی شعبان اور رمضان کی تنخواہ اسے ملتی ہے چاہے اگلے سال اس مدرس کو رکھیں یا نہ رکھیں۔ بہرحال شعبان رمضان کی تنخواہ مدرس کو دی جاتی ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید مشاہرہ رمضان کا مستحق ہے۔ زید کے ذمہ مدرسہ کا جو قرضہ ہے زید کو اس قرضہ سے اپنا حق وصول کرنا جائز ہوگا لیکن زکوٰۃ میں زید وکیل ہے زید خود اس میں تصرف تملیک وغیرہ نہیں کرسکتا۔ زید کو چاہیے کہ زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کے مہتمم کے حوالہ کریں۔

زکوٰۃ کی رقم چونکہ مدرسہ کی ملکیت نہیں ہے اس سے وہ تنخواہ وصول نہیں کرسکتا۔ قال فی باب حد السرقة من الشامیة ص ۱۰۵ ج ۴ فاذا ظفر بمال مديونه له الاخذ ديانة بل له الاخذ من خلاف الجنس على ما نذكره قريباً قلت وهذا ما قالوا انه لا مستند له لكن رأيت في شرح نظم الكنز للمقدسي من كتاب الحجر قال ونقل جد والدي لامه الجمال الاشقر في شرحه للقدوري ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم على جواز الاخذ عند القدرة من اى مال كان لا سيما في ديارنا لمداومتهم للعقوق۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

عقد نکاح پر اجرت اور گواہوں کا لڑکی سے پوچھنے کے متعلق سوال وجواب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) کیا نکاح خواں نکاح پڑھنے پر اجرت لے سکتا ہے یا نہیں۔ قرون ثلثہ کے زمانہ میں نکاح خوانوں کو اجرت دی جاتی تھی یا نہیں۔

(۲) عقد نکاح سے قبل گواہوں کو لڑکی سے نکاح وکیل وغیرہ کے متعلق پوچھنا جائز ہے یا نہیں۔

گوجرہ بستی شیر کراچی ۱۱ نمبر

وقت مقرر کے لیے بیل اُجرت پر دے کر اُجرت میں گندم طلب کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو ایک بیل کام کرنے کے لیے ۲ ماہ تک اس شرط پر دیا کہ اتنی گندم مثلاً تین من گندم لوں گا۔ یہ بیل دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں۔

حبیب اللہ ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اگر کام کی نوعیت معلوم ہو اور اجرت اور مدت اجارہ متعین ہو تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد مالک کے لیے دکان واپس لینا اور باہمی رضامندی سے عقد جدید کرنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہماری ایک دکان ہے جو کہ چوک بازار میں واقع ہے۔ یہ ہماری والدہ کی ملکیت ہے لیکن کاروبار میرے والد کرتے تھے۔ دکان پر محمد دین نامی نوکر تھا۔ ہم اس کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے تھے اور ہر قسم کی اس کو سہولت میسر تھی۔ ہمارے والد صاحب ایک پیر کے کہنے پر سونا بنانے کی دھن میں لگ گئے اور آٹھ ماہ کے لیے دکان اُسے کرایہ پر دے دی اور اُس سے تحریر لی کہ جب ہم چاہیں گے اُس سے دکان لے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تین ماہ پہلے اطلاع دینی ہوگی اور اب جبکہ آٹھ سال گزر چکے ہیں جبکہ ہم دو بہن دو بھائی ہیں اور ہم سب جوان ہیں اور ہم میں سے کوئی برسر روزگار نہیں اور جوان بہنیں گھر پر ہیں دکان پر سے ہمیں کرایہ ملتا ہے لیکن معقول نہیں اور اس سے گھر کے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے۔ ہمارا واحد ذریعہ یہی ہے۔ ہم نے کئی بار اس سے دکان خالی کرنے کے لیے کہا لیکن وہ نہیں مانتا ہم نے اُسے یہ بھی کہا ہے کہ آدھی دکان ہمیں دے دو لیکن وہ نہیں مانتا۔ آپ ہی بتائیں کیا کریں۔ کیا ہم اُس سے زبردستی لے سکتے ہیں۔ اگر ہم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں پہلے تو انصاف کے فیصلہ ہونے کی کوئی اُمید نہیں اور ہمارے پاس اتنی رقم نہیں کہ ہم مقدمہ بازی کریں۔ اب ہم آپ کے فیصلے کے منتظر ہیں۔

واجد علی

﴿ج﴾

مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد کرایہ دار پر لازم ہے کہ دکان کو خالی کر کے مالک کے حوالہ کر دے یا طرفین کی رضامندی سے دوبارہ تجدید کرے۔ مدت اجارہ کے بعد شرعاً دکان کا قبضہ لینا مالک کے لیے درست ہے۔ قبضہ لینے کے لیے جو مناسب طریقہ ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ محرم ۱۳۹۲ھ

درمیان سال میں مدرس کو مدرسہ سے الگ کرنے کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گزشتہ سال کسی جگہ پر اپنی خدمت کے لیے مقرر تھا۔ رمضان المبارک میں اتفاقاً ایک مدرسہ میں اس کا جانا ہوا اس مدرسہ کے مہتمم اور دیگر لوگوں نے کہا کہ شوال میں ہمارے ہاں آپ آجائیں۔ اس سال کے لیے آپ یہاں ہمارے ہاں مقرر ہو جائیں تو اس عالم نے کہا اب شوال میں نیا سال شروع ہو رہا ہے مجھے وہاں سے چھوڑنے کا اختیار ہے اگر مناسب سمجھا تو آجاؤں گا۔ چنانچہ مناسب سمجھ کر یہ عالم شوال سے اس مدرسہ میں جس میں ان کو بلایا گیا تھا آگئے۔ چنانچہ ان کے ذمہ صبح کا درس قرآن مجید اور شام کو درس حدیث شریف اور طلباء اگر موجود ہوں تو پڑھانا لگایا گیا۔ چنانچہ یہ صاحب اپنی ذمہ داریاں پوری طرح سرانجام دے رہے ہیں۔ عوام اور لوگ بھی خوش ہیں اور ان کا خیال اس سال رہنے کا تھا۔ مگر ۲۵ ربیع الاول کو مہتمم مدرسہ ایک اصول تیار کرتے تھے کہ اگر کسی وجہ سے مدرسہ کے کسی مدرس کو علیحدہ کیا گیا تو ایک مہینہ پہلے نوٹس دے کر اس کو علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ مدرس مذکور نے اس وقت بھی اختلاف کیا کہ جس مدرس کو ابتداء سال سے رکھا جاتا ہے وہ آخر تک رہتا ہے۔ مگر اس وقت کسی کا فی الحال علیحدہ کرنے کا خیال تھا۔ اس لیے ۲۵ ربیع الاول دستخط ہوئے تھے۔ مگر مہتمم مدرسہ ایک ہفتہ بعد اس مدرس کو جبکہ یہ چھ یوم کی رخصت لے کر وطن جا رہا ہے کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں اس سال آمدنی کے ذرائع تھوڑے ہیں۔ فصلات کی آمدنی کم ہوئی ہے اس لیے ہمارا خیال ہے کہ آپ اس سلسلہ کو ختم کر دیں مگر مدرس نے کہا کہ مدارس میں کمی بیشی قرض وغیرہ ہوا کرتا ہے۔ اس کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ درمیان سال میں کسی مدرس کو مدرسہ سے علیحدہ کر دیا جائے اب جبکہ سال ختم ہونے میں تین ماہ باقی ہیں اور جبکہ کسی دوسرے مدرسہ میں بھی یہ مدرس اس وقت مقرر نہیں ہو سکتے۔ لہذا سال تک گزارا کریں آئندہ سال کے لیے آپ کے حالات جس طرح ہوں اس طرح کریں کیونکہ میں اس سال کے شروع سے مقرر ہوں اچانک

رہوں گا۔ آئندہ سال آپ کی مرضی ورنہ اگر ابھی سے فارغ کرنا چاہتے ہو تو اخیر سال تک کی تنخواہ دو۔ بدیں ان حالات کے پیش نظر جناب سے دریافت کیا جاتا ہے کہ از روئے شرع شریف کیا ہے کہ مدرس مذکور ان اپنے مشاغل اور اس ملازمت کو چھوڑ دے یا سال کے اخیر تک پورا کریں۔ مہتمم صاحب سال کے اخیر تک رکھیں کیونکہ مدرس کہتا ہے اگر میں درمیان میں فارغ ہو گیا ایک تو اپنی خدمت سے فارغ ہو گیا دوسرا بے روزگار ہو جاؤں گا اور سال کا معاہدہ پورا کیا جائے۔ لہٰذا جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

مولوی گل محمد صاحب مدرس شاہی مسجد کہروڑ پکا تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

مدرسوں کا عموماً عرف یہ ہے کہ مدرسین سے ہر مہینے کا اجارہ الگ ہوتا ہے۔ شوال کے بعد اگر کسی مدرس کو ہٹانا ہو تو مدرسوں کا عموماً اصول یہ ہے کہ اگر وقتی طور پر کوئی حادثہ پیش آ جائے اور اسے بلا تاخیر و تعطیل ہٹانا ہو تو جس مہینے میں اسے ہٹاتے ہیں اس مہینے کی اسے پوری تنخواہ دیتے ہیں اور ہٹا دیتے ہیں۔ مدرس اس میں کچھ کہہ نہیں سکتا اور اگر حالات کشیدہ نہ ہوں تو اسے ایک مہینہ پہلے معطل کرنے کی اطلاع دے دیتے ہیں اور مہینہ گزرنے پر اس مہینہ کی تنخواہ دے کر اسے جواب دے دیتے ہیں۔ چونکہ مدرسہ قاسم العلوم وغیرہ مدارس و دار العلوم دیوبند ان کے آئین مرتب ہیں اور آئین کے تحت اقدام معطل کرنے کا کرتے ہیں اس میں سال وغیرہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جس مدرسے کا کوئی آئین نہ ہو تو مدرس سے جیسے پہلے رکھنے کے وقت معاملہ طے ہوا اس کے موافق عمل کرنا ہوتا ہے اور اگر مدرس اور مہتمم کے مابین کوئی بات طے نہ ہو کہ کتنے عرصہ تک رکھنا ہو تو جیسے بڑے اور مشہور اور عام مدارس کا عرف ہو اس کے مطابق ان کے مابین معاملہ طے ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر پورے سال تک رکھنا اس طرح شرط کیا ہے جیسے مدرس کہتا ہے کہ مجھے پورے سال کے لیے رکھنا ہوگا۔ تب تو درمیان سال میں جواب نہیں دے سکو گے۔ اگر ہٹاؤ گے تو سال کے بقیہ ایام کی تنخواہ بھی دینی ہوگی۔ تو اس صورت میں چونکہ تو معاہدہ کے موافق آخر سال تک رکھنا مہتمم کو ضروری ہے۔ ایفاء عہد لازم ہے اور اگر ہٹانا ہی مطلوب ہو تو بقیہ ایام کی تنخواہ دینی پڑے گی۔ یہ ہٹانے کا۔ مذکورہ بالا معاہدہ کے موافق اور جو الفاظ سوال میں درج ہیں ان سے پورے سال کا معاہدہ یا قاعدہ نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ احتیاطاً اخلاقاً مہتمم کو چاہیے کہ اگر مدرس میں عزل کی کوئی اور وجہ شرعی نہ ہو تو محض مذکورہ وجہ سے نہ ہٹائے اور جو مدرس نے قرض وغیرہ سے کام چلانے کو کہا ہے اس طریق کو اختیار کیا جائے مہتمم اور مدرسین اپنے مشاہروں میں تخفیف کر کے مدرسے کے دوسرے اخراجات میں کفایت شعاری سے کام لے لیں اور چند مہینے اتفاق سے دینی خدمت انجام دے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ماہ کے درمیان نکالا جانے والا مدرس پوری تنخواہ کا حقدار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مبلغ نے مہتمم مدرسہ کے ساتھ آ کر روٹی کھائی اور جاتے وقت مبلغ نے مدرس کو مصافحہ کیا تو مدرس نے کہا کہ تو نے حرام کھایا ہے۔ وہ مدرس نے مبلغ کو دختر کی گالی گلوچ نکالنی شروع کی۔ تو مبلغ نے اس کو لاٹھی ماری تو مہتمم مدرسہ نے دونوں کو پکڑ کر ہٹا دیا۔ چار روز کے بعد جب مبلغ مدرسہ میں پھر آیا تو مدرس اور مدرس کے بھائی دونوں نے مل کر مبلغ کو خوب مارا اور بے عزتی کی تو مہتمم مدرسہ نے کمیٹی کی اکیس تاریخ کو مدرس کو جواب دے دیا تو کیا مدرس ۹ دن کی تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں۔

مستفتی محمد امیر [illegible]

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مدرس پورے مہینے کی تنخواہ کا مستحق ہے۔ لہٰذا اس مدرس کو اس مہینہ کے آخری ۹ دن کی تنخواہ دینا مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدرس اگر امام بن کر مدرسہ میں مفت پڑھانے کا وعدہ کرے تو پھر تنخواہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مدرس درمیان سال کے اندر امامت کی ملازمت دوسری جگہ تلاش کی اور نائب مہتمم صاحب سے ملازمت کی اجازت صرف تین ماہ کے لیے کسی مجبوری کی وجہ سے طلب کی۔ نائب مہتمم صاحب نے مہتمم صاحب کے آنے تک اجازت دی۔ اس کے بعد معاملہ مہتمم کے سپرد ہو گیا۔ اس پر فریقین راضی ہوئے۔ مہتمم نے آ کر فیصلہ کیا کہ مدرس کو دوسری جگہ ملازمت کرنے کی وجہ سے تعلیم میں نقص پڑتا ہے اور طلبہ کی طرف توجہ نہیں رہتی۔ اس لیے آپ کو ایک طرف رہنا ہوگا۔ مدرسہ میں یا مسجد میں۔ مدرس نے مسجد کی ملازمت کو ترجیح دی تو مہتمم صاحب نے اخراج کا فیصلہ سنایا۔ بعد میں مدرس نے مفت سبق پڑھانے کے لیے طلب کیے۔ مہتمم نے مفت پڑھانے کی اجازت دے دی۔ مدرس نے سارے سال میں کبھی مدرسہ سے نہ چھٹی کی نوبت گھر یا باہر جانے کی اطلاع دی بلکہ اپنی مرضی سے آتا جاتا رہتا اور انتظامیہ نے اور مدرس اس کی جگہ درمیان سال میں پہلے مدرس کی تنخواہ پر رکھا۔ پورا سال گزرنے کے بعد شعبان میں گزشتہ تنخواہوں کا مطالبہ کیا۔ مدرسہ کے بجٹ میں زائد مدرس کی تنخواہ کی گنجائش بھی نہیں ہے تو اس صورت میں مدرس تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

مولوی عبدالجبار مدرسہ مظہر العلوم مسجد [illegible]

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال مدرس کا اسباق پڑھانا تبرع ہے۔ کسی قسم کا کوئی عقد تنخواہ وغیرہ کا نہیں ہوا لہذا اس تدریس کی وجہ سے یہ مدرس شرعاً تنخواہ کا حقدار نہیں اور تنخواہ کا مطالبہ شرعاً درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ صفر ۱۳۹۱ھ

نصف پر جانور کسی کو پالنے کے لیے دینا جائز نہیں ہے پرورش کنندہ کو اجرت مثل دی جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اپنی بھینس بکر کو نصف حصہ پر پرورش کے لیے دیتا ہے۔ گائے یا بھینس کی چھوٹی چھوٹی بچیاں تقریباً ڈیڑھ سال کی ہوتی ہیں۔ زید بکر کو کہتا ہے کہ یہ ڈیڑھ سالہ کٹی یا وچھی لے جاؤ اس کی پرورش کرو اس کٹی یا وچھی میں نصف حصہ تیرا اور نصف میرا ہے۔ چنانچہ ہر قسم کے چارے وغیرہ کا انتظام اور پرورش و حفاظت بکر ہی کرتا ہے زید سے متعلق اس کٹی یا وچھی کا کوئی خرچہ وغیرہ نہیں رہتا۔ بکر کی پرورش میں وہی کٹی یا وچھی باقی رہتی ہے۔ پہلی مرتبہ نوزائیدہ ہونے کی صورت میں ہمارے ہاں عرف میں یہ بات طے ہوتی ہے کہ جب تک یہ پہلا سودا بھینس یا وچھی دودھ دیوے اس دودھ کو بکر ہی کھاتا پیتا رہے۔ پھر جب دوسری مرتبہ وہی کٹی یا وچھی جوان مکمل بھینس یا گائے کے نام سے تعبیر کی جا سکتی ہے وہ بچہ دیتی ہے تو فریقین اس گائے اور بھینس کو باہمی تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس کی قیمت لگا دی جاتی ہے اور قیمت بھی پرورش کرنے والا لگاتا ہے دوسرا نہیں لگا سکتا۔ نصف حصہ کی رقم فریقین میں سے جو ایک کو دے دے تو بھینس دوسرے کو مل جاتی ہے۔ اب ہمیں اس میں چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) بھینس کا بکر کو نصف حصہ پر پرورش کے لیے دینا ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں جبکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ بہشتی زیور میں ناجائز لکھتے ہیں۔

(۲) بھینس کی نصف ملکیت بکر کی پرورش کرنے سے ہو جاتی ہے یا نہیں

(۳) اس طرح قیمت لگا کر بھینس کا ایک دوسرے کو لینا دینا بھی جائز ہوگا یا نہ۔

(۴) پرورش کرنے والا قیمت لگانے کا مجاز ہے یا نہیں علاوہ ازیں جواز یا عدم جواز کی کوئی صورت ہو سکے تو وہ بھی مرقوم فرمادیں۔ جواب باحوالہ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

حافظ محمد شریف [illegible] تحصیل و ضلع [illegible]

﴿ج﴾

جانور بطور شرکت پالنے پر دینے کی مسئولہ صورت جائز نہیں۔ اس صورت میں بچے اور دودھ سب مالک کا ہے اور پالنے والے کو اجرت مثل دی جائے گی کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے اور اجارہ فاسدہ میں کام کرنے والے کو اجر مثل ملتا ہے۔ اس کی جائز صورت یہ ہے کہ جانور دیتے وقت جانور کی قیمت لگا کر کوئی ایک حصہ مثلاً نصف بکر پر فروخت کر دی جائے۔ جانور دونوں کا مشترک ہو جائے گا پھر بکر اس کی پرورش کرے اور فروخت کرنے کے بعد طرفین کی رضامندی سے قیمت نصف نصف تقسیم کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ کے مکان میں چکی لگانے والا مکان کیسے خالی کرے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا۔ کرایہ دار نے جس مکان میں آٹا پیسنے کی چکی لگا دی ہے۔ اب مالک مکان کہتا ہے کہ میرا مکان خالی کر دے۔ کرایہ دار کہتا ہے کہ میں نے تیرے مکان میں چکی لگائی ہوئی ہے۔ چکی کو کہاں لے جاؤں۔ مالک مکان کہتا ہے کہ چکی کی رقم مقرر کر دیں۔ وہ رقم دینے کے لیے تیار ہوں اس کا شرعی حکم کیا ہے۔

محمد صادق محلہ کوئٹہ

﴿ج﴾

اگر مالک مکان چکی لینے پر آمادہ ہے تو کرایہ دار کو یہ فیصلہ مان لینا چاہیے۔ دو دیندار منصف جو قیمت چکی کی طے کر دیں وہ رقم کرایہ دار لے کر مکان مالک کے حوالہ کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قرآن کریم پڑھانے والے استاد کو جوئے کی رقم سے تنخواہ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص حافظ قرآن بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا ہے لیکن اس کی تنخواہ جوئے کی رقم سے ادا کی جاتی ہے۔ کیا اس صورت میں یہ تنخواہ لینی جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جس فنڈ سے حافظ کو تنخواہ دی جاتی ہے اگر وہ بالکل حرام خالص ہے۔ یعنی صرف جوئے سے ناجائز طریقہ پر حاصل کردہ رقم اس فنڈ میں جمع کر کے تنخواہ ادا کرتے ہیں تو یہ تنخواہ حلال نہیں۔

اگر فنڈ کی آمدنی مشتبہ اور مخلوط الحلال والحرام ہے غالب احتمال ہو مثلاً جوئے کی رقم کے علاوہ تجارت حلال اور چندہ کی صورت میں حاصل کردہ رقم بھی اس فنڈ میں جمع کیے جاتے ہیں اور حلال رقم غالب ہے تو اس سے تنخواہ لینے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر اجیر کسی کے گھر تک سامان پہنچانے کا ذمہ لے
اور سامان راستہ میں ضائع ہو گیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کا مال اٹھایا۔ شرط یہ کہ گھر پہنچانے کا ذمہ اٹھایا ہے۔ تا کہ عمر بھی روپے دے گا لیکن زید سے عمر کا مال اس کے گھر تک پہنچانے سے قبل ضائع ہو گیا۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ زید سے یہ مال وصول کیا جائے گا یا نہیں۔ جبکہ عمر کا زید سے یہی مطالبہ ہے کہ لہٰذا آپ کردہ مال مجھے واپس دے دے۔
عاشق الٰہی شاہ پور ضلع حیدر آباد

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اگر اس مال کے ضیاع میں اس کی طرف سے کوئی تعدی اور قصور نہیں ہے تو اس کا ضمان اس پر نہیں آئے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدرسہ کے لیے چندہ کرنے والے کا چندہ کی رقم سے ایک تہائی یا چوتھائی لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک دینی ادارے کے انتظامی امور اور تدریس حدیث بلا معاوضہ اور بغیر مشاہرہ کے سرانجام دے رہا ہے۔ اس کا ذریعہ معاش دکانداری اور تجارت ہے۔ جب اسے

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر مدرسہ کے مہتمم نے وعدہ کیا ہے کہ آپ کو ماہ رمضان کی تنخواہ ہم ادا کریں گے اور آپ ہمارے مدرسہ میں آ جائیں اور وہ مدرس رمضان کی تنخواہ چھوڑ کے سابقہ مدرسے سے قطع تعلق چھوڑ کر دوسرے مدرسے میں آ گیا ہے تو وہ عرفاً وعادتاً اس مدرسے سے رمضان کی تنخواہ لینے کا حقدار ہے۔ لہٰذا شرعاً بھی اسے دینی چاہیے اور یہ تنخواہ اس کی تنخواہ میں اضافہ تصور ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کمپوڈر کو کوئی مریض خوشی سے کوئی تحفہ یا بخشش دے دے
جبکہ اس کی خدمت سب کے لیے یکساں ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حال سے میری سرکاری ہسپتال میں کمپوڈری کی ملازمت ہے اور تنخواہ مجھے سرکاری ملتی ہے اور ہر ماہ کے ختم ہونے کے بعد بدستور مل جاتی ہے مگر مجھے کوئی مریض بخیر ہونے کے کوئی چیز بطور روائی اچھی دے دیتے ہیں حالانکہ میں نہ کسی مریض سے مانگتا ہوں اور نہ کسی مریض سے سختی سے پیش آتا ہوں کہ مجھے بھی کوئی چیز دیں اپنی ایمانداری سے دل میں بھی یہ خیال رہتا ہے کہ مجھے دیں یا نہ دیں اپنی ایمانداری سے جس طرح سب کی دوائی ہوتی ہے اسی طرح دے دیتا ہوں مگر بغیر مانگے مندرجہ بالا تحریر کے اندر اور مطابق وقت دورہ میں لینا جائز ہے یا نہیں اس کا ثبوت مجھے کسی آیت یا حدیث کے ساتھ دیں۔

۲۵ جمادی الثانیہ ۱۳۹۷ھ

﴿ج﴾

اصل اس باب میں امام بخاری کی حدیث ہے جو حمید ساعدی سے مروی ہے۔ قال استعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من الازد یقال لہ ابن اللتبیۃ علی الصدقۃ فلما قدم قال ھذا لکم وھذا لی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فانی استعمل رجالا منکم علی امور مما ولانی اللہ فیاتی احدھم فیقول ھذا لکم وھذہ ھدیۃ اھدیت لی فھلا جلس فی بیت ابیہ او بیت امہ فینظر ایھدی لہ ام لا الخ وایضاً استعمل عمرؓ ابا ھریرۃ فقدم بمال فقال لہ من این لک

هذا قال تلاحقت الهدايا فقال له عمر اى عدو الله هلا قعدت في بيتك فتنظر ايهدى لك ام لا فاخذ ذلك منه رجعله في بيت المال قال عمر بن عبدالعزيز كانت الهدية على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم هدية واليوم رشوة (ذكره البخارى) وقال الخطابي حكم العقود ينظر هل يكون حكمه عند الانفراد كحكمه عند الاقتران ام لا (نقله صاحب المشكوة) وقال تعليل النبي صلى الله عليه وسلم دليل على تحريم الهدية التى سببها الولاية وقال الشامى وكل من عمل للمسلمين عملاً حكمه فى الهدية حكم القاضي شامى ص ۳۷۲ ج ۵ مطلب فى هدية القاضى.

مندرجہ بالا احادیث وآثار صحابہ وتابعین واقوال فقہاء سے معلوم ہوا کہ عہدیدار کو جو کسی عہدے کی وجہ سے ہدایا پیش ہوتے ہوں وہ سب رشوت محرمہ میں داخل ہیں۔ یہ شخص اگر عہدے پر نہ ہوتا پھر بھی جو دوست قریب وغیرہ ہدیہ بھیجتے اس کو اس عہدے سے پہلے اتنی ہی مقدار سے تو جائز ہوتا اور اب اگر زیادہ دیں تو زیادتی حرام ہے تب بھی حرام ہے اور جو عہدے کے بغیر بالکل نہ دیتا اور اب دے رہا ہے وہ بھی حرام۔ واللہ اعلم

المجیب حضرت مولانا محمد شفیع صاحب

امام مسجد کو ایام اسیری کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں صورت کہ کہ زید تقریباً نو سال سے ایک مسجد کا امام ہے اور اس نے اپنی تمام سابقہ زندگی میں کبھی بھی کسی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا اتفاقاً اس مسجد سے تحریک ختم نبوت شروع ہوگئی جس کی بناء پر گورنمنٹ نے بغیر کسی وجہ کے صرف امامت ہی کی بناء پر زید کو سیفٹی ایکٹ میں گرفتار کرلیا۔ زید نے گرفتاری کے وقت اپنے ایک عزیز کو جو کہ پہلے ہی سے اس مسجد میں زید ہی کی وجہ سے صرف تیس روپے ماہوار موذن اور خدمت مسجد پر مامور تھا بغیر کسی مزید اضافہ تنخواہ کے اپنا قائم مقام مقرر کردیا جو کہ زید کی عدم موجودگی (زمانہ اسیری) میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتا رہا کیا از روئے شرع زید کو اپنے ایام اسیری کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جائز ہے۔ (قال الشامى ص ۶۰ ج ۴) فالذى تحرر جواز الاستنابة في الوظائف ويؤيده ما مر في الجمعة بترجيح جواز استنابة الخطيب (الى ان قال) ويجب تقييد جواز الاستنابة بوظيفة تقبل الانابة كالتدريس بخلاف التعلم وحيث تحرر الجواز فرق بين ان يكون المستناب مساويا في

المفضية او فوقه او دونه كما هو ظاهر فليتأمل والمسئلة وضع فيها رسائل ويجب العمل بما عليه الناس وخصوصاً مع العذر وعلى ذلك جميع المعلوم للمستحب الخ ۔ مگر یہ عذر یقیناً اعذار عادیہ میں سے ہے جو بوجہ بیماری وغیرہ کے ہے اس لیے حکومت نے اس کو از خود رخصت دیا ہے۔ اس نے خود گرفتاری کے لیے پیش نہیں کیا تھا اس لیے اس رخصت کے جواز میں کوئی شبہ نہ ہوا اور تنخواہ تمام کی تمام امام مسجد کو دی جائے گی۔
واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

جس مدرس کو رمضان میں تنخواہ دی گئی ہو وہ ذی قعدہ میں وہ مدرسہ چھوڑ دے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

ایک جدید مدرسہ نے یہ قانون رکھا ہے کہ جو مدرس شوال میں پھر داخل ہوگا اس کو رمضان کی تنخواہ ملے گی اس قانون کے مطابق ایک مدرس کو تنخواہ ماہ رمضان دی گئی اب اس مدرس نے ۱۳ ذوالقعدہ کو بیماری کی وجہ سے استعفیٰ دیا ہے اب مدرسہ والے مدرس کو کہتے ہیں کہ رمضان کی تنخواہ واپس کرو کیونکہ تم نے سارا سال نہیں دیا۔ مدرس کہتا ہے کہ سارا سال شرط نہیں ہے شرط فقط یہ ہے کہ شوال میں داخل ہو اور شوال میں داخل ہوا اس کے علاوہ میں معذور بھی ہوں اور میں اب بھی تنخواہ کا حقدار ہوں کہ نہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

فقیر محمد زبیر داکوٹ ضلع کیمبل پور

﴿ج﴾

رمضان کی تعطیلات کی تنخواہ کا اس طرح مدرس حقدار ہے اس سے یہ تنخواہ واپس نہیں وصول کی جائے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ شوال ۱۳۷۷ھ

اگر شعبان میں مدرسین کو بتایا جائے کہ چھٹی کی تنخواہ نہیں ملے گی وہ پھر بھی مطالبہ کر سکتے ہیں
آدھے سال میں نکالے جانے والے مدرس کے لیے بقیہ ایام کی تنخواہ کا حکم

﴿س﴾

حضرت مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم۔ بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل معروضات پیش خدمت ہیں۔ امید ہے جناب والا ان کی شرعی توضیح فرما کر ارسال فرمائیں گے۔ نوازش ہوگی۔

(۱) جب کچھ لوگ ایک ادارہ بنائیں اور اپنے قوانین اس کے لیے منتخب کریں یا وہ وار آئین اس پر خرچ کریں تو ایک ایسا ادارہ دوسرے اداروں کے قوانین میں مل سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) جب دارالعلوم اسلامیہ شعبان کے مہینے میں یہ فیصلہ کرے کہ رمضان شریف کی تنخواہ کسی مدرس کو نہ دی جائے گی اور سب مدرسین کو کہے کہ تم ہماری طرف سے آزاد ہو اگر تمہیں کسی دوسرے دارالعلوم میں ملازمت مل جائے تو آپ خودمختار رہیں۔ تو اس صورت میں اگر مدرس صاحب رمضان شریف کی تنخواہ مانگیں تو شرعاً اس کے لیے جائز ہے یا نہیں۔

(۳) شعبان کی دسویں تاریخ کو جب دارالعلوم مدرس کو مستعفی کرے (نالائقی کی وجہ سے) تو بقیہ شعبان کے بیس دن کا وہ مستحق ہے کہ اس کو تنخواہ دی جائے یا نہیں اور اگر شعبان کی دسویں تاریخ کو مستعفی مدرس صاحب رمضان شریف کی تنخواہ مانگیں تو شرع شریف میں اس کا کیا حکم ہے۔ براہ کرم ان معروضات کا جواب شرعی پوزیشن میں فراہم کریں۔

مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ مردان

﴿ج﴾

(۱) جب کچھ لوگ ایک ادارہ بنائیں اور اس کے لیے اپنے قوانین منتخب کرلیں وضع کریں بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہوں تو اس ادارے کے مہتمم و مدرسین و دیگر عملہ ان سب کو اس پر چلنا اور ان کا پابند رہنا ضروری ہوتا ہے۔ ان کو اپنے قوانین (جن کا انہوں نے گویا کہ خود التزام کیا ہے) کا خلاف جائز نہیں۔ نیز معروضہ اسلامی اداروں والے جو قوانین و ضوابط وضع کرتے ہیں تو چونکہ منصوص شرعیہ میں نہیں ہوتے ہیں بلکہ ہر ادارے والے اپنی تعلیمی مصلحتوں کو مالی اخراجات کو دیکھتے ہوئے قوانین وضوابط وضع کرتے ہیں اس لیے اگر کسی ادارے کے اپنے اصول وضوابط ہیں تو ان پر دوسرے ادارے کے قوانین کا پابند رہنا واجب ولازم نہیں بلکہ ان کا اپنے قوانین کا (جن کو انہوں نے وضع کیا اور گویا ان پر چلنے کا عہد ومیثاق کیا) پابند رہنا لازم وواجب ہوگا۔

(۲) اگر دارالعلوم اسلامیہ کا ابتداء ہی سے یہ قانون ہو کہ رمضان المبارک کی تنخواہ کسی مدرس کو نہیں دی جائے گی اور اس کے بعد مدرس کو اس ضابطے کا علم بھی ہے اور دارالعلوم میں ملازمت اختیار کرتا ہے تو پھر مدرس کے لیے رمضان المبارک کی تنخواہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں لیکن اگر دارالعلوم اسلامیہ کا پہلے سے یہ ضابطہ نہ ہو اور مدرسین پورا سال اس میں خدمت انجام دیتے رہے اور ادارہ شعبان میں یہ فیصلہ کرے کہ رمضان المبارک کی تنخواہ کسی مدرس کو نہیں دی جائے گی تو دارالعلوم اسلامیہ کا یہ فیصلہ اس وقت عرف مدارس کے خلاف غلط ہے اس لیے ہر مدرس کو دیگر مدارس کے عرف کی بنا پر رمضان المبارک کی تنخواہ کا مطالبہ جائز وصحیح ہوگا شرعاً بھی انہیں یہ حق حاصل ہوگا۔

(۳) اگر دارالعلوم اسلامیہ کا اس بارے میں کوئی ضابطہ ہے تو مدرس اور مہتمم دونوں کو اس کا پابند رہنا ضروری ہے اور

ساتھ دھوکہ کیا ہے لہٰذا ایام معطلہ کی تنخواہ کا مستحق نہ بنے گا۔ صورت مسئولہ میں وفاق کے اصول کے مطابق مدرس مذکور ایام معطلہ کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
٦ ربیع الاول ١٣٨٣ھ

درمیان سال میں نکالے جانے والے مدرس کا سال بھر کی تنخواہوں کا مطالبہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب... نے بواسطہ عمرو کے ایک مولوی صاحب کو اپنے مدرسہ میں مدرس مقرر کیا اور مولوی صاحب اس معاملے سے بے خبر تھا۔ جب کسی طرح مذکورہ معاملہ سے باخبر ہو گیا تو معاملے کی تحقیق کی کہ آیا تقرر ہوا ہے یا نہیں مہتمم صاحب کے پاس ۶ شوال کو پہنچا۔ رات ان کے پاس رہا لیکن طرفین میں تقرر کے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی۔ لہٰذا مولوی صاحب عدم گفتگو و عدم تقرر سمجھ کر واپس ہو گیا۔ اس کے بعد ضرورت محسوس ہونے پر مہتمم صاحب نے ۸ شوال کو آدمی بھیج کر مولوی صاحب کو بلایا۔ مولوی صاحب نے ۱۹ شوال مدرسہ پہنچ کر ۲۰ شوال کو اسباق شروع کرا دیے۔ بعدہ حسب ضرورت مولوی صاحب جمعرات کی شام کو گھر چلے جاتے اور ہفتہ کی ظہر یا کبھی اتوار کو آجاتے۔ ۲۲ ذی قعدہ کو مہتمم صاحب نے مولوی صاحب کے استاد کو بلا کر کہا کہ مولوی صاحب ناغہ زیادہ کرتا ہے تعلیم کا نقصان ہو رہا ہے اب تک اس نے اٹھارہ چھٹیاں کری ہیں۔ لہٰذا آپ مولوی صاحب کو فرما دیں کہ چلے جائیں۔ اس طرح سے مولوی صاحب کا مدرسہ سے اخراج ہوا۔ اب مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے لہٰذا مجھے پورے سال کی تنخواہ ملنی چاہیے۔ متعدد ذیل وجوہات کی بنا پر قانوناً مدرسہ ۱۱ شوال سے کھل جاتا ہے اور میرا تقرر ۱۹ شوال سے ہوا ہے۔ تو ۱۸ دن میں ان آٹھ دنوں کو بھی شمار ہوگا جن میں مجھے میری تقرری کا علم بھی نہیں تھا۔

(۲) حسب قاعدہ مدرسہ ایک مدرس سال میں ۲۵ دن کی چھٹی بلاوضع تنخواہ لے سکتا ہے۔ چاہے ابتداء میں یا وسط میں یا اخیر میں متفرق کرے یا مجتمع اور اگر چھٹیاں ۲۵ دن سے بڑھ جائیں تو بوضع تنخواہ مدرس کو اجازت ہوتی ہے۔

(۳) ہمارے ہاں مدارس کا عرف یہ ہے کہ مدرس کو کم از کم ایک سال کے لیے رکھا جاتا ہے مدرسہ کے قانون سے تجاوز کی صورت میں تادیب ہوتی ہے بشرطیکہ اخلاقی یا شرعی دائرہ سے تجاوز نہ کرے۔ البتہ تعلیم و تدریس میں ناقص ہونے کی وجہ سے یا طلبہ کے غیر مطمئن ہونے کی صورت میں مہتمم کو اخراج کا اختیار ہے لیکن ایک مہینہ پہلے اطلاع دینا ضروری

ہے۔ عدم اطلاع کی صورت میں ایک ماہ کی تنخواہ دینی ہوگی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ جب طلبہ مدرسہ والے تعلیم و اخلاق وضع قطع شرعی سے متعلق تھے کتابیں بھی ٹھیک ہو رہی تھیں۔ مذکورہ رخصت سے بھی مقدار تعلیم میں فرق نہیں تھا۔ اب صرف ہفتہ کے بہانے سے نکالنا جبکہ میں نے ۲۵ دن میں سے صرف دس دن رخصت کی ہے اور جو آٹھ دن مہتمم صاحب نے شمار کیے ہیں ان میں تو مجھے اپنی تقرری کا علم بھی نہیں تھا۔ بالفرض مہتمم صاحب کا شمار صحیح رکھا جائے پھر بھی چھٹیاں باقی رہتی ہیں اور اگر نہ بھی رہیں تو بھی حسب قاعدہ مدرسہ زائد رخصت کے بالمقابل وضع تنخواہ کرے دوسری صورت میں تنبیہ کرتے اخلاق خلاف دیتے۔ اب مہتمم صاحب نے مذکورہ بالا امور سے قطع نظر کر کے بلا وجہ شرعی و اخلاقی و عقلی جواب دے کر کسی غریب کو پورا سال بے روزگار بنایا اور جواب بھی اس وقت دیا کہ کسی اور مدرسہ میں جگہ ملنے کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے اور سال بھر کی تنخواہ کا میرا حق بنتا ہے یا نہیں۔

محمد یعقوب صاحب تھانوی مدرسہ مدینۃ العلوم محمدیہ شریف ڈاکخانہ تنا میں ضلع حیدرآباد

﴿ج﴾

اگر مدرسہ کا کوئی دستور ہے یا تقرری کے وقت مہتمم مدرسہ سے کوئی معاہدہ طے پایا ہے پھر تو اس کے مطابق عمل ہوگا۔ اگر کوئی طے شدہ معاہدہ نہیں تو عام مدارس کے اصول کے مطابق فیصلہ ہوگا اور عام طور پر بڑے مدارس کا دستور مرتب ہے اس کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔ اس میں سال بھر کے لیے تقرر کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ عام اصول کے مطابق آپ کا تقرر ۱۵ شوال سے سمجھا جائے گا اور زیادہ سے زیادہ آپ شوال کے بقیہ ایام اور ذی قعدہ کی تنخواہ کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ ہفتہ کے دن کی اگر آپ نے رخصت مہتمم صاحب سے لی ہے تو حاضری ورنہ غیر حاضری متصور ہوگی۔ ۲۵ دن کی رخصت کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب مدرس رخصت منظور کرا کر جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ محرم ۱۳۹۹ھ

بے قصور مدرس کو جب اثنائے ماہ میں نکالا گیا تو پورے ماہ کی تنخواہ لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مدرس قرآن کا کسی ایسے شخص سے جھگڑا ہو گیا جو برائے نام مدرسہ کا رکن ہے۔ کبھی کبھی چندہ کر کے کچھ مدرسہ کو بھی دیتا ہے مدرس نے کہا کہ تیرا گھر قریب ہے مگر روٹی کے وقت آ جاتا ہے۔ طلباء کی پکی روٹی سے تو بھی کھا جاتا ہے اس سے طلباء کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس پر فریقین مشتعل ہو گئے اس شخص نے مدرس کو لاٹھی ماری مدرس نے کہا کہ میں بدلہ لوں گا۔ چنانچہ موقع پر مدرسہ سے باہر اس کو ایک دو لاٹھیاں ماردیں تو اس پر

مدرسہ کے مہتمم نے مہینے کی ۲۰ تاریخ کو اچانک جواب دے دیا تو سوال یہ ہے کہ کیا اس ماہ کے آخری دس دن کی تنخواہ کا مدرس حقدار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

سائل محمد شفیع سابق مدرس تعلیم القرآن گکھڑ منڈی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ مدرس پورے مہینے کی تنخواہ کا مستحق ہے۔ لہٰذا اس مدرس کو اس مہینے کے آخری دس دن کی تنخواہ دینا مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

مدرس اگر مسجد میں امام و خطیب بن جائے کیا اس کا اخراج جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مدرس مدرسہ میں ایک دو سال عربی تعلیم دیتا ہے۔ شہر میں زیادہ اخراجات کی وجہ سے مذکور مدرس صاحب نے خطابت کرنا شروع کر دی اور خطابت کی وجہ سے اپنی ڈیوٹی میں کوتاہی نہیں کرتے۔ مولانا صاحب مدرسہ کے اور بوجھ اٹھانے کے لیے تیار ہیں اور اٹھایا بھی ہے لیکن غیر عالم مہتمم صاحب نے مدرس کو کہا کہ یا تو مدرسہ میں رہو یا صرف خطابت کرو کیونکہ میرے ذوق کے خلاف ہے کہ دونوں کام کیے جائیں۔ نہ اہل مدرسہ کی طرف سے شرط یہ ہے کہ خطابت کا ممنوع ہونا۔ نہ اہل مدرسہ کے دستور میں ممنوع ہے نہ اہل مدرسہ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے بلکہ یہ ایک غیر عالم مہتمم صاحب نے مولانا صاحب کو کہا کہ خارج ہو جاؤ مدرسہ سے یا صرف مدرسہ میں رہے۔ مہربانی فرما کے بتائیں کہ مولوی صاحب کا اخراج جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو کیوں۔ اگر جائز ہے تو پھر مولوی صاحب سارے سال کی تنخواہ کا حقدار ہے یا نہیں۔ حالانکہ اخراجات مدرسہ اراکین مدرسہ اور چندہ سے ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا بالدلائل والتفصیل

﴿ج﴾

خطابت اور تدریس دونوں جمع کرنے میں شرعاً منافات نہیں اور جبکہ مدرسہ کے دستور میں کسی مدرس کے لیے خطابت ممنوع نہیں تو محض اس وجہ سے مدرسہ سے اخراج کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً جبکہ خطابت کی وجہ سے مدرسہ کی ذمہ داری میں کچھ کوتاہی بھی نہیں ہوتی۔ یہاں ہمارے مدارس میں تو کئی مدرس تدریس و خطابت دونوں کام سرانجام دیتے ہیں۔ باقی مدرس نے جتنا عرصہ مدرسہ کا کام انجام دیا ہے اس عرصہ کی تنخواہ کا وہ شخص مستحق ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ

وقف زمین کو کرایہ پر دینے کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ودریں مسئلہ کہ ارض موقوفہ عام عیدگاہ کی مستاجری اگر بذریعہ بولی زیادہ ہوتی ہو تو کیا بذریعہ بولی مستاجری پر دینا ضروری ہے اور اگر کسی خادم دین یا عالم دین کی رعایت کرتے ہوئے وہ موقوفہ زمین کم قیمت پر مستاجری پر دی جائے تو کیا یہ جائز ہے اور اگر اس زمین جیسی زمین جو قرب وجوار میں ہے کا جو نرخ ہو اس سے بذریعہ بولی زیادہ اجرت ملتی ہو تو متولی وقف کو شرعاً یہ اجازت ہے کہ کسی شخص کی رعایت کرتے ہوئے بولی نہ لگوائے بلکہ وہی عرفی اجرت پر دے اور اگر ترک بولی اور خصوصی رعایت میں عوام سے فتنہ کا خطرہ ہو تو ترجیح کس جانب کو ہونی چاہیے۔

﴿ج﴾

قال ابن عابدين في رسالته تحرير العبارة فيمن هو اولى بالاجارة (رسائل ابن عابدين رحمه الله ص ۱۶۵ ج ۲) المقصد في تحرير ما هو المرام من هذا الكلام حيث علمت ما قررناه من كلام علمائنا ظهر لك انه اذا فرغت مدة اجارة المستاجر وليس له في الارض كردار من بناء او غرس او كبس ولا مشد مسكة وجب عليه تسليم الارض للموجر اذا امتنع من ايجارها له وليس للمستاجر ان يقول انا احق باستيجارها لانها كانت بيدي اذ لا قائل بذلك من اهل مذهبنا ولا وجه له اصلا مع ما يلزم على ذلك من الضرر والاستيلاء على الاوقاف ونحوها بلا مسوغ شرعي حيث تبقى الارض بيده مدة طويلة لا يقدر المؤجر على تحصيل الاجرة (الى ان قال) وصرح في الاسعاف وغيره بانه لو تبين ان المستاجر يخاف منه على رقبة الوقف يفسخ القاضي الاجارة ويخرجه من يده انتهى فهذا اذا كانت مدة الاجارة باقية فكيف اذا فرغت وانقضت ولم يبق له فيها حق اصلا وهذا ايضا اذا كان يدفع اجرة المثل تماما فكيف اذا كان لا يستاجر الا بدون اجرة المثل (الى ان قال) ووجه كونه احق من غيره فيما اذا كان مستاجرا اجارة صحيحة وزادت الاجرة في اثناء المدة الى قوله فاذا انتهت المدة لم يبق له حق فيخير المؤجر بين ابقائها معه بتجديد عقد آخر او ايجارها بغيره باجر المثل الا اذا كان له فيها حق القرار الى قوله واذا لم يكن له فيها حق القرار وفرغت مدة اجارته فلا قائل بانه احق من غيره وانه يلزم الموجر ايجارها منه فان هذا مخالف لما اطبقت عليه كتب ائمة متونا وشروحا وفتاوى الى ان قال لكن صرح في

اجارات الدر المختار بان المختار قبول الزيادة ليفسخها المتولي فان امتنع فالقاضي ثم قال بعد اسطر للمتولي فسخها وعليه الفتوى وقال في شرح الملتقى اما على رواية شرح الطحاوي فيفسخ وتجدد للآتي من الزمان وهو الصحيح وعليه الفتوى انتهى قلت وبه افتى في الخيرية وهو الموافق لقولهم انه يفتى بما هو انفع للوقف، وفي اجارات متن التنوير وشرحه الدر المختار وكذا يفتى بكل ما هو انفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه حتى نقضوا الاجارة عند الزيادة الفاحشة نظرًا للوقف وصيانة لحق الله تعالى. حاوي القدسي انتهى ويشير الى هذا قول البدائع اجر داره التي في ملكه ثم غلا اجر الدار ليس له ان يفسخ العقد الا في الوقف فانه يفسخ نظرًا للوقف ومقتضى هذا انه لو حكم قاضي حنفي برواية عدم الفسخ لا ينفذ حكمه لان القاضي ليس له الحكم بخلاف معتمد مذهبه كما صرحوا به الى ان قال ذكر في شرح الاشباه للبيري عن الحاوي الحصيري اذا زاد اجر المثل زيادة فاحشة كان للمتولي ان يفسخ الاجارة. الى قوله والحق ان كل ما لا يتغابن الناس بمثله فهو زيادة فاحشة نصفا كانت او ربعًا وهو ما لا يدخل تحت تقويم المقومين في المختار انتهى. قلت ويؤيده ما في البحر حيث قال ولعل المراد بالزيادة الفاحشة ما لا يتغابن الناس فيها. وان الواحد في العشرة يتغابن الناس فيه كما ذكروه في كتاب الوكالة وهذا قيد حسن يجب حفظه الخ

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ رعایت وقف مقدم ہے۔ پس اگر دوسرا شخص زمین کی اجرت نفعاً نہیں بڑھاتا بلکہ واقعی اس زمین کی اجرت بڑھ گئی ہے تو جو شخص اجرت زیادہ دے اس کو زمین اجارہ پر دی جائے لیکن اگر تھوڑا سا فرق ہے تو جس کو پہلے سے زمین اجارہ پر دے رکھی ہے اس کے پاس چھوڑ دی جائے۔ اگر زیادہ فرق ہے کہ عام طور پر لوگ اس تفاوت کے ساتھ معاملات نہیں کیا کرتے تو پہلے اجارہ کو توڑ دے۔ اگر وہ زیادہ رقم دینے پر راضی نہ ہو تو جو شخص زیادہ اجرت دے اس کو اجارہ پر دے دی جائے۔ البتہ اس کا لحاظ رکھے کہ کسی ایسے شخص کو نہ دے جس سے وقف کے ضیاع یا قبضہ وغیرہ کا خطرہ ہو۔ یہ حکم اس وقت ہے جب مقررہ اجارہ باقی ہو اور اگر مدت اجارہ ختم ہو چکی ہے تو جو زیادہ اجرت دے اور انفع للوقف ہو اس کو دے دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ محرم ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۲ محرم ۱۳۹۵ھ

مسجد کے مکان کو ناجائز قابض سے چھڑانے کے لیے جو مقدمہ کیا گیا اُس کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں مسمی محمد حسین ولد حاجی محمد رمضان قوم بھٹرون سکنہ محلہ فرید آباد بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر مسجد موسومہ حاجی رحمت اللہ والی محلہ فرید آباد کا متولی ہوں۔ مسجد موصوف کی ملکیت میں صرف ایک چھوٹا سا مکان ہے جو کہ میں متولی نے اپنی گرہ سے خرچ کر کے تعمیر کرایا کہ اس کی آمدنی سے مسجد شریف کے اخراجات میں سہولت ہو اور ایک دوسرا ٹکڑا اراضی جس میں حجرہ تعمیر شدہ ہے باقی صحن ہے۔ پہلے مکان کا کرایہ مبلغ تیرہ روپے ماہوار وصول ہوتا ہے۔ دوسرے کا کرایہ جس میں حجرہ تعمیر شدہ ہے دس روپے ماہوار کرایہ تھا جو کہ تمام مسجد مذکور پر خرچ ہوتا تھا بلکہ باقی خرچہ میں متولی خود برداشت کرتا ہے۔ مکان نمبر ۲ حجرہ والا مسمی مختار حسین کو ۱۰ روپے ماہوار کرایہ پر دیا۔ کچھ عرصہ تو کرایہ ملتا رہا لیکن بعد میں مسمی مختار حسین نے مکان مذکور کا کرایہ بند کر دیا تو اس صورت میں تنگ آ کر عدالت دیوانی میں دعویٰ بے دخلی مسجد شریف بذریعہ حاجی محمد حسین متولی مسجد برخلاف مختار حسین دائر کیا جس میں ۱۷ ماہ کا کرایہ مبلغ ۱۷۰ روپے تھا۔ مطالبہ کیا مگر جواب میں مختار حسین صاحب نے مسجد کی ملکیت سے انکار کر دیا بلکہ اپنے ملک ہونے کے متعلق کوشش شروع کر دی۔ تقریباً تین سال دعویٰ کے بعد عدالت دیوانی نے مختار حسین کو مکان مذکور سے بے دخلی کا آرڈر جاری کیا۔ نیز کرایہ ۱۷۰ روپے وخرچہ مقدمہ سمیت مبلغ ۴۹۳ روپے کی ڈگری کر دی۔ جس کی وصولی نہیں ہوئی۔ البتہ اب ساڑھے تین روپے اس کی تنخواہ سے ہر ماہ وصول ہونے کی اُمید ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ دائری دعویٰ سے بے دخلی تک تقریباً ساڑھے چونتیس ماہ کا کرایہ مبلغ ۳۲۵ روپے بذمہ مختار حسین واجب تھے جس کا دعویٰ یونین کمیٹی میں دائر کر کے ڈگری کرا لیا۔ اتنی مدت عدالتوں میں مقدمے بازی کرنے سے مسجد کا کافی روپیہ خرچ ہو گیا ہے۔ حالانکہ مسجد کی آمدنی صرف ایک مکان جس کا کرایہ صرف تیرہ روپے تھا ہوتی رہی۔ وہ بھی ساری خرچ ہو گئی بلکہ مسجد شریف اس وقت کافی مقروض ہے۔ کیونکہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ دریں وقت مختار حسین مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں غریب آدمی ہوں مجھے دوسرے ڈگری کا روپیہ محمد حسین بحیثیت متولی کے چھوڑ سکتا ہے۔ چھوڑ دے یا اس ڈگری کا جزوی حصہ چھوڑ دے میں نے جواب دیا ہے کہ میں اپنے ساتھ والے جو کہ مسجد شریف کے منتظمین میں سے ہیں مشورہ کروں گا۔ منتظمین نے جواب دیا کہ روپیہ مسجد کا ہے ہم کوئی مشورہ نہیں دیتے کہ روپیہ چھوڑ دیا جائے اس لیے علماء کرام کے فتویٰ کی صورت محسوس ہوئی ہے۔ از روئے شریعت فتویٰ عنایت فرمائیں کہ میں متولی روپیہ ڈگری جیتے ہوئے والی شرعی یا جزوی حصہ مختار حسین کو چھوڑ

کے دستور کے تحت وہ صرف شعبان کی تنخواہ کا مستحق ہے۔ اس صورت میں اسے رمضان المبارک کی تنخواہ نہیں دی جاتی لیکن مہتمم صاحب مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے ہمارا یہی دستور تھا لیکن اب اگر آئندہ سال سے تا آخر سال مدرسہ میں کام کرے اور شعبان میں خود استعفیٰ داخل کر دے تو اسے شعبان و رمضان دونوں مہینوں کی تنخواہ دیتے ہیں۔ گویا کہ مہتمم مدرسہ کی طرف سے اس کے ساتھ یہ سلوک ہے دستور سابق ہے اور خارج شدہ یا کردہ مدرس کو اگر دوبارہ اسی مدرسہ میں دو مہینے کے بعد رکھیں تو اس کے لیے جدید اجارہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

کسی طالب علم کا کوئی عزیز کسی مدرس کی مالی امداد کرتا ہے تو جائز ہے

جس مدرس کو مدرسہ کے اصول سے ہٹ کر چھٹی کی ضرورت ہو اور نصف دن کے لیے قائم مقام مقرر کرے تو تنخواہ کا کیا حکم ہے، کیا مدرس کی بیماری کی وجہ سے تنخواہ کاٹنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک مدرس مدرسہ عربیہ میں ملازم ہے اور اس کی تنخواہ بھی مدرسہ کی طرف سے متعین ہے اور ایک صاحب اس مدرس کی وقتاً فوقتاً امداد کر دیتا ہے کیا اس مدرس کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہ۔ صورت مسئولہ میں ذیل۔ مدرس مذکور کے پاس یہ صاحب مذکور امداد کرنے والا چونکہ اس کا لڑکا پڑھتا تھا وہ اپنے لڑکے کا استاد سمجھ کر خدمت کرتا ہے ایک وقت یہ آیا اس روپیہ دینے لگا تو مدرس نے پانچ چھ دفعہ واپس کر دیے وہ بھی مجبور ہو گیا۔ بہت کچھ منت سماجت کی حد لیے۔ آخر مدرس کا ایک دوست بیٹھا ہوا تھا اس نے لے لیے اور مدرس کی جیب میں ڈال دیے۔ دوسرے وقت آیا اس نے پانچ روپے دیے اور مدرس کو بھی شرم آ گئی جبکہ اس قدر اصرار سے تو لے لیے اور ایک دفعہ مدرس بیماری کی وجہ سے کچھ کمزور تھا تو اس صاحب نے تقریباً آدھ سیر گھی دے دیا اور بعد میں پانچ روپے دیے یہ ماہانہ مقرر نہ تھا یہ بھی وقتاً فوقتاً

(۲) جبکہ مدرس کی رخصتیں مہتمم صاحب نے سال کی ۲۰ قرار دی ہوں اور وہ ختم ہو چکی ہیں اور مدرس کسی مجبوری کی بناء پر غیر حاضر ہوا نصف دن اور اپنا قائم مقام مقرر کر دیا۔ اب مہتمم صاحب کو تنخواہ کاٹنے کا حق ہے یا نہ۔ اگر کاٹے تو نصف دن کی یا کل دن کی۔

(۳) اگر مدرس سخت بیمار ہو گیا اور رخصتیں بھی ختم تھیں اور بیمار مدرس نے بیماری کی وجہ سے درخواست بھی نہیں

در سال کی مہتمم نے تنخواہ کاٹ لی یہ جائز ہے یا نہ۔

(۴) بعض مہینے ۲۹ دن کے ہوتے ہیں اور بعض ۳۰ کے تو کیا تنخواہ پورے دن کی لازم ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں مدرس کا اپنے شاگرد کے والد سے امداد قبول کر لینا جائز ہے (شرعاً) اور اس سے مدرسہ کا کوئی تعلق نہیں البتہ اگر اس کو ذاتی طور پر نہ دے بلکہ مدرسہ کے لیے دے تو اس صورت میں مدرسہ میں داخل کرنا اس پر لازم ہے۔

(۲) اگر قائم مقام کو مدرسہ کا مہتمم قبول کر لیتا ہے یعنی وہ قائم مقام بننے کی اجازت دے دے اور اس کے کام پر رضامند ہو جائے تو مدرس پورے دن کی تنخواہ کا مستحق ہے اور اگر قائم مقام کی منظوری اس نے نہیں لی تو نصف یوم کی تنخواہ کا مستحق ہے۔ قائم مقام قبول کر لینے کے بعد مہتمم کا پورے دن کی تنخواہ نہ دینا غلط ہے۔

(۳) اگر بیماری کی اطلاع مدرس نے مہتمم کو دے دی ہو درخواست دی ہو یا زبانی اطلاع دی تو بیماری کے دنوں کی تنخواہ کا کاٹنا جائز نہیں اور اگر نہ درخواست دی ہو اور نہ اطلاع کی تو تنخواہ کاٹنا جائز ہے۔

(۴) اگر مدرس کو مدرسہ والوں نے مشاہرہ پر رکھا ہے کہ ماہانہ آپ کو اتنی تنخواہ ملے گی تو چاہے مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہو مدرس پورے مہینے کی تنخواہ کا مستحق ہے اور اگر اسے یومیہ تنخواہ پر رکھا گیا کہ فی یوم اتنی تنخواہ ہوگی تو اس صورت میں جتنے دن کا مہینہ ہوگا اتنے دن کی تنخواہ کا شرعاً مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا امامت پر اجرت لینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی عالم یا مولوی نماز اور جمعہ پڑھانے کے عوض معاوضہ لے سکتا ہے جبکہ وہ محنت مزدوری کے قابل ہو۔ فرض کیا اگر معاوضہ لیتا ہے تو ان کا یہ ذریعہ معاش نہیں ہوگا اور کیا یہ دین فروشی نہیں کہلائے گی جبکہ خلفاء راشدین کے زمانے کے حالات دیکھے جائیں تو نہیں ایسا نظر نہیں آتا۔

ایم حسین اینڈ کو وارڈ نمبر ۹ محمد شاہ کبیر جھنگ سٹی

﴿ج﴾

امامت کی اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے اس لیے اس پر کچھ اعتراض نہیں ہے۔ ویفتی الیوم بصحتها (ای الاجارة) تعلیم القرآن والفقه والامامة (الدر المختار مع شرحه رد المحتار باب الاجارة الفاسدة ص ۵۵ ج ۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ رجب ۱۳۹۱ھ

مروجہ شبینہ کرانا اور اس پر اجرت لینا دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کیا مروجہ شبینہ یعنی ختم قرآن مجید ایک رات میں لاؤڈ سپیکر لگا کر پڑھا جاتا ہے چند حفاظ کرام پڑھتے ہیں اور پھر پڑھنے والے کو پیسے دیے جاتے ہیں کیا یہ پڑھنا اور پیسے لینا دینا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں اور اس میں ثواب نہیں۔ وان القرآءة لشئ من الدنيا لا تجوز والأخذ والمعطى آثمان لان ذلك يشبه الاستيجار على القراة ونفس الاستيجار عليها لايجوز (ردالمحتار باب القضاء الفوائت مطلب فی بطلان العصية ص ۷۳ ج ۲) وايضا فی كتاب الاجارة من الشامی ص ۵۶ ج ۶ قال تاج الشريعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقاری (الی ان قال) والاخذ والمعطى آثمان فاذا لم يكن للقاری ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الی المستاجر ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ شبینہ مروجہ جس کے پڑھنے پر حفاظ کو معاوضہ دیا جاتا ہے جائز نہیں۔

مروجہ شبینہ میں صحت قرأۃ کا لحاظ بھی نہیں کیا جاتا اس لیے بھی اس سے اجتناب ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کو ایسی جلدی پڑھنا کہ حروف سمجھ میں نہ آئیں اور مخارج سے ادا نہ ہوں ناجائز ہے۔ بس اگر شبینہ میں ایسی جلدی ہوگی تو وہ بھی ناجائز ہے۔ کما فی الدر المختار ويجتنب المنكرات هذرمة القراة وفی الشامية (قوله هذرمة) بفتح الهاء وسكون الذال وفتح الراء سرعة الكلام والقراة. قاموس۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم ۱۳۹۲ھ

تراویح اور نماز میں پڑھانے پر اجرت لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (ا) مقتدیوں سے کچھ لے سکتا ہے جیسا کہ اکثر ائمہ مساجد تنخواہ لے کر نماز پڑھاتے ہیں۔

(ب) موجودہ رسم و رواج کے مطابق حافظ قرآن رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے ہیں بعد میں عید الفطر پر ان کی دستار بندی کرائی جاتی ہے اور زر نقد وغیرہ دیا جاتا ہے۔

(ج) امام مسجد دولت مند ہے اور ساتھ ہی ان کا استاد ہے نماز پڑھاتا ہے ان سے اپنی خدمت کے متعلق کچھ نہیں چاہتا لیکن اس کی اندرونی منشاء ہے کہ لوگ اس کی عزت افزائی کریں۔ بعض خوش اعتقاد مخلص مقتدیوں سے زر نقد فراہم کر کے بر موقع عید الفطر پگڑی یا کچھ نقد اس امام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ اشیاء اس امام کے لیے جائز ہیں یا نہ۔

(د) امام مفلس ہے اور اس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں کیا اس سلسلہ میں لے سکتا ہے یا نہ۔ مذکرہ بالا چہار صورت میں امام نماز زر نقد یا پگڑی پوشاک وغیرہ کس حد تک لے سکتا ہے یا نہ۔ کیا نماز امام اور مقتدی کے لیے جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

(ا) جائز ہے لے سکتا ہے۔

(ب) اجرت تراویح کی جائز نہیں ہے۔ المعروف کالمشروط اس لیے اگر طے بھی نہ ہو لیکن عرف میں لیا جاتا ہے تو بھی جائز نہیں ہے۔

(ج) جائز تو ہیں لیکن اچھا یہ ہے کہ جب ضرورت نہیں ہے تو نہ لے۔

(د) لے سکتا ہے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوگا انشاء اللہ۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۶ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ

موقوفہ زمین کو اجرت پر دینے کی اچھی صورت صرف رقم کا اضافہ نہیں ہے بلکہ دیگر مصالح کی رعایت بھی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دار العلوم کبیر والا کا تقریباً ۳۳ کنال رقبہ ایک سال سے میرے پاس بطور

اجارہ ہے۔ نئے سال کی تجدید کے لیے سابقہ زر استیجار بھی ۹۰۰ روپے سے بڑھا کر چھ سو سولہ روپے زر مستاجری تسلیم کر لی ہے لیکن بعض لوگ کچھ مخالفت کی بنا پر اس کی بولی ۲۴۰۰ سے بھی زائد دے رہے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک فتویٰ جاری کردہ از مدرسہ قاسم العلوم پیش کیا جا رہا ہے کہ متولی وقف کے لیے ماہوار انفع للوقف کا خیال کرنا ضروری ہے۔ اس کی تشریح کیا ہے کیا محض رقم کا اضافہ اس کے مفہوم میں داخل ہے یا کہ دیگر امور کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

مولانا منظور الحق صاحب مدرسہ دار العلوم کبیر والا

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں ایک فتویٰ نمبر ۲۷ ۔ ۴ ج ۱۱ لکھا گیا ہے جس میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ رعایت وقف مقدم ہے اور زمین اجارہ پر دینے کی صورت میں انفع للوقف کا لحاظ رکھا جائے۔ وضاحت کے لیے عرض ہے کہ انفع للوقف میں صرف رقم کا اضافہ مراد نہیں بلکہ رقم کے اضافہ کے ساتھ وقف کے دیگر مصالح کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ مثلاً ایک زمین کا تعلق کسی ادارہ کے بیے وقف ہے اب یہ زمین ایسے شخص کو اجارہ پر دی جائے گی کہ اس زمین کے قرب و جوار کی زمینوں کی جو اجرت ہے اس سے بہت زیادہ کم نہ ہو اور جس کو اجارہ پر دی جا رہی ہے اس سے اس وقف کو مجموعی طور پر نفع پہنچتا ہو اور زمین کے ضیاع اور قبضہ وغیرہ کا بھی خطرہ نہ ہو نیز زمین کی واقعی قیمت کا لحاظ ہوگا۔ اگر کسی مخالفت یا ضد کی وجہ سے ایک شخص محض قیمت زیادہ لگائے تو محض رقم کی زیادتی کو نہیں دیکھا جائے گا جبکہ اور مصالح نہ ہوں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اسی ادارہ سے متعلق ہو اور اس کو زمین اجارہ پر دینے کی صورت میں اس شخص سے ادارہ کو اور مختلف قسم کے منافع پہنچتے ہوں تو ان دیگر مصالح کا لحاظ رکھتے ہوئے اجارہ بر مثل پر اس شخص کو دینا زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی نفع الوقف کا لحاظ ہے بلکہ ادارہ کی خدمات پر مامور حضرات کو عرفاً جو زمین میں مکانات کچھ رعایت کے ساتھ دیے جاتے ہیں یہ بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ دار کا مکان خالی کرنے کے لیے مالک سے رقم لینے کو شرط قرار دینا ظلم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ نے ایک سرائے میں چند کوٹھیاں مسمی عبدالودود ولد عبدالرؤف کو گزشتہ تین سال سے کرایہ پر دے رکھی ہیں۔ بندہ اور کرایہ دار کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس میں کرایہ دار نے اقرار کیا تھا کہ ایک ماہ کے تحریری نوٹس ملنے پر وہ جگہ خالی کر دے گا۔ بندہ کو اب اس جگہ کی ضرورت ہے مکان بنانے کا ارادہ ہے لیکن اب کرایہ دار پگڑی لینے کے بغیر خالی کرنے سے انکاری ہے۔ تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے

حاجی غلام شفیع ولد حاجی غلام فرید محلہ جنگی بازار پشاور

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ کرایہ دار پر شرعاً لازم ہے کہ معاہدہ کے مطابق مکان کو خالی کرے۔ ورنہ شرعاً وہ غاصب متصور ہوگا جس سے زبردستی مکان خالی کرانا مالک کے لیے جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ختم قرآن کے وقت بچوں کے والدین کا امام مسجد کی خدمت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متدرجہ ذیل مسئلہ میں کہ چار آدمی اپنی مسجد کے امام کو ۱۰ بوری گندم فی سال کے حساب سے دیتے ہیں۔ دس بوری کی یہ تعداد انہوں نے پہلے سے امام مسجد کے ساتھ وعدہ کر کے مقرر کر رکھی ہے۔ ان چار گھروں کے بچے اسی مسجد میں اسی امام کے پاس پڑھتے ہیں اور باقی لوگوں کے بچے بھی پڑھتے ہیں لیکن ان چار گھروں کے سوا باقی لوگ امداد وغیرہ امام مسجد کی نہیں کرتے۔ امام مسجد خود بال بچے والا ہے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں خرچ گھر کا کافی ہے اور اس کے سوا کوئی آمدنی نہیں ہے اور مقرر شدہ تنخواہ پر گزارہ بہت مشکل سے کر رہا ہے۔ اس کے پاس کے جو بچے پڑھتے ہیں قرآن شریف ختم کرنے پر وہ خوشی سے کچھ امداد کرتے ہیں کیا ان سے یہ امداد وصول کرنا یا امداد کا مطالبہ کرنا اور جن لوگوں نے ۱۰ بوری تنخواہ مقرر کر رکھی ہے ان کے بچے جب ختم شریف کریں ان سے امداد کا مطالبہ کرنا یا وہ امداد خوشی سے دیں تو لینا جائز ہے یا ناجائز یا مباح یا مکروہ یا حرام ہے۔

حافظ نور دین معرفت محمد عبد اللہ

﴿ج﴾

قرآن شریف کی تعلیم پر خوشی سے کچھ ہدیہ یا تنخواہ لے کر پڑھانا ہر دو صورت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ

زمین کو اجرت پر دینے کی صورت میں اجرت میں کسی خاص جنس کو مقرر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر زمین کسی مزارع کو دی جائے اور معاہدہ کیا جائے کہ اس زمین سے مجھے سال میں فقط ۱۰۰ من چاول دینا شرعی طور پر یہ جائز ہے یا نہیں۔

اگر حصہ پر دی جائے تو پھر ہر وقت ہمیں نگرانی کرنی پڑتی ہے اس لیے تکلیف سے بچنے کے لیے مد پر دی جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شرعاً یہ اجارہ جائز ہے لیکن گندم کی ادائیگی کی تاریخ کا تعین کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

زمین کو پیداوار سمیت اجرت پر دینا اجارہ فاسدہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اراضی بمع پیداوار جو کہ اس وقت موجود تھی ایک ہزار روپے کی ہے۔ دس سال تک مستاجری کر دی اور وعدہ یہ تھا کہ جب میعاد پوری ختم ہو جائے گی تو اراضی خود بخود واپس ہو جائے گی لیکن وہ شخص جس نے اپنی اراضی کو مستاجری پر دے رکھا تھا قبل از ختم ہونے میعاد سالم رقم واپس ہی کر دی ہے اور اراضی واپس کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور اس اراضی پر پیداوار موجود ہے اب سوال یہ ہے کہ موجودہ پیداوار جو اس وقت موجود ہے کون شخص حقدار ہے۔

ماسٹر بشیر احمد ساکن شہر مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں سابق اجارہ فاسد واقع ہوا کیونکہ زمین مزروعہ تھی اور اسمیں پیداوار موجود تھی عقد صحیح کی شکل یہ تھی کہ بیع زرع الگ کی جاتی اور اجارہ اراضی الگ طے کیا جاتا ہے۔ یہ اجارہ فاسد واجب الرد ہے۔ اس کی صحیح تصحیح یوں ہوگی کہ پیداوار کی الگ قیمت متعین کی جائے۔ مثلاً اس پیداوار کی قیمت دو صد روپے ہو تو آٹھ صد روپے زمین کے اجارہ کی طرف راجع ہوگی اور اجارہ فاسد میں اجرت مثل دینا ہوتا ہے لہٰذا دو یا تین سال اس زمین کی اجرت مثل مجرا کر کے باقی رقم مالک مستاجر کو واپس کر دے مثلاً اجرت مثل تین صد روپے ہے تو پانچ صد روپیہ واپس کرنا ہوگا اور پیداوار موجودہ مستاجر کی ہوگی یا تو مساجر خوشی سے کاٹ لے اور زمین خالی کر دے ورنہ اس کو اتنی مدت مزید اجرت دینا ضروری ہوگا جس سے وہ فصل پختہ ہونے پر کاٹ کر اس کو فارغ کر دے یا مستاجر خوشی سے پیداوار کو فروخت کر دے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اُجرت پر سرسوں کا تیل نکالنے والے کے پاس اگر تیل میں چوہا گر کر مر گیا تو کون ذمہ دار ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی زید نے عمرو کو ایک من سرسوں کا تیل نکالنے کے لیے دی، اجرت طے ہو گئی مسمّی عمرو نے تیل نکال کر بے احتیاطی سے برتن میں رکھ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک چوہا گر کر تیل میں مر گیا۔ زید مسمّی کا مطالبہ ہے کہ مجھے تیل پاک کر دے۔ عمرو تیل کا تاوان ادا کرے۔ زید کس کا حقدار ہے؟ بینوا توجروا

غلام رسول بستی جیم والا مسیتی پور تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

قال في العالمگيرية ص ٥٠٠ ج ٤ وحكم الاجير المشترك ان ما هلك في يده من غير صنعه فلا ضمان عليه في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى وهو قول زفر والحسن وانه امين سواء هلك بامر يمكن التحرز عنه كالسرقة والغصب او بامر لا يمكن التحرز عنه كالحرق الغالب والغارة الغالبة والمكابرة وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى ان هلك بامر يمكن التحرز عنه فهو ضامن وان هلك بامر لا يمكن التحرز عنه فلا ضمان كذا في المحيط وبعضهم افتوا بالصلح عملاً بالقولين والشيخ الامام ظهير الدين المرغيناني يفتي بقول ابي حنيفة رحمه الله تعالى قال صاحب العدة فقلت له يوماً من قال منهم يفتي بالصلح هل يجبر الخصم لو امتنع قال كنت افتي بالصلح في الابتداء فرجعت عنها وكان القاضي الامام فخر الدين قاضي خان يفتي بقول ابي حنيفة رحمه الله تعالى كذا في الفصول العمادية وفي الابانة اخذ الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالى في هذه المسئلة بقول ابي حنيفة رحمه الله تعالى وبه نفتي كذا في التتارخانية وبقولهما يفتي اليوم لتغير احوال الناس وبه يحصل صيانة اموالهم كذا في التبيين.

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظمؒ عدم ضمان کے قائل ہیں اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ ضمان کے قائل ہیں اور دونوں قولوں پر فتوے دیے گئے ہیں لیکن یہ وہ صورت ہے کہ وہ مال اجیر کے پاس ہلاک ہو جائے۔ صورت مسئولہ عنہا میں تو تیل ہلاک نہیں ہوا ہے۔ صرف پلید ہو گیا ہے جس کی تطہیر [illegible] ممکن ہے۔ نیز [illegible] کے بعض ناموں میں شاہد

رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربو او موکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۲۴۴ اس لیے سودی کاروبار کرنے کے لیے مکان کو کرایہ پر دینا ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے۔ وقال تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ آخر ایک مسلمان شخص کی غیرت دینی یہ کیسے برداشت کر سکتی ہے کہ وہ اپنی زمین یا مسجد کی وقف زمین ایک حرام قطعی فعل کے لیے کرایہ پر دے اور اپنی ہی زمین میں یا مسجد کی وقف دکانوں وغیرہ میں ایسے لوگوں کو پناہ دے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جنگ کا اعلان فرمایا ہے۔ قال تعالی فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ الآیہ. قال فی الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ص ۳۹۲ ج ۲ (و) جاز (اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ) ای قراھا (لا بغیرھا علی الاصح) واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظھور شعار الاسلام فیھا وخص سواد الکوفۃ لان غالب اھلھا اھل الذمۃ (لیتخذ بیت نار او کنیسۃ) او بیعۃ او یباع فیہ الخمر) وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلاثۃ زیلعی.

(ب) اس مال میں چونکہ کراہت وخباثت ہے اس لیے مسجد کی تعمیر وغیرہ میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

(ج) بنک جس میں سودی کاروبار ہوتا ہے کی ملازمت ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے۔ وفی الحدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربواء موکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء

(د) یہ لوگ گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کو ضروری ہے کہ فوراً توبہ کر کے اس گناہ سے باز آ جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اس شرط پر کسی کا مقدمہ لڑنا کہ اگر میں جیت گیا تو اتنی زمین مجھ کو دو گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے بھائی بکر نے زید کی عدم موجودگی میں خالد کو بناوٹی زید بنا کر زمین انتقال کروائی ہے۔ جب زید کو معلوم ہوا تو اس نے حکومت کی طرف توجہ کی۔ پھر ایک آدمی نے زید کو کہا کہ اگر میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرا مقدمہ جیتوں تو مجھے کیا دے گا تو زید نے تین بیگھے زمین دینے کی شرط کر لی۔ چند دنوں کے بعد اس آدمی نے زید سے مختار نامہ بھی کرا لیا۔ پھر زید کو اس آدمی کے اندر شکوک پیدا ہو گئے اور زید نے مختار نامہ عام کو اس سے

عذر کی ایک صورت یہ ہے کہ زمین پر قرضہ چڑھ جائے اور قرضہ کی ادائیگی کے لیے اس کے پاس زمین کی قیمت کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو تب قاضی فسخ کرے گا اور پھر وہ اس زمین کو فروخت کرے گا۔ قبل از فسخ قاضی اجارہ خود بخود فسخ نہیں ہو جاتا۔ کما قال فی الهدایة ص ۳۱۲ ج ۳ وکذا اذا اجر دکانا او دارا ثم افلس ولزمته دیون لا یقدر علی قضائها الا بثمن ما اجر فسخ القاضی العقد وباعها فی الدیون الخ وفی الدر المختار مع شرحه رد المحتار ص ۴۰ ج ۶ وفی حاشیة الاشباه معزیا للنهایة ان العذر ظاهر ینفرد وان مشتبها لا ینفرد وهو الاصح۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جو شخص چار ماہ سے بیمار ہو اور کام نہ کر سکتا ہو تو کیا ادارے کا مہتمم اُسے تنخواہ دینے کا مجاز ہے
جو شخص کسی ادارہ میں ملازم ہو ساتھ تحصیلداری بھی کرتا ہو تو کیا وہ ادارے سے تنخواہ لینے کا حقدار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کسی ادارہ کے دو دینی ملازم ہیں ان میں سے ایک کی حالت یہ ہے کہ قدیمی کارکنوں میں سے ہے۔ چار مہینے سے بیمار رہتا ہے اور ادارہ کی طرف سے جو کام اس کے سپرد ہے نہیں کر سکتا بلکہ رات دن چارپائی پر پڑا رہتا ہے نہ اٹھ سکتا ہے نہ چل پھر سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ دینی ادارہ سے شرعاً تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں اور مہتمم ادارہ اس کو ادارہ کے خزانہ سے تنخواہ دینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں۔

دوسرا ملازم باوجود ملازمت ادارہ کے اپنے خیال سے تحصیلداری وغیرہ کا کام کرتا ہے جو شخص اپنے منافع کرنے کے خیال سے پیدا کرتا ہے اور اس کام میں بھی اس کا کافی وقت خرچ ہوتا ہے۔ اگرچہ ادارہ کا کام بھی کر رہا ہے۔ تمام بات یہ کہ وہ پورا سارا وقت ادارے کو دے نہیں سکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کو ساری کی ساری تنخواہ لینا ادارہ سے شرعاً جائز ہے یا نہیں اور مہتمم ادارہ اس کو ساری تنخواہ دینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا عبد الرحمن

السائل مولوی فضل ربیع

﴿ج﴾

(۱) مدرسے کے قانون میں اگر بیماری کی رخصت کے ایام میں تنخواہ دینے کا ذکر ہے۔ مثلاً بیماری کی صورت میں سال

بھر میں ایک ماہ تک تنخواہ پوری دی جائے گی اور اس کے بعد تنخواہ وضع کر دی جائے گی اور یہ قانون مدرسہ کا قاعدہ مقرر کیا گیا ہو
تھی کہ چندہ دہندگان کو اس کا علم ہو چکا ہو تو اس مخصوص مدت مثلاً ایک ماہ کی تنخواہ بلا عمل لے سکتا ہے زائد نہیں اور اگر
قانون میں کوئی تصریح اس بات کی نہیں ہے تو اسے ایام مرض کی تنخواہ لینی جائز نہیں ہوگی اور نہ مہتمم اسے دینے کا مجاز
ہوگا۔

(۲) اگر مدرسہ کے اوقات کو مدرسہ میں مدرسہ کے کام میں صرف کرتا ہے اور وہ مدرسہ کی جانب سے اس مخصوص
وقت کا ملازم ہے اور اس کے خارجی عمل سے مدرسہ کے عمل میں فرق نہیں پڑتا تو تنخواہ کامل لے سکتا ہے اور اگر مدرسہ میں
تمام اوقات اس کے مصروف ہوں مثلاً چپڑاسی سفیر وغیرہ یا اوقات تو مخصوص ہوں لیکن خارجی کام کا اثر مدرسہ کے کام پر
پڑتا ہے تو اسے پوری تنخواہ لینی جائز نہیں اور نہ مہتمم کو دینے کا اختیار ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کرایہ دار کے کہنے پر مالک مکان نے مکان پر کافی پیسے خرچ کر دیے اور تاریخ کرایہ بھی طے ہو گئی تو کیا خرچہ کرایہ دار سے لیا جا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ میں فلاں تاجر کا منیجر ہوں اس کے
لیے آپ کا مکان کرایہ پر لینا چاہتا ہوں آپ ہمیں ہماری منشاء کے مطابق مرمت اور کچھ ترمیم کرا دیں تو کیا کرایہ لیں
گے میں نے کرایہ بتایا۔ اس نے کہا مالک کراچی میں ہے لیکن بذریعہ ٹیلیفون ان سے دریافت کر کے کل آپ کو جواب
دوں گا۔ دوسرے دن وہ آیا اور کہا کہ مالک نے کرایہ منظور کر لیا ہے آپ چھ ماہ کا کرایہ پیشگی لے لیں اور مرمت وغیرہ
شروع کریں۔ میں نے کہا کہ میں مرمت وغیرہ شروع کرتا ہوں۔ کرایہ کرایہ نامہ تحریر ہونے کے بعد لوں گا۔ اس منیجر نے
مجھے کرایہ نامہ کا سٹامپ دوسرے شخص کی معرفت مالک کے نام پر خرید کر دے دیا میں نے مکان پر کافی روپیہ صرف کر کے
ان کے حسب منشاء مرمت و تعمیر کرائی اور پھر اس منیجر کو بلوایا اور میں نے کہا کہ مکان درست ہو گیا ہے اب جلد مالک کو
بلائیں اور کرایہ نامہ مکمل کر کے کرایہ مجھے دیں۔ اس نے مبلغ ایک سو روپیہ مجھے دے دیا اور کہا کہ یکم جنوری ۷۵ء سے ہمارا
کرایہ شروع ہو گیا۔ اب مکان کسی اور کو کرایہ پر نہ دیں۔ مالک عنقریب آ کر کرایہ نامہ لکھ دے گا اور قبضہ لے لے گا۔
چنانچہ مالک آیا مکان دیکھا مگر کرایہ نامہ پر اس نے دستخط نہ کیے کہا کہ میں کل سوچ کر جواب دوں گا۔ لیکن آج تقریباً
پندرہ روز ہو گئے ہیں ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ میرا مکان پر کافی خرچ ہو گیا ہے کئی کرایہ دار میں نے واپس کیے

کیا اب کیا میں جب تک کوئی دوسرا کرایہ دار نہ آئے ان کے سو روپیہ سے کرایہ وضع کر سکتا ہوں ورنہ وہ رقم جو شخص ان کی جیب سے ہوئی ہے اس کا خرچ لے سکتے ہیں۔

سائل اقبال محمد عمر، ملتان

﴿ج﴾

جس تاریخ سے تاجر مذکور کے منیجر نے آپ سے یہ طے کیا کہ آج سے ہمارا کرایہ شروع ہو گیا یعنی یکم جنوری ۱۹۵۷ء اگر آپ کی طرف سے کسی دن سے مکان کا قبضہ ہو چکا ہے اور یکم جنوری سے آپ کی طرف سے کوئی کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی تو اس تاریخ سے ان کا کرایہ وصول ہوتا رہے گا خواہ وہ مکان میں سکونت کریں یا نہ کریں البتہ جس دن وہ کسی عذر سے انکار کر دیں تو عقد اجارہ ختم ہو گیا اور سو روپے سے ان کے جتنے روپیہ باقی رہیں وہ ان کو واپس کرنے ہوں گے۔ مرمت مکان کا خرچ بہر حال آپ کے اپنے ذمہ ہو گا ان سے نہیں لے سکتے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ

اگر باپ نے بیٹے سے اجرت غیر معینہ پر آٹھ سال کام کرایا ہو تو اب اجرت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید کی دو بیویاں ہیں اور دونوں بیویوں سے اولاد ہے۔ زید نے بڑھاپے سالی اور ضعیفی کے ایام میں بڑی بیوی کی اولاد سے ایک لڑکے کو تعلیم چھڑوا کر اپنی جائیداد کی نگہداشت پر مامور کیا اور خصوصاً اس کے ذمہ ایک وسیع قطعہ زمین پر احداث باغ و ترقی جائیداد کا کام سپرد کیا۔ زید کا یہ بیٹا مسلسل آٹھ سال باپ کی ہدایت کے مطابق بغیر کسی معاوضہ کے پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ احداث باغ و ترقی جائیداد میں کوشاں و سرگرم رہا اور اس کی کوشش و محنت کی بدولت زید کی جائیداد کی مالیت و حیثیت میں معتد بہ اضافہ ہوا۔ زید کا یہ بیٹا تعلیم کو خیر باد کہہ کر اور اپنے مستقبل سے بے نیاز ہو کر صرف باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے پیش نظر جب یہ فرائض سرانجام دے رہا تھا تو اس دوران میں زید کی چھوٹی بیوی نے زید پر اثر انداز ہو کر زید کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنے اس بیٹے کو جس نے اس کی جائیداد کی حیثیت میں اضافہ کیا تھا اور ایک وسیع رقبہ پر باغ کاشت کیا تھا باغ کے انتظام و نگہداشت سے علیحدہ کر دے۔ زید کا یہ بیٹا باپ کے حکم کے مطابق آٹھ سال کی محنت کے بعد اس باغ سے علیحدہ ہو گیا جو اس نے اپنی محنت و تردد کے ساتھ حاصل کیا تھا اور جس کے ایک ایک پودے کو اس نے اپنے خون اور پسینے سے سینچا تھا۔ زید نے اپنے اس بیٹے کو علیحدہ کرنے کے بعد اپنی چھوٹی بیوی کی خواہش کے مطابق یہ قطعہ باغ اپنی چھوٹی بیوی کی

اولاد کے نام تملیک کر دیا اور چھوٹی بیوی کا بڑا لڑکا جو اس دوران میں سن بلوغت کو پہنچ چکا تھا باغ کا جملہ انتظام وانصرام تنہا اس کے حوالہ کر دیا گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کا وہ بیٹا جس نے اپنی تعلیم اور اپنے مستقبل کو نقصان پہنچا کر باپ کی خواہش کے مطابق پورے آٹھ سال باپ کی جائیداد کی حیثیت میں گرانقدر اضافہ کرنے میں صرف کیے اور ایک بنجر بیابان قطعہ زمین کو سرسبز و شاداب باغ میں تبدیل کر دیا اس بات کا حقدار ہے کہ وہ باپ کی اس جائیداد سے اپنی محنت و جانفشانی کے عوض کوئی حصہ بصورت حصہ جائیداد طلب کرے؟

(۲) کیا از روئے شرع شریف زید کی اس جائیداد میں جس کی ترقی و آبادی میں اس کے بیٹے نے بلا معاوضہ پورے آٹھ سال کام کیا زید کے اس بیٹے کا کوئی حصہ قائم ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ زید نے اس بیٹے کو آٹھ سال کے دوران نان و نفقہ و دیگر ہر قسم کی مالی امداد سے محروم رکھا ہو (صرف دوران قیام در باغ خوراک و نفقہ ادا کیا ہو) اور جس کے زمانہ تعلیم و تربیت کو اپنی منشا کے مطابق اپنی جائیداد کی نگہداشت میں صرف کرا کر اس کے روشن مستقبل کو تاریک کیا ہو۔ جبکہ اس کی تعلیم و تربیت کسی اور کے خرچ پر ہو رہی تھی۔

(۳) کیا زید اپنی اس اولاد کو جس نے اس کی مذکورہ بالا جائیداد کی ترقی و حیثیت کے اضافہ میں نمایاں حصہ لیا ہو کوئی اور معاوضہ دیے بغیر اس مخصوص جائیداد سے اس بیٹے کو محروم کر سکتا ہے۔

(۴) کیا چھوٹی بیوی کی اولاد کے حق میں ایسی تملیک جس کا نتیجہ بڑی بیوی کی اولاد کی حق تلفی و محرومی کے مترادف ہو شرعاً جائز ہے۔

(۵) کیا ایسی تملیک کو شرعی فتویٰ کے ذریعہ منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

(۶) یہ واضح رہے کہ باپ اور بیٹے کے درمیان اگرچہ معاوضہ کی مقدار طے نہیں ہوئی تھی لیکن باپ نے یہ متعدد بار کہا تھا کہ وہ اپنے اس بیٹے کو جو جائیداد کی ترقی کے لیے محنت کر رہا ہے دوسری اولاد سے زیادہ حصہ دے گا۔

حامد حقانی [illegible] میڈیکل ہاسپٹل ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر اس بات کا ثبوت ہو جائے کہ واقعی باپ بیٹے کے درمیان یہ بات طے ہوئی تھی کہ اس کی یہ محنت مفت کی تبرع نہیں ہے بلکہ وہ اس کی اجرت لے کر کر رہا ہے لیکن اجرت کا تعین نہیں ہوا تو اس کا حکم یہ ہے کہ دو دیانتدار سمجھدار آدمیوں کو جو اس کام میں تجربہ رکھتے ہوں کے ذریعہ اس محنت کی اجرت مقرر کر دی جائے اور وہ اس بیٹے کو دی جائے۔ در مختار ص ۴۸ ج ۶ میں ہے۔ وتفسد بعدم التسمية اصلاً او بتسمية خمر او خنزير فان فسدت بالاخيرين اي بجهالة المسمى و عدم التسمية وجب اجر المثل۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ

﴿ج﴾

اگر کوئی شخص ایک معلوم و متعین خدمت کسی مالک کے لیے اجرت لے کر کرتا ہے تو یہ جائز ہے اور اجرت لینی بھی حلال ہے۔ جب وہ اپنی مقررہ و مفوضہ خدمت کرتا ہے تو وہ اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے خواہ حکومت اس کو پاسپورٹ دے یا نہ دے اس میں ایجنٹ کا کوئی قصور نہیں۔ نیز کسی معلم سے اس کام کی اجرت لینی بھی جائز ہے کہ وہ ان کا پروپیگنڈہ کر کے انہیں گاہک مہیا کرتا ہے یہ ایک کام ہے۔ اس لیے یہ شخص معلم سے اجرت وصول کرنے کا بھی مستحق ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر حافظ کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے تو مدرس کے لیے کیوں جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ زید قرآن شریف کا حافظ ہے اور ماہ رمضان شریف میں قرآن سناتا ہے اور رقم وغیرہ مقرر نہیں کرتا لیکن وہ کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں۔ کیا حافظ کو لینا جائز ہے یا نہ اور مدرسین، علماء، مبلغین اور حافظ قرآن کے لینے میں کیا فرق ہے۔ اگر ہے تو کیسے۔

سائل دین محمد

﴿ج﴾

حافظ کے لیے ختم قرآن شریف کی اجرت لینی جائز نہیں ہے۔ اگر اجرت طے نہ ہو لیکن عرف میں حافظ کو دینا ضروری جاتا ہو تو بھی بحکم المعروف کالمشروط یہ ناجائز ہوگا اس لیے کہ اگر تراویح چھوٹی سورتوں سے پڑھی جائیں تو بھی دین کی بقاء کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن امامت، تعلیم وغیرہ اگر اجرت سے نہ ہوں اور اجرت کے بغیر کوئی وقت نہ دے سکے تو دین کی بقاء کو خطرہ لاحق ہوگا اس لیے جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تقریر اور نعت خوانی کو پیشہ بنانا، مقرر کے کمائے ہوئے روپے صرف اس کے ہوں گے یا بھائی بھی شریک ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ دو بھائی مسمیان زید و بکر میں زید نعت خوانی کیا کرتے

تھے اور جو رقم میسر ہوتی وہ اپنے والد کو دے دیتے اس طرح پانچ یا چھ سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس اثناء میں زید نے علم میں ترقی کر کے تقریر کرنا شروع کی اور نعت خوانی ترک کر دی اور زید کا چھوٹا بھائی بکر بدستور نعت خوانی میں مشغول رہا اور دیگر نعت خوانوں سے مل کر نعت خوانی کیا کرتا تھا۔ زید چونکہ مقرر تھا اس لیے اس کے ساتھ کچھ نعت خوان بھی ہوا کرتے تھے جن میں ایک اس کا بھائی بھی تھا۔ اس کے بھائی اور دیگر نعت خوانوں کو جو رقم میسر ہوتی وہ آپس میں تقسیم کر لیتے اور تقسیم کرنے کے بعد وہ اپنا حصہ اپنے پاس رکھ لیتا اور زید کو جو کچھ ملتا وہ زید علیحدہ اپنے پاس رکھ لیتا اور گھر آ کر زید اپنے رقم سے کچھ کا نقد وغیرہ اشیاء خورد نی خرید کر اپنے اہل وعیال اور اپنے بھائی کے اہل وعیال پر خرچ کرتا تھا اور کچھ رقم اپنے والد کو دے دیتا۔ باقی جو کچھ بچ جاتا وہ زید اپنے پاس جمع رکھتا۔ اس خیال سے کہ رقم جمع کر کے کوئی کام شروع کروں گا اور بکر اپنی رقم سے اپنے اہل بچوں کے کپڑے خریدتا باقی حال خدا کو معلوم ہے کہ اس نے کچھ رقم جمع کی یا نہیں۔ اب جبکہ زید نے کچھ رقم جمع کر لی بکر نے دعوی کیا کہ میں بھی اس رقم میں سے نصف کا حصہ دار ہوں اور وہ اپنے دعوی مندرجہ ذیل دلائل سے صحیح ثابت کرتا ہے۔

(۱) وہ کہتا ہے کہ جب میں کھانے پینے کی اشیاء میں زید کے ساتھ شریک تھا رقم میں بھی شریک ہوں۔

(۲) وہ زید سے کہتا ہے کہ تو نے مجھے اتنی مدت (یعنی چار یا پانچ سال کے عرصہ) میں کبھی یہ نہ کہا کہ ہم اور تم علیحدہ ہیں شریک نہیں بلکہ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ایک دن تو نے مجھ سے کہا کہ: "دیکھو سب لوگ رقم جمع کر رہے ہیں ہم بھی کچھ رقم جمع کر لیں گے اور بعد میں کوئی کام شروع کر لیں گے یا آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ تم والد صاحب کو نہ بتانا" یا الفاظ دیگر ہم جو رقم جمع کر رہے ہیں تم والد صاحب کو نہ بتانا۔ بعد میں ہم دونوں بھائی مل کر تقسیم کریں گے۔ زید اس سے کہتا ہے کہ میں جو تمہیں روٹی وغیرہ کھلاتا رہا محض اس لیے کہ والد صاحب خفا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ والد صاحب ہمیشہ مجھے یہ تاکید کرتے کہ تم بکر کو ضرور روٹی کھلانا کیونکہ وہ تمہارا غریب بھائی ہے تمہیں خدا اس کی جزا دے گا۔ رقم میں تو قطعاً میرے ساتھ شریک نہیں ہوا اور نہ ہی روٹی وغیرہ میں شریک تھا کیونکہ روٹی میں تو تمہیں کھلا رہا ہوں۔

زید اس کی دوسری دلیل کو یوں مسترد کرتا ہے کہ میں نے جو تمہیں کہا کہ سب لوگ رقم جمع کر رہے ہیں ہم بھی جمع کر لیں گے تو اس سے مراد میری یہ تھی کہ تم بھی اپنی رقم مجھے دیتے رہو اور دونوں مل کر جمع کریں گے لیکن تم نے جو مجھے ایک کوڑی بھی نہیں دی پھر کیسے خواہ مخواہ شریک بن گئے یا یا الفاظ دیگر جو میں نے تم سے کہا کہ ہم جو رقم جمع کر رہے ہیں ہم دونوں مل کر تقسیم کر لیں گے تم والد صاحب کو نہ بتانا۔ اس میں بھی میری اول نیت یہی تھی کہ تم بھی میرے ساتھ رقم جمع کرنے میں شریک رہو مگر تم رقم جمع کرنے میں شریک نہ ہوئے اور دوسری یہ بات بھی تھی میں نے جو تمہیں کہا کہ والد صاحب کو نہ بتانا۔ اس لیے کہ تم بخوبی جانتے ہو والد صاحب کو جب بتاؤ گے تو وہ سب رقم مجھ سے لے لیں گے اور والد

صاحب ایسے آدمی ہیں کہ جتنی رقم بھی مل جائے وہ فوراً خرچ کر دیتے ہیں۔

نوٹ: ان دونوں بھائیوں کا باپ بھی زندہ ہے۔ ببانگ دہل بکر کو کہتا ہے کہ زید کے مال میں تمہارا کوئی حق نہیں اور یہ جو تمہاری دو شادیاں ہوئی ہیں یہ بھی زید کی رقم سے ہوئی ہیں اور میں نے زید کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ جب بھی بکر کو کچھ ملے گا وہ قسطوں میں اس سے ان دونوں کا جتنی شادیوں پر جو خرچ ہو چکا ہے وہ ضرور زید کو دے گا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ آیا بکر زید کے مال میں حصہ دار ہے یا نہیں۔ مفصل جواب دیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں وعظ وغیرہ کو پیشہ بنانا اور اس سے کمانا شرعاً درست نہیں ہے اور نہ یہ مال طیب ہے مگر اس کے باوجود جب تک زید و بکر مل کر نعت خوانی کرتے رہے اور اس کے ذریعہ کماتے رہے دونوں اس حاصل کردہ رقم میں حصہ دار تھے اور اس کے بعد جب زید مقرر رہا اور تقریروں کی بنا پر لوگ اسے دیتے رہے اور بکر تقریر کرنے میں اس کے ساتھ شریک نہیں تھا تو یہ کمائی مخصوص زید کی ہے بکر کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ شرعاً بکر کا زید کی تقریروں سے کمائی ہوئی رقم میں کوئی حصہ نہیں۔ جبکہ بکر اپنی نعت خوانی کی بنا پر الگ کماتا رہا اور اپنی ضروریات میں لاتا رہا۔ البتہ اگر ابتداء اس قسم کا معاہدہ ہو کہ آپس میں ہم اکٹھے ہیں اور مال ہمارا اکٹھا ہوگا اور پھر بکر نعت خوانی سے کماتا رہا اور زید تقریروں سے اور اکٹھے ضروریات میں لاتے رہے تو جس قسم کا معاہدہ ہوگا نصف نصف وغیرہ ان حصوں پر وہ مجموعہ مال زید و بکر شرعاً تقسیم ہوگا اور اگر معاہدہ نہیں تو زید اپنی تقریروں سے حاصل کردہ مال کا مالک ہے بکر اس میں حصہ دار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

اگر مقررہ ایجنٹ وقت پر گنا فروخت نہ کرے اور خشک ہو جائے تو کون ذمہ دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص نے زید کو اس بات کا ایجنٹ بنا دیا کہ وہ ان اشخاص کا گنا شوگر مل پر فروخت کر لیا کرے۔ صورت یہ ہو جائے کہ مذکورہ اشخاص میں سے کسی ایک کے انڈنٹ پر زید اپنا گنا فروخت کرے اور اس شخص کا جس کا انڈنٹ ہے گنا رہ کر خشک ہو جائے جو کہ جلانے کے علاوہ اور کسی کام کا نہ ہو۔

ایجنٹ مذکور کے مساعی سے صاحب انڈنٹ مذکور کے نام چار عدد کل انڈنٹ مہیا کیے گئے جس سے دو عدد انڈنٹ صاحب انڈنٹ کے حق میں استعمال کیے گئے۔ یعنی صاحب انڈنٹ کا دو ٹرالی گنا فروخت کیا گیا اور دو عدد انڈنٹ صاحب انڈنٹ کے دوسرے رفقاء کے حق میں استعمال کیے گئے شرعی حکم سے سرفراز فرمایا جائے کہ کیا زید مذکور

صاحب اڈنٹ کے خشک شدہ گنے کا ضامن ہوگا یا نہیں۔

وضاحت کے لیے عرض ہے کہ کارخانہ شوگر کا قانون ہے کہ ہر ایک کاشتکار سے ایک معین حصہ گنے کا لینے کا وعدہ کرتا ہے جس کا شناخت نامہ کارڈ ہر کاشتکار کے نام ہوتا ہے اور وہ مقدار گنے کی قابل خرید کا بھی اس میں ذکر ہوتا ہے۔ پھر مناسب وقت پر وہ اس شخص کے نام پر اڈنٹ (گنا فروخت کرنے کا اجازت نامہ کہا جاتا ہے)۔ اس کے بعد مقررہ تاریخ پر گنا بذریعہ لاری مل کو پہنچایا جاتا ہے اور مقرر کردہ نرخ پر فروخت کیا جاتا ہے۔ سپیشل اڈنٹ وہ ہوتا ہے جس کی بنا پر کارخانہ ضرورت پڑنے پر فوری گنا خرید سکتا ہے۔ بسا اوقات بارش یا کسی دیگر سبب کی وجہ سے مل کو گنا پورا نہیں ملتا تو وہ جس جس کا گنا تیار پڑا ہو اور وہاں اس وقت حاضر ہو جائے تو ان کو اسی دن لاری اور اڈنٹ دونوں فوراً دے دیتے ہیں اور اسی روز وہ گنا فروخت ہو جاتا ہے۔ شوگر مل کا قانون ہے کہ اس دن وہ بغیر اسپیشل اڈنٹ ہرگز گنا نہیں خریدتا۔ سپیشل اڈنٹ کا خرید شدہ گنا کوٹہ (جو کارڈ میں درج ہوتا ہے) پھر بسا اوقات اثر انداز نہیں ہوتا۔ یعنی کارڈ کا حق مکمل رہ جاتا ہے اور کبھی کوٹہ میں حساب کیا جاتا ہے اور کوٹہ ختم کر دیا جاتا ہے۔

السائل عزیز الرحمن (فاضل دیوبند) صدر جمعیۃ علماء اسلام ضلع پشاور

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ایجنٹ مذکور اڈنٹ والے کا ضامن نہ ہوگا اس کی چند وجوہات ہیں۔

( ) ضمان میں تعدی اور منع شرط ہے۔ ایجنٹ کا اس میں کوئی منع اور تعدی نہیں۔

(۲) اور نیز ایجنٹ نے اس گنے کو مالک کے قبضہ سے اپنے قبضہ میں منتقل نہیں کیا اور جب تک گنا مالک کے خود اپنے قبضے میں ہے ایجنٹ کے ضامن ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(۳) ایجنٹ نے اس کا گنا دوسرے اڈنٹ سے جو اس نے خود کوشش سے بنایا تھا فروخت کر دیا۔ لہٰذا اس نے مالک کے گنے کو کارخانہ پر فروخت کرایا۔ گنے کی تعیین تو تھی نہیں کہ فلاں گنا اس اڈنٹ سے فروخت کرنا۔ مطلقاً اس نے گنا فروخت کر دیا۔ نیز جب خود دیکھ رہا تھا کہ گنا خشک ہو رہا ہے اور دوسرے کے اڈنٹ پر اپنے مال کو کیوں چھوڑا تو خود مالک کا بھی اس میں قصور ہے۔ دوسرے سے کیا ضمان لے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسی کا کلیم منظور کرانے پر محنت کنندہ نصف کلیم کا نہیں بلکہ اجر مثل کا مستحق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید عمر نے ہندوستان میں چھوڑی ہوئی زمین کے کلیم داخل کرا

نے بہت کوششوں اور رشوت سے اپنا کلیم منظور کرا لیا لیکن زید کا کلیم نامنظور ہوا تو عمر نے زید کو کہا تم بھی دوبارہ اپنا کلیم داخل کرو تو شاید منظور ہو جائے لیکن زید نے اس کی بات نہیں سنی تو پھر عمر نے اس کو اور اس کے بھائی بکر کو اور اس کے والد کو کہا کہ میں تمہارا کلیم داخل کرتا ہوں اگر منظور ہوا تو اس میں سے نصف حصہ میرا ہوگا۔ چنانچہ عمر نے زید کا کلیم داخل کیا اور بہت خرچ لگا کر اور کوششوں سے دس ہزار روپیہ کا کلیم منظور کرا لیا۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ عمر اس میں نصف حصہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں لے سکتا تو جو خرچ اس نے اس پر لگایا ہے وہ بھی معلوم نہیں۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی مجلس تونس شہر ملتان معرفت عبداللہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں عمر اجر مثل کا مستحق ہے۔ یعنی لوگ اس قسم کا کلیم جتنی اجرت پر دوسرے کے لیے حاصل کریں یا منظور کرائیں۔ عمر بھی اس صورت میں اتنی اجرت کا حقدار ہے اور اجرت مثل کی تعیین کم از کم دو معاملہ فہم دیندار سمجھدار وکیلوں سے (جنہیں اس قسم کے مقدمات کا تجربہ ہو) کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

”میری غیر آباد زمین کاشت کے قابل بناؤ تمہیں آدھی زمین دوں گا“ کیا یہ معاہدہ شرعاً درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو غیر آباد زمین آبادی کے لیے اس شرط پر دی کہ تم زمین کو قابل کاشت کر دو تو میں تمہیں نصف زمین اس آبادی کے بدلے منتقل کر دوں گا۔ چنانچہ زید نے اثناء آبادی میں اپنی زمین کا حصہ خالد کو فروخت کر دیا۔ عمرو ساری زمین پر قابض رہا اور تمام پیداوار زراعت اشجار وغیرہ کو فروخت کرتا رہا اور کھاتا رہا اور جو شرائط تھیں وہ بھی پوری نہ کیں۔ سو کیا یہ شخص (عمرو) خالد کے لیے بھی شرائط جو زید سے طے ہوئی تھیں کا پابند ہے کہ نہیں اور کیا یہ معاہدہ شرعاً درست ہے؟ اگر نہیں تو یہ معاہدہ باطل ہے یا فاسد؟ اور کیا زمین عمرو لے سکتا ہے یا کہ اس زمین کا مالک زید ہی رہے گا۔

السائل ملک امام بخش

﴿ج﴾

یہ اجارہ فاسد ہے۔ صورت مسئولہ میں عمرو کو اجرت مثل ملے گی۔ وہاں کے دو دو دل تجربہ کار شخص اس کی اجرت کا موازنہ لگالیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب تک دوسری ملازمت نہ ملے شراب خانہ وغیرہ کی ملازمت ترک نہ کرنی چاہیے

(س)

الحمد للہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اول میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ اما بعد گزارش ہے کہ فدوی کا لڑکا شہر کراچی میں ایک سیٹھ کے یہاں ملازم ہے۔ اس کے کئی کارخانے ہیں حتیٰ کہ شراب وغیرہ کا بھی کارخانہ ہے۔ ان سب میں اس کو کام کرنا پڑتا ہے ناخواندہ ہے۔ والدین اس کے نہایت ضعیف ہیں ایک بہن کنواری ہے دو بچے اور دو میاں بیوی وہ خود ہیں۔ گویا سات نفر کا گزر اوقات اللہ نے اس کے سر رکھا ہے۔ اس کے والد اس قابل نہیں ہیں کہ کچھ کما سکیں نہ ہی کوئی ذریعہ ہے نہ زمین ہے صرف اس کی تنخواہ پر گزارا ہے۔ مجھ کو رات دن یہ فکر رنج رہتا ہے کہ ناجائز ملازمت کی تنخواہ ہم کھاتے ہیں کیا ہماری نماز روزہ درست ہوگا۔ میں سخت پریشان ہوں کہ کیا کروں اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟
فقط: بادب عرض تحریر خاکسار سید محمد عباس از ٹونک جامع

(ج)

جب تک پورے وثوق کے ساتھ اور ملازمت نہ ملے اس سیٹھ کی نوکری کو ہرگز نہ چھوڑے اور آپ کا نماز روزہ انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہے۔

عبد اللہ عفا اللہ عنہ

امامت و تعلیم القرآن پر اجرت کے سلسلہ میں متقدمین و متاخرین کی رائے

(س)

مسجد اندری کوٹلی میں ایک مدرسہ تعلیم القرآن کے سلسلہ میں جاری کر دیا گیا ہے تو اب کچھ لوگوں کی جانب سے یہ سوال پیدا کیا جا رہا ہے کہ یہ تعلیم بالاجرت ہے اس لیے جائز نہیں۔ اس پر دوسرے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ زمانہ دین سے بڑی لاپرواہی کا ہے اور اسی طرح علیحدہ دوسری جگہ بھی فی الحال نہیں ہے اس لیے جائز ہے۔ اس پر ایک صاحب کہتے ہیں کہ شہر میں کافی مدارس ہیں اگر کوئی ضرورت ہوگی تو وہاں تعلیم دلا دیں گے۔ مسجد میں تعلیم بالاجرت کو جائز قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ یہ صورت کر لو کہ امام صاحب کو جو مدرسی اور امامت کی علیحدہ علیحدہ اجرت دی جاتی ہے اس کو ایک ہی کر کے صرف امامت کے نام سے دے دیا کریں اور تعلیم القرآن کو بلا اجرت تصور کر کے جاری رہنے دیا جائے تو اس پر ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ حیلہ ہے۔ اب بتائیے کیا بند کر دیا جائے؟ یا کیا صورت کریں۔

﴿ج﴾

متقدمین فقہاء کے نزدیک امامت اور تعلیم قرآن دونوں پر اجرت لینا ناجائز تھا لیکن بعد میں فقہاء نے بالاجماع دونوں پر اجرت لینے کو جائز لکھا ہے۔ اس لیے آج کل بلاشبہ دونوں جائز ہیں پھر حیلے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر ناجائز ہے تو دونوں پر ناجائز ہے پھر حیلہ کرنا لغو ہے اور یہ وجہ بھی صحیح نہیں کہ مدارس میں ضرورت پوری ہوتی ہے۔ مسلمان بچے سب مدارس میں نہیں جاسکتے اس لیے گھر گھر تعلیم قرآن کو عام کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ

مدرس اگر مدرسہ کے لیے چندہ کرتا ہو تو کیا تنخواہ کے علاوہ معاوضہ طلب کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مدارس عربیہ میں سے کسی کا معلم صرف تعلیم کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ صرف اس تعلیم کا مشاہرہ معین ہے اور کوئی کام مدرسہ کے مہتمم صاحب کی جانب سے اس پر لازم نہیں لیکن وہ خود مدرسہ کے لیے چندہ کی فراہمی کرتا ہے۔ کیا از روئے شریعت اور قوانین مدارس عربیہ وہ معلم تعلیمی معاوضہ معینہ کے علاوہ جبکہ وہ دیگر سفراء حضرات کے برابر یا زیادہ چندہ فراہم کرتا ہو کسی قدر چندہ کی وصولی کا جیسے کہ سفراء حضرات تنخواہ لیتے ہیں۔ معاوضہ لینے کا مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

مولانا صالح محمد صاحب قائد بوٹ ہاؤس سرگودھا

﴿ج﴾

اگر اس کے ساتھ فراہمی چندہ کے لیے کوئی معاوضہ پہلے سے طے شدہ نہیں یعنی سفارت کے لیے تنخواہ کا کوئی معاہدہ ان سے نہیں ہوا تو شرعاً وہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔ البتہ انتظامیہ اور مہتمم مدرسہ کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کو مناسب معاوضہ دے دیں۔ اگر یہ شخص معاوضہ لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو مدرسہ کی کمیٹی سے پہلے سے معاوضہ طے کر لے۔ نیز ثلث یا ربع پر جیسے کہ بعض سفراء چندہ جمع کرتے ہیں چندہ جمع کرنا درست نہیں۔ بلکہ پہلے سے تنخواہ مقرر کیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۵ھ

وکیل بالشراء اگر مال ریل گاڑی کے ذریعہ بھیجے اور راستہ میں ضائع ہو جائے تو ذمہ دار کون ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کریم بخش، عبدالعزیز، حاجی محمد حسین و محمد اشرف آپس میں عرصہ سے تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ آپس میں لین دین رہتا تھا۔ حاجی حسین وغیرہ حیدرآباد میں رہتے ہیں اور کریم وغیرہ ملتان میں رہتے ہیں۔ حاجی حسین وغیرہ نے ملتان میں کریم بخش وغیرہ کو اطلاع دی کہ ہمیں ریشم بھیج دو۔ کریم بخش وغیرہ نے حاجی حسین وغیرہ کو ریشم کا ریٹ لکھ کر بھیج دیا کہ فلاں قسم کا ریشم کا یہ بھاؤ ہے اگر آپ کو یہ ریٹ منظور ہو تو ہم بھیج دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ریٹ منظور کر لیا اور ملتان میں کریم بخش وغیرہ کو اطلاع بھیج دی کہ ہمیں مال بھیج دو۔ جب بلٹی پہنچ جائے گی ہم آپ کو رقم ادا کر دیں گے۔ چنانچہ کریم بخش وغیرہ نے بوری میں مال بند کر کے حیدرآباد حاجی حسین وغیرہ کے نام بلٹی کروایا اور بلٹی بذریعہ گاڑی روانہ کر دیا۔ گاڑی کو راستہ میں آگ لگ گئی جس ڈبہ میں مال تھا اس کو آگ لگی اور مال سارا کا سارا جل گیا۔ اس ڈبہ میں دوسرے لوگوں کا مال بھی ملتان وغیرہ شہروں سے کراچی وغیرہ شہروں کے تاجروں کا جا رہا تھا وہ بھی جل گیا۔ اب حاجی حسین وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم مال کی قیمت ادا نہیں کرتے کیونکہ مال نہیں پہنچا اگر مال ہمارے پاس پہنچ جاتا تو ہم قیمت ادا کرتے۔ مالک مال کہتا ہے کہ میں نے مال تمہارے کہنے پر بھیجا ہے اور ریٹ وغیرہ بھی طے ہو چکا ہے لہٰذا رقم دو۔ کیا حاجی حسین وغیرہ مالک مال یعنی کریم بخش وغیرہ کو رقم ادا کریں یا نہ۔ ڈبہ مذکورہ میں باقی جن جن تاجروں کے مال تھے انہوں نے مالکان مال کو رقمیں ادا کر دی ہیں اس طرح حاجی حسین وغیرہ کو بھی ادا کرنی چاہیے یا نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ریلوے پر نقصان کا جو کلیم کرنے کا حق پہنچتا ہے وہ بھی حاجی حسین وغیرہ کا تو تھا بھی ان کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ مال کی بلٹی ان کے نام تھی۔ کریم بخش وغیرہ نے حاجی حسین وغیرہ کو کہا کہ آپ ریلوے پر کلیم کریں گے یا ہم کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کریں گے کیونکہ بلٹی ہمارے نام تھی۔ حاجی حسین وغیرہ نے کلیم کیا ہوا ہے۔ ریلوے کی غفلت سے جو نقصان ہوا ہے محکمہ ریلوے نے اس کا ذمہ دار اپنے محکمہ کی غفلت کو ٹھہرایا ہے اور اپنا قصور تسلیم کر لیا ہے۔ محکمہ ریلوے کے فیصلے کے بعد کلیم کی جو رقم وصول ہوگی سارے نقصان کی رقم یا آدھے مال کی رقم جتنی بھی طے کی وہ حاجی حسین وغیرہ لیں گے کیونکہ ان کا حق ہے لیکن ان حالات میں حاجی حسین وغیرہ مالکان مال کریم بخش وغیرہ کو مال کی قیمت ادا کریں یا نہ کریں۔ بینوا توجروا

عبدالعزیز ولد حاجی کریم بخش

﴿ج﴾

معلوم ہوتا ہے کہ محکمہ ریل مشتری کے وکیل کی حیثیت رکھتی ہے لیکن صورت مسئولہ میں جب مشتری نے فون سے طے کر کے بلٹی کے ذریعہ ریل سے مال بھیجنے کا آرڈر دیا تھا تو اس سے بظاہر یہی سمجھا جائے گا کہ ریل مشتری کی طرف سے وکیل ہے۔

پس بنا بریں مال ضائع ہونے کی صورت میں ضمان مشتری (مال خریدنے والے) پر ہے مال کے مالک پر ضمان واجب نہیں۔

علاوہ ازیں جبکہ محکمہ ریل نے بلٹی وصول کرنے کا حق مشتری کو دیا ہے تو اس سے بھی بظاہر سمجھا جائے گا کہ ریل مشتری کی طرف سے وکیل ہے۔ قال فی الهندية ص ۱۱۰ ج ۴ ولو ان رجلا بعث رسولا الى بزاز ان ابعث الى بثوب كذا فبعث اليه البزاز مع رسوله او مع غيره فضاع الثوب قبل ان يصل الى الآمر وتصادقوا على ذلك فلا ضمان على الرسول وبعد ذلك ان كان هو رسول الآمر فالضمان على الآمر وان كان رسول رب الثوب فلا ضمان على الآمر حتى يصل اليه الثوب واذا وصل اليه فهو ضامن كذا في الخلاصة فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ محرم ۱۳۹۰ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

جس کام کے لیے کسی کو ملازم رکھا جائے اگر وہ کام پورا نہیں کرتا تو اس کے لیے تنخواہ لینا حلال نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) کوئی سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ کسی کو کیش سنبھالنے کے لیے ملازم رکھتا ہے جس کے ذمہ یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ادارہ کے قانون کے مطابق روزانہ کیش موجودہ کو رجسٹر سے ملا کر چیک کرتا ہے اور پھر تصدیق کرتا ہے لیکن وہ روزانہ یہ کام پورا نہیں کرتا۔ بلکہ ہفتہ یا کئی مہینوں کے بعد کیش کو رجسٹر کے ساتھ ملاتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں اس ملازم کو تنخواہ لینی شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اگر ادارہ اس کا کام کسی اور شخص سے کرائے تو اس کی تنخواہ سے رقم کاٹ کر اس کو دینا جائز ہے یا نہیں یا ادارہ اپنی طرف سے ادا کرے۔

(۳) اگر یہی ملازم کام نہ کرتے ہوئے بھی زائد ٹائم کا معاوضہ لے تو اس کے لیے زائد ٹائم کا معاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

شیخ احسان الٰہی ،منی گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

جس کام کے لیے کسی کو ملازم رکھا جائے جب تک وہ اپنے کام مقررہ کو انجام نہ دے اس کو تنخواہ لینا حلال نہیں۔ جس قدر کام میں کمی کرے گا اسی قدر تنخواہ اسی حساب سے ناجائز ہو جائے گی۔ کما ھو مسئلۃ الاجارۃ کما فی فتاوی دار العلوم ص ۱۹۰ ج ۲ البتہ شخص مذکور پر لازم ہے کہ دستور کے موافق ہر روز آمد وخرچ کی میزان لگا کر اپنی نشست سے اٹھے اور چھٹی کرے ورنہ سخت مجرم ہوگا۔ البتہ اگر دوسرے ٹائم میں ملازم مذکور نے وہ اپنا تمام کام مکمل کر دیا تب اس کے لیے وہ لی ہوئی تنخواہ حلال ہو جائے گی۔

(۲) اگر دوسرے آدمی سے وہ کام کرایا جائے تو اس دوسرے شخص کا معاوضہ مالکان کے ذمہ ہے۔ البتہ دکان کے مالکان ملازم اول کی تنخواہ بوجہ فرض منصبی پورا نہ کرنے کے کم کر سکتے ہیں۔

(۳) زائد ٹائم کا معاوضہ لینا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

معزول مہتمم کی تنخواہ اور الاؤنسز کے متعلق ایک مفصل فتویٰ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم سابق مہتمم صاحب دار العلوم کبیر والا کو اہتمام سے معزول کر کے مدرس بنا دیا گیا۔ معزول ہونے کے بعد مدت اہتمام کی تنخواہ ان کو ملتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے دعویٰ کیا کہ دار العلوم کی عاملہ کے صدر نے مجھ سے ایک معاہدہ کیا تھا اور اسی معاہدہ کی بنا پر میں نے اہتمام سے علیحدگی قبول کی۔ معاہدہ میں ایک شرط یہ تھی کہ سابق مہتمم صاحب کو جو تنخواہ ملتا رہا ہے وہ برابر ملتا رہے گا۔ مجھے تنخواہ کے علاوہ زمانہ اہتمام میں دو الاؤنس بھی مل رہے تھے۔ ایک الاؤنس زائد سبق کی تدریس کے عوض میں دوسرا اکاسست شعبہ ترقی کے عوض میں۔ دونوں کی مجموعی مقدار ۔/۱۴۰ روپے ماہوار تھی مگر عاملہ نے معاہدہ کے خلاف کرتے ہوئے دونوں الاؤنس بند کر دیے حالانکہ میں تنخواہ مع الاؤنس کا مستحق ہوں۔ مولانا نے اس معاہدہ کے ثبوت میں ایک تحریر دکھائی جو ان کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھی اور اس پر مجلس عاملہ کے صدر اور مجلس شوریٰ کے صرف دو ارکان کے دستخط ہیں۔ مولانا دعویٰ کرتے ہیں کہ مجھے گزشتہ چار

سال اس کا ایک سو بیس ۱۲۰ روپیہ ماہوار کے حساب سے کل الاؤنس یک مشت ادا کیا جائے جس کی مقدار تقریباً چھ ہزار روپیہ ہے اور اس الاؤنس کو آئندہ تنخواہ کا جزء بنا دیا جائے۔ مستقل بحیثیت مہتمم دار العلوم اس دعویٰ اور اس کے استحقاق کی شرعی تحقیق کرنا چاہتا ہے۔ مندرجہ ذیل امور میں غور فرما کر فتویٰ صادر فرماویں کہ مولانا اس الاؤنس کے مستحق ہیں یا نہیں؟ واضح ہو کہ دار العلوم کی خود مختار منتظمہ مدرسہ کی مجلس شوریٰ ہے۔ مجلس عاملہ اپنے فیصلوں میں مجلس شوریٰ کے تابع ہوتی ہے اور مجلس عاملہ کا فیصلہ بھی تب صحیح تصور کیا جاتا ہے جبکہ ارکان کا کورم (نصاب) مکمل ہو۔

(۱) مذکورہ معاہدہ نہ مجلس عاملہ کے مکمل کورم میں ہوا نہ جدید مہتمم سے اور نہ مجلس شوریٰ کی طرف سے ہوا صرف مجلس عاملہ کے صدر اور شوریٰ کے دو ارکان کے دستخط معاہدہ پر ثبت ہیں۔

(۲) عاملہ و شوریٰ کے ریکارڈ میں کسی جگہ یہ نہیں کہ صدر مجلس کو مکمل اختیار ہے یہ ہماری جانب سے دو دلیل ہیں۔

(۳) معاہدہ پر کیا رہ صفر ۱۳۹۹ھ کی تاریخ لکھی ہے۔ مورخہ ۱۱ صفر ۱۴۰۳ھ کو شوریٰ کی گیا۔ جس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سرپرست دار العلوم اور صدر مجلس شوریٰ و اراکین مجلس شوریٰ موجود تھے۔ وہاں اس معاہدہ کی شرط کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔

(۴) ۲۷ صفر ۱۴۰۳ھ میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں مولانا کے الاؤنس بند کر دینے کی تصریح کر دی گئی۔ اس اجلاس میں معاہدہ کرنے والے ارکان بھی موجود تھے اور ان کے دستخط بھی موجود ہیں۔ کسی نے شرط کا ذکر نہیں کیا۔

(۵) مورخہ ۲۶ رجب ۱۴۰۳ھ میں مجلس شوریٰ میں مولانا کی درخواست پیش ہوئی کہ مجھے الاؤنس دیئے جائیں۔ مگر شوریٰ نے ان کو رد کر دیا اور یہ لکھا گیا کہ الاؤنس دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۶) مورخہ ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ مجلس عاملہ میں وہی مولانا کی درخواست پیش ہوئی مگر رد کر دی گئی اور اس میں لکھا گیا کہ مجلس شوریٰ کے فیصلے کا احترام کیا جائے اور ان کی درخواست رد کی جائے۔

(۷) معاہدہ کی تحریر میں الاؤنس ملنے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ صرف یہ لکھا ہے جو کچھ ماہوار ملتا ہے بحال رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اس عموم میں الاؤنس داخل نہیں ہے صرف تنخواہ مراد ہے۔ کیونکہ یہ احتمال تھا کہ اہتمام سے معزول ہونے کے بعد شاید تنخواہ کم کر دی جائے اس احتمال کا ازالہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں دار العلوم اور تقریباً ہر دینی ادارہ کا یہ اصول ہے کہ جو الاؤنس کارکردگی کے عوض میں ہو وہ کارکردگی ختم ہونے سے ختم کر دیا جاتا ہے۔

براہ کرم غور فرما کر جواب جلد ارسال فرمائیں۔ فوری ضرورت درپیش ہے۔

﴿ج﴾

اصل اس باب میں یہ ہے کہ تقرر مدرس کے لیے ملازمت مدرسہ احکام رتعویہ کے اعتبار سے اجارہ کا حکم رکھتی ہے۔ اگرچہ حتی الامکان عبادت ہونے کی توقع ہے اور احکام اجارہ میں اس کی ہر وقت گنجائش ہے کہ تنخواہ میں کمی بیشی کی جائے۔

ریکارڈ حسب اجلاس مجلس عاملہ بتاریخ ۲۷ صفر ۱۳۹۴ھ جب مولانا موصوف کے ہر دو الاؤنس بند کرنے کی تصریح کر دی گئی اور اس اجلاس میں وہ اراکین بھی موجود ہیں جو بقول مولانا موصوف کے صدر مجلس اور باقی وہ اراکین نے کل تنخواہ مع الاؤنس بحال رکھنے کا معاہدہ کیا ہے۔ لہٰذا اس تاریخ سے مولانا موصوف کے دونوں الاؤنس بند ہو گئے اور وہ ان کے وصول کرنے کے حقدار نہیں رہے۔ البتہ مولانا موصوف کو باقی ماندہ تنخواہ پر رہنے نہ رہنے کا اختیار ہے اس لیے اگر باقی ماندہ تنخواہ پر مولانا موصوف کام نہیں کرنا چاہتے اور وہ ملازمت چھوڑنا چاہتے ہیں تو مہتمم صاحب کو ان سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔

یہ مسئلہ بندہ نے عقد اجارہ کے اصول وقواعد کو مدنظر رکھ کر تحریر کیا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کو دوسرے علماء کے روبرو بھی پیش کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدرسہ کے چندہ کی رقم سے خود مزدوری لینا یا مہتمم کا مزدوری دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ

(۱) ایک شخص از خود مدرسہ صاحب کا چندہ وصول کر کے لاتا ہے اس کے لیے کسی نے مدرسہ کی طرف سے وصولی چندہ کی صورت مقرر نہیں کی اور وہ خود بھی چندہ دہندگان کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرتا کہ میں اس وصولی شدہ چندہ میں سے مزدوری لوں گا بلکہ وہ خالص مدرسہ کے لیے چندہ دیتے ہیں تو کیا وہ اس وصولی شدہ رقم میں سے یا اس کے علاوہ کسی (متعلق بالمدرسہ) سے اس وصولی چندہ کی مزدوری لے سکتا ہے یا نہیں۔ ظاہراً ایسا کام بھی نہ کر رہا ہے۔

(۲) خود مہتمم مدرسہ کسی سے چندہ وصول کراتا ہے اس کی بھی کسی نے اجرت مقرر نہیں کی ہوئی۔ اب چندہ وصول کرانے کے بعد مہتمم صاحب یہ کہتے ہیں کہ میں حقیر کو وصول شدہ چندہ میں سے دیا کرتا ہوں۔ بندہ بھی اس کا حقدار ہوں کہ جو چندہ وصول کرایا ہوں اس میں سے اپنی مزدوری اپنے لیے لوں تو آپ مہتمم صاحب کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) مولانا محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ امدادیہ میں لکھا ہے کہ جو غیر چندہ وصول کراتا ہے اور چندہ دہندگان

کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرتا کہ میں اس میں سے مزدوری لوں گا بلکہ وہ خالص مدرسہ کے لیے چندہ دیتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس کو اس چندہ میں سے مزدوری نہ دینی چاہیے۔

تو گزارش ہے کہ جو سفیر مفت کام نہ کرنا چاہے اس کو مزدوری کہاں سے دینی چاہیے۔

﴿ج﴾

فقہاء کا مسلم قاعدہ ہے کہ اجارہ عقد ہے جس کے لیے متعاقدین کا ہونا ضروری ہے۔ نیز یہ کہ اجرت مجہول سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ اب پہلی صورت میں تو چونکہ سفیر نے از خود بغیر عقد کے چندہ جمع کیا ہے نہ اجارہ ہوا اور نہ کوئی دوسرا عقد صرف کار خیر ہے جس میں سے اس کو کچھ نہیں مل سکتا۔ البتہ اگر ارباب حل وعقد مدرسہ کسی شخص کی خدمات کو دیکھ کر اور اس کی ضروریات کے پیش نظر مدرسہ کے مفاد کو سمجھتے ہوئے کچھ بطور انعام کے دے دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ عام چندہ دہندگان کو اس کا علم ہو کہ مدرسہ کے ارباب حل وعقد بعض مواقع پر ایسے انعامات دیا کرتے ہیں مثلاً روئیداد میں اس کو شائع کیا جائے دوسری صورت میں اگر مہتمم صاحب مدرسہ و مجلس عاملہ یا مجلس شوریٰ نے جائز قرار دیا ہے کہ اس قدر رقم بھی اجرت لے سکتے ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ نیز معلوم ہو جانا چاہیے کہ اجرت اس فراہم شدہ رقم میں سے نہ لی جائے بلکہ اس کو تو مقرر کردہ مدات میں جمع کر لیا جائے اور اجرت مدرسہ کی اس مد سے ادا کی جائے جو تنخواہ ملازمین کے لیے مقرر ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مقررہ اجرت سے ہٹ کر فی من پیمائی پر ایک کلو اناج وصول کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ رواج کے مطابق آج کل گندم کی پیمائی مقررہ کے علاوہ کنترہ ایک سیر فی من بھی مالکان فلور ملز وصول کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اگر گندم گیلی ہو تو فی من ایک سیر سے زائد آتی ہے اور اگر گندم خشک ہو تو نصف سیر یا چکی میں خرابی ہو تو تین پاؤ کم آتی ہے۔ تو کیا یہ کنترہ لینا جائز ہے۔

نذیر احمد نصیر احمد ولد واحد بخش گھٹر سائیں کھیڑ ضلع ملتان

﴿ج﴾

جس قدر آٹا فی من کم ہو جاتا ہے اس قدر کم کرنا جائز ہے۔ اس سے زائد لینا جائز نہیں ہوگا اور یہ تحقیق خود چکی والے کی دیانت داری پر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ له نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی مزارعت زمین میں ایک تہائی پر آم لگوانا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی زید شخص نے اپنی زمین عمرو کو دی اس شرط پر کہ تم آم کا درخت لگاؤ اور آم کے درخت لگانے تو جب تک پیداوار دیں گے تو تیسرا حصہ ہوگا اور دو حصے مالک زمین کے ہوں گے۔ کیا یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں۔ نیز اگر یہ معاملہ جائز نہیں تو کس طرح طے کریں تاکہ شرعاً بھی درست ہو اور کے لیے حلال ہو۔

﴿ج﴾

شرعاً یہ معاملہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جائز عقود اجارہ مزارعت مساقاۃ و اجارہ میں سے کسی ایک کے تحت نہیں آتا اس لیے یہ فاسد ہے۔ اسی لیے تمام تر ... نے اگر یہ کام کر لیا ہے تو وہ صرف اجر مثل کا حقدار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مہنگائی کی وجہ سے مالک مکان وغیرہ کرایہ بڑھانے کا مجاز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آج کل مکانات و دکانات کے کرایہ دار عرصہ پانچ سال جو شرح کرایہ ادا کرتے تھے اب بھی اسی شرح کو برقرار رکھنے کے لیے عدالتوں میں کرایہ جمع کراتے ہیں جبکہ عمارت و اخراجات کی قدر دوگنا بڑھ گئے ہیں کہ سابقہ شرح کو برقرار رکھنا مالک مکان و دکان کے لیے ناقابل قبول ہو گیا ہے۔ کیا سابقہ کرایہ کو بڑھانے اور وقت کے تقاضوں و گرانی کے پیش نظر تبدیل کرنے کا مالک مجاز و مختار ہے؟ اضافی کرایہ ناجائز تو نہیں ہوگا؟ کیا اضافے کی کوئی حد بھی ہے۔ شرعاً اضافہ کہاں تک درست ہے۔

نذیر احمد صابری ... ملتان

﴿ج﴾

مالک مکان و دکان کو وقت کے تقاضوں اور گرانی کے پیش نظر کرنے کے مطابق کرایہ میں اضافہ کرنے کی اجازت ہے اور اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ یہ مالک اور کرایہ دار کی رضامندی پر موقوف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

زید پر لازم ہے کہ سود اسلف وغیرہ میں اس نے جتنی بددیانتی کی ہے اُس مقدار کی رقم یا آئندہ کے لیے سود اسلف مالکان کو واپس کرے۔ بتانا ضروری نہیں لیکن اس مقدار کی رقم وغیرہ مالکان کو واپس کرنا ضروری ہے اور آئندہ کے لیے ایسی بددیانتی سے توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی ملازم کی ایسی جگہ تقرری ہو کہ وہاں کام نہ ہو تو تنخواہ جائز ہے یا نہیں، جعلی سند پر نوکری کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) میرے ایک ساتھی کو بحیثیت پیش امام ایک جگہ مقرر کیا گیا ہے جبکہ وہاں نہ مسجد ہے اور نہ کسی وقت نماز پڑھی جاتی ہے۔ یعنی نماز پڑھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ پس تنخواہ بغیر کام کیے ملتی ہے تو کیا یہ تنخواہ اس کے لیے جائز ہے۔

(۲) بحیثیت معلم دینیات بھرتی ہونے کے لیے کسی مستند دار العلوم سے فارغ ہونے کا سرٹیفکیٹ لازمی تھا۔ اس کے بغیر نوکری ملنی ناممکن تھی۔ میرے ایک ساتھی نے جو یہ کام تو کر سکتا تھا وہ ایک معلم دینیات ہے مگر سند اس کے پاس نہیں تھی۔ تب کچھ روپے خرچ کر کے یہ سند جعلی بنائی اس پر نوکری مل گئی اس دھوکہ سے اس کو ماہوار تنخواہ جو ملتی ہے کیسی ہے؟

﴿ج﴾

(۱) یہ تقرری کس کی طرف سے ہے اور تقرری کرنے والے کو ان امور کا علم ہے یا نہیں۔ وضاحت سے لکھ کر جواب حاصل کریں۔

(۲) کام کی وجہ سے تنخواہ حلال ہے دھوکہ دینے کا گناہ ہے استغفار و توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ملازم اگر غیر حاضری کو حاضری ایشو کر کے تنخواہ لیتا ہے تو گناہگار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ ایک سرکاری ملازم اپنی روزانہ کی کارکردگی کی رپورٹ حکومت کو دیتا ہے جس میں لکھتا ہے کہ فلاں فلاں دن میں نے دورے کیے لیکن وہ حقیقت میں اپنے نجی کام کرتا رہا یا گھر پر رہا اور تنخواہ پوری

وصول کرلی تو جتنے دن اس نے گھر پر گزارے ان دنوں کی تنخواہ حرام ہوگی یا حلال۔ اور جو تحریر میں جھوٹ لکھا اس کی عنداللہ گرفت ہوگی یا نہیں اور وصول شدہ زائد تنخواہ توبہ کرنے سے بخش جائے گی یا نہیں جبکہ تنخواہ کی واپسی کی قدرت رکھتا ہو۔

بنو اتوجروا

﴿ج﴾

غلط رپورٹ تحریر کرنے سے گناہگار رہتا ہے جس سے توبہ کرنی ضروری ہے اور جو زائد رقم وصول کر چکا ہے جس کے وصول کرنے کا وہ حقدار نہ تھا اس کو واپس کر دینا ضروری ہے۔ محض توبہ کر لینے سے زائد رقم کی وصولی کا گناہ حسب ضابطہ شرعیہ معاف نہ ہوگا اس سے توبہ کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ وہ زائد رقم واپس کر دے اور اس جرم کی معافی بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ دار اگر مکان خالی کرنے سے گریزاں ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

ایک قطعہ زمین ہے جو خالص میرا ہے۔ ایک ہمسایہ کا اس زمین میں ایک رہائشی معمولی مکان ہے۔ اس میں دس تیس سال سے رہائش پذیر رہا۔ جو آدمی میری زمین میں رہائش پذیر تھا اس کی زمین بھی اس زمین کے نزدیک دس بیس کرم کے فاصلے پر موجود ہے۔ وہ زمین جو میری ہے پہلے غیر آباد تھی اب آباد ہو گئی۔ میں کہتا ہوں کہ جو رہائشی مکان تھا اس کو کہا ہے کہ زمین اس وقت آباد ہے آپ کے رہنے میں میری آبادی کو نقصان پہنچے گا جو آپ کی زمین جو اس زمین کے نزدیک ہے آپ اپنی زمین میں مکان بناؤ میرا نقصان نہ کرو۔ وہ آدمی جو رہائش پذیر ہے وہ نہیں اٹھتا۔ وہ تو کسی اور جگہ چلا گیا ہے مگر بیلوں مویشیوں کا ٹھکانہ بنا دیا ہے۔ ہمارے کہنے پر وہ ٹھکانہ نہیں ہٹاتا ہم کو سراسر نقصان کا اندیشہ ہے۔ شریعت اس معاملہ میں کیا فتویٰ دیتی ہیں۔

﴿ج﴾

اگر اس قطعہ اراضی کی آبادی آپ کی ہے تو یہ زمین آپ کی ملکیت ہے۔ اس صورت میں انہیں قطعہ کا خالی کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دھوبی کے ہاں سے اگر کپڑے گم ہو جائیں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دھوبی کو کپڑے دیے گئے کہ ان کو دھو دے۔ اس نے آگے دوسرے دھوبی کو دے دیے کہ اس کو دھو کر لائے چنانچہ اس دوسرے دھوبی نے ایک کپڑا گم کر دیا ہے۔ اس کپڑے کا ضمان کس پر ہے؟ یا نہیں یا کپڑے کے مالک کو کسی ضمانت اور بدلہ لینے کا حق نہیں۔ جواب سے نوازیں۔

محمد مسعود ناظم مدرسہ ہٰذا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر ایک دھوبی کا دوسرے دھوبی سے کپڑے دھلوانے کا عرف ہے نیز دوسرے دھوبی نے اس کی حفاظت میں غفلت نہ کی ہو اس کی تعدی نہ ہو تو کسی پر ضمان نہیں ہے اور اگر دھلوانے کا عرف نہ ہو اور دوسرے نے حفاظت میں غفلت نہ کی ہو تو ضمان پہلے دھوبی پر ہے دوسرا بری ہے اور اگر دوسرے سے دھلوانے کا عرف ہے لیکن دوسرے نے غفلت کی ہو اس کی تعدی ہو تو ضمان دوسرے پر ہے پہلا دوسرے سے لے کر مالک کو ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ ہٰذا
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہٰذا

وعظ اور تقریر پر اجرت مقرر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کوئی عالم تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کوئی تقریر یا وعظ کہنے کے لیے پیشگی سودا بازی کرتا ہے اگر اس کی مقرر کردہ رقم اس کو پیشگی مل جاتی ہے تو وہ وعظ یا تقریر کرتا ہے ورنہ معذرت پیش کر دیتا ہے۔

(۱) کیا اس قسم کی روزی حلال ہے (۲) کیا اس قسم کے علماء جنہوں نے دین کو کاروبار بنا رکھا ہے اس قابل ہیں کہ ان سے عقیدت رکھی جائے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ وعظ یا تقریر کرنے کے بعد حق خدمت کے طور پر منتظمین جو کچھ دے دیں اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں اور نہ ہی کھانے پینے اور کرایہ سے ہمیں سروکار ہے ہم صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ شرعی اور دینی احکام کی رو سے ایسے علماء کس زمرے میں داخل ہیں جو تبلیغ دین کے لیے راضی ہی جب ہوتے ہیں جب ان کے ہاتھ میں کم از کم سو پچاس روپے تھما دیے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ جناب اس فتوے کا جواب فرما کر مسلم قوم پر احسان فرمائیں گے۔

﴿ج﴾

افراط و تفریط دونوں طرف سے ہے۔ اگر کوئی عالم حقیقی سود بازی کرتا ہے تو بلانے والے در مجلس وعظ و محفل میلاد کرانے والے اور مجلس ذکر و شہادت کرانے والے کیسے ہوتے ہیں یہ تو بتائیں۔ صحیح تبلیغ اسلامی کا جذبہ آج کس جماعت میں ہے۔ بہرحال کسی عالم کے لیے سود بازی جائز نہیں اور جلسہ کرنے والے ان کے متعلق بھی غور فرمایا جائے۔ فقط واللہ اعلم

عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

پانچ سال کا مالک کرایہ دار کو نکال سکتا ہے اور کرایہ بھی بڑھا سکتا ہے

﴿س﴾

ایک شخص نے ایک دکان کسی کو کرایہ پر دی۔ عرصہ تقریباً پانچ سال بعد اب مالک دکان واپس لینا چاہتا ہے لیکن کرایہ دار اب قابض ہو کر دکان واپس کرنے کو تیار نہیں۔ کیا از روئے شرع شریف مالک کرایہ دار کو نکال سکتا ہے۔

بینوا توجروا

عبد العزیز جہانگیر پشاور شہر

﴿ج﴾

مالک دکان کرایہ دار کو الگ کرنے اور کرایہ بڑھانے کا اختیار رکھتا ہے کرایہ دار کو انکار کرنے کا ہرگز حق نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ دار کو ذاتی دشمنی کی وجہ سے بے دخل کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مالک دکان کرایہ دار کو ذاتی دشمنی کی وجہ سے بے دخل کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے کرایہ دار کے کاروبار کو بہت نقصان ہونے کا اندیشہ ہے تو کیا مالک کو شرعاً یہ حق حاصل ہے یا نہیں۔

محمد زاہد روقی اندرون رام داس بازار پشاور

﴿ج﴾

مالک دکان کو شرعاً کرایہ دار سے دکان خالی کرانے کا حق حاصل ہے۔ اگر مالک دکان کی نیت اچھی نہیں ہے تو یہ اس کا ایسا جرم نہیں ہے جس کی وجہ سے کرایہ دار کو علیحدہ کرنے کا شرعی حق اس سے چھین لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غیر آباد زمین کو آباد کرنے کے عوض اجرت میں زمین دینے سے متعلق مفصل فتویٰ

﴿س﴾

مہربانی فرما کر ان سوالات کا جواب عنایت فرمادیں۔

(۱) ہمارے علاقہ میں غیر آباد زمینیں چند شرائط پر آبادی کے لیے دیتے ہیں اس کو اوطلاپی کہتے ہیں۔ سو دو سو روپیہ بھی مالک زمین آباد کنندہ سے لیتا ہے۔ شرائط مکمل ہونے کے بعد آباد کنندہ کو مالک زمین زمین کا نصف آباد کنندہ کو دے دیتا ہے اور نصف خود لے لیتا ہے۔ کیا یہ معاملہ صحیح ہے؟ نیز ایک روپیہ کے اسٹامپ پر یہ معاہدہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔ بوقت انتقال (اوطلاپی دہندہ) مالک زمین نے اوطلاپی گیرندہ کو کہا کہ اگر زمین کا یہ حصہ لے لو تو مثلاً تمہیں یہ پیسے دیتا ہوں ورنہ اگر یہ قبہ لے لو تو میں نہیں دیتا ہوں۔ حالانکہ بوقت تحریر معاہدہ میں یہ امتیاز و تفریق نہیں تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ معاہدہ اور معاملہ صحیح ہے؟ کہیں اجارہ فاسدہ تو نہیں اور اجارہ فاسدہ کی کیا تعریف ہے؟ اور شرائط فاسدہ کیا ہیں؟ اور اگر صحیح نہیں تو فساد کی وجوہات اور اس کا حکم بالتفصیل تحریر کریں۔

(۲) اور اسی طرح مال مویشی پالنے پر دیتے ہیں آیا یہ درست ہے یا کہ نہیں۔ اس میں بھی مال بڑھ جانے کے بعد نصف کیا جاتا ہے۔

(۳) گندم کی کٹائی کی اجرت اسی خوشوں سے دی جاتی ہے۔ اسی طرح کپاس کی چنائی بھی اسی کپاس سے دی جاتی ہے اور کھجوروں وغیرہ کا بھی یہی حساب ہوتا ہے۔ کیا یہ سب ناجائز ہیں۔ یا بعموم البلویٰ جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) یہ اجارہ فاسدہ ہے۔ واضح رہے اجارہ فاسدہ وہ ہوتا ہے کہ جس میں ایک منفعت (جو کہ معلوم و متعین ہو) کو بعوض ایک اجرت کے (وہ اجرت بھی معلوم و متعین ہو) حاصل کیا جائے اور وہ اجرت ایسی ہو جو کہ عامل کے عمل سے حاصل ہو مثلاً ایک شخص آٹا پسواتا ہے اور طے کرتا ہے کہ پسوائی اسی آٹے میں سے دی جائے گی اگر وہ متعین بھی کردے کہ فی من ایک سیر یا دو سیر آٹا پسوائی اسی مال سے دوں گا تو یہ ناجائز ہے۔ یہی صورت مسئولہ میں جب کہ زمین کی آبادکاری میں اجرت اسی آباد شدہ زمین کا نصف حصہ قرار دیا گیا ہے تو یہ اجارہ فاسدہ ہے۔ اس کے جواز کی تدبیر یہ ہے کہ آبادکاری کا معاوضہ نقد رقم قرار دیا جائے۔ پھر اس نقد رقم کے عوض نصف زمین فروخت کردی جائے یا تو زمین نصف فروخت کردی جائے آبادکار کے ہاتھ، ثمن اس کے ہاتھ قرضہ ہوجائے پھر وہ قرض کے عوض میں نصف مکمل زمین کو آباد کردے۔

(۲) مویشیوں کو اس طرح پالنے پر دینا بھی ناجائز ہے۔ اس کی جائز شکل یہ ہے کہ نصف مویشی معمولی قیمت پر فروخت کر دیے جائیں۔ پالنے والا اس کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔ نصف جانور اس کے ہو جائیں گے۔ پھر وہ ان جانوروں کو پالتا رہے۔

(۳) یہ بھی ٹھیک نہیں اور معلوم ہوتی یہاں معتبر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زمین زراعت پر لیتے وقت آفات سماویہ وارضیہ کے عوض دینے کا وعدہ کرنا

اگر ایک بچھڑی پر دو آدمیوں کا دعویٰ ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) زید ایک آباد زمین کے متعلق کاشت کرنے کو عمرو سے کہتا ہے کہ میں تین من فی ایکڑ آپ کو دوں گا اور زمین بشرطیکہ آفات سماوی و ارضی مثلاً ژالہ باری اور کیڑا وغیرہ کے مجھے کاشت کرنے دو کیا شرعاً عمرو کو تین من فی ایکڑ لینا جائز ہے یا نہیں۔ مفصلاً بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

نوٹ۔ آباد زمین سے مراد یہ ہے کہ کاشت شدہ ہو اور بنجر غیر آباد نہ ہو۔

(۲) فرید کی ایک بچھڑی گم ہو گئی۔ وہ تلاش کرتے کرتے چک گاؤں سے ایک بچھڑی پکڑ کر گھر لے آیا اور اس نے یہ سمجھا کہ یہ میری بچھڑی ہے اور دوسری طرف عمرو کی بچھڑی اس دن گم ہو گئی جس وقت زید بچھڑی پکڑ لایا۔ عمرو تلاش کرتے کرتے چک گاؤں سے اس کی بچھڑی کو پکڑ کر لے گیا۔ جو زید پکڑ لایا تھا۔ دو دن کے بعد پھر زید عمرو کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ یہ بچھڑی میری ہے تو عمرو نے کہا تو بھولا ہوا ہے یہ بچھڑی تیری نہیں بلکہ میری ہے۔ فریقین نے کہا ہمارے گواہ موجود ہیں ان کا فیصلہ ایک مولوی کے پاس گیا اس نے زید کو مدعی اور عمرو کو مدعی علیہ قرار دیا اور عمرو سے بمطابق فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم البينة للمدعي واليمين على المدعي عليه اس بچھڑی کے گواہ طلب کیے۔ اس کے گواہ اس کا ماموں اور ماموں زاد بھائی تھے۔ ان دونوں گواہوں نے موقع پر گواہی سے انکار کر دیا۔ پھر مدعی علیہ اس بچھڑی کا بذریعہ حلف لینے کو تیار تھا۔ نیز اس کے گواہ بھی گواہی دینے پر تیار تھے۔ مگر بیانوں میں گواہی دے دی۔ لہٰذا بچھڑی مدعی علیہ کو دے دی گئی۔ کیا یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط اس کی بھی تصدیق فرما دیں۔ نیز یہ بھی فرما دیں کیا زید مدعی ہے یا عمرو یا دونوں مدعی ہیں۔ مفصلاً اس کا حل ارشاد فرمادیں۔

نوٹ: ایک مولوی صاحب نے دونوں کو مدعی قرار دیا ہے صحیح ہے یا غلط اس کا بھی صحیح حل فرمادیں۔

[illegible] عبدالملک مغل عفی عنہ

﴿ج﴾

(۱) اگر اس عقد میں یہ شرط لگادی ہے کہ آفت سماوی وارضی کی صورت میں ثمن ایکڑ فی من نہ دے گا تو یہ اجارہ فاسدہ ہے اور ایسا عقد کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا فسخ کرنا ضروری ہے ورنہ اجر مثل دینا پڑے گا۔ اور اگر یہ شرط لگادی ہے کہ آفات ہوں نہ ہوں بہر صورت مجھے ثمن من فی ایکڑ کے حساب سے دینا ہوگا اور تمام ایکڑ معلوم ہوں اور مدت بھی معلوم ہو تو یہ عقد اجارہ ہے اور صحیح ہے بشرط دیگر شرائط اجارہ۔ اور اگر اسے مزارعت کہا جائے تو وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اندر تو محاصل میں شرکت ہوتی ہے۔ کسی ایک کے لیے کچھ مقدار معین کرنی جائز نہیں ہے۔

(۲) صورت مسئولہ میں دونوں مدعی قرار دیے جائیں گے۔ زید جو خارج ہے اس کے پاس گواہوں کے نہ ہوتے ہوئے عمرو سے گواہ طلب کیے جائے اور گواہوں کے پیش ہونے کی صورت میں عمرو یا حاکم اس کے حق میں فیصلہ دیگا۔

قال فی الهدایة ص ۲۱۸ ج ۳ قال واذا اقام الخارج البينة على ملك مورخ وصاحب اليد بينة على ملك اقدم تاريخا كان اولى … فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ

رہن کا بیان

مرہونہ زمین سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اگر اٹھا لیا تو اصل رقم سے منہا کیا جائے
علانیہ زنا کے مرتکب ہونے والوں سے مسلمانوں کو تعلقات قطع کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متدرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) ایک آدمی ایک دوسرے آدمی سے ۴ کنال زمین رہن لیتا ہے اور اس زمین کا عام بھاؤ کم از کم -/۴۰ روپے ٹھیکہ فی بیگھہ ہے۔ تو جس آدمی نے پیسے دیے ہیں وہ کہتا ہے کہ تیرہ روپے سال کی کاٹ دوں گا اس سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے حالانکہ نصف حصہ کم از کم بنتے ہیں۔

(۲) ایک عورت اور مرد اعلانیہ طور پر زنا کرتے ہیں اور تمام گاؤں والے اچھی طرح سے واقف ہیں ایک مولانا صاحب نے ان کے اس ناجائز حرکات پر شرعی حدود لاگو کر دیں کہ ان کے ساتھ لین دین کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا جس آدمی کا بھی ہو وہ مسلمان نہیں اور ان کو شہر بدر کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس ایک دوسرے مولوی صاحب ان کی پشت پناہی کرتے ہیں اور ان کے گھر یعنی عورت کے گھر میں بیٹھتے اٹھتے ہیں اور کھانا وغیرہ کھاتے ہیں جس مولانا نے فتویٰ لگایا وہ سند یافتہ ہیں اور دوسرے مولوی صاحب سند یافتہ نہیں۔ اس کے بارے میں مدلل ثبوت دے دیں کہ ان مولوی صاحب پر کیا حد شرعی عائد ہوتی ہے۔ حد و فتویٰ نے پر ان ہر دو مجرم پر فتویٰ لگایا گیا۔ وہ ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے والے مولانا صاحب کے ساتھ کیا ہونا چاہیے۔

میاں غلام الٰہی صاحب مقام چیلیانوالہ ضلع گجرات

﴿ج﴾

(۱) مرہونہ زمین سے کسی کے لیے بھی نفع لینا جائز نہیں لیکن اگر مرتہن نے نفع حاصل کیا تو یہ تمام نفع قرضہ کی وصولی میں شمار ہوگا۔ یعنی منافع کی مقدار رہن سے قرض ساقط ہو جائے گا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اصل منافع سے کم قرضہ ساقط کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(۲) بدکاری کرنے والے مرد اور عورت کو سمجھایا جائے لیکن اگر وہ باز نہیں آتے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ خورد و نوش نشست و برخاست غرض ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں یہاں تک کہ وہ باز آ جائیں۔ ان کی پشت

اگر ایک زمین عرصہ سالہا سال سے کسی کے پاس رہن ہو تو کیا مرتہن اس کا مالک بن سکتا ہے

﴿السؤال﴾

ما قولكم رحمكم الله تعالى في ان المرهون بعد اذا مضى عليه في يد المرتهن ستين سنة ولا يفكه الراهن ولا ولده ولا ولد اولاده هل يصير بعد المرافعة الى القاضي او الحاكم المسلم ملكا قطعيا كما هو المعروف في قانون الحاضر وهو المسمى في اصطلاحهم (زائد الميعاد)

وفي الجملة ان الاذن للحاكم هل هو شرعي ام من القانون العرفي وبعد مصادرة الحكم من الحاكم هل يجوز الانتفاع من ذلك المرهون في شرع الاسلامي ام لا؟

المستفتی حاجی محمد ایاز خان [illegible]

﴿الجواب﴾

في شرح التنوير ص ۳۱۰ ج ۶ مات الراهن باع وصيه رهنه باذن مرتهنه وقضى دينه لقيامه مقامه فان لم يكن له وصي نصب القاضي له وصيا وامره ببيعه لان نظره عام وهذا لو ورثته صغارا فلو كانوا كبارا خلفوا الميت في المال فكان عليهم تخليصه جوهرة. وبعد سطر لا يبطل الرهن بموت الراهن ولا بموت المرتهن ولا بموتهما ويبقى الرهن رهنا عند الورثة وايضا في شرح التنوير ۳۰۵ ج ۶ مسلطه على بيع الرهن ومات فللمرتهن بيعه بلا محضر وارثه غاب الراهن غيبة منقطعة فرفع المرتهن امره للقاضي ليبيعه بدينه ينبغي ان يجوز.

وفي الشامية بقي ما اذا كان حاضرا وامتنع عن بيعه وفي الولوالجية يجبر على بيعه فاذا امتنع باعه او امر به للمرتهن واوفاه حقه والعهدة على الراهن اه ملخصا ومثله في التاتارخانية وفي الخيرية يجبر على بيعه وان كان دارا ليس له غيرها يسكنها لتعلق حق المرتهن بها بخلاف المفلس رد المحتار ص ۳۰۵ ج ۶ فقد علم من هذه العبارات الفقهية انه اذا حل اجل الرهن ولا يؤدي الراهن دين المرتهن ولا ورثته اذا مات الراهن قبل فكاك الرهن فان كان ورثته فقراء يجبرهم القاضي لبيعه واداء مال المرتهن فان امتنعوا باعه القاضي واداه حقه ولا يملك المرتهن نفس الرهن نعم لو كان الرهن دارا او لم يكن للمرتهن دارا غيرها ليسكنها لتعلق حق المرتهن بها. وبهذا علم لو كان المرتهن محتاجا الى نفس الرهن صار مالكا باذن القاضي ان

وصول کر کے اپنی چیز سونے کی واپس کروں گا۔ عمرو نے سونے کی چیز باقی سامان کے ساتھ رکھ دی جو کہ لوگوں کا تھا اپنی چارپائی کے نیچے رکھ دی۔ اس بے احتیاطی سے وہ سامان بمعہ سونے کی چیز کے کسی نے چرا لیا۔ عمرو مذکور ضمان دینے کے لیے تیار نہیں۔ آیا سو روپے کا جو عوض رہن کے دیا تھا مطالبہ کر رہا ہے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

مرہون چیز شریعت میں ادھار اور اس مرہون چیز کی قیمت ان دونوں میں سے جو کم ہو مضمون ہوتی ہے اور اگر ادھار کم ہو اور رہن کی قیمت زیادہ ہو تو رہن کی بقیہ زائد امانت ہوگی مثلاً ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ سو روپے ادھار ہے اور وہ اس دین کی عوض میں ایک ایسی چیز کو رہن رکھتا ہے جس کی قیمت سو روپے سے زیادہ ہے مثلاً دو سو روپے کی چیز ہے اب ہلاک ہونے کی صورت میں سو روپے قرضہ تو قرض خواہ کا ختم ہو جائے گا اور ایک سو بقایا رہن کی قیمت میں سے وہ بطور امانت کے تھا وہ ہلاک ہو گیا تو اس کا ضمان قرض خواہ پر نہیں ہوگا۔ قال فی الدر المختار ومتنہ ص ۴۲۱ ج ۶ (وهو مضمون اذا هلك بالاقل من قيمته ومن الدين (فان) ساوت قيمة الدين صار مستوفياً (دينه) حكماً او زادت كان الفضل امانة فيضمن بالتعدي او نقصت سقط بقدره ورجع) المرتهن (بالفضل) لان الاستيفاء بقدر المالية الخ لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب مرتہن سے یہ رہن ہلاک ہو گئی ہو اور اگر اس نے خود ہلاک کر دی ہو یا حفاظت میں کوتاہی کی ہو تو اس صورت میں ادھار سے زیادہ کا مطالبہ راہن کر سکتا ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر عمرو نے اس سونے کی چیز کی حفاظت کی ہے یعنی وہ چیز کمرے کے اندر ہو اور کمرہ کو تالا لگا ہوا ہو یا کوئی شخص محافظ پاس ہو اور پھر چوری ہو گیا ہو تو اس صورت میں عمرو زیادتی کا ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ چارپائی کسی صحن میں ہو اور محافظ کوئی نہ ہو تو بصورت چوری دو سو روپے مزید کا ضامن ہوگا اور قرضہ بھی ساقط ہو جائے گا اور اگر ایسا نہیں تو بہر صورت ساقط ہو جائے گا اور ضمان بھی عمرو کے ذمے لازم ہوگا۔ کما تشهد به الرواية الفقهية

حررہ محمد عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر یہ مرہونہ چیز مرتہن نے کسی جگہ رکھ دی ہو جو کہ محفوظ ہو جیسا وہاں عام دستور ہو اور اس کی حفاظت رکھتا ہو اپنی چیزیں بھی وہ ایسی جگہ پر رکھتا ہو اور وہ سونے کی چیز چوری ہو گئی تو یہ مرتہن ضامن نہیں ہوگا ورنہ ضامن ہوگا۔

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

رہن کی وجہ سے مکان کا کرایہ کم نہیں ہو سکتا کرایہ پورا دینا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کو حکومت نے حقدار سمجھ کر ایک مکان الاٹ کر دیا۔ کچھ عرصہ

خود حیثیت دار بعد اس نے وہ مکان کرنے پر دے دیا۔ الائی سے مبلغ ۱۰۰۰ روپیہ مہینہ کرایہ لیتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس الائی نے کرایہ دار سے دو ہزار چار سو پچاس روپیہ نقد قرضہ لیا پرنوٹ لکھ دیا اور زبانی اقرار ہوا کہ یہ مکان رہن ہے قرض خواہاں کے پاس سے مقروض جس وقت مکان لے گا دو ہزار چار سو پچاس روپیہ نقد ادا کرے گا اور مکان کا سرکاری کرایہ مبلغ تیس روپیہ مہینہ مرتہن دیتا رہتا ہے۔ اب مکان جس کے نام الاٹ کیا تھا حکومت نے وہ مرتہن سے مکان واپس لینا چاہتی ہے۔ مکان کا کرایہ تھا ساٹھ روپیہ مہینہ اور مرتہن دیتا رہا تیس روپیہ مہینہ باقی تیس روپیہ مہینہ جو مرتہن کے پاس بچے ان کا حقدار کون ہے باقی مرتہن کتنے روپے لینے کا حقدار ہے جو شرعاً سود لینے کا مجرم نہ بنے۔ بینوا توجروا

{ج}

مرتہن کو مبلغ ساٹھ روپیہ پورے ادا کرنے ہوں گے رہن کی وجہ سے کرایہ کی رقم کم نہیں کی جا سکتی۔ یہ سود ہوگا جس کا لینا حرام ہے لیکن مکان اس وقت اس کے حوالہ ہوگا جب رقم ادا کرے گا اور اصل یہ رہن فاسد ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۳ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

اپنا ذاتی مکان کسی کے پاس رہن رکھ کر پھر اس سے کرایہ پر لینا

{س}

مندرجہ ذیل مسئلہ میں شریعت کے حتمی فیصلے سے مطلع فرمائیں۔

ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اپنا ذاتی مکان رہن رکھنا چاہتا ہے اور رہن رکھنے کے ساتھ ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ وہی مکان وہ خود کرایہ پر لے لے اور جب تک اس کا مکان اس کے اپنے قبضے میں ہے وہ اس شخص کو جس کے پاس اس نے مکان رہن رکھا ہے۔ اس مکان کا کرایہ ادا کرتا رہے۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ آیا اس شخص کے لیے جس نے یہ مکان لیا ہے مالک مکان سے اس مکان کا کرایہ لینا سود میں شمار ہوگا یا نہیں۔ واضح رہے کہ مکان رہن رکھا گیا ہے خریدا نہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا طریقہ مکان لینے کا ایسا ہو کہ جس سے مکان لینے والا سود سے بچ سکے تو وہی طریقہ تحریر فرمائیں۔

{ج}

صورت مسئولہ میں مکان کا کرایہ لینا رہن مکان سے نفع اٹھانا ہے۔ جو کہ اس لینے والے کے لیے حرام مثل سود کے ہے۔ شامی ص ۳۱۲ ج ۶ میں ہے قال فی المنح وعن عبداللہ محمد بن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقند انہ لا یحل لہ ان ینتفع بشیء منہ بوجہ من الوجوہ وان اذن لہ الراهن لانہ اذن لہ فی

﴿ج﴾

مرہونہ چیز جب ضائع ہو جائے یا مرہونہ زمین کھنڈرات وغیرہ بیکار ہو جائے تو چونکہ مرہونہ چیز مرتہن پر مضمون ہوتی ہے جتنی قیمت کہ اس کی قبض کے دن ہو اس میں اور دین میں سے جو کم ہو اتنے کا مرتہن ضامن ہوتا ہے اس لیے صورت ہلاک میں اگر دین اور اس زمین کی قیمت یوم القبض برابر ہو زمین کی قیمت زیادہ ہو تو اس کے بدلے میں دین سارے کا سارا ساقط ہو جائے گا اور اگر دین زیادہ ہو تو بقدر زائد راہن سے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے اور نقصان کی صورت میں اگر قیمت یوم القبض سے اس مرتہن کے دین کے برابر یا اس سے زائد نقصان ہوا ہے تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا ہے اور مرہونہ چیز راہن کو مفت میں واپس کرے گا اور اگر دین زیادہ ہے تو بقدر رہن بقایا دین کے بدلہ میں اس کے پاس مرہون رہے گا۔ صورت مسئولہ میں اگر زمین کا دین برابر یا اس سے زائد نقصان ہو چکا ہے تو بلا عوض مرتہن زمین کو واپس راہن کے حوالہ کرے گا اور اگر دین سے نقصان کم ہو گیا ہے تو بقایا دین کے بدلہ بقایا زمین رہن ہوگی۔

قال في الفتاوى العالمگيرية ص ۴۴۷ ج ۵ اذا هلك المرهون في يد المرتهن او في يد العدل ينظر الى قيمته يوم القبض والى الدين فان كانت قيمته مثل الدين سقط الدين بهلاكه وان كانت قيمته اكثر من الدين سقط الدين وهو في الفضل امين وان كانت قيمته اقل من الدين سقط من الدين قدر قيمة الرهن ويرجع المرتهن على الراهن بفضل الدين كذا في الذخيرة. وقال فيه بعد اسطر واما حكم النقصان فان كان النقصان من حيث العين يوجب سقوط الدين بقدره وان كان من حيث السعر لا يوجب سقوط شيء من الدين عند علمائنا الثلاثة كذا في الذخيرة فقط والله تعالى اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ

جواب ہذا اس صورت میں صحیح ہے کہ زمین دریا برد ہوتی ہے یا اس میں کھڈے پڑ گئے ہیں اور اگر زمین کی ذات درست ہے صرف آبادکاری نہ کرنے اور بے اتفاقی سے وہ پیداوار دینے سے متروک ہوگئی ہے اور اس طرح اس کی قیمت کم ہوگئی تو اس کے مقابلہ میں دین ساقط نہیں ہوگا بلکہ صرف زمین دین وصول کرتے وقت واپس ہوگی۔ اگر جواب آپ کی زمین کے مطابق نہ ہو تو پھر تفصیل سے زمین کی حالت لکھیں۔ جواب دے دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الرهن وثيقة والدين دين فاي شيء بينهما ليجوز المنافع عليه اهـ۔

(۳) سود، رہن کے منافع اور ہر قسم کے مال حرام اور بیع فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ مالک پر رد کیا جائے۔ فیکون سبیله التصدق في رواية ويرده عليه في رواية لان الخبث لحقه وهذا اصح هدايه كتاب الكفالة ص ۱۲۳ ج ۳ وفي العالمگيريه والسبيل في المعاصي ردها۔

(۴) دین وصول کرنے کے بعد مرتہن کے لیے مرہونہ جائیداد روکنا ہرگز جائز نہیں اور یہ روکنا غصب کے حکم میں ہے۔ اسی طرح راہن کو یہ حق ہے کہ جب چاہے دین ادا کر کے رہن فک کرا سکتا ہے۔

(۵) رہن پر ساٹھ سال یا اس سے زائد عرصہ گزر جانے سے مرتہن کو اس پر ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔

پس صورت مسئولہ میں جب عمرو اس رہن سے کئی گنا زیادہ منافع حاصل کر چکا ہے تو دین وضع کر کے بقایا منافع اور مذکورہ اراضی زید کو واپس کر دینا لازم ہے۔ خصوصاً جبکہ زید زر رہن ادا کرنے کو تیار ہے تو عمرو کا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں اور اس زمین سے نفع اٹھانا اس کے لیے حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ رجب ۱۳۹۹ھ

مرہونہ زمین کے ساتھ اگر کسی کی زمین ہو اس پر قبضہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مربع نمبر ۲ میں سے ایکڑ نمبر ۲۱ تا ۲۵ تک ایک ایک کرم چوڑائی جو رقبہ ایک کھال تمام پانچ ایکڑوں میں سے تقریباً نکلتی ہے اس نے قیمتاً مالکان مربعہ سے خرید کر اپنے رقبہ کو پانی لگانے کے لیے کھال بنائی تھی۔ بکر اسی مربعہ میں سے جو کہ چودہ سو روپیہ عوض میں ۱۲۰ ایکڑ زمین رہن لے رکھی ہے اب وہ اصل مالکان مربعہ تمام اپنا حصہ قرب جات بغیر علاوہ اس کھال کے بکر کے لڑکے اور پوتے کو بیع دے دی ہے اور چودہ سو روپیہ بھرا کر کے اس والا باقی رقم اصل مالکان نے حاصل کر لی ہے اب قبضہ رہن کر کے اس میں کپاس گندم کاشت کر کے وہ کھا رہا ہے اور ایک مسلمان بھائی کو محض ایک دنیاوی لالچ مد نظر رکھ کر اس کے حقوق تلف کر رہا ہے۔ کیا شریعت میں حق اسیا رہن سکتا ہے۔ ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریعت میں کیا سزا اتنا ہے اور قیامت کے دن اللہ پاک کو بوقت حساب کتاب کیا جواب دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کیا کہتی ہے۔

محمد نذیر چک نمبر ۲ تحصیل و ضلع ملتان

﴿ج﴾

بکر کا اس کنال پر جس کسان کو مالکان زمین کماد بنانے کے لیے فروخت کر چکے ہیں قبضہ کرنا اور کاشت کر کے منافع حاصل کرنا ناجائز ہے۔ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص کسی کی زمین پر ایک بالشت برابر ناجائز قبضہ کرے گا قیامت کے روز اس پر سات طبق زمین اس حصہ میں سے طوق ڈال جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ہندو کو زمین رہن کے طور پر دے دی لیکن وہ قبضہ کیے بغیر انڈیا چلا گیا اور اب اس زمین کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قطعہ زمین اراضی سفید پاکستان قائم ہونے سے پیشتر مسلمان مالک اراضی مذکور نے ایک ہندو شخص کے پاس گروی رکھ دی ابھی اراضی مذکور رقم گروی واپس دے کر مالک نے واگزار نہیں کرائی تھی کہ پاکستان قائم ہو گیا اور ہندو شخص مذکور ترک الوطن ہو کر ہندوستان چلا گیا۔ اس اراضی پر گروی رکھنے سے پیشتر مسلمان مالک کی اجازت سے چند مسلمانوں نے اپنی رہائش کے لیے مکانات بنائے ہوئے تھے۔ جو عارضی رہائش کے لیے تھے۔ کافی عرصہ رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے وہ موروثی ہو گئے۔ ان لوگوں میں سے بعض نے اپنا حق موروثیت معاوضہ لے کر دیگر لوگوں مسلمانوں کو منتقل کر دیا۔ جن میں سے ایک شیخ محمد خان سائل مہاجر بھی ہے۔ جس نے ایک مسلمان مالک موروثی مذکور سے ایک قطعہ اراضی مذکور مشتمل بر عمارت خام بہ رقم معاوضہ دے کر حق موروثیت خرید لیا۔ سال ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء کے تحت سب کے حق موروثیت منسوخ ہو گئے لیکن ملک شیخ محمد خان سائل اس بات سے بے فکر تھا کہ اس کی خرید و فروخت مارشل لاء سے قبل کی ہے اس کو اب مزید تگ و دو کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا محکمہ آبادکاری کی طرف سے بازپرس ہونے پر شیخ محمد خان سائل نے حسب قاعدہ بیع تغییر مذکورہ رقم ادا کر کے اپنے نام منتقل کرائی اس کے مکان کے قریب ایک مسجد بھی ہے جس کی ایک انتظامیہ کمیٹی بھی ہے۔ جس میں بعض لوگ نااہل اور ناواقف شرع بھی شامل ہیں۔ جنھوں نے باوجود اس علم کے کہ سائل نے مندرجہ بالا طور پر اول مسلمان موروثی کو معاوضہ اس مکان کا دیا اور بعد محکمہ آبادکاری کو رقم ادا کی تمام واقعات کو پوشیدہ رکھ کر سالم قطعہ اراضی کو جس میں شیخ محمد خان کا مکان بھی شامل ہے محکمہ آبادکاری سے مل کر ناجائز طور پر نیلام کرا کر مسجد کے نام پر حاصل کیا جس کا دعویٰ استحقاق حق سائل شیخ محمد خان نے عدالت میں کر دیا جو زیر تجویز ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حالات مندرجہ بالا کی روشنی میں جبکہ سائل نے

مسلمان سے روپئے سے اس کے حق حقوق موروثیت معاوضہ میں رقم دیکر بذریعہ بیع خریدے ہیں اور پھر مزید محکمہ آبادکاری میں
بھی بطور قیمت دوبارہ داخل کر دی اور زر کثیر اس کی مزید تعمیر پر خرچ کر دی اب اگر یہ خدانخواستہ میرے قبضہ سے نکل
جائے تو مالی نقصان کثیر ہونے کے علاوہ سائل کے اہل و عیال و سائل خانہ بدوش ہو جائیں گے۔ اس حالت میں مسجد کمیٹی
کے ارکان کے اس فعل مسجد کے کا مسئلہ فتح محمد خان کے مکان کو شامل کرتے مولانا وغیرہ وغیرہ کے حسن فتح شرعی کیا ہیں
اور ان کے یہ افعال شرعاً جائز ہیں یا ناجائز بینوا توجروا

فتح محمد خان شیر فروش ریلوے کالونی ملتان

﴿ج﴾

شرعاً رہن میں قبضہ شرط ہے جب مالک زمین نے ہندو کو اس زمین کا قبضہ نہیں دیا تو شرعاً رہن صحیح نہیں ہوا اور زمین
بدستور اصل مالک کی ملکیت ہے۔ البتہ وہ ہندو کا مقروض ہے۔ زمین کے ساتھ شرعاً ہندو کا کوئی تعلق نہیں۔

اب محکمہ بحالیات ہندو کی زمین کا مالک نہیں ہے اور نہ اس سے خریدنا شرعاً کوئی معنی رکھتا ہے۔ مکان تعمیر کرنے والا
چونکہ مالک کی اجازت سے بنا چکا ہے وہ صرف ملبہ کا مالک ہے زمین کا ہرگز نہیں۔ تعمیر کنندہ سے خریدنے کی وجہ سے
صورت مذکورہ میں فتح محمد خان صرف ملبہ کا مالک ہے زمین کا نہیں۔ مالک قدیم سے خریدے بغیر وہ زمین کا مالک نہیں ہو
سکتا۔ فتح محمد خان نے تعمیر کنندہ کو ملبہ کے علاوہ حق موروثیت کے بدلے کی رقم اگر ادا کی ہے تو وہ واپس لے سکتا ہے۔

نیز محکمہ بحالیات بھی مالک نہیں ہے اور نہ اس کی فروخت کوئی معنی رکھتی ہے اور نہ مسجد میں شامل کرنا اس زمین کا
جائز ہے۔ البتہ اگر اصل مالک کسی کو زمین فروخت کرنا چاہے تو وہ فروخت کر سکتا ہے اور وہ جس کو فروخت کر کے دے گا وہ
مالک سمجھا جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

مرہونہ مکان کا مرتہن نہ خود استعمال کر سکتا ہے نہ کرایہ پر دے سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں کسی شخص کا مکان رہن با قبضہ لے رہا ہوں۔ بعد ادائے قرضہ مکان کو
شرعی اور قانونی طور پر اپنے قبضے میں لے لوں گا۔ مکان مذکور میں خود رہائش اختیار کروں یا اس مکان کو کرایہ پر دے دوں
اور اس کا کرایہ میں خود وصول کروں تو کیا مکان کا کرایہ میرے لیے سود کی تعریف میں تو نہیں آئے گا۔

مظفر محمد ساکن محلہ گوری ملتان

﴿ج﴾

رہن میں رکھے ہوئے مکان سے قرضہ دینے والا شخص کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ نہ اس مکان میں خود رہ سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔ بہرحال مرہون مکان سے نفع اٹھانا قرضہ دینے والے کے لیے سود ہے۔ جو قطعاً حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عفا اللہ عنہ معین مفتی قاسم العلوم ملتان
۲۳ شعبان ۱۴۰۰ھ

مرتہن نے مرہونہ زمین سے جو منافع حاصل کیے ہیں وہ قرض سے منہا ہو سکتے ہیں یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی سید حیدرت شاہ ولد رحیم شاہ صاحب نے مسمی الٰہی بخش ولد نور احمد قوم آرائیں سکنہ جلہ سے کچھ قرضہ لے کر اپنی زمین رہن اس کے پاس رکھ دی تھی۔ جس کو تقریباً نو سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اس زمین کی آمدنی مذکورہ بالا شخص لیتا رہا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میاں الٰہی بخش نے جو زمین کی آمدنی لی ہے اس سے قرضہ ادا سمجھا جائے گا یا از سر نو وہ قرضہ ادا کر کے زمین واپس لی جائے گی۔ عام فہم جواب دیں۔

﴿ج﴾

فی زمانہ یہ امر معہود و معروف ہے کہ زمین رکھنے سے مقصد صرف اس مرہون سے انتفاع ہوتا ہے اور حکم المعروف کالمشروط گویا انتفاع بالمرہون مشروط فی العقد ہو گیا اور اس شرط سے رہن فاسد ہے۔ شامی ج ۶ ص ۴۸۲ کتاب الرہن میں ہے قلت والغالب من احوال الناس انہم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراہم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع جو واجب الرفع ہے۔ اب گویا یہ زمین اس کے پاس ارض مغصوبہ کے حکم میں ہے۔ ارض مغصوبہ سے اگرچہ انتفاع حرام ہے اور مرتہن نے اپنا قبضہ ڈال کر قوت ارض سے فائدہ اٹھا کر حرمت کا ارتکاب کیا ہے لیکن منافع المغصوب چونکہ مضمون نہیں ہیں اس لیے بوجہ گنہگار ہونے کے مرتہن راہن کو ضمان ادا نہ کرے گا اور اس پر راہن کو ضمان ادا کرنا واجب نہیں ہے اس لیے باقاعدہ قرضہ ادا کرنا ہوگا۔ یہ قرضہ منجملہ حساب نہ ہوگا اور نہ اس سے قرضہ ادا سمجھا جائے گا۔ وبخلاف منافع الغصب استوفاھا او عطلھا فانہا لا تضمن عندنا در مختار ج ۶ ص ۲۰۶ مطلب فی ضمان منافع الغصب۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے انتفاع بالرہن کے جواز و عدم جواز کی بحث میں تحریر فرمایا ہے کہ انتفاع اگر

مشروط فی الرہن نہ ہو اور راہن بعد کسی جبر کے بالرضا اس کی اجازت مرتہن کو دے دے تو مرتہن کے لیے انتفاع جائز ہے۔ آگے لکھتے ہیں وان کان مشروطا مضمون جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت شرط الانتفاع فی العقد میں انتفاع مضمون ہوگا۔ جب مضمون ہوا تو اس کے بدلے میں قرضہ ساقط ہوگا۔ لا فی الصورۃ المسئولۃ چونکہ دلائل نمبر ۱-۲ متعارض ہیں۔ اس لیے شرح صدر نہیں ہے۔ توقف کرتا ہوں انسب ہے کہ ملتان کے مفتیان کے اجتماع میں یہ اعتراض سب کی رائے لی جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

سو سال سے مرہونہ زمین کا کوئی اجنبی مالک نہیں بن سکتا البتہ راہن کے ورثاء قرض ادا کر کے چھڑوا سکتے ہیں، زیادہ عرصہ رہن والی زمین کا مرتہن حکومت کے قانون کے مطابق مالک ہو جاتا ہے کیا یہ درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرہونہ زمین کو تقریباً سو برس سے زائد عرصہ ہو گیا ہے۔ راہن مرتہن فوت ہو چکے ہیں۔ ورثاء ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔ ثمن رہن کا علم کسی کو نہیں ہے۔ زمین ورثاء مرتہن کے قبضہ میں ہے۔ ایسی صورت میں ایک آدمی وارث مرتہن سے کہتا ہے کہ یہ مرہونہ زمین میں نے راہن سے خرید لی ہے۔ لہٰذا جو رقم لینا چاہتے ہو لے لو زمین میرے حوالے کر دو۔ مندرجہ بالا صورت میں اجنبی زمین لینے کا حق دار ہے۔ یہ بیع جائز ہے یا مرتہن کی رضا پر موقوف ہوگی۔

(۲) حکومت کا قانون ہے کہ ۶۰ برس کے بعد بطور بیع سلطانی زمین مرتہن کے نام انتقال ہو جاتی ہے۔ راہن کی رضا طلب نہیں کی جاتی۔ کیا مرتہن بیع سلطانی کی صورت میں مرہونہ زمین کا شرعاً مالک ہو جاتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

حافظ عبدالرحمٰن قیصرانی تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

مرہونہ زمین کا بیچنا جائز ہے۔ اجنبی شخص نے جو راہن سے خریدنے کا دعویٰ کیا ہے یہ صحیح نہیں اور زمین اس اجنبی شخص کی ملکیت نہیں۔ راہن کے ورثاء رقم ادا کر کے اس کو چھڑوا سکتے ہیں۔

(۲) مرتہن مالک نہیں بنتا بلکہ زمین شرعاً بدستور مرہونہ ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

نوٹ: مرتہن نے جب اتنے طویل عرصہ اس زمین سے منافع حاصل کیے ہیں تو وہ یقیناً اپنا زر رہن وصول کر چکا ہوگا۔ اب مرتہن کے ورثاء کو لازم ہے کہ وہ زمین مفت میں راہن کے ورثاء کو منتقل کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

مرہونہ زمین سے مرتہن کے لیے فائدہ اٹھانا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی کچھ زمین ایک شخص کے پاس رہن رکھی۔ تقریباً عرصہ گیارہ سال تک مرتہن اس کی آمدنی اور پیداوار کھاتا رہا اور مالک زمین یعنی راہن کو پیداوار میں سے مذکورہ والا مدت میں کچھ نہیں دیا گیا۔ از روئے شریعت مرتہن کا اس زمین میں سے پیداوار حاصل کرنا اور خود استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو کس نوعیت سے ناجائز ہے۔ مکروہ ہونے کے اعتبار سے یا حرام اور ایسا کرنے والا شخص کس درجہ کا گنہگار ہے یا نہیں۔ نیز اگر مرتہن اس معاملہ میں اپنی اصلاح کرنا چاہے تو اس کا طریقہ کار کیا ہے۔ جتنی پیداوار کھا چکا ہے راہن کو اس کی قیمت واپس کرے یا کوئی اور طریقہ ہے۔ بالتفصیل تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔ ھو الموفق للحق والصواب

بمعرفت مولانا فیض بخش صاحب مدرسہ خیر المدارس

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں زمین مرہونہ سے مرتہن نے جو منافع حاصل کیے ہیں وہ اس کو خود استعمال کرنا حرام ہے۔ کیونکہ زمین کے منافع مرتہن کے لیے شرعاً سود ہیں۔ چنانچہ درمختار میں ہے لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربا۔ چونکہ شئ مرہون کا مالک دراصل راہن ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا زمین کے منافع اسی کے ہوں گے۔ پس مرتہن پر لازم ہے کہ شئ مرہون سے جس قدر منافع اس نے حاصل کیے وہ راہن یعنی اصل مالک کو واپس کر دے اور چاہے تو اپنی اصل رقم وصول کرتے وقت اس میں کٹوا دے۔ کٹوانے کے بعد جو اصل رقم میں سے باقی رہے وہ وصول کرے۔ نہ رہے تو کچھ نہ لے۔ بلکہ منافع کی مقدار اگر زائد ہو تو زائد مقدار بھی واپس کر دے۔ یہی صورت گناہ سے بچنے کی ہے۔ ورنہ وہ گنہگار ہے جیسا کہ سود لینے والا گنہگار رہتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ محمد علی خان مفتی مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد جوڑی سرائے ملتان شہر
الجواب صحیح غلام مصطفیٰ رضوی مفتی انوار العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مرتہن نے اگر مرہونہ زمین سے دی ہوئی رقم سے زیادہ منافع حاصل کیے تو لوٹانا واجب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے پانچ سو روپیہ لیا اور چار کنال زمین رہن کے طور پر دی کہ تا پیداوار دو سال کے لیے۔ آیا بکر دو سال زمین کی پیداوار کھا سکتا ہے یا نہ۔ اگر کھا سکتا ہے تو بکر اس کو دو فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک پیداوار دوسری رقم بھی وصول ہو جائے گی۔ پوری پانچ سو روپیہ شریعت کی رو سے روشنی ڈالیں۔

عبدالکریم متعلم مدرسہ قاسم العلوم

﴿ج﴾

بکر صرف پانچ صد روپیہ کا استحقاق رکھتا ہے۔ پیداوار کا مالک بعد ادائے مصارف کے زید ہے۔ بکر کو لازم ہے کہ پانچ صد روپیہ سے زائد جو کچھ پیداوار وغیرہ لی ہے واپس کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۹ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ

قرض کے عوض زمین رہن رکھوانا جائز تو ہے لیکن زمین سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی زمین کا ایک ٹکڑا گروی کر دیتا ہے۔ اس سے مبلغ ایک سو روپیہ لیتا ہے اور پھر وہ اقرار کرتے ہیں کہ جب سو روپیہ ادا کروں گا وہ زمین واپس کروں گا۔ یہ معاملہ جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

محمد اقبال بچے والا [illegible]

﴿ج﴾

یہ معاملہ کرنا (ایک سو روپیہ لے کر ایک ٹکڑا زمین حوالہ کر دینا) عقد رہن ہے۔ یہ شریعت میں جائز ہے۔ مگر مرتہن کے لیے زمین سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اخراجات نکال کر جو آمدنی ہوگی وہ راہن کی ملک ہوگی اور قرضہ سے وضع کی جائے گی۔ اگر دونوں فریق اس طرح معاملہ کریں تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

بیع بالوفاء اور رہن میں فرق کے حوالے سے حضرت مفتی صاحب کی نہایت مفصل و گرانمایہ تحقیق

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے پانچ سو روپیہ نقد کے عوض میں سو کنال زمین مسمی بکر کے پاس رہن رکھی۔ اب اس مرہونہ زمین کو بکر اپنی محنت و مزدوری سے آباد کرتا ہے اور زمین کی حقیقی آمدنی ہے وہ تمام آمدنی مرتہن اپنے نفس و عیال پر خرچ کرتا ہے پیداوار میں سے زید کو کچھ نہیں دیتا۔ زید ایک غریب آدمی ہے اس کے پاس یہ گنجائش نہیں کہ مرتہن کو رقم واپس کردے اور نہ آئندہ کوئی امید ہے۔ مرتہن راہن کی غربت سے کافی فائدہ اٹھا رہا ہے۔ (۱) زمین پر کئی سالوں سے قبضہ کیا ہوا ہے۔ (۲) مرہونہ زمین سے صرف ایک سال میں رہن کی رقم سے کئی گنا زیادہ فصل کاشت کرتا ہے آیا یہ صورت رہن کی جائز ہے یا نہیں۔ جواز کی صورت میں ربوا (سود) تو لازم نہیں آتا۔ لازم نہ ہونے کی صورت استدلال سے مبرہن کرکے مطمئن فرمائیں اور عدم جواز کی صورت میں کیا یہ رہن بیع الوفاء میں داخل ہوتا ہے یا نہیں۔ دونوں صورتوں میں رہن اور بیع الوفاء کے درمیان مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک صورتیں جدا جدا مفصلاً ذہن نشین فرمائیں کیونکہ ہمارے ہاں اس صورت میں سخت نزاع ہے۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگرچہ راہن و مرتہن اس صورت میں بظاہر رہن کرتے ہیں لیکن ان حالات و واقعات سے بیع الوفاء ثابت ہوتی ہے۔ کیا یہ معاملہ رہن کا ربوا یا شبہ ربوا میں داخل نہیں ہوتا اور ایسے معاملہ کرنے والوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث **لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا و موکلہ** صادق آتی ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا رہن ہمارے ہاں کثیر الوقوع ہے خصوصاً علاقہ مروت میں زیادہ لوگ مبتلا ہیں۔ لہٰذا گزارش ہے کہ اس مسئلہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈال کر دلائل قاطعہ سے مبرہن کرکے پوری تشفی عنایت فرمادیں۔ بینوا توجروا

﴿جواب﴾

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ رہن کے الفاظ سے بیع وفاء ہرگز نہیں ہوسکتی۔ بیع وفاء کے لیے الفاظ بیع کے ضروری ہیں۔ چونکہ انتفاع بالرہن مرتہن کے لیے (باتفاق فقہاء کرام) جائز نہیں تھا اور وہ ربوا میں داخل تھا اس لیے فقہاء نے احتیاطاً اس ربوا سے بچنے کے لیے ایک بیع ایجاد کی ہے جس کو بیع الوفاء کہتے ہیں۔ اگر لفظ رہن سے بیع (بیع وفاء) کا وجود ممکن ہوتا تو اس بیع کی ایجاد کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ اب دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو عقد بلفظ رہن کریں گے جیسا کہ عام معروف طریقہ رائج ہے اور سرکاری کاغذات میں بھی اس کو رہن ہی لکھا جاتا ہے۔ اور یا عقد بلفظ بیع کریں گے یعنی بعد العقد مشتری زمین کا بائع سے وعدہ کرے گا کہ جس وقت تم مجھے رقم واپس دو گے تو میں پھر تم کو زمین واپس کردوں گا۔ ان

دونوں کا حکم الگ الگ بتصریح عبارات فقہاء ملاحظہ فرمالیں۔ پہلی صورت میں نفع اس رہن کا ہرگز مرتہن کے لیے جائز نہیں خواہ باذن الراہن ہو یا بغیر اذن۔ بعض علماء کو فقہاء کی عبارات سے جن میں یہ تصریح ہے کہ باذن الراہن انتفاع مرتہن کے لیے جائز ہے۔ مغالطہ ہوا ہے فقہاء کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر راہن انتفاع بالرہن کی اجازت بطیب خاطر دے رہا ہے تو مرتہن کے لیے انتفاع جائز ہوگا اور ہمارے یہاں عقد کے وقت انتفاع مشروط ہوتا ہے۔ عرف عام میں رہن ہوتا ہے اس لیے کہ مرتہن اس سے نفع حاصل کرے ورنہ ایک درہم بھی اس کو قرض نہ دے۔ پس اگرچہ عقد کے وقت الفاظ میں انتفاع کی شرط نہ بھی لگائی جائے لیکن بحکم المعروف کالمشروط وہ شرط فی العقد ہی سمجھی جائے گی۔ حواشی درمختار ص ۳۹۲ ج ۱۹ میں ہے قال فی المنح وعن عبد الله محمد بن اسلم السمرقندی انه لا یحل له ان ینتفع بشیء منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن له فی الربوا الخ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ والغالب من احوال الناس انهم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وهو مما یعین المنع شامی ص ۳۹۲ ج ۱۹ آہ تاریخ بخاری میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقرض احدکم فلا یاخذ ولا یة الحدیث وفی صحیح البخاری عن ابی بردة عن ابی موسی قال قدمت المدینة فلقیت عبد الله بن سلام فقال لی انک بارض الربا فیها فاش فاذا کان لک علی رجل حق فا هدی الیک حمل شعیر فلا تاخذه فانه ربا وجاء هذا المعنی عن ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر انتهی وفی مصنف ابن ابی شیبة عن عطاء کانوا ای الصحابة یکرهون کل قرض جر به منفعة آہ وفی مسند حارث ابن اسامة عن رسول الله قرض جر به نفعا فهو ربا آہ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کا قبول کرنا بھی مقروض سے ربا ہے حالانکہ معلوم ہے کہ ہدیہ رضا قلب سے دیا جاتا ہے اور راہن بھی مرتہن کا مقروض راہن ہوتا ہے (وفی تنقیح الفتاوی الحامدیه) لیس للمرتهن ولا للراهن ان یزرع الارض ولا یواجرها لانه لیس لهما الانتفاع بالرهن الخ وفی القنیة عن جامع الفتاوی عن ابی یوسف المرتهن یسکن الدار باذن الراهن یکره اور تنقیح ابرکات میں ہے الحاصل ان المرتهن لا ینتفع بالرهن سواء اذن له الراهن او لم یاذن وفی تهذیب یکره للمرتهن الانتفاع وان اذن له الراهن اه اور حموی حاشیہ اشباہ میں ہے قال فی المنح وعن عبدالله محمد بن اسلم انه لا یحل له ان ینتفع بشیء منه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربا لانه یستوفی دینه فیکون المنفعة ربا الخ دوسری صورت یعنی اگر بالبیع عقد ہوا ہو اس کو بیع وفا کہتے ہیں تو اس میں عبارات فقہا مختلف ہیں بعض میں جواز انتفاع معلوم ہوتا ہے۔ درمختار ص ۲۷۶ ج ۵ میں ہے بیع وفا کی

تعریف کرنے کے بعد) وقیل بیع یفید الانتفاع به وفی خزانة شرح المجمع عن النهایة وعلیه الفتوی وقیل
ان بلفظ البیع لم یکن رهنا (آگے دو اور قول کے تحت شامی لکھتے ہیں) هما محتمل لاحد قولین الاول انه بیع
صحیح مفید لبعض احکامه من حل الانتفاع به الا انه لا یملک بیعه قال الزیلعی فی الاکراه
وعلیه الفتوی الثانی القول الجامع لبعض المحققین انه فاسد فی حق بعض الاحکام حتی ملک
کل منهما الفسخ صحیح فی حق بعض الاحکام کحل الانزال ومنافع البیع ورهن فی حق البعض
حتی لم یملک المشتری بیعه من آخر ولا رهنه الی آخر ما قال قال فی البحر وینبغی ان لا یعدل
فی الافتاء عن القول الجامع وفی النهر والعمل فی دیارنا علی ما رجحه الزیلعی انتهی قول الشامی
اس میں عدم جواز انتفاع کی تصریح ہے جو فقہ جدید کے قائل ہیں اور چونکہ فقہاء کا مسلم قاعدہ ہے کہ العبرة فی
العقود للمعانی اور یہ (بیع وفا) معنی رہن ہے تو اس کا حکم بعینہ رہن کا ہوگا جو پہلے گزر چکا ہے شامی میں ہے وفی
حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاوی هو (ای بیع الوفاء) ان یقول بعت منک علی ان تبیعه منی
متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهو رهن وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح ردالمحتار ص ۲۴۷ ج ۵
میں ہے قیل بیع الوفاء هو رهن فیضمن زوائده (آگے دو اور قول کے تحت شامی نے لکھا ہے) قدمت آنفا عن
جواهر الفتاوی ان الصحیح قال فی الخیریة والذی علیه الاکثر انه رهن لا یفترق عن الرهن فی
حکم من الاحکام قال السید الامام قلت للامام الحسن الماتریدی قد فشا هذا البیع بین الناس
وفیه مفسدة عظیمة وفتواک انه رهن وانا ایضا علی ذلک فالصواب ان نجمع الائمة ونتفق
علی هذا ونظهره بین الناس فقال المعتبر الیوم فتوانا وقد ظهر ذلک بین الناس فمن خالفنا
فلیبرز نفسه ولیقم دلیله قلت وبه صدر فی جامع الفصولین فقال رامزا لفتاوی النسفی البیع الذی
تعارفه اهل زماننا احتیالا للربا وسموه بیع الوفاء هو رهن فی الحقیقة لا یملکه ولا ینتفع به الا
باذن مالکه وهو ضامن لما اکل من ثمره واتلف من شجره ویسقط الدین بهلاکه لو بقی ولا
یضمن الزیادة وللبائع استرداده اذا قضی دینه لا فرق عندنا بینه وبین الرهن فی حکم من الاحکام
الی ان قال فالشفعة للبائع لا للمشتری لان بیع المعاملة وبیع التلجئة حکمهما حکم الرهن الخ
شامی اور قاضی خان میں ہے فصل فی العشر والخراج ص ۲۴۷ وفی بیع الوفاء اذا قبض المشتری
فالمشهور انه بمنزلة الغصب انتهی اور فتاوی عالمگیری ص ۲۰۸ ج ۳ میں ہے والبیع الذی تعارفه اهل زماننا
الی آخر ما ذکر ولا فرق عندنا بینه وبین الرهن فی حکم من الاحکام کذا فی الفصول العمادیة

ج ۳ ص ۲۰۸ اور شرح عزیزی میں اس سے زیادہ تفصیل ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت (ولا فرق عندنا الی قولہ من الاحکام) کے بعد تحریر کرتے ہیں لان المتعاقدین وان سمیاہ بیعا ولکن غرضھما الرھن والاستیثاق بالدین لان البائع یقول لکل احد بعد ھذا العقد رھنت ملکی فلانا والمشتری یقول ارتھنت ملک فلان والعبرۃ فی التصرفات للمقاصد والمعانی لا الالفاظ والمبانی فان اصحابنا قالوا الکفالۃ بشرط براءۃ الاصیل حوالۃ والحوالۃ بشرط ان لا یبرء کفالۃ وھبۃ الحرۃ نفسھا بحضرۃ الشھود مع تسمیۃ المھر نکاح الخ ۱ ج ص ۱۱۱ عدایہ میں لکھا ہے کہ بعض نے بیع وفاء کو بیع فاسد کہا ہے اور بعض نے رہن اور بعض نے بالکل باطل ہی کہا ہے ہدایہ کی عبارت یہ ہے کہ ومن جعل البیع الجائز المعتاد (یعنی بیع وفا جو سمرقند و نواحی سمرقند میں جائز و معتاد ھی کما یأتی) بیعا فاسدا یجعلہ کبیع المکرہ حتی ینقض بیع المشتری من غیرہ لان الفساد لفوات الرضاء ومنھم من جعلہ رھنا لقصد المتعاقدین ومنھم من جعلہ باطلا اعتبارا بالھزل پھر پہلے قول پر صاحب حاشیہ تحریر کرتا ہے وذکر القول بالفساد اولاً یشعر بان المختار عندہ الفساد ثم ان تفسیر الجواز فی قول مشائخ سمرقند یا فادۃ بعض الاحکام صریح فی انہ لیس جائز مطلقا الخ اور دوسرے قول پر لکھا ہے لانھما وان سمیا بیعا لکن غرضھما الرھن اذا لعبرۃ للمقاصد والمعانی فلا یملکہ المرتھن الخ اور تیسری قول پر لکھا لانھما تکلما بلفظ البیع ولیس البیع قصدھما فکان لکل منھما ان یفسخ بغیر رضاء صاحبہ الخ ھدایہ باب الاکراہ ص ۳۴۵ ج ۳ پس جب صورت عقد بلفظ البیع میں فقہاء کی ترجیح مختلف ہیں بعض ترجیح جواز انتفاع کو دیتے رہے اور بعض حرمت کو لہٰذا تحت قاعدہ مسلمۃ فقہاء عند تعارض الحرمۃ والاباحۃ ترجیح حرمت کو ہوتی ہے اس لیے فتویٰ صورت ثانیہ (بیع الوفاء) کے باب میں بھی حرمت انتفاع ہی کا دیا جائے گا۔ لہٰذا ایسے عقد سے مطلقاً خواہ بلفظ قرض ہو یا بلفظ بیع اجتناب لازم ہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غصب کا بیان

جس کو زمین کاشت کاری کے لیے دی گئی ہو
وہ خود کاشت نہ کرتا ہو اور خالی بھی نہ کرتا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بندہ اپنے کاشتکار مسمی محمد ابراہیم ولد مہربان کو بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ میری زمین جو کہ میرے والد اور چچا صاحبان کی ملکیت تھی کو پہلے سرفراز اور میرے دو بھائی کاشت کرتے تھے۔ بعد میں مسمی محمد نواز نے کاشت شروع کی جس کو ہم نے زمین کی ترقی حیثیت بھی ادا کر کے بے دخل کرایا تھا۔ بعد میں کچھ مدت کے لیے خود میرے والد صاحب کاشت کیا کرتے تھے۔ پھر والد صاحب اور چچا صاحبان جو کہ مر چکے ہیں نے یہ زمین مسمی ابراہیم کے والد حاجی مہربان کو کاشت کرنے کے لیے دے دی تھی۔ اب بندہ مسمی محمد ابراہیم جو کہ خود حکمت کا کام کرتا ہے اور بھائی والوں کے ذریعہ کاشت کراتا ہے۔ بندہ اس کو کہتا ہے کہ میری زمین اب آپ کاشت نہ کریں لیکن مسمی مذکور فرماتے ہیں کہ میرا قبضہ ہے اور میں زمین نہیں چھوڑتا۔ اس لیے عرض ہے کہ مسمی حکیم محمد ابراہیم شرعاً یہ قبضہ اجرت لے کر چھوڑے گا یا بغیر اجرت بے دخل ہوگا۔ خالص شرعی فیصلہ دے کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر حکیم محمد ابراہیم نہ تو اس زمین کا مالک ہے اور نہ کوئی حق اس کا اس زمین سے متعلق ہے صرف کاشتکار ہے اور اسی وجہ سے وہ زمین کو نہیں چھوڑتا تو شرعاً اس شخص کے لیے زمین چھوڑنے کے عوض میں کسی قسم کا معاوضہ لینا جائز نہیں۔ بلکہ حکیم محمد ابراہیم پر لازم ہے کہ وہ فوراً زمین کو اصل مالک کے حوالہ کر دے اور حقوق العباد کی پامالی سے اجتناب کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بیچی ہوئی زمین کو اجارہ پر دے کر مشتری کا نقصان اور اس کو پریشان کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی حافظ خان محمد صاحب نے زمین کا رقبہ بعوض ۲۰ روپیہ قیمت فی بگھہ

﴿ج﴾

زید پٹواری کے لیے دکان کا لینا شرعاً جائز نہیں ہے لہٰذا خالد مہاجر پر وعدہ کے مطابق دکان دینا واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشتری اگر خریدے ہوئے درختوں کے اٹھوانے کے لیے مقررہ تاریخ سے دو دن لیٹ ہوا تو بائع کے لیے روکنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کے پاس ۹ عدد درخت شیشم بعوض مبلغ چونتیس صد روپیہ فروخت کر دیے اور پیشگی ۳۳۰۰ روپیہ وصول کر لیے اور ایک تحریر لکھوائی کہ ایک تو میرے آم کے درخت جو شیشم کے درختوں کے گرد اگرد ہیں توڑنے نہ پائیں۔ دوسرا درخت ۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء تک کاٹ کر لے جاؤ تمام درخت شیشم کاٹ کر بیع وغیرہ اونٹوں پر لے گیا اور مقدار شیشم چھوڑ گیا۔ وجہ کہ سخت بیمار ہو گیا اور بجائے ۱۵ جنوری کے ۱۸ جنوری کو چھ عدد ریڑھے ساتھ ٹل والے لے کر آیا مگر زید نے لکڑیاں نہ اٹھانے دیں۔ وہ کہتا رہا کہ میں مجبور تھا کیونکہ بیمار ہو گیا تھا دوسرا کوئی جیب کی چیز نہ تھی۔ انسانی مجبوری کی وجہ سے دو یوم لیٹ ہو گیا تو مجھے معاف دے مگر زید کسی کی منت سماجت نہ مانا۔ رقم ۳۴۰۰ بھی اس کے پاس اور لکڑی بھی کٹی کٹائی اس کے پاس ہیں فتویٰ دیں کہ لکڑی بکر لے سکتا ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

﴿ج﴾

لکڑی بکر کی ملکیت ہے اور اس کو لے جانے کا حق حاصل ہے زید کو روکنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص نے نومسلمہ عورت کی جائیداد اپنے نام کرا لی ہے وہ ظالم و غاصب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ غلام جنت جو کہ پہلے کافرہ تھی مگر بعد میں مسلمان ہو گئی اس کے کافر والد نے اس کو کچھ جائیداد دی تھی اور زمین اس کے نام انتقال کر دی تھی اور اس مسماۃ نے ایک مسلمان سے

شادی بھی کرلی ہے جس سے ایک بچہ بھی ہے۔ اس کی وہ انتقال شدہ زمین ایک شخص کلیم اللہ نے جبراً اپنے نام کرلی ہے
اور اب بے چاری کا کوئی بس نہیں چلتا۔ لہٰذا شریعت کی رو سے کس طرح یہ مسئلہ حل ہو واضح فرمائیں۔

المستفتی غلام جنت

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ صورت مسئولہ میں جائیداد پر غلام جنت ہی کا حق بنتا ہے۔ کلیم اللہ نے جو جبراً اپنے نام الاٹ کرلی
ہے یہ ناجائز ہے اور قبضہ غاصبانہ ہے۔ لہٰذا حکومت کا فرض ہے کہ غاصب سے یہ زمین لے کر مسماۃ غلام جنت کے حوالے
کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ ہذا
الجواب صحیح عبداللہ عفی عنہ مفتی مدرسہ ہذا

اگر کسی مدرسہ میں کھانے کی سہولت کے لیے
ہمہ وقت حاضری شرط ہو تو خلاف ورزی کرنے والا طالب علم ضامن ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک مدرسہ میں ایک طالب علم فارم داخلہ لے کر
پڑھنے کے بعد داخلہ لیتا ہے جب کہ اسباق شروع ہو جاتے ہیں تو اطمینان قلبی اسباق نہ ہونے کے باعث دوسرے
مدرسہ میں اپنے اسباق دیکھنے کی خاطر ہفتہ یا دو دن زیادہ جاتا رہا اور ساتھ ہی اپنے مدرسہ میں ضروری اسباق میں شامل
بھی ہوتا رہا لیکن مدرسہ کی شرائط میں سے (جو فارم میں درج ہیں) ایک شرط یہ بھی ہے کہ یہاں کا طالب علم دوسرے
مدرسہ میں بغیر اجازت مہتمم نہیں پڑھ سکے گا۔ دوسرے مدرسہ کے اسباق تین دن دیکھنے کے بعد مدرسہ کے اسباق سے پوری
تسلی ہوتی اور راضی ہے لیکن انتقال اور مکمل طور پر اس مدرسہ میں آنا ایک خط پر موقوف ہے۔ اگر اس میں اجازت ملے تو
مکمل طور پر انتقال ہوگا ورنہ نہیں تو کیا اس ہفتہ یا زیادہ دن کی روٹی جو سابقہ مدرسہ میں طالب علم نے قانون کی خلاف
ورزی کرتے ہوئے کھائی ہے حرام ہوتی یا نہیں۔ اگر حرام تھا یا ہے تو پھر طالب علم کو اس کے تدارک کے لیے کیا کرنا
چاہیے۔ اگر قیمت اس کے عوض دی جائے تو کیا حرام کی وصفیت ختم ہو کر اس جرم کی سزا سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا اور
اگر مدرسہ سابقہ کے کسی رکن کو یہ معلوم بھی ہے کہ یہ طالب علم ادھر جاتا ہے لیکن مہتمم صاحب کو بتایا نہیں تو اس پر کوئی شرعاً
مواخذہ ہوگا یا نہیں۔

امتیاز احمد معرفت عبدالمالک

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں طالب علم کو چاہیے کہ اتنے دنوں کے کھانے کے پیسے مدرسہ میں داخل کر دیں تو انشاء اللہ تلافی ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غاصب کا عالم دین کو ڈانٹنا نفاق کی علامت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید غصب کردہ زمین کا غلہ کھاتا ہے اور غصب بھی مالک کو بری طرح مار پیٹ کر کیا جب عالم جو کہ زید کا امام و خطیب بھی ہے نے کہا کہ تم حرام کھا رہے ہو۔ زید نے کہا کہ جعد جعد لالائی ہوئی آئے۔ اس کا اردو ترجمہ ہے "کیوں بک بک کر رہے ہو" پھر عالم نے اس کو گالی دی تو زید نے بھی گالیاں دیں۔ پھر عالم و امام نے غصب سے پیچھے زید نے بیچ بدل سب اور حملہ آور بھی ہوا غرض توہین عالم میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اب زید کا کیا حکم ہے۔
بینوا توجروا

مدرس عبدالقدوس جامع مسجد بلوال ضلع کیملپور

﴿ج﴾

حدیث میں فحش گالیاں دینے کو علامات منافقین سے فرمایا ہے واذا خاصم فجر نیز فرمایا سباب المسلم فسوق نیز گالی کے بدلے گالی دینا بھی جائز نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں دونوں شخص گنہگار ہوں گے۔ عالم دین کو گالی دینے اور توہین کرنے سے صورت مسئولہ میں کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس لیے کہ کفر تب ہوتا ہے جب علم دین کی اہانت کی جائے اور علماء حق کو اس لیے گالیاں دی جائیں کہ وہ حاملین علوم دین ہیں کفر ہے اور مسئولہ صورت میں ذاتی قسم کا جھگڑا ہوا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص نے لوگوں سے جبراً بھیڑ بکرے وغیرہ لے کر کھائے ہوں تو واپسی کی کیا صورت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی جوانی اور نمبرداری کے وقت لوگوں پر ظلم و ستم کر کے ناجائز طریقے سے رقم حاصل کی اور علاقہ میں کچھ گندے بھیڑوں بکریوں کے ریوڑ سے گزرتے تو کوئی بھیڑ بکرا کوئی کم و بیش سال دو کا پکڑ

چلے جاتے لیکن اس شخص کی جب شادی ہوئی تو گنڈیریوں سے ایک ٹرک میٹھا جا رہا ہو وہ مسافر بیچارے گذر رہے تھے دوسے بغیر قیمت کے ان کو میٹھے بیچنے پر مجبور تھے کوئی روپے دیے۔ جب کسی شادی پر جاتے تھے تو جس قدر وہاں کے واقف تھے یہ جو آدمی ہیں مجھے اعلان کیا اور بتایا کہ جس جس کی کوئی چیز میرے پاس ہے وہ لے جائیں۔ لوگ آئے اور لے بھی گئے۔ اب پھر کسی ذکر کا خیال ہے کہ جو مسافر لوٹے تھے جن کو میں نہیں جانتا اور نہ ہی ان کی بابت جو میں نے لی تھی یاد ہے اب میں اپنی زندگی میں کیسے واپس کروں تاکہ آخرت میں میرے ذمہ نہ رہے۔ بالفرض اندازے سے کچھ زائد رقم کسی مسجد میں اس نیت سے دوں کہ جن جن حضرات کا میں نے قرضہ دینا ہے ادا ہو جائے اور اس رقم کا ثواب سابقہ مالکان کو ملے کیا اس صورت میں قرضہ ادا ہو جائے گا اور کیا پھر گناہ تو نہیں رہے گا۔ مزید اس کی کوئی اچھی صورت ہو تو فرمادیں۔

ملتمس سائل ناظم مدرسہ عربیہ دار المبلغین کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

کوشش کی جائے کہ جن لوگوں کے حقوق اور مال غصب کیا گیا ہے انہی لوگوں کو ان کا مال پہنچا دیا جائے۔ اگر کوشش کے باوجود کامیابی نہیں ہوتی تو پھر ان لوگوں کی طرف سے فقراء و مساکین کو اندازہ کر کے بطور صدقہ و خیرات دے دیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے امید ہے کہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب زمین کا اصل مالک موجود ہے اور زمین فروخت نہیں کی تو قبضہ کرنے والا ظالم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمین جو آباؤ اجداد سے محمد رمضان کی ملکیت تھی اس کے بعد حافظ اللہ بخش اور جمال جعفر نے عارضی طور پر رہائش کے واسطے عمارت تیار کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ نقل مکانی کر کے دوسرے شہر میں چلے گئے اور وہ عمارتیں گرا کر صاف میدان ہو گیا اور اپنا عمارت کا سامان بھی لے گئے۔ صرف ایک مکان باقی تھا جس کی عمارت کی مبلغ -/۱۵۰ روپے قیمت دے کر (۱۰۰ روپیہ عمارت کے واسطے اور ۵۰ روپے اس بقایا میدان کے واسطے) اپنا قبضہ واپس لے لیا۔ اس کے بعد لوگوں یعنی حافظ اللہ بخش کے رشتہ داروں نے شفعہ کیا کہ یہ ملکیت ہماری ہے۔ پھر عدالت میں بھی ان کو شکست ہوئی اور مالک محمد رمضان ثابت ہوا اور وہ عمارت بھی محمد رمضان کے فیصلے میں ہوئی لیکن جہاں پہلے جمال جعفر نے عارضی رہائش اختیار کی تھی اس پر پھر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور مالک یعنی محمد رمضان اس کو منع کر رہا ہے کہ یہ اصل ملکیت میری ہے اور عدالت میں بھی میری ثابت ہوئی۔ از روئے شریعت شریف بیان و واضح فرمادیں

کہ اب مالک ملکیت والا ہے یا جو ناجائز قبضہ کرنا چاہتا ہے وہ مالک ہے۔ اب جو اصل مالک ہے اور ناجائز قبضہ سے روکتا ہے۔ وہ مجرم ہے یا ناجائز قبضہ کرنے والا مجرم ہے۔ از راہ کرم شرعی فیصلہ فرماویں۔ بینوا توجروا

صلاح الدین موچی ساکن مقام ہیران بمعرفت محمد صدیق ٹیلر ماسٹر

﴿ج﴾

صورت مسئولہ کا جواب بالکل واضح ہے کہ جو زمین کا اصل مالک ہے وہی حق پر ہے اور اس ناجائز قبضہ کرنے والے کو روکنا شرعاً جائز ہے اور جو ناجائز طور پر قبضہ کرنا چاہتا ہے وہ مجرم اور گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ محرم ۱۴۰۰ھ

جس شخص کے پاس ہندوستان میں مرہونہ زمین تھی پاکستان آکر اس کے عوض زمین حاصل کی یہ غصب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی زید کے پاس ہندوستان میں کسی مسلمان کی زمین رہن تھی۔ پاکستان بننے کے بعد رہن بیٹھنے والا زید پاکستان آگیا ہے۔ اب مستقل الاٹمنٹ کے سلسلہ میں مرہونہ زمین کے بدلہ میں زید کو پاکستان میں زمین الاٹ ہوئی ہے۔ کیا اس اراضی کا ماحصل زید کے لیے کھانا یا استعمال کرنا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام۔

نوٹ: خدمت عالیہ میں یہ واضح رہے کہ یہ زمین میعادی نہیں تھی بلکہ دوسری صورت میں جب اصل مالک قرضہ بے باک کر دے گا اس وقت زمین اصل مالک کے حوالے کر دی جائے گی۔

رحمت علی شاہ سکنہ موضع بھوار پورہ ڈاکخانہ خود تحصیل شجاع آباد

﴿ج﴾

مرہونہ زمین اگرچہ میعادی نہ ہو تب بھی ایک امانت کہی جائے گی۔ اس لیے اس کے بدلہ میں وہ آدمی حکومت سے زمین حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ زمین اس کی مملوکہ نہیں۔ ہاں اگر اس نے صاف ظاہر کر دیا کہ میری زمین جو وہاں ہے وہ میری ذاتی نہیں ہے بلکہ مرہونہ ہے اور پھر حکومت کوئی زمین الاٹ کر دے تو جائز ہے اور اس کی آمدنی اس کے لیے حلال ہوگی اور پہلی صورت میں حلال نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب بائع و مشتری کے درمیان بیع تام ہوگئی تھی تو غاصب سے زمین اگرچہ بائع کے ورثہ نے چھڑائی ہو لیکن ہوگی مشتری کی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ ایک شخص حاجی اویس کے بھائی رسول بخش ایک زمین کا ۱/۶ حصہ کا نصف ایک آدمی نیک محمد اور اس کے بھائی سید محمد سے خریدتے ہیں۔ جو ان کا حق مالکانہ ہے باقی ۵/۶ حصہ حاجی اویس کے بھائی کا بطور موروثی ہے۔ اس لیے حاجی رسول بخش اس ۱/۶ کے نصف کو بطور شفعہ مبلغ ۵۰۰ روپے میں خریدتے ہیں اور رقم بروقت ادا کرتے ہیں۔ بائع نے مشتری حاجی رسول بخش کو اپنی طرف سے فروختگی کی سند برائے قاضی وقت دے دی اور قبضہ بھی دے دیا۔ چند سال مشتری اس زمین کو بطور مالک کاشت کرتا رہا۔ بعد ازاں ایک غاصب نے زبردستی اس ۱/۶ حصہ کو قبضہ کیا اور ۵/۶ حصہ حاجی برادر کے لیے چھوڑ دی۔ حاجی نے فوراً اس حصہ کے لیے درخواست دے دی کہ یہ زمین میری زرخرید ہے جواب ملا کہ جس شخص یعنی نیک محمد وغیرہ سے جو تم نے خریدی ہے وہ اس کی ملکیت کی سند پیش کریں ورنہ تمہاری سند قبول نہیں کی جاتی۔ مجبوراً حکومت وقت کو درخواست دی گئی کہ نیک محمد اپنی اصل سند پیش کر کے مشتری کی زمین کو غاصب سے واپس کرائیں جس کو مشکوک طور پر ضبط کیا گیا ہے۔

بائع نے ایک ایسی سند پیش کی جس پر حکومت وقت نے مشتری کو صاف بتایا کہ اپنی رقم کے لیے درخواست دے کر اپنی رقم بائع سے وصول کریں۔

چنانچہ یہ مقدمہ قاضی وقت جناب عبدالصمد سرہازی کے سامنے پیش ہوا۔ اب بائع فوت ہو چکا تھا اس کے بھائی سید محمد اور اس کے بڑے لڑکے نور محمد نے قاضی کے سامنے بیان دے دیا کہ ہم نے زمین فروخت کی ہے اور رقم لے لی ہے۔ مشتری کو بھی معلوم تھا کہ قبل ازیں ہمارے آباؤ اجداد نے بھائی کیے تھے اور مشتری سے قاضی نے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ واقعی بائع کے تھے اور انہوں نے فروخت کیا ہے۔ قاضی صاحب نے مبلغ ۵۰۰ روپے کی بیع صحیح کر کے مقدمہ خارج کر دیا اور ان سے کہہ دیا کہ تم اپنی اصلی سند لے کر غاصب سے مت حاجت کرو تاکہ زمین مشتری کو مل جائے۔ یہ دعویٰ غاصب اور بائع پر مشتری نے عرصہ ۱۲ سال چلایا۔ بعد ازاں بائع کی اولاد نے غاصب کی طرف رجوع کیا اور ایک دوسری سند پیش کر کے زمین غاصب سے چھڑالی۔

اب تنازعہ بائع اور مشتری کی اولاد میں ہے۔ مشتری بھی فوت ہو گیا اور مقدمہ کے گواہ بھی سب فوت ہو گئے۔ یہ عرصہ ۴۴ سال کا ہے کہ بائع کے ہاتھ سے زمین فروخت ہو گئی ہے اور مشتری کے ہاتھ ۵/۶ کا قبضہ اور روا گزاری کے بعد

۲ سال کا قبضہ بھی رہا۔ اب ہمارے اس مسئلہ کو از روئے شرع شریف حل فرمادیں۔ تاکہ دو مسلمانوں کا تنازعہ ختم ہو اور آپ قرب الٰہی اور جنت الفردوس حاصل کریں۔

حاجی نیک محمد ضلع چاغی بلوچستان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جبکہ جب حاجی رسول بخش نے نیک محمد رسید محمد سے زمین خریدی ہے اور انہوں نے قبضہ بھی دیا تھا بعد میں کسی بے کے غصب کی وجہ سے حکومت نے بائع کو حکم دیا کہ اصلی سند ملکیت پیش کر کے مشتری کے لیے زمین غاصب سے چھڑالیں لیکن بائع نے خود سند ملکیت پیش نہیں کی۔ البتہ قاضی وقت نے فریقین کے بیانات پر بیع کو صحیح قرار دیا اور بعد میں بائع کی اولاد نے سند پیش کر کے مشتری کی زمین غاصب سے چھڑالی ہے۔ تو اس صورت میں یہ زمین مشتری کی اولاد کی ملکیت ہوگی۔ بائع کی اولاد کو سند پیش کرنے اور غاصب سے چھڑانے کی وجہ سے اس زمین کی ملکیت کا دعویٰ اور مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ شوال ۱۳۹۲ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۰ شوال ۱۳۹۲ھ

بہن کے حصے کی زمین اس کو نہ دینا خود قبضہ کرنا سخت گناہ اور غصب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہو کر دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ گیا اور اس کی جائیداد غیر منقولہ شرع کے مطابق تقسیم کر کے سرکاری کاغذات میں اندراج بھائیوں کے سامنے ہوا کچھ عرصہ کے بعد ایک بھائی مسمی مولوی محمد موسیٰ نے بخشی زمین کا حصہ آتا تھا اپنی بہن کو قبضہ دے دیا اور دوسرے بھائی محمد عیسیٰ حافظ صاحب نے قبضہ نہ دیا ان کی بہن قبضہ طلب کرتی رہی جناب حافظ صاحب ٹال مٹول کرتے رہے۔ آخرکار جناب حافظ صاحب نے اپنے طور پر پٹواری گل شیر اور ملک عبداللہ نمبردار کو رشوت دے کر اپنے نام کرالی۔ ادھر بہن قبضہ مانگتی رہی اور بہن کو یہی جواب دیتا رہا میں قبضہ دیتا ہوں۔ جب حافظ صاحب نے ان دونوں کا پیٹ بھرلیا تو ایک دوسری فرضی عورت تحصیلدار کے صاحب سامنے پیش کر کے بیان لے لیا کہ اس نے سالم حصہ دے رہا تھا کہ بہن کو وراثت میں آتا تھا نام حافظ عیسیٰ صاحب انتقال کروا دیا ہے کسی کو بھی خبر نہ لگی بہن قبضہ قبضہ کرتی رہی بھائی ہاں ہاں کرتا رہا اتفاقاً آج اڑھائی سال

کے بعد پیداوار تو ختم ہوا ہے۔ ہر چند حافظ صاحب کو کہا گیا ہے کہ واپس کر دو آپ نے صاف انکار کر دیا ہے۔ کیا ایسے حافظ صاحب کے لیے آخرت میں کیا سزا ہے اور اس کی توبہ مقبول ہے یا نہیں۔ اور اس سے میل جول رکھنا کیسا ہے اور پھر ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرے کیونکہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ کیا جس نے نقد یا جو سامان ہماری جائیداد چرائی ہے اس پر حد شرعی یعنی قطع ید آتا ہے یا نہیں اور جو شخص اتنی جائیداد کی چوری کرے کہ ساتھ لیے پھرتا ہے اس پر قہر خداوندی پڑے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا

خادم رسول شفاعت مدرسہ محمودیہ عالی پور تحصیل [illegible]

﴿ج﴾

بیان مذکورہ کے مطابق حافظ صاحب سخت گنہگار ہیں۔ حدیث میں وارد ہے جو شخص کسی کی زمین کو ناجائز طور پر حاصل کرے وہ زمین آخرت میں اس کے گلے کا طوق ہوگی۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ حرام کھانے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ توبہ اس وقت مقبول ہے کہ زمین واپس کر دے اور جو کچھ کھایا ہے اس کو بھی مستحق کے سپرد کر دے۔ قطع ید اس پر نہیں ہے۔ اس کی امامت جائز نہیں۔ اگر کسی وقت اتفاقاً اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی۔

واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی کی دبائی ہوئی زمین کو فوراً واپس کرنا چاہیے اگر مالک کیس کرے تو حق بجانب ہے

﴿س﴾

زید نے بکر کی اراضی زرعی پر تقریباً دس سال سے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے اور اس کی پیداوار بصورت اجناس مزدور کے حق لیے ادا کر کے اپنے ذاتی مصرف میں لا رہا ہے۔ مذکورہ متنازعہ اراضی جو زید کے قبضہ میں ہے درحقیقت بکر کی ذاتی ملکیت ہے اور مذکورہ اراضی کے اسناد جدید ملکیتی حقوق بکر کے پاس موجود ہیں اور اس دس سال کے عرصے میں بکر نے کئی دفعہ زید سے اپنی اراضی کی واپسی کا مطالبہ کیا اور زید نے زبانی اقرار کیا۔ زید نے موجودہ مروجہ وقت قانون اراضی بارہ سالہ قبضہ مخالفانہ کا سہارا لے کر عدالت دیوانی سے رجوع کیا ہے اور اس بارہ سالہ قبضہ مخالفانہ کی بنا پر عدالت دیوانی سے استقرار حق کی ڈگری حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۱) کیا زید کا قبضہ اس زمین پر درست ہے۔

(۲) زید مذکورہ اراضی کی پیداوار دس سال سے اپنے تصرف میں لا رہا ہے کیا شرع محمدی کے تحت جائز ہے۔

(۳) آیا بکر اپنی حقیقی ملکیت اراضی کے لیے جو زید کے قبضہ میں ہے عدالت دیوانی سے رجوع کر سکتا ہے۔

(۴) ایسی صورت میں شرع محمدی کے تحت تفصیلاً وضاحت فرمائی جائے تاکہ بکر اپنی اراضی پر حق ملکیت اور قبضہ ملکیت حاصل کرے۔

عبدالجبار مقام [illegible] تحصیل و ضلع رحیم یار خان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر زمین واقعی بکر کی ملکیت ہے تو زید کا اس پر قبضہ کرنا اور اس کے لیے زمین کی آمدن کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ زید پر واجب ہے کہ وہ زمین واپس کر دے اور ناجائز طریقہ سے زمین کے حصول کے لیے کوشش ترک کر دے۔ بکر حصول حق کے لیے عدالت کی طرف رجوع کرنے میں حق بجانب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۶ صفر ۱۳۹۵ھ

جس دن یتیم کا مال غصب کیا ہے اُس دن کا اعتبار ہے
اگر ایک شخص مسجد سے ایک میل دور ہو تو جماعت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ہمارے علاقہ میں ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ ایک آدمی مر گیا اور اس کا ایک لڑکا رہ گیا۔ اب وہ بھی بالغ ہو گیا۔ اس لڑکے کا دنبا ایک آدمی نے اپنے اوپر ادھار کیا۔ اس لڑکے نے طلب کیا تو اب اس دنبہ کی قیمت کون سے دن کی معتبر ہے۔ مال تو اب آدمی کے ہاتھ میں نہیں ہے اور کتاب کا نام بھی لکھ کر صفحہ بھی لکھیں

(۲) ایک آدمی مسجد سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ اس سے جماعت فوت ہو جاتی ہے۔ اب اس کے لیے نئی مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں۔

عبدالغفار بلوچستان

﴿ج﴾

(۱) شخص مذکور کا یتیم کے مال کو اپنے اوپر ادھار کرنا ناجائز تھا اس لیے اس شخص کو وہی مال بعینہٖ اگر موجود ہو واپس کرنا ضروری ہے اور بعینہٖ اگر موجود نہ ہو اور مثل اس کا موجود ہو جیسے غلہ وغیرہ تو اس کا مثل ادا کرنا ضروری ہے اور اگر مثل بھی موجود نہ ہو جیسے جانور وغیرہ تو اس کی قیمت یوم الغصب کا ادا کرنا لازمی ہے۔ یعنی جس دن اس نے اس نابالغ کا مال

لیا ہے اس دن جو قیمت تھی وہی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔ قال فی الهداية ومن غصب شيئا له مثل كالمكيل والموزون فهلك في يده فعليه مثله وما لا مثل له فعليه قيمته يوم غصبه (ہدایہ کتاب الغصب ص [illegible] ج ۳)۔

(۲) اگر بجلی مسجد سے آ رہی ہو اور اس میں کوئی فرق نہیں آتا تو جائز ہے۔ نیز مسجد کی تعمیر میں نمائش یا کوئی غرض نہ ہو۔ محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی غرض سے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ محرم ۱۳۹۸ھ

کیا کسی مجبور شخص کو رشوت دے کر ملازم کرانا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کسی سرکاری محکمہ میں نوکر ہے۔ اس کا پڑوسی دس جماعت پاس بے روزگار پھر رہا ہے۔ بچوں سمیت بھوکا مر رہا ہے میں نے بہت کوشش کی لیکن اس کو کہیں جگہ ملازمت نہیں ملی۔ اب افسران بغیر رشوت لینے کے کام نہیں کرتے۔ میں اس دس جماعت پاس والے سے کچھ روپے لے کر افسران کی خدمت میں دے کر اس کو مبلغ ۸ صد روپے ماہانہ پر مقرر کرا دوں تو میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم تو نہیں ہو جاؤں گا۔ دس جماعت پاس والا آدمی بھی یہی نیت کرتا ہے کہ میں تم کو یہ رقم خیرات فی سبیل اللہ دے رہا ہوں۔ اس رقم کے تم مالک ہو میں بھی جس افسر کو دے رہا ہوں اس کو یہی کہہ دوں گا کہ یہ رقم جو تم کو دے رہا ہوں خیرات ہے تم اس کے مالک ہو۔

میر بخش معلم [illegible] ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص مجبور ہے اور اس قسم کی ملازمت ملے بغیر اس کا گزر اوقات مشکل ہے۔ نیز اس ملازمت کی اس میں اہلیت و لیاقت ہے اور یہ استحقاق بھی ہے تو اس مجبوری کی بنا پر اس صورت میں وہ گناہگار نہ ہوگا لیکن اگر کسی طرح بھی دوسرے جائز ذریعہ سے اس کا گزارہ ہو سکتا ہے تو اس ملازمت کو حاصل کرنے کے لیے رقم دینا بھی جائز نہیں ہوگا۔ لینے والے کے لیے رشوت کسی حالت میں جائز نہیں۔ نیز جو پڑوسی کی ملازمت کے لیے کوشش کرتا ہے اور پڑوسی سے رقم لے کر افسر کو دیتا ہے اسے خود بھی لینا جائز نہیں بلکہ جو صرف کرے گا اور افسر کو دے گا اس کے بعد بقایا رقم مالک کو واپس کرنی ہوگی۔ نیز دینے کے وقت خیرات کی نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد کا لوگوں کے کام رشوت دے کر کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو عالم دوسرے آدمیوں سے ان کے کام کرانے کے لیے رشوت لے کر متعلقہ حکام کو دیتا ہے۔ رشوت دینا جائز سمجھتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟

محمد شریف قریشی طارق جنرل سٹور دریا خان ضلع میانوالی

﴿ج﴾

معلوم رہے کہ اگر اپنے سے ظلم کو دفع کرنے کے لیے یا اپنی مال، عزت اور آبرو کو بچانے کے لیے رشوت دی جائے تو یہ جائز ہے۔ اگرچہ لینے والے حاکم وغیرہ کے لیے ناجائز ہے اور حرام ہے۔ دینے والے کے لیے گنجائش ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کاموں کے کروانے کے لیے رشوت دینا ناجائز ہے۔ عالم مذکور اگر ناجائز قسم کی رشوتیں لے کر حکام کو دیتا رہتا ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر دفع ظلم کے لیے رشوت دیتا ہے تو اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ شوال ۱۳۸۵ھ

اکثر لوگ رشوت کے اس اضطراری جواز سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اس کا خاص خیال رہے۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گورنمنٹ کی دی ہوئی زمین کو فروخت کرنا اور اس کی رقم فقراء پر خرچ کرنا

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء کرام دریں مسئلہ کہ در اطراف شہر واقع و خارج باشد زمین است حکومت برائے بناء مکانات و ساختن منزل [illegible]۔ تحصیل این زمین را اگر رعایت فقیر باشد یعنی اگر کسی بہ نیت تجارتی [illegible] و مقاطعت کند تا چند مدت یک سال دو سال و بعد فروختن با مردمان بہ بہائی جائز است یا نہ کہ تصرفی خود را نہ زر خرید کند چرا کہ مرکار زر خرید کند بہر حال صورت تصرف [illegible] کہ فروخت متعلق [illegible] خیرات داد مفلس را جائز است کہ [illegible] یا قرض خود را ادا کند [illegible] بہر حال صورت [illegible] بینوا توجروا

المستفتی گل محمد [illegible] ایران شہر [illegible] بمعرفت سید ابو القاسم [illegible]

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں یہ قمار (جوا) تو نہیں ہے۔ بلکہ یہ درحقیقت تعزیر بالمال کی ایک صورت ہے کہ اگر میں نے کام نہ کیا تو میں بطور جرمانہ یہ رقم ادا کروں گا لیکن تعزیر بالمال یعنی مالی جرمانہ امام ابوحنیفہ کے ظاہر مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے اس کو مجبور تو نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اپنی مرضی سے اگر دے تو جائز ہے۔

(۲) اگر عمرو نے ریڈیو فروخت کرنے اور منافع کمانے کی غرض سے خریدا ہے تو اس سے منافع کا نصف زید کے لیے مقرر کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

(۳) مٹھائی جبراً لینا جائز نہیں ہے مرضی سے جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ رمضان ۱۳۷۷ھ

جب زمین دو شخصوں کے درمیان مشترک ہو تو قرعہ اندازی جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید اور عمرو کے درمیان ایک ٹکڑا اراضی متنازعہ فیہ ہے۔ زید زمین پر قابض ہے اور عمرو اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قانونی عدالت میں چارہ جوئی کر رہا ہے۔ اس صورت میں برادری کے چند افراد تصفیہ کی یہ صورت پیدا کراتے ہیں کہ قرعہ اندازی کی جائے کہ عمرو زمین لے یا رقم (اس سے معلوم ہوا کہ زید زمین پر عمرو کا حق تسلیم کرتا ہے)۔ ایسی حالت میں شریعت قرعہ اندازی کو جائز قرار دیتی ہے یا نہیں جبکہ عمرو رقم لینے کو رضامند تیار نہیں ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر واقعی عمرو کا اس ٹکڑا اراضی میں حق بنتا ہے تو زبردستی اسے قرعہ اندازی پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

درج ذیل صورت میں رشوت کی رقم اس کو دی جائے جس کا نقصان ہوا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہندو کو ایک معاملہ میں تین ہزار روپیہ رشوت دی گئی کہ کسی عورت کے نام رقبہ یعنی زمین تھی وہ انہیں واپس کر دیں۔ اس رقبہ سے تم وارثان دوم بعد میں کی پیداوار اس عورت کو تا زندگی دیتے

رہتے تھے اور تین ہزار روپے بندہ کو دیئے گئے۔ بندہ نے وہ تین ہزار روپیہ لیا اور قبالہ اس عورت سے واپس عورت کے خاوند کے وارثوں کو دلا دیا۔ جس پر وہ وارث اب بھی قابض ہیں اور رقبہ دو مربع کی پیداوار اس عورت کو نہ دی۔ اب بندہ وہ رقم جو رشوت کے طور پر مجھے ملی تھی واپس کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرمادے اور یہ رقم کس کو دی جائے اور یہ سارا معاملہ سائل کی ذمہ داری سے ہوا ہے۔ بینوا توجروا

میر حاتم علی خان ولد میر احمد قوم بلوچ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب عورت کو خاوند کی جائیداد سے کوئی حصہ نہیں دیا گیا بلکہ رشوت لینے والے شخص نے عورت سے اس بنا پر زمین دیگر اشخاص کے نام منتقل کرادی کہ اس کو دو مربع زمین کی پیداوار تا حین حیات ادا کی جائے گی اور اس کی اس شخص نے ذمہ داری لی۔ جیسا کہ سائل کی روئیداد سے معلوم ہوا لہٰذا یہ رقم مبلغ تین ہزار روپیہ اس عورت کو دے دیئے جائیں۔ جس کی حق تلفی اس شخص کی وجہ سے ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

بلدیہ کے ایک پلاٹ پر بیس سال سے مدرسہ قائم تھا
محکمہ اوقاف اسے گرا کر مسجد کی توسیع کرنا چاہتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے حق میں کہ مدرسہ اشاعت العلوم (رجسٹرڈ) چشتیاں جامع مسجد چشتیاں کے قریب واقع ہے۔ تقریباً بیس سال سے بتصدیق بلدیہ بلدیہ کے پلاٹ پر مدرسہ قائم ہے۔ اب صورت حال یوں ہوگئی ہے کہ جس پلاٹ پر مدرسہ تھا اس کا انتقال غیر آئینی طور پر مسجد کے نام محکمہ اوقاف نے کرا دیا ہے۔ اب جب ہمیں پتہ چلا تو اس غیر آئینی انتقال کو ختم کرانے کے سلسلے میں ہم نے تگ و دو شروع کی۔ ادھر محکمہ اوقاف والے مدرسے کو گرا کر مارکیٹ بنا کر مسجد کی توسیع کرنا چاہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مدرسہ والے اپنے قبضہ کی بنا پر انتقال مدرسے کے نام کرانا چاہتے ہیں۔ جبکہ صدر مملکت کی طرف سے حکام بلدیہ کو چٹھی بھی آچکی ہے کہ سرکاری اراضی پر قائم مدارس کو قبضہ ملکیت دے دیا جائے اور اوقاف والے اپنے غیر آئینی انتقال کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ مدرسہ کو گرا کر مارکیٹ بنا کر مسجد کی توسیع کی جائے۔ لہٰذا آپ تحریر فرمادیں کہ اس سلسلے میں حق بجانب کون ہیں۔ مدرسہ والے یا مسجد والے

عبدالعزیز مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم چشتیاں

﴿ج﴾

اگر واقعۃً مدرسہ اس پلاٹ پر بیس سال سے قابض ہے اور صدر کی جانب سے چٹھی بھی آ چکی ہے کہ ایسے پلاٹ قابضین اہل مدارس کو دے دیے جائیں تو بلاشبہ مدرسہ اس کا مستحق اور آئینی حقدار ہے۔ یہ پلاٹ مدرسہ ہی کو ملنا چاہیے اور کسی کذب بیانی یا دھوکہ دہی سے غیر آئینی انتقال مدرسے کے استحقاق پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب حق والحق احق ان یتبع بندہ محمد اسحاق غفر اللہ له نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ہندو نے مسلمان کی زمین غصب کی ہو پھر دوسرا مسلمان قابض ہو جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کی زمین ایک ہندو نے غصب کر کے لے لی تھی اور اس زمین پر ہندو نے مکان تعمیر کیا۔ وہیں چند دو برس تک وہ ہندو اس مکان میں سکونت پذیر رہا۔ اتنی مدت میں زید مر گیا۔ جس کی اصل زمین تھی چند برس بعد پاکستان بن گیا اور ہندو ہندوستان چلا گیا۔ اس متروکہ مکان پر ہندو کے چلے جانے کے بعد عمرو قابض ہو گیا۔ اتنی مدت گزر جانے کے بعد زید مرحوم کے چھوٹے چھوٹے بچے جو یتیم رہ گئے تھے بالغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ یہ مکان کی جگہ تو ہماری ہے جو ہندو نے ہمارے باپ سے غصب کر کے حاصل کی تھی۔ لہٰذا یہ زمین ہمارا حق ہے۔ اب عمرو کہتا ہے کہ ٹھیک ہے کہ زمین وہ بے شک تمہاری ہے مگر کوئی عذر نہیں یتیم لے لو مگر مکان کا ملبہ میرا حق ہے۔ جس پر میں اتنی مدت سے قابض چلا آ رہا ہوں۔ اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ عمرو اس ملبہ کا جو ہندو کا ہے حقدار ہے یا نہیں۔

محمد انور ملتان

﴿ج﴾

محض قبضہ کرنے سے عمرو مکان کے ملبہ کا حقدار نہیں ہوتا۔ اس مکان کو حکومت جس کے حوالہ کرے گی وہی اس کے ملبہ کا حقدار ہوگا اور زمین تو زید کی اولاد کی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ له نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مذکورہ صورت میں قبضہ غاصبانہ ہے فوراً زمین اصل مالکوں کو دی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ غلام فاطمہ فوت ہو چکی ہے جس کے حقیقی وارث صرف اس کے دو

بھتیجے ہیں۔ مسمی نذر محمد، فتح محمد اور ایک شخص مسمی گل محمد جو مسماۃ کے چچا زاد بھائی کا بیٹا ہے بعیدی رشتہ دار ہے مسماۃ کی جائیداد پر بھی قابض ہے اور اپنے مختلف احسانات بیان کرتا ہے۔ کیا ان احسانات کے بدلے میں ورثاء کی جائیداد پر قبضہ صحیح ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں یہی مسمی گل محمد اپنے متوفی حقیقی بھائی مسمی اللہ دتہ کی جائیداد پر بھی قابض ہے حالانکہ اس کے ورثاء مثلاً بیوی، تین بیٹیاں ایک بھائی دو بہنیں موجود ہیں مسمی گل محمد کہتا ہے کہ میں نے ان پر مشترکہ جائیداد سے اخراجات کیے ہیں اور اپنے بھائی کی تینوں بیٹیوں کی شادی کی ہے۔ اب میں اپنی چار بیٹیوں کی شادی جب تک مشترکہ جائیداد سے نہیں کروں گا نہیں چھوڑوں گا۔ کیا اتنی مدت تک قبضہ ناجائز رکھنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

ملک محمد علی صاحب موضع کرم علی والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ گل محمد کا قبضہ ان دونوں جائیدادوں پر ناجائز اور غاصبانہ ہے۔ شرعاً اس پر لازم ہے کہ فوراً وارثوں کو ان کی جائیداد واپس کر کے قبضہ دے دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو شرعاً سخت مجرم اور گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بجلی کا کنکشن بغیر رشوت نہ ملتا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ہم لوگوں کو اپنے علاقے کے لیے بجلی کا کنکشن اور ٹرانسفارمر لگوانا مطلوب ہے۔ پورے گاؤں میں مدرسہ اور مسجد میں قانونی طور پر کنکشن منظور ہو چکا ہے لیکن متعلقہ عملہ واپڈا رشوت کے بغیر کنکشن بالکل نہیں دیتے۔ ہمارے بار بار اصرار کے بعد انہوں نے بتایا کہ گورنمنٹ کی جانب سے کنکشن منظور ہو چکا ہے جبکہ ہمیں (متعلقہ لوگوں کو) علم اور اطلاع بھی ہے لیکن ہمارا ضابطہ اور قانون یا اصول یہ ہے کہ اگر آپ چک والے ٹرانسفارمر گاؤں کے چوک میں لگوائیں یا جہاں بجلی کا کھمبا گڑا ہے وہاں ٹرانسفارمر نصب کروائیں دونوں صورتوں میں رشوت دینی ہوگی۔ رشوت کو محکمہ واپڈا والے اپنے الفاظ میں ٹرانسفارمر لگوانے اور بجلی وغیرہ مسجد اور چک کے مدرسے میں چالو کرنے اور پہنچانے کا خرچہ تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعی خرچہ وغیرہ نہیں ہوتا جیسا کہ آپ اور ہم سب لوگ اسے رشوت ہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جب گورنمنٹ کا یہ حکم اور قانون ہے کہ جہاں جہاں جن مقامات پر حکومت کنکشن اور ٹرانسفارمر کی

مسجد کے مال کو تجارت میں لگا کر مسجد پر صرف نہ کرنا

﴿س﴾

ایک امام مسجد صاحب جو کہ حافظ قرآن حکیم ہیں۔ مسجد فنڈ کا روپیہ ان کے پاس جمع ہے۔ حالانکہ مسجد ادھوری پڑی ہوئی ہے اور اس کی حالت سخت خراب ہے لیکن امام مسجد صاحب دکاندار ہیں وہ مسجد فنڈ کا روپیہ اپنی دکان میں چلا رہے ہیں۔ ان کو کئی دفعہ مالیان مسجد نے کہا کہ مسجد درست کراؤ مگر وہ عرصہ ڈھائی سال سے پرواہ نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مسجد کے مال کو مسجد کی ضروریات پر صرف نہ کرنا اور اس سے تجارت کرنا جائز نہیں۔ شرعاً یہ شخص غاصب شمار ہوگا اور یہ شخص امامت کے لائق نہیں۔ لہٰذا شخص مذکور کو چاہیے کہ مسجد کی آمدنی کو مسجد کی ضروریات پر صرف کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

رشوت اور غصب کی رقم واپس کرنے کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صورت مسئولہ میں کہ زید نے ایک زمین خالد سے خریدی ہے اور خالد نے وہ زمین بکر سے اور بکر نے بیع باطل کے ذریعے عمرو سے حاصل کی ہے۔ اب زمین مذکورہ جو زید کی ملکیت ہے اس نے اپنی حلال رقم دے کر خریدی ہے۔ کیا زمین مذکورہ کی پیداوار شرعاً زید پر حلال ہے یا نہیں۔ بصورت حرمت حلال ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ دیگر لوگوں کے مویشی جو اس زمین کے دانہ گھاس وغیرہ کھاتے ہیں کیا ان کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہ اور جو زمین باطل بیع اور حرام یعنی کسی نے حاصل کی ہے اور اس میں کئی مرتبہ ملکیت تبدیل ہوئی ہے یا ایک مرتبہ؟ کیا زمین مذکور کی پیداوار کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟ اور زمین کے اصل مالک کہ جن سے زمین بصورت حق حرام لی گئی ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہیں ہے۔ یعنی سارا خاندان ختم ہو گیا ہے۔

اب زمین مذکورہ کے حلال ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ یاد رہے بیع باطل سے یہ مراد ہے مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا تجھ سے نکاح کر دوں گا تم مجھے ایک مربع زمین اس کے عوض دے دو۔ چنانچہ عمرو ایک مربع زمین زید کو دے دیتا ہے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد زید اپنی لڑکی کا نکاح عمرو سے کرا دیتا ہے۔ نیز نکاح پڑھنے کے وقت اس لڑکی کا مہر بھی مقرر ہو

والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والا فان علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه وان كان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم اربابه ولا شيئاً منه بعينه حل له حكماً والاحسن ديانة التنزه عنه الخ مذکورہ عبارات سے یہ بھی واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں چونکہ اصلی مستحق عمرو یا اس کے ورثہ وخاندان میں سے کوئی موجود ہو۔ حلت کی بھی کوئی صورت نہیں نکلتی۔ نیز یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جانوروں کی پرورش اگر حرام زمین کی غذا سے ہے تو خود رو گھاس تو ہر مسلمان کے لیے جائز ہے اور اگر خود رو نہیں تو باوجود حرام ہونے کے ان جانوروں نے اگر اس زمین کے علاوہ بھی کہیں سے دانہ گھاس وغیرہ کھایا ہوگا اس لیے ان کا گوشت حرام نہیں البتہ بہتر ہے کہ ان کے گوشت وغیرہ سے بچا جائے اور نیز حرام ہونے کی وجہ سے شفیع شفعہ شرعی کا حقدار نہیں ہوگا اور مذکورہ زمین کا وقف صحیح نہیں تو وہ مسجد مسجد نہیں ہوگی کہ احترام واجب ہو۔ تو انہدام جائز ہوگا بلکہ تصدق ہوگا۔ اس کے علاوہ دیگر مغصوبہ زمین کی طرح۔ واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

شفعہ کا بیان

بہن محض خونی رشتہ کی وجہ سے شفعہ نہیں کر سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی اراضی جو بہت سے قطعات میں تھی متفرقاً بیچنی شروع کردی جس کا اعلان یہ کیا جاتا کہ اب فلاں جگہ بیچ دی گئی ہے۔ کل ۵۵-۱۰-۱ کو بائع کی ہمشیرہ نے اپنے رشتہ دار کو یہ کہہ کر جو رقبہ موضع فلاں میں بھائی صاحب نے فروخت کیا ہے پتہ لگا کر شفعہ عدالت موجودہ میں دائر کردو اور شفعہ کرنے والی کو ابھی تک یہ علم نہیں کہ کون سے شخص نے فلاں رقبہ کا فلاں حصہ لیا ہے۔ اب رشتہ دار جا کر شفیع کو مطلع کرے گا کہ فلاں رقبہ فلاں شخص نے خریدا ہے کیونکہ شفیع کی طرف سے اس کا رشتہ دار ابھی یہ پتہ نکال کر کہ کون سی زمین کس خریدار نے لی ہے شفیع کے پاس جا بھی نہیں پہنچا اور بائع کی ہمشیرہ کو جب سے زمین بکنے لگی علم ہے کہ زمین متفرق طور پر بک رہی ہے۔ اب وہ تین سال کے بعد بیٹے رشتہ دار کو فرماتی ہے کہ زمین موضع گگری کا شفعہ کرو۔ کیا یہ شرعاً کر سکتی ہے یا نہ؟
سائل عبد اللہ غنی عنہ

﴿ج﴾

اگر بائع کی ہمشیرہ حق شفعہ کا استعمال بوجہ تعلق نسبی کرتی ہے کہ وہ ذو الرحم ہے تو شرعاً یہ حق اس کو حاصل نہیں اور اس وجہ سے اس کا دعویٰ شفعہ صحیح نہ ہوگا اور اگر وہ اپنے بھائی کے ساتھ زمین میں شریک ہے یا اس کے پڑوس میں اس کی بھی زمین ہے تو اسے حق شفعہ شرعاً حاصل ہے۔ کما هو المصرح فی جمیع کتب الفقه اور ان دو حالتوں میں بھی اتنے زمانہ میں خاموش رہنے سے مشتری معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا حق ساقط نہ ہوگا۔ مشتری معلوم ہو جانے کے بعد اگر وہ سکوت کرتی اور فوراً طلب نہ کرتی تو اس کا حق ساقط ہو جاتا۔ قال فی تکملة البحر الرائق ج ۸ ص ۱۲۸ بسبب طلب الشفعة لأن سكوته بعد علمه يدل على رضاه بالمشتری فتبطل شفعته اذا كان بعد العلم بالمشتری والثمن الخ ایسے اگر اس عورت نے صراحۃً یہ کہدیا ہو کہ میں شفعہ نہیں کرتی یا میں شفعہ کے حق کو چھوڑتی ہوں تو اگرچہ علم مشتری نہ ہو تب بھی اس کا حق ساقط ہوگا اور دعویٰ غیر صحیح ہوگا۔ فی العالمگیریة ج ۵ ص ۱۸۲ الباب التاسع فیما یبطل به حق الشفعة اسقاط صریح کو بیان کرتے ہوئے فرمایا نحو ان یقول الشفیع ابطلت الشفعة او اسقطتها او ابرأتک عنها او سلمتها او نحو ذلک سواء علم بالبیع او لم یعلم ان

شریک فی نفس المبیع ہے ورنہ شریک فی حق المبیع ہے۔ نیز پاکستان کے قانون کے مطابق موضع میں کچھ جات دار ہے۔ کیا اس صورت میں شرعاً مذکورہ زمیندار اس فروخت شدہ زمین پر شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

غلام مرتضیٰ معرفت موضع ... تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ زمیندار مذکور میں شفعہ کے مندرجہ بالا امور میں سے کوئی ایک صفت بھی اپنے اندر نہیں رکھتا تو پھر اس کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ محض موضع کے جاگیردار ہونے سے شفعہ کرنے کا استحقاق نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیم رجب ۱۴۰۰ھ

کیا چچا بھتیجی کی زمین پر شفعہ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی زاہد نے اپنی غیر منقولہ جائیداد اپنی لڑکی مسماۃ عابدہ کو فروخت کر دی جبکہ ورثاء میں سے محض اس کی یہی دختر ہے اور کوئی اولاد نہیں اور مسمی زاہد کے حقیقی بھائی جعفر نے شفعہ کر دیا۔ کیا لڑکی مذکورہ پر بھائی مذکور کا شفعہ ہو سکتا ہے۔ شرعاً جائیداد کس کو ملے گی یا حق کس کا ہے۔ بینوا توجروا

فقیر غلام مرتضیٰ سیال تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

جعفر اگر شریک فی نفس المبیع یا حق المبیع یا جار ملاصق ہو تو اس کا شفعہ چل سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بائع کی بیوی اور حقیقی بھائی دونوں نے شفعہ کر لیا تو زیادہ حق کس کو ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص مسمی زید (فلاں) ہے۔ اس نے ایک غیر منقولہ جائیداد فروخت کر دی ہے۔ جس پر اس کی زوجہ مسماۃ زاہدہ نے اور حقیقی بھائی مسمی عمر نے شفعہ کیا ہے۔ شرعاً یہ شفعہ بھائی مسمی عمر کو ملے گا یا مسماۃ مذکورہ زوجہ کو ملے گا۔ جبکہ مشتری ایک اجنبی آدمی ہے اور مسمی زید کا لڑکا ہے۔ بینوا توجروا

فقیر غلام مرتضیٰ سیال تحصیل بھکر ضلع میانوالی

شفیع کا زمین کو قبل القبض فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خوجہ غلام زکریا صاحب سکنہ تونسہ شریف نے اراضی فروخت کی تھی جو رقبہ واقعہ موضع توذر پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان چاہ سیدو والا پر ۳۳ بیگھہ تھی اور یہ اراضی عزیز خوجہ سکنہ شجاع آباد نے خریدی تھی۔ اراضی پر مہر غلام حسین نے شفعہ کیا۔ مہر غلام حسین نے ہم سے کہا تھا کہ وہ چونکہ رقبہ میں شریک ہے وہ شفعہ کا دعویٰ کرے اور رقم تینوں حصوں کی ہم خرچ کریں گے۔ جو قانونی خرچہ مہر غلام حسین کرے گا اور اس طرح تقسیم اراضی کر کے ۲۲ بیگھے ہم لے لیں گے اور تیسرا حصہ غلام حسین رکھ لے گا۔ شفعہ کامیاب ہو گیا تو غلام حسین نے کہا کہ انتقال ہونے پر ہم ہمارے نام رقبہ ۲۲ بیگھے کرا دے گا لیکن وہ فوت ہو گیا اب مہر غلام حسین کا بیٹا زندہ ہے جو جواب دیتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں دے گا۔ پہلے دو سال تک باقاعدگی سے ہم تین حصہ کی فصل وغیرہ لیتے رہے ہیں اور چوتھے حصہ کی فصل وہ خود لیتا رہا ہے یا مہر غلام حسین مرحوم۔ سب بھائی لیتے رہے۔ اب اراضی کا قبضہ زبردستی لے رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ہم کوئی حصہ نہیں رکھتے ہیں۔ فتویٰ دیا جائے۔

اللہ دسایا ولد پہلوان سکنہ موضع توذر پور چاہ سیدو والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ شفیع نے جو شفعہ دائر کیا تھا وہ شرعی اصول کے مطابق تھا یا نہیں۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ شفعہ تمام شروط کے ساتھ صحیح طور پر دائر ہوا تھا تب بھی جب مہر غلام حسین دوسرے شخص سے رقم لے کر وہ اراضی قبل از استقرار حق شفعہ ان کو فروخت کر رہا ہے تو یہ بیع فاسد ہے۔ استقرار شفعہ دعویٰ شفعہ کا اس کے حق میں فیصلہ ہو جانا چونکہ غیر معلوم ہے اور مہر غلام حسین درحقیقت اس وقت اس اراضی مشفوعہ کا مالک نہیں ہے تو اس عقد بیع کا حاصل یہ ہے کہ مہر غلام حسین یہ کہتا ہے کہ اگر میں اس اراضی کا مالک قرار دے دیا گیا اور یہ اراضی میری مملوکہ بنی تو اس کے تین حصص تمہیں فروخت کرتا ہوں۔ یہ بیع باطل ہے لا بیع فیما لا یملکہ ابن آدم (الحدیث) لہٰذا شفعہ درست ہونے کی صورت میں زمین شرعاً مہر غلام حسین اور اس کے وارثوں کی ہوگی اور خریدنے والوں کو ان کی رقم واپس کرنی ضروری ہوگی۔ زمین سے شرعاً ان کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ اگر اب غلام حسین کے وارث اپنی رضا سے دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر چار شریکوں میں ایک نے اپنی زمین ایک ساتھی کو فروخت کردی کیا تیسرے کو حق شفعہ حاصل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قطعہ ارض میں چار آدمی حصہ دار ہیں۔ ایک نے دوسرے حصہ دار کو اپنا حصہ فروخت کردیا۔ تیسرا حصہ دار اس پر شفعہ کرسکتا ہے یا نہیں۔

مولانا غلام فرید ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ تیسرے حصہ دار کو اس پر شفعہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کما فی العالمگیریہ الباب الثانی ص ۱۶۸ ج ۵ دار فیها ثلاثة ابیات ولها ساحة والساحة بین ثلاثة نفر و البیوت بین اثنین منهم فباع احد مالکی البیوت نصیبه من البیوت والساحة من شریکه فی البیوت والساحة فلا شفعة لشریکهما فی الساحة کذا فی الذخیرة فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حق شفعہ سے دست بردار ہونے کے بعد دوبارہ شفعہ کا دعویٰ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی اللہ بچایا نے زمین خریدی ہے۔ زمین خریدنے کے وقت تمام حقداران کو کہا ہے کہ اگر تم زمین لو تو میں زمین نہیں لیتا۔ تو تمام حقداران نے جواب دیا کہ ہم زمین نہیں لیتے۔ آپ خرید لیں جب اللہ بچایا مذکور نے زمین خرید کرلی تو ایک سال میعاد گزرنے پر حقداران نے زمین پر عدالت میں شفعہ کردیا۔ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ جب حقداران کو پہلے اطلاع کردی گئی تھی۔ بلکہ زمین خریدنے کے وقت بھی موجود تھے۔ تو اب شرعاً شفعہ کے حقدار ہیں یا نہیں۔

اللہ بچایا ولد اسمٰعیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ ان حقداران کا شفعہ باطل ہوگیا ہے جب یہ لوگ بوقت بیع موجود تھے اور انہوں نے اسی وقت فوراً طلب شفعہ کا اعلان نہیں کیا تو اس سے ان کا حق شفعہ باطل ہوچکا ہے اور اب سال گزرنے کے بعد شفعہ کا دعویٰ کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ہو چکی ہو اور وہ شخص بھی ملکیت میں ہو۔ نیز صحت شفعہ کے لیے تین قسم کے مطالبات کا ہونا ضروری ہے۔ طلب مواثبت، طلب اشہاد و طلب خصومت۔ طلب مواثبت یہ ہے کہ جس وقت شفیع کو اس امر کا علم ہو جائے کہ مشفوعہ زمین فروخت ہو گئی تو فوراً بلا تاخیر اسی مجلس میں یہ الفاظ کہہ دے کہ میں اس مشفوعہ زمین کا شفیع ہوں اور میں نے اس پر شفعہ کر دیا ہے یہ طلب مواثبت ہے بعد ازاں فوراً شفیع دو گواہوں کو طلب کر کے ان کے روبرو بائع، مشتری یا مشفوعہ زمین کے پاس مطالبہ شفعہ پر ان دو گواہوں کو شاہد بنائے یہ مطالبہ شفعہ روبرو گواہان حسب اشہاد ہے طلب اشہاد کے بعد عدالت میں باقاعدہ دعویٰ دائر کر دے اس کا نام طلب خصومت ہے۔ (کذا فی فتاویٰ عالمگیری) اگر مشفوعہ زمین کی فروخت پر اطلاع پانے کے باوجود شفیع نے اس مجلس میں فوراً طلب مواثبت نہ کی تو شفعہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر طلب مواثبت کے بعد اتنی مدت گزر گئی کہ جس میں شفیع طلب اشہاد کر سکتا تھا لیکن شفیع نے طلب اشہاد نہ کیا تو اس کا حق شفعہ ساقط تصور ہوگا (حوالہ بالا) شفعہ میں سب سے مقدم حق اس شخص کا ہے جو فروخت کردہ زمین میں شریک ہو۔ بعد ازاں اس کا جو حقوق زمین مشفوعہ مثلاً ذریعہ پانی و طریق میں شریک ہو۔ بعد ازاں وہ شخص کہ جس کی زمین مشفوعہ زمین سے متصل ہو۔ پہلے کو شریک دوسرے کو خلیط اور تیسرے کو جار کہا جاتا ہے۔ مستحق اول کی موجودگی میں دوم اور دوم کی موجودگی میں مستحق سوم شفعہ کا حق نہیں رکھتا ہاں اگر پہلا چھوڑ دے تو دوسرے کو شفعہ کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح اگر دوسرا چھوڑ دے تو تیسرے کو حق حاصل ہے شریک خلیط اور جار کے علاوہ کسی کو حق شفعہ شرعاً حاصل نہیں ہے۔ (کذا فی عالمگیری)

صورت مسئولہ میں شرعی طریقہ سے تحقیق کی جائے اگر شفعہ ان شرائط کے مطابق ہے تو صحیح ہے ورنہ شفعہ شرعاً باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بائع کے عزیز نے بھی شفعہ کیا ہو اور پڑوسی نے بھی تو زیادہ حقدار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بارانی زمین فروخت کر دی ہے اس کے ساتھ ملحقہ زمینداروں نے فروخت شدہ زمین کا بروقت شفعہ کیا۔ دوسرے نے جس کی زمین ہے وہ پہلے زمیندار کا عزیز ہے جس کو پہلا شفعہ لگتا ہے دوسرا اس کے بعد فروخت شدہ زمین کے ساتھ دوسرے نمبر پر جس کو شفعہ لگتا ہے وہ دونوں نے مل کر فروخت شدہ زمین کا شفعہ کیا۔

اگر مطلوبہ زمین دونوں جب بھی وہ شفعہ کرنے کے حقدار ہوں گے وہ مختلف مزارع ہونے کی وجہ سے ان کو شفعہ کا حق نہیں پہنچتا۔
فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ

شفعہ کو روکنے کے لیے بائع نے مقدمہ بازی پر جو رقم خرچ کی وہ مشتری کے ذمہ لازم ہے یا نہیں

﴿س﴾

زید نے بکر سے مکان کے لیے زمین خریدی بکر نے بھی چند ماہ پہلے وہی زمین خریدی تھی۔ اسی میں بکر نے زید کو کچھ حصہ زمین کا دیا۔ بکر نے یہ شرط رکھی کہ جو میں نے رجسٹری زمین کرائی تھی رجسٹری والی رقم جتنی ہوئی وہ بھی ادا کرنی پڑے گی۔ زید نے شرط منظور کر کے ساری رقم ادا کر دی۔ ابھی زید نے بکر سے رجسٹری زمین اپنے نام نہیں کرائی تھی کہ سابقہ مالکان زمین جن سے بکر نے خریدی تھی، نے عدالت میں شفعہ دائر کر دیا اور زمین کے کچھ حصے پر بھی قابض ہو کر تعمیر شروع کر دی۔ مگر بکر نے سابقہ مالکان زمین پر پولیس مقدمہ کر دیا۔ رشوت وغیرہ خرچ کر کے پولیس کے ذریعہ تعمیر کروا دی اور خود قابض ہو گیا۔ مگر ابھی تک ایک مرلہ زمین ان کے قبضہ میں ہے پھر زید نے عدالت میں وکیل وغیرہ کے اخراجات برداشت کر کے مقدمہ کی پیروی شروع کر دی۔ اب چونکہ شفعہ کی میعاد ختم ہو چکی ہے۔ سابقہ مالکان نے تقریباً پانچ ہزار روپیہ مزید بکر کی مانگ کر شفعہ بکر کے حق میں چھوڑ کر ۵۰۰۰ روپیہ لے کر فیصلہ کر دیا۔ بکر نے مندرجہ بالا رقم ادا کر کے زمین شفعہ والی واپس لے لی۔ ان سے تو معاملہ قطع ہو گیا مگر اب بکر زید کو کہتا ہے کہ اب مزید پولیس والی رقم یعنی رشوت اور وکیل کو جو رقم دی وہ برابر حصہ کی خرید ادا کرنی پڑے گی۔ جبکہ زمین کی پہلے والی طے شدہ رقم زید پوری ادا کر چکا ہے۔ بینوا توجروا

محمد عمر مفتی خطیب مدرسہ مسجد بیری والی حرم گیٹ ملتان

﴿ج﴾

اگر زید نے بکر سے عہد کر لیا تھا کہ آپ مقدمہ کی پیروی کریں جو خرچ کریں گے میں حصہ رسدی ادا کر دوں گا تو زید پولیس اور وکیل والی رقم کا حصہ ادا کرے اور اگر یہ عہد نہیں ہوا تھا تو زید کے ذمہ کچھ نہیں آتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

رقم لے کر حق شفعہ سے دست بردار ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی رمضان کے تین لڑکے ہیں۔ زید، عمرو، بکر۔ زمین بھی اسی ترتیب سے تقسیم شدہ ہے۔ یعنی عمرو کی زمین درمیان میں ایک مربع ہے۔ پھر زید اور بکر ایک دوسرے پر حق شفعہ رکھتے ہیں اور زید یا بکر صلح کے طور پر کچھ رقم لے کر شفعہ چھوڑ دے تو آیا وہ رقم ان کے لیے حلال ہے یا حرام ہے۔

حافظ الٰہی بخش

﴿ج﴾

شفعہ میں سب سے مقدم حق اس شخص کا ہے جو فروخت کردہ زمین میں شریک ہو۔ بعد ازاں اس شخص کا جو حقوق زمین مشفوعہ مثل نہر راہ آبپاشی و طریق میں شریک ہو۔ بعد ازاں اس شخص کا جس کی زمین مشفوعہ زمین سے متصل ہو۔ پہلے کو شریک اور دوسرے کو خلیط اور تیسرے کو جار کہا جاتا ہے۔ مستحق اول کی موجودگی میں مستحق دوم شفعہ کا حق نہیں رکھتا اور مستحق دوم کی موجودگی میں سوم شفعہ کا حق نہیں رکھتا۔ شفیع اگر ویسے ایک دفعہ شفعہ چھوڑ دے یا رقم لے کر حق شفعہ چھوڑنے پر راضی ہوگا تو اس کا حق باطل ہو جاتا ہے اور رقم لینا بھی اس کے لیے جائز نہیں۔ شفعہ کے لیے تین قسم کے مطالبات کا ہونا ضروری ہے۔ تفصیل علماء سے معلوم کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

غیر آباد زمین اگر آباد کرنے والے نے خرید لی تو اس پر شفعہ نہیں ہو سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بے آباد زمین کو آباد کیا۔ پھر مالک ارض مذکورہ عمرو نے آباد کنندہ زید سے یہ زمین بیع کر دی احتیاطاً کاغذات میں اصل ادا کردہ قیمت سے زائد قیمت تحریر کی گئی۔ آیا شریک فی نفس الارض المبیعہ کو مندرجہ صدر صورت میں شرعی استحقاق شفعہ ہے یا نہیں۔ بصورت اثبات کیا شفیع کو اصلی قیمت ادا کرنا ہوگی یا زائد۔ بینوا توجروا

المستفتی قاری محمد طاہر رحیمی مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یہ غور طلب بات یہ ہے کہ جبکہ دوسرے حصہ دار اصل زمین کے مالک ہیں لیکن حکومت کی شرط یہ تھی کہ ایک آدمی خرید سکتا ہے۔ اس لیے ایک شخص کے نام کر کے دوسروں کو شامل بیع کے زمین دے دی گئی۔ اب ایک حصہ دار جو حکومت سے اپنے نام پر زمین منتقل کرا لی تھی۔ اس سے نابالغ لڑکے کا شفعہ اس دوسرے شریک کی زمین پر از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔

نوٹ، شفعہ ایک سال کے بعد کیا گیا تھا۔

تاج الدین تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں یہ شفعہ شرعاً باطل اور نا جائز ہے اور شفعہ کے ذریعہ زمین حاصل کرنا درست نہیں کیونکہ اس لڑکے کو حق شفعہ حاصل نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

مشترکہ زمین جو مسجد کو دی گئی ہے پر شفعہ کرنا اور معاملہ کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

ایک قطعہ مکان ملکیہ مسمی کریم بخش تھا جس کے وارثان شرعی میں ایک بیوہ چار لڑکے ایک لڑکی ہے۔ بیوہ کریم بخش فوت ہو چکی ہے۔ پورا مکان چار لڑکے اور ایک لڑکی میں قابل تقسیم ہے اور مسمی کریم بخش متوفی کا قرضہ صرف ایک بیٹے نے ادا کیا ہے۔ یعنی قرضہ کی رقم متوفی کی جائیداد سے منہا ہونے کے بعد تقسیم جائیداد ہوتی ہے۔ ابھی تقسیم کا دعویٰ عدالت دیوانی ملتان میں زیر سماعت ہے کہ ایک لڑکا اور اس کی بیوی نے غیر منقسم جائیداد کا حصہ خاص متولی مسجد کو بیع کر دیا ہے اور اس طرح دوسرے ورثاء کے حصے بھی بغیر ان کی رضامندی کے مسجد کے قبضے میں چلے گئے ہیں۔ کیا باقی ورثاء اپنا حصہ مسجد سے واپس لے سکتے ہیں۔ کیا اس طرح شرعی قانون کے مطابق مسجد خرید سکتی تھی بغیر ورثاء کی رضامندی کے۔ کیا مسجد مذکورہ میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ نیز میں نے بیع کے وقت دوسرے ورثاء کے حصے پر زبانی شفعہ کرنے کا اعلان بھی کیا ہے۔ مجھے شفعہ کے طور پر کل حصے لینے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔

المستفتی ... مکان نمبر ۴۲۵ اندرون بوہڑ گیٹ محلہ ... ملتان

﴿الجواب﴾

شرع شریف میں کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کی مملوکہ شے کو غصب کرے یا مالک کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اس میں کوئی تصرف کرے، استعمال کرے یا فروخت کرے۔ اگر کوئی غصب کر لیا یا اسے فروخت کر دے تب بھی تو مالک کو ہر وقت حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے حصہ ملکیت کو واگزار کرائے اور واپس لینے کی کوشش کرے۔ بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مظلوم کی حتی الوسع مدد کریں خواہ مسجد ہو یا کوئی اور اس میں کوئی رعایت نہیں بلکہ اگر مسجد ہو تو وہاں زیادہ احتیاط کرنی چاہیے کہ حرام اور مشکوک مال زمین عبادت گاہ میں داخل نہ ہو اور عبادات اور نماز برباد نہ ہو کیونکہ مغصوبہ زمین میں نماز نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

محمد عبدالغفور ملتانی عفی عنہ
۳ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

﴿جواب صواب﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی کئی ورثاء اس مکان کے بوجہ وراثت کے مالک ہیں تو جائیداد سے پہلے متوفی کا قرضہ ادا کیا جائے گا اور وصیت کی تنفیذ کے بعد حسب حصص شرعیہ تمام ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ بعض ورثاء کا بعض ورثاء کے حصہ کو ان کی اجازت کے بغیر بیچنا جائز نہیں اور نہ مملوکہ جگہ پر ان مالکوں کی اجازت کے بغیر تعمیر مسجد جائز ہے۔ صحت بیع کے لیے مبیعہ کا مملوک ہونا اور صحت وقف کے لیے وقف شدہ زمین کا وقف کے لیے ملک ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا تحقیق کی جائے اگر واقعی یہ مکان ورثاء میں مشترک ہے تو تمام ورثاء سے اجازت حاصل کیے بغیر اس پر تعمیر مسجد کرنا درست نہیں۔

باقی صحت شفعہ کے لیے طلب مواثبت، طلب اشہاد اور طلب خصومت ضروری ہے۔ طلب مواثبت یہ ہے کہ جس وقت شفیع کو اس امر کا علم ہو جائے کہ مشفوعہ زمین فروخت ہو گئی تو فوراً بلا تاخیر اسی مجلس میں یہ الفاظ کہہ دے کہ میں اس مشفوعہ زمین کا شفیع ہوں اور شفعہ کرتا ہوں۔ یہ طلب مواثبت ہے۔ بعد ازاں فوراً شفیع دو گواہوں کو طلب کر کے ان کے روبرو بائع یا مشتری یا مشفوعہ زمین کے پاس مطالبہ شفعہ پر ان دو گواہوں کو شاہد بنائے۔ یہ طلب اشہاد ہے۔ اگر مشفوعہ زمین کی فروخت پر اطلاع پانے کے باوجود شفیع نے اسی مجلس میں طلب مواثبت نہ کی تو شفعہ کا حق شرعاً ساقط تصور ہوگا۔ اسی طرح اگر طلب مواثبت کے بعد اتنی دیر گزر گئی کہ جس میں شفیع طلب اشہاد کر سکتا تھا لیکن اس نے نہیں کیا تو شفعہ ساقط تصور ہوگا۔ طلب اشہاد کے بعد عدالت میں باقاعدہ دعویٰ دائر کرنا طلب خصومت ہے۔ پس عدالتی تحقیق میں اگر صحت شفعہ کی شرائط ثابت ہو جائیں تو شفعہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

بالعذر ہے تو بحسب عذر حنفی تاخیر ہونے کی حق شفعہ باطل نہ ہوگا۔ وقيل يفتى بقول محمد ان اخره شهرا بلا عذر بطلت كذا في الملتقى يعني دفعا للضرر بيان لوجه الفتوى على قول محمد قال في شرح المجمع وفي جامع الخاني الفتوى اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس في قصد الاضرار اه وبه ظهر ان افتاءهم بخلاف ظاهر الرواية لتغير الزمان فلا يرجح ظاهر الرواية عليه وان كان مصححا ايضا كما مر في الغصب في مسئلة صبغ الثوب بالسواد وله نظائر كثيرة بل قد اتوا بما خالف رواية ائمتنا الثلاثة كالمسائل المفتى فيها بقول زفر وكمسئلة الاستيجار على التعليم ونحوه فافهم الدر المختار مع رد المحتار ص ۲۲۲ ج ۶ ـ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
یکم رجب ۱۳۸۲ھ

بھائی اور بیوی اگر زمین میں شریک نہ ہوں تو محض رشتہ داری کی وجہ سے شفعہ نہیں کر سکتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متعلق اس مسئلہ کے کہ ایک شخص مسمی زید (کمہار) ہے۔ اس نے ایک غیر منقول جائیداد فروخت کر دی ہے۔ جس پر اس کی زوجہ مسماۃ زاہدہ نے اور حقیقی بھائی مسمی عمر نے شفعہ کیا ہے۔ شرعاً شفعہ بھائی مسمی عمر کو ملے گا یا مسماۃ مذکورہ زوجہ کو ملے گا۔ جبکہ مشتری ایک اجنبی آدمی ہے اور مسمی زید کمہار ہے۔ بینوا توجروا

فقیر غلام مراد [illegible] تحصیل و ضلع میانوالی

﴿ج﴾

شفعہ بسبب شریک فی نفس المبیع یا حق المبیع ہونے کے ہے یا بسبب جوار کے۔ قرابت نسبی کا اس میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ مثلاً قریب رشتہ دار یا بیٹا اگر شریک بیع یا جار نہیں ہے تو وہ شفیع نہیں۔ شفیع وہ ہو سکتا ہے جو شریک فی نفس المبیع یا فی حق المبیع یا جار ملاصق ہو۔ کما فی الهداية كتاب الشفعة ص ۳۸۷ ج ۳ لكل واحد من هؤلاء والمراد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار احق بالدار الخ ـ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

حق شفعہ نہ ہونے کی وجہ سے مشتری اس مکان کو خود بھی رکھ سکتا ہے اور منافع پر بیچ بھی سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک قطعہ مکان خرید کیا۔ رجسٹری کرانے سے پیشتر ہمسایگان سے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ اس مکان کا شفعہ لگتا ہے یہ فروخت ہو رہا ہے ہم اس کو خرید لیں یا آپ خود خریدیں گے۔ اگر تم نے خریدنا ہو تو پھر ہم نہ خریدیں۔ تین مکان اس مکان کے دیوار بدیوار تھے۔ ہر ایک نے جواب دیا کہ ہم تمہارے ہمسائے ہونے پر خوش ہیں کوئی شفعہ وغیرہ نہیں کریں گے۔ آپ بلا خوف اس مکان کو خرید لیں تو میں نے مکان رجسٹری کرا کر خرید لیا۔ اس کی تعمیر بالکل بوسیدہ تھی۔ چھتوں کے گٹے نکلے پڑے تھے اور وہ اس حالت میں رہائش کے قابل نہ تھا۔ بال بچوں کی رہائش نہیں ہو سکتی تھی۔ ہم نے اس بوسیدہ عمارت کو گرا کر اپنی منشاء کے مطابق نیا تعمیر کیا ہے۔ رجسٹری کرانے کے کئی دن بعد ان ہمسایگان میں سے ایک ہمسایہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا کہ میں مکان خریدنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ میں نے ایک زمین خریدی ہوئی ہے اور اس پر شفعہ کا دعویٰ ہے۔ اگر وہ مجھے مل گئی تو یہ مکان میں نہیں خریدوں گا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ ہم نے اپنا رہائشی مکان فروخت کر کے یہ مکان خریدا ہے۔ اب ہماری رہائش کی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ تمہاری شرط میں منظور نہیں کر سکتا۔ چند ماہ میں کس کے مکان میں رہائش کروں۔ اگر خریدنا ہے تو اب خرید لو۔ کیونکہ محلہ میں ایک اور مکان قابل فروخت ہے۔ اسے میں خرید لوں گا تو اس نے صاف لفظوں میں مجھے جواب دیا کہ اب میں خرید نہیں سکتا۔ مذکورہ ہمسایہ کا نام محمود رمضان مغل ہے۔ اس کے بھائی کا نام محمد صادق ہے۔ محمد صادق سے میں نے دریافت کیا کہ تمہارا مکان تنگ ہے اور یہ مکان تمہارے ساتھ لگتا ہے اسے خرید کیوں نہیں لیتے۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے والد صاحب نے ہم سب بھائیوں کو منع کر کے وصیت کی تھی کہ اس مکان کو ہرگز خرید نہ کرنا۔ یہ بے اولادے کا مال ہے اس کو آنکھ اٹھا کر مت دیکھنا۔ ان کی وصیت پر ہم عمل کر رہے ہیں اور ہم اسے نہیں خریدیں گے۔ اب مطلب یہ ہے کہ اس مکان کو رجسٹری ہوئے گیارہ ماہ ہو چکے ہیں۔ آج اس نے مجھے اطلاع کی ہے کہ میں مکان خریدوں گا مجھے دے دو۔ اب دریافت امر یہ ہے کہ رجسٹری کی رقم کے علاوہ جو خرچہ اسٹام وغیرہ اور ڈالی اور نئی تعمیر پر خرچ ہوا ہے وہ ہم لینے کے حقدار ہیں یا نہیں؟

مستری محمد یوسف ولد مستری عبدالرحمن

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مالک مکان اگر اپنی خوشی سے بیچنا چاہے تو اسے حق حاصل ہے اور خرچہ بھی وصول کر سکتا ہے۔ بلکہ چاہے تو نفع بھی لے سکتا ہے کیونکہ حق شفعہ ختم ہو چکا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب ایک شریک دوسرے سے مشترکہ زمین خریدے تو اس پر حق شفعہ نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نور محمد خان نے اپنی زمین جو کہ نیاز احمد خان وغیرہ دیگر بھائیوں کے ساتھ مشترک تھی نیاز احمد خان وغیرہ کے ہاتھ فروخت کر دی۔ شیر محمد خان اس زمین پر شفعہ کرنا چاہتا ہے جس کا اس زمین میں کوئی حصہ نہیں اور نہ ہی اس کے ملحقہ کوئی اور زمین ہے۔ آیا شرعی طور پر حق شفعہ شیر محمد خان کا نیاز احمد خان وغیرہ پر ثابت ہے۔

سائل نیاز احمد خان محلہ مخدوم رشید ملتان

﴿ج﴾

جب کہ نیاز احمد خان وغیرہ برادران مشتریان نور محمد بائع کے ساتھ اس زمین میں شریک تھے تو ان پر کسی کا شفعہ نہیں ہو سکتا شرعاً شریک سب سے پہلے حقدار ہوتا ہے۔ اگر بالفرض شیر محمد خان کی زمین متصل اس اراضی کے ساتھ ہوتی۔ تب بھی وہ شفعہ کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ اب جبکہ اس کی زمین اس اراضی کے ساتھ متصل بھی نہیں اور شریک حصہ دار بھی نہیں محض نسبی قرابت کی وجہ سے اس کو شرعاً کوئی حق نہیں پہنچتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قبل از بیع شفیع کا یہ کہنا کہ "شفعہ کروں گا" طلب شفعہ کے لیے کافی نہیں ہے، اگر مسجد اور مدرسہ دونوں میں رقم خرچ کرنے کی منت مانی گئی ہو تو اب کیا حکم ہے، اگر کوئی شخص آبائی وطن کو بالکلیہ چھوڑ کر دوسرے موضع کو وطن بنا لیتا ہے تو وطن اصلی میں نماز کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) بسبب غربت صدیق اور حسین پسران محمد خان زمین بیچ رہے تھے۔ عمر خان زمین خریدنے کو تیار ہوا اس وقت جب خان نے جو صدیق اور حسین کا رشتہ دار و موضع شریک اراضی تھا اس نے عمر خان کو کہا مجھے زمین خریدنے میں شریک کیا جائے ورنہ شفعہ کروں گا۔ عمر خان نے مذکور کو شریک کر لیا۔ جس دن زمین لینے گئے انتقال ہونا تھا دوسرا کسی غلام حسین معروف پاکھی نے راستے میں اگلے چند آدمیوں سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ جانے والوں نے کہا زمین بیچنے ان کے پیچھے دوسری ٹولی آ رہی تھی۔ جیسے جیسے کشتی سے اترتے ٹولی ٹولی آگے پیچھے ہوگئی۔ غلام حسین پاکھی نے دوسری ٹولی سے اس

﴿ج﴾

(۱) واضح رہے کہ بیع کے علم کے بعد اسی مجلس فوراً شفعہ کا طلب کرنا یعنی الفاظ کہ میں اس زمین کا شفیع ہوں ضروری ہے۔ اگر تھوڑی بھی دیر کر دی تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

صورت مسئولہ میں شفیع مذکور نے تو عمرخان مشتری کو زمین خریدنے سے قبل راستے میں یہ کہا ہے کہ میں شفیع کروں گا۔ یہ چونکہ بیع ہو جانے سے قبل ہے اس لیے یہ طلب مواثبت نہ کہلائے گا اس کے بعد بیع کا علم ہو جانے کے بعد فوراً اگر اس شفیع نے طلب مواثبت کیا یعنی یوں کہا ہو کہ میں اس کا شفیع ہوں طلب مواثبت ہو گیا ہے۔ اس کے بعد زمین کے پاس جو تمد گواہ بھی بنا چکا ہے لہٰذا طلب اشہاد بھی ہو گیا ہے۔ اب اگر زمین اس کو مل جائے تو اس کے لیے جائز ہے۔ غصب نہ کہلائے گا لیکن چونکہ یہ شفعہ صرف عمرخان پر کر چکا ہے احمد خان پر نہیں کر چکا ہے لہٰذا اس کا حصہ لینا اس کے لیے ہرگز بھی نہ جائز ہے غصب ہی کہلائے گا۔

(۲) چونکہ یہ نذر مطلق ہے اور اس کی جنس میں سے واجب مقصود ہے۔ کیونکہ یہ نفس وقف اور تصدق کی ہے لہٰذا اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ص ۷۳۵ ج ۳ (کصوم وصلوٰۃ وصدقۃ) ووقف (واعتکاف) واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ من جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلاۃ وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین۔ ویسے جہاں چاہے مساکین کو تملیک کردے مکان متعین شرط نہیں۔

(۳) جب اس نے آبائی وطن چھوڑ کر دوسری جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی تو یہ دوسری جگہ اس کا وطن اصلی بن جائے گا اور پہلا وطن اس کا وطن اصلی نہ رہے گا۔ اس لیے ہاں جب تک اقامت کی نیت نہ کرے قصری پڑھے گا۔ قال فی شرح الوقایہ ویبطل الوطن مثلہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

شفیع سے اگر حقیقی رقم سے زیادہ رقم لی گئی ہے تو اگر شفعہ شرعی ہے تو شفیع کو واپس کرے ورنہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے تقریباً چار صد روپیہ کا مال متروکہ ہمارے خرید کرنے ایک قطعہ زمین دس بیگھ پر لیا ہوا تھا اور مرض الموت کے وقت اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ بکر کو قطعہ زمین دے دینا تو انہوں نے

اس وصیت پر عمل نہیں کیا بلکہ بکر نے دو ہمراہیوں کو شامل کر کے آٹھ صد روپیہ زید کے لڑکوں کو دیا اور اخراجات رجسٹری چہار صد روپیہ کیا لیکن شفعہ کے خطرہ سے دو ہزار روپیہ تحریر کیا تو جب شفعہ دائر ہوا تو شفیع نے عدالت میں بیان دیا کہ بکر حلفیہ بیان کر دے تو پھر رقم ڈگری کر دی جائے۔ تو بکر نے آٹھ سو روپیہ جو بائع کو دیا اور اخراجات رجسٹری پر جو چار سو روپیہ خرچ کیا اور زید نے جو چار سو روپیہ کا مال متروک لیا تھا۔ ان سب کو مدنظر کرتے ہوئے بیان دیا کہ ہماری رقم سولہ سو روپیہ ہے۔ تو عدالت نے اس بیان پر سولہ روپیہ شفیع پر ڈگری مقرر کر دیا۔ پھر سولہ سو روپیہ وصول ہونے پر بکر اور ان کے دوسرے دونوں ہمراہیوں نے حصہ برابر تقسیم کر لیا۔ قابل دریافت یہ چیز ہے کہ بکر مذکور چار سو روپیہ زید کے لیے ہوئے کو زید کے لڑکوں سے مذکورہ صورت میں لے سکتا ہے یا نہ۔ اگر لے سکتا ہے تو اب بکر اپنا حصہ کی رقم واپس کرے یا ساری رقم چار سو روپیہ واپس کرے۔

نوٹ: نیز یہ بھی قابل دریافت چیز ہے کہ دوران شفعہ میں دو فصل مذکورہ زمین کیش شفعہ کنندہ نے برداشت کی ہے کیا شفعہ کے فیصلہ سے پہلے بکر بمعہ دوسرے دو مشتریان پیداوار کے برداشت کرنے کے حقدار تھے یا شفعہ کنندہ فصل و پیداوار برداشت کر سکتا ہے۔

﴿ج﴾

جب وہ چار صد روپے شفیع سے سولہ صد روپیہ کے ضمن میں وصول کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زید کے لڑکوں سے زمین کتنے روپے پر لی تھی۔ سودا کتنے روپے پر ہوا تھا۔ اگر وہ چار صد روپے جو زید کو دیے گئے تھے وہ بھی زمین کی خرید میں داخل ہیں تو نہیں لے جا سکتے اور اگر وہ زمین کی خرید میں داخل نہیں اور زمین فقط آٹھ سو پر خریدی ہے تو زید کی جائیداد میں سے لے سکتے ہیں۔ بعد لینے کے یہ دیکھا جائے کہ شفیع نے شفعہ شرعی طریقہ پر کیا تھا یا فقط قانونی۔ اگر شرعی طریقہ پر کیا ہے اور شرعاً اسی کو حق شفعہ ہے تو یہ چار صد روپیہ اس کو دیے جائیں اور اگر فقط قانونی شفعہ ہے تو اس کو بھی نہ دیے جائیں خود اس کو کھا سکتا ہے۔ باقی دوران شفعہ میں فصل برداشت کا حق شفیع کو ہرگز نہیں ہے۔ اگر تخم اس نے ڈالا ہے تب بھی وہ اس کے لیے حرام ہے صدقہ کر دے لیکن بکر اس سے ضمان نہیں لے سکتا۔ اگر اسی نے ہی تخم ڈالا ہو کیونکہ منافع غصب کے مضمون نہیں ہوتے۔ (کما ہو فی الفتاویٰ)

محمود عفی اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حق شفعہ نہ ہونے کے باوجود اگر شفیع سے رقم لی گئی تو وہ زمین کا مالک بن جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ر نے ق سے ایک قطعہ اراضی خریدی۔ چند ماہ بعد ح کو اس سودے کے بارے میں علم ہوا تو ر مشتری کے خلاف ح نے شفعہ کروانے کا پروگرام بنالیا۔ چنانچہ ر مشتری نے شفعہ کے خوف سے متاثر

تھا ایمان کے طور پر فرضی تبادلہ تھا۔ ایک جگہ جو دوسری جگہ کے مقابلے میں دی گئی ہے نمبر ۱ کا قبضہ اپنے پاس رہے نمبر ۲ کا قبضہ اپنے پاس رہا چونکہ فرضی تھا اس لیے کوئی کرایہ نامہ بھی تحریر نہیں کیا گیا مدت میعاد ختم ہونے پر نمبر ۱ نے نمبر ۲ کو تبادلہ مکان اور رقم کی ادائیگی کے لیے کہا تو اس شخص نے ٹال مٹول کیا۔ بہرحال رقم کی قسطیں مقرر ہوئیں ۲۰ روپے ماہوار قسط مقرر ہوئی جو نمبر ۲ کو نمبر ۱ ادا کرے گا۔ اس طور پر نمبر ۱ نے نمبر ۲ کو چار قسطیں مبلغ ۸۰ روپے [illegible] ادا کیں۔ جو ۸۰ روپیہ نمبر ۲ نے وصول کر لیا۔ بقایا ۱۲۰ روپیہ بطور قرض حسنہ نمبر ۲ کے پاس رہا۔ اب مکان کا تبادلہ کرنے کے لیے انکم ٹیکس کے دفتر سے سرٹیفکیٹ حاصل کیے گئے اور کاغذات اسٹامپ بھی خریدا گیا۔ اس اسٹامپ کو تحریر کرا لیا گیا۔ مگر دستخط نمبر ۲ کے ثبت نہ ہوئے۔ نمبر ۲ پیسے کی طرح کھینچنے لگا کہ اب بھی اسٹامپ میں رکھوں گا۔ نمبر ۱ نے کہا کہ ہم نے پہلے بھی سب خرچ کیا تھا اور کاغذ تیرے پاس رہے۔ اب چونکہ ہم خرچ کر رہے ہیں اور یہ کاغذات اب ہم رکھیں گے۔ اس پر دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے کو گلہ و شکوہ کیا۔ بعد میں دونوں پارٹیوں نے کوئی بات نہ کھینچی۔ عرصہ ۲ ماہ گزر گئے۔ نمبر ۲ نے جس کے ساتھ فرضی تبادلہ کیا گیا تھا سرکاری طور پر ایک نوٹس نمبر ۱ کو روانہ کیا کہ میرا قبضہ مجھ کو دے دیں اور اپنا قبضہ مجھ سے لے لیں یا مجھ سے فیصلہ کر لیں تو نمبر ۱ چند معتبرین محلہ کو ساتھ لے کر نمبر ۲ کے پاس گیا تو نمبر ۲ نے کہا کہ جس طرح کاغذات کا تبادلہ ہے [illegible] مجھ کو دو ہزار روپیہ دو تب میں تبادلہ مکان کرتا ہوں۔ آخر کار معتبرین محلہ نے کہا کہ بھائی ٹھیک ٹھیک صورت کرو کیونکہ انہوں نے ایمان کے طور پر فرضی تبادلہ کیا تھا اب تو کیا کر رہا ہے آخر کار معتبرین محلہ کے کہنے کہلانے پر وہ نمبر ۲ ایک ہزار روپے تک آ گیا ہے اور جو قرض حسنہ کے طور پر ۱۲۰ باقی بچے ہیں وہ بھی خود وصول کرتا ہے اور ایک ہزار روپیہ جائز طور پر طلب کرتا ہے۔ شریعت محمدی میں ان پیسوں کا لینا کیسا ہے۔ معتبرین محلہ جن کو پہلے سے معلوم ہے کہ فرضی تبادلہ تھا وہ بطور گواہان دستخط کرتے ہیں اور ثالثوں کے درمیان ہم از روئے ایمان کہتے ہیں کہ مالک مکان نمبر ۲ نے کہا کہ میرا ارادہ پہلے کوئی رقم وغیرہ لینے کا نہ تھا مگر اب میرا ارادہ تبدیل ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب تک دو ہزار روپیہ مالک مکان نمبر ۱ سے لوں گا۔ آخر کار معتبرین کے کہنے کہلانے پر اب ایک ہزار روپیہ طلب کرتا ہے۔ ولد شد، حاجی کریم بخش ولد شیخ واحد بخش بیرون دہلی گیٹ۔ مکان نمبر ۲ حافظ نبی بخش ولد حاجی اللہ دتہ بیرون دہلی گیٹ۔ گواہ شد فرضی تبادلہ حضرت مولانا [illegible] صاحب خطیب جامع مسجد بیرون دہلی گیٹ۔

الجواب

التلجئة هي العقد الذي ينشئه لضرورة امر فيصير كالمدفوع اليه وانه على ثلثة اضرب احدها ان تكون في نفس البيع وهو ان يقول لرجل اني اظهر اني بعت داري منك وليس ببيع في الحقيقة ويشهد على ذلك ثم يبيع في الظاهر فالبيع باطل۔ شامی ج ۴ ص ۲۰۹

صورت مسئولہ میں فرضی تبادلہ نمبر ۱،۲ کے درمیان ہوا تھا۔ اصطلاح فقہ میں اسے بیع تلجئہ کہتے ہیں اور بیع تلجئہ شرعاً محض لغو اور باطل ہے۔ جیسا کہ عبارت بالا میں مصرح ہے۔ پس یہ تبادلہ مفید ملک نہیں پس مالک مذکور نمبر ۲ کو تنازعہ سے نکلا کے معاوضہ پر مخصوص رقم لینا بالکل ناجائز و حرام ہے۔

واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس پر گواہ موجود ہوں کہ صورت مسئولہ میں واقع بیع نہ تھی بلکہ محض فرضی تبادلہ تھا بعض فقہاء نے بیع ہزل کو بیع فاسد کہا ہے لیکن حکم بیع فاسد مخصوص کا نہیں لکھا ہے کہ بیع پر قبضہ مشتری کی ملک میں آتی۔ کما فصلہ ابن العابدین فی الرد ص ۲۷۳ ج ۵ پس شبہ ملکیت کا نہ کیا جائے۔

بندہ محمد عبدالستار نائب مفتی خیر المدارس
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح احمد جان عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم

ماں نے جو زمین حق شفعہ سے حاصل کی اس میں بیٹے بھی شریک ہوں گے اگرچہ ماں کے نام ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ہی والدہ کے تین بھائی تھے۔ والد فوت ہو گیا تینوں بھائیوں نے کسی اہم ضرورت کے تحت اپنی اراضی فروخت کر دی۔ اس کے بعد ماں سے شفعہ کرا دیا گیا جس میں کچھ سرمایہ باپ کا تھا اور کچھ تینوں بھائیوں کا۔ آخر کار عدالت عالیہ نے ماں کے حق میں فیصلہ سنایا اور زمین ماں کے نام ہو گئی۔ اب شریعت کے مطابق تینوں بھائیوں میں سے کسی ایک کو اس اراضی سے محروم کر سکتی ہے یا نہیں۔

(۱) زمین کے خریداروں کو صلح صفائی کے ساتھ رقم ادا کر دی گئی۔

(۲) سرمایہ جو خرچ ہوا وہ ماں تینوں لڑکوں اور ان کے والد کی ملکی وراثت تھا۔ خریدتے وقت ماں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ تینوں کو برابر حصہ بانٹ دے گی۔ صرف قانونی طور پر اس وقت ماں کے نام اراضی کرائی گئی تھی

(۳) والد کی وفات کے بعد بیوہ کو اپنا حصہ مل چکا تھا اور صرف وہ حصہ لڑکوں نے فروخت کیا جو ان کا اپنا تھا۔

اللہ بخش [illegible] پوسٹ آفس [illegible] تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر والدہ اور تینوں بھائیوں نے مشترکہ طور پر اس زمین کو خرید لیا تھا لیکن قانونی کارروائی کے لیے کاغذات میں زمین والدہ کے نام درج کرائی تو ایسی صورت میں یہ زمین والدہ اور تینوں بھائیوں کا مشترکہ ملکیت ہوگی اور والدہ کو شرعاً یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ کسی ایک بیٹے کو محروم کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

شفعہ سے بچنے کے لئے مناسب حیلہ کیا ہے

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جس آدمی کی زمین ہو یا جس موقع میں زمین ہو اور اس کو زمین خریدنے کی غرض ہو تو وہ آدمی اراضی بیع رہن اس نیت سے کرے کہ شفیع شفعہ نہ کرے۔ بیع اصلی رقم سے کئی گنا زیادہ رقم لکھواتے ہیں کہ یہ زمین دائمی میرے قبضہ میں رہے۔ آیا یہ عمل از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں یا ایسی کوئی اور صورت فرمادیں جس سے خریدار کے شفعہ کنندہ سے بچ جائے۔ دوسرا دکان کرایہ میں زکوۃ دینی کیسی ہے اور دکان کا نفع کس حد تک اشیاء وغیرہ میں رکھا ہے۔

ضلع مظفر آباد مستری پیر حاجی گل محمد

﴿الجواب﴾

دفع شفعہ کے لیے تدبیر کرنا جائز ہے جو تدبیر لوگوں میں مروج ہے زیادہ رقم لکھوانے کی یہ کتابوں میں نہیں ہے اور مناسب بھی نہیں ہے اس سے اچھی تدبیر ہے جو کتابوں میں لکھی ہے وہ یہ ہے جب کسی مکان کو سو روپیہ میں خریدنے کا خیال ہو تو اسے ہزار روپیہ میں خرید کر پھر اس بائع کو ہزار روپیہ کی بجائے ایک چیز جو سو روپے کا ہو دے دے اب شفعہ کرنے والا جب حاضر ہوگا تو اسے ہزار روپیہ دینا ہوگا تب جا کر مکان پر شفعہ کر سکے گا ورنہ نہیں۔ مثال عالمگیری کتاب الحیل الفصل الخامس ص ۳۴۲ ج ۶ میں ہے۔ اذا اراد شراء الدار بمائة درهم يشترى بها في الظاهر بالف درهم او اكثر ويدفع الى البائع ثوبا قيمته مائة درهم فاذا جاء الشفيع لا يمكنه ان ياخذه الا بثمن الظاهر وهو لا يرغب فيه لكثرته فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

شفعہ کے لیے تین طلبوں کی ضرورت ہے اگر ایک میں زیادہ تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حق شفیع کے زمین مبیع فروخت شدہ میں شرعاً حق شفعہ کے لیے تین طلبات ضروری ہوتی ہیں۔ ایک طلب مواثبت دوسری طلب اشہاد اور تیسری طلب خصومت۔ پہلی دو طلبات تو زید شفیع نے شرع شریف کے مطابق ثابت کر دی ہیں اور جو تیسری طلب خصومت ہے اس کی شرط و صورت یہ ہے کہ زید شفیع قاضی شرعی کے پاس مہینے کے اندر جا کر دعوی کرے کہ فلاں نے زمین فروخت کی ہے اور فلاں نے خریدی ہے میں اس کا شفیع

کرنے کا حقدار ہوں اور چاروں حدود زمین مبیعہ کی بیان کرے۔ فی زمانہ قاضی شرعی تو نہیں ہے تاہم آجکل جو قاضی ہیں قانون انگریزی کے پابند ہیں اور شفیع کو حق شفعہ کی طلب خصومت کے لیے نقل انتقال درخواست وکیل کورٹ فیس وغیرہ کے لیے بہت مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ کیونکہ پیسہ وسفارش کے بغیر کام نہیں چلتا۔ اگر شفیع کوشش کرتے کرتے ایک مہینہ سے زائد عرصہ گزر جائیں تو شفیع کے لیے عذر بن سکتا ہے یا نہ۔

سائل حافظ عبدالرشید ساکن بستی ادریس پور۔ [illegible] ضلع ملتان

﴿ج﴾

قول مفتیٰ بہ کے مطابق بلا عذر ایک ماہ سے زائد تاخیر طلب خصومت میں کرنا حق شفعہ کو ساقط کر دیتا ہے۔ بظاہر موجودہ حکومت میں ایک ماہ کے اندر مقدمہ کا دائر کرنا کوئی مشکل نہیں۔ رشوت سفارش وغیرہ امور کی ضرورت تو مقدمہ دائر کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اس لیے مذکورہ اعذار مقدمہ دائر کرنے کی تاخیر کے لیے عذر نہیں ہو سکتے۔ البتہ اگر واقعی حقیقۃً باوجود کوشش کرنے کے بھی دائر نہ کر سکا۔ موانع پیش آتے رہے اور اس صورت میں ایک ماہ سے زائد تاخیر ہو گئی تو وہ معذور ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کیا ہمسایہ کو حق شفعہ حاصل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ایک قطعہ زمین کا سودا کیا۔ صرف ایک خسرو سے ساتھ کر دیا اور دعا خیر کر دی گئی اس سے بیعانہ بھی لے لیا گیا۔ اس دعاء خیر میں دو ہمسائے بھی موجود تھے خسرو کی حیثیت و کردار کا کوئی واقف نہ تھا۔ بعد میں محلے والوں کو اس کی حیثیت کا پتہ چلا تو اب زمین بیچنے والے کے ہمسائے لینا چاہتے ہیں دیگر ہمسائے اس زمین کو خسرو کو دینے کے لیے تیار نہیں ہے اور اس زمین کو ہمسائے لینا چاہتے ہیں۔ کیا اس صورت میں اگر محمد بخش اپنی زمین پر موجود دعا خیر اور بیعانہ خسرو کو واپس نہ کرے اور اپنے ہمسایہ کو وہ زمین دے۔ کیا شرعاً مجرم ہوگا یا نہیں۔ اس کے لیے ایسا جائز ہے یا نہیں۔

محمد بخش ولد رحیم بخش

﴿ج﴾

شریعت میں ہمسایہ کے بہت حقوق ہیں اس لیے شریعت مقدسہ میں حق شفعہ شریک اور ہمسایہ کے لیے رکھا گیا

ہے۔ جب کوئی شخص مشترک زمین کو فروخت کرے تو شریک کو شفعہ کا حق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمسایہ کو بھی احناف کے نزدیک شفعہ کا حق دیا گیا ہے۔ صورت مسئولہ میں محمد بخش کا زمین دوسرے کے ہاتھ میں فروخت کر دینے سے اگر ہمسایوں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ (یعنی ہمسائے) اسی قیمت دینے کے لیے تیار ہیں اور تکلیف بھی (جو ہمسایوں کو ہوتی ہے) حقیقۃً صحیح ہے تو محمد بخش کے لئے شرعاً گنجائش ہے کہ زمین بجائے دوسرے کے ہمسایوں کو دے اور بیعانہ واپس کر دے۔ انشاء اللہ شرعاً ماخوذ نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ عفی عنہ، دہلی

تقسیم کا بیان

دو بھائیوں نے ایک ایک باغ تقسیم میں لے لیا
لیکن سال کے بعد ایک بھائی ناخوش ہے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو بھائیوں نے خدا کو حاضر ناظر کر کے آپس میں باغات کا تبادلہ کیا۔ ایک دوسرے کو قبضہ بھی دے دیا جس کو تقریباً ایک سال آٹھ ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اب ایک بھائی کا باغ سرسبز ہے۔ دوسرے کا خراب ہو گیا ہے جس بھائی کا باغ خراب ہو گیا ہے وہ دوسرے سے باغ لینا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً وہ لے سکتا ہے۔ اگر لے لے تو اس کا پھل کھانا اس کے لیے حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ مشترک مال کی تقسیم اگر شرکاء کی رضامندی سے ہو کر مکمل ہو جائے تب کسی کو رجوع کا حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ قسمت میں معنی مبادلہ کا ہے۔ اور طرفین کی رضامندی سے تبادلہ ہو جانے کے بعد دوبارہ اس کو فسخ کرنا جانبین کی رضامندی پر موقوف ہے اگر ایک شخص راضی نہ ہو تو دوسرا شخص اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ بنا بریں صورت مسئولہ میں تقسیم کے مکمل ہو جانے کے بعد اگر ایک بھائی دوسرے بھائی سے اس کی رضامندی کے بغیر اس کا باغ لے لے تو یہ غصب ہو جائے گا اور اس کا پھل وغیرہ کھانا حرام اور ناجائز ہوگا۔ کما قال فی الهدایة ص ۴۰۸ ج ۴ (کتاب القسمة) ومعنى المبادلة هو الظاهر في الحيوانات والعروض للتفاوت الخ وفيها ايضا ص ۴۰۹ ج ۴ ولو اصطلحوا فاقتسموا جاز الا اذا كان فيهم صغير فيحتاج الى امر القاضي لانه لا ولاية لهم عليه۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

حدود متعین کیے بغیر اگر باغات کو تقسیم کیا گیا ہے تو اس تقسیم سے رجوع جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چار شرکاء نے ایک باغ خریدا اور اس کی تقسیم کے وقت بعض اصول

نے قرعہ اندازی کی کہ شرقاً غرباً کی جائے یا شمالاً جنوباً تو قرعہ سے شمالاً جنوباً متعین ہوا۔ پھر قرعہ اندازی کی کہ کون سی جہت کس کو آئے تو زید کے نام شمالی اور عمر کے نام جنوبی جہت کا قرعہ نکلا۔ اس کے بعد پلاٹ پر کسی نے کسی قسم کا تصرف نہیں کیا۔ حتی کہ پلاٹ کی درمیانی حد چونکہ بغیر کسی حساب والے کے متعین نہیں ہو سکتی تھی اس لیے درمیان کی حد ابھی تک متعین نہیں ہوئی۔ نیز دونوں میں طے ہوا تھا کہ جس کو شمالی جانب قرعہ میں آئے گی وہ پلاٹ کے شرقی جانب شمالی جانب والے حصہ دار سے یعنی عمر سے ۳ فٹ رستہ لے گا اور تا حال اس رستہ کی حدود بھی متعین نہیں ہوئیں۔ اب کسی نقصان کی وجہ سے شمالی جانب والا فریق یعنی زید اس تقسیم سے رجوع کرنا چاہتا ہے۔ آیا وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں۔ نیز اگر رجوع صحیح نہ ہو تو اس کا مطالبہ ہے رستہ شرقی جانب کی بجائے غربی جانب سے دیا جائے۔ مگر اس میں سے کوئی بات نہیں مانتا۔ دونوں کا ارادہ ہے اگر شرعی طور پر تقسیم مکمل نہ ہوئی تو دوبارہ تقسیم کر لیں اور اگر شرعی طور پر تقسیم مکمل ہو گئی پھر رستہ کی تبدیلی کا مطالبہ زید کو حاصل ہوگا یا نہیں۔ جبکہ رستہ کا اقرار پیمائش سے نہیں کیا گیا اور رستہ کی جہت مصالحت سے طے ہوئی۔ نیز زید کا دعویٰ ہے کہ تقسیم مکمل نہیں ہوئی کیونکہ یہ قرعہ اندازی بعد القسمت نہیں بلکہ قبل القسمت ہے اور یہ قرعہ اندازی کسی حکم سے نہیں بلکہ دونوں نے از خود کی ہے۔ فقط بینوا توجروا

الجواب

اگر واقعی قرعہ اندازی کے وقت پیمائش نہیں ہوئی اور حدود قائم نہیں ہوئے صرف طرف کی تعیین بھی ہوگئی اور اسی پر قرعہ ڈالا گیا ہے تو باوجود دونوں کے راضی ہو جانے کے بعد اس تقسیم سے رجوع جائز ہے۔ در حقیقت یہ قسمت تام نہیں ہوئی اور رجوع قبل تمام القسمۃ شرعاً جائز ہے۔ عالمگیری ص ۲۱۷ ج ۵ میں ہے دار بین رجلین فاقتسما على ان ياخذ احدهما الثلث من مؤخرها بجميع حقه وياخذ الاخر الثلثين من مقدمها بجميع حقه فلكل واحد منهما ان يرجع عن ذالك مالم تقع الحدود بينهما ولا يعتبر رضاهما بما قالا قبل وقوع الحدود وانما يعتبر رضاهما بعد وقوع الحدود كذا في الذخيرة۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۳ جمادی الثانیہ ۱۳۱۸ھ

زراعت اور مساقات کا بیان

ایک کھیت سے مزارع کو بیسواں اور باقی تمام کھیتوں سے نصف الخارج دینا

﴿س﴾

احقر نے اپنی زمین جو ایک مربع یعنی پچیس کھیتوں پر مشتمل ہے ایک کاشتکار کو بٹائی پر دی ہے۔ مزارعت کی جملہ صورتیں کتب فقہ روی کے موافق ہیں۔ صرف ایک امر میں شبہ ہے کہ بٹائی کی تقسیم کی نسبت تمام زمین یعنی تمام کھیتوں میں مالک اور مزارع کے درمیان نصف نصف ہے۔ مگر کھیت نمبر ۱۵ میں تقسیم کی نسبت ایک بیسا کی بطریق رضامندی فریقین طے پائی ہے۔ حاصل یہ کہ چوبیس کھیتوں کی مزارعت میں مزارع کو فصل کا نصف ملے گا۔ ہل چلانا گوڈی وغیرہ دینے کی کار جس طرح مربعہ کے چوبیس کھیتوں میں مزارع کے ذمے طے پائی ہے اسی طرح اس تعیین شدہ کھیت نمبر ۱۵ میں گوڈی وغیرہ کرنے کی کارروائی مزارع کے ذمے طے پائی ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس تعیین شدہ کھیت نمبر ۱۵ میں سے تو مزارع کو بیسواں حصہ فصل کا دے گا اور باقی اراضی سے نصف حصہ۔ مزارعت کی یہ مذکورہ صورت مالک اور مزارع کے درمیان رضامندی سے طے ہوئی ہے کسی قسم کا جبر نہیں کیا گیا۔ مزارع کو زمین دیتے وقت یہ مذکورہ صورت بٹائی وغیرہ کی پوری طرح دو چار گواہوں کے سامنے سمجھا دی گئی تھی کہ اس صورت پر میں اپنی زمین تم کو بٹائی پر دے سکتا ہوں۔ اگر طبیعت چاہتی ہے تو عقد کر لو اور اگر نہیں چاہتی تو نہ کرو۔ چنانچہ مزارع نے بطوع خاطر اس بٹائی پر رضامندی کا اظہار فرماتے ہوئے یادداشت کے لیے مجھے مستقل تحریر مذکورہ صورت پر رضامندی کی لکھ کر دے دی۔ اب فدوی عرض گزار ہے کہ یہ تعیین شدہ کھیت نمبر ۱۵ میں مزارع سے بقیہ زمین کی طرح ہل چلوا کر گوڈی وغیرہ کروا کر اس کو مقرر شدہ بیسواں حصہ کھیت کی آمدنی کا دے کر باقی آمدنی اس کھیت کی اپنے پاس رکھنا شریعت مطہرہ کی رو سے جائز ہے یا نہیں۔ براہ کرم جواب مرحمت فرمادیں۔

محمد طفیل محمد پور ، اوکاڑہ

﴿ج﴾

جب کھیت متعین میں بھی اور دوسرے کھیتوں میں بھی مزارع کا حصہ فی الخارج مشاع مقرر ہے تو اجارہ صحیحہ ہے۔ فاسد تو نہیں ہے لیکن $\frac{1}{20}$ حصہ مزارع کے لیے مقرر کرنا اجر مثل سے قلیل ہے۔ جس میں مزارع کے لیے غبن فاحش ہے۔ اس لیے وہ اگرچہ دوسری زمین کی مزارعت کی وجہ سے مجبوراً اس پر رضا کا اظہار کرتا ہے۔ جب بھی عرف عام کے اعتبار

ہیں تو پھر اس کی ملکیت نہیں ہوگی۔ شرعاً بھی حکم ہے اس بارے میں کہ زمین دیتے وقت اگر درختوں کا استثناء نہ کیا جائے تو درخت بھی زمین کے ساتھ لینے والے کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم ۱۳۸۹ھ

جب بیج، بیل، ومحنت ایک شخص کی اور زمین دوسرے کی ہو تو کیا یہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے علاقہ میں زمیندار اپنی زمین مزارعت پر دیتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مزارع زمین میں بیج بھی اپنی طرف سے ڈالے اور بیل اونٹ وغیرہ بھی اپنا استعمال کرے اور کام بھی اس میں خود کرے۔ اس کے بعد جب فصل آئے تو مالک زمین اس میں سے اپنا نصف حصہ تقسیم کر لیتا ہے۔ کیا یہ صورت جائز ہے۔ زمیندار بیج سمیت نصف تقسیم کر لیتا ہے۔ بھوسہ وغیرہ بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۲) مزارعت کی کون سی صورتیں جائز اور کون سی ناجائز ہیں۔ باحوالہ جواب باصواب سے سرفراز فرما دیں۔

﴿ج﴾

(۱) مسئولہ صورت جائز ہے کما فی الهداية ص ۳۲۳ ج ۴ وان کان الارض لواحد والعمل والبقرة والبذر لواحد جازت.

(۲) مزارعت کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تفصیل بحرالرائق اور شامی وغیرہ میں موجود ہے۔ لہٰذا مزارعت کے متعلق قاعدہ کلیہ جان لینا چاہیے کہ اگر زمین کسی ایک کی ہے تو صرف تین صورتیں اتفاقاً اور ایک صورت اختلافاً جائز ہے۔ باقی ناجائز ہیں۔ نمبر (۱) زمین اور تخم ایک کا ہو اور بیل اور عمل ایک کا۔ ان کانت الارض والبذر لواحد والبقر والعمل لواحد جازت الخ نمبر (۲) زمین ایک کی اور عمل اور بیل اور تخم دوسرے کا وان کانت الارض لواحد والعمل والبقر والبذر لواحد جازت (۳) زمین اور تخم اور بیل ایک کا اور عمل دوسرے کا وان کانت الارض والبذر والبقر لواحد والعمل من الآخر جازت نمبر (۴) زمین اور بیل ایک کا اور تخم اور عمل ایک کا اس میں اختلاف ہے۔ وان کانت الارض والبقر لواحد والبذر والعمل لآخر فهي باطلة وهذا الذي ذكره ظاهر الرواية وعن ابي يوسف انه يجوز ايضاً ص ۳۲۳ ج ۴ الخ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

﴿ج﴾

جائز ہے۔ وان کانت الارض لواحد والعمل والبقر والبذر لواحد جازت لانه استئجار الارض ببعض معلوم من الخارج فيجوز كما اذا استأجرها بدراهم معلومة (ہدایہ ص۴۲۳ ج۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ

کیا افیون کی زراعت، خرید و فروخت جائز ہے

﴿س﴾

علماء کرام و فقہاء اسلام دریں مسئلہ شرعیہ چہ میفرمایند کہ در بعض ممالک زراعت و خرید و فروخت افیون از طرف حکومت ممنوع است و باوجود ایں اگر شخص تجارت آں شغل خود قرار داده و دریں حالت قتل کرده آیا ایں مقتول شہید میشود یا نہ۔ و نیز قطع نظر از ممانعت کردن حکومت زراعت و خرید افیون مطابق حکم الله جائز است یا نہ۔

﴿ج﴾

خرید و فروخت افیون و زراعت او در شرع جائز است۔ لیکن اگر کسے تجارت افیون کند و بریں بنا کسے او را قتل کند شرعاً مقتول شہید خواہد شد۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جان از در خطر انداختن روا نیست لہٰذا ازیں قسم تجارت احتراز باید کرد۔
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مزارع سے سکیورٹی کے طور پر رقم لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں رواج ہے کہ زمیندار جب کسی مزارع کو اپنی زمین بطور مزارعت دینا چاہتا ہے تو اس سے بطور ضمانت ایک مخصوص رقم لے لیتا ہے۔ شرط یہ ہوتی ہے کہ یہ رقم مالک زمین کے پاس رہے گی۔ جب مزارع زمین واپس کرے گا تو اپنی دی ہوئی رقم واپس لے لے گا۔ دیہات کی اصطلاح میں اسے تقاوی کہتے ہیں۔ یہ رقم اس لیے لی جاتی ہے کہ مزارع، مالک کو پیداوار دینے سے تنگ نہ کرے اور زمین کا قبضہ واپس کرنے میں بھی تنگ نہ کرے۔ واضح رہے کہ تقاوی لینے کا معاہدہ باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ زمیندار اس رقم کو

لے کر اپنی ضروریات میں استعمال کرتا ہے اور اس سے مفاد اٹھاتا رہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ تقاوی لینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو پھر اس کا استعمال از زمیندار کا اپنے مفاد میں اس رقم سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

محمد حسن چاولان تعلق روڈ ملتان

﴿ج﴾

زمیندار کے لیے مزارع سے قرض لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ محرم ۱۳۹۶ھ

مزارع سے رقم تقاوی لے کر اس سے فائدہ اٹھانا تو جائز نہیں ہے۔ البتہ اس رقم کو بطور ضمان کے کسی بنک میں امانت رکھوا دینا جائز ہے۔ تاکہ مزارع زمین کے فارغ کرنے میں پس و پیش نہ کرے یا محصول کے ادا کرنے میں تنگ نہ کرے۔

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

زمیندار کا مزارع پر یہ شرط لگانا کہ زکوٰۃ، عشر وغیرہ فلاں خاص جماعت کو دو گے

﴿س﴾

سوال یہ ہے کہ زید ایک اسلامی جماعت کا رکن ہے۔ وہ اپنی زمین مزارعت کے لیے اس شرط پر دیتا ہے کہ مزارع دینی مسلمان ہونے کی حیثیت سے دیندار بنے اور زکوٰۃ کا پابند ہونے کا عہد کرے اور جو مال نصاب کا زکوٰۃ کا اور جو غلہ اس کے پاس اس وقت موجود ہے اس کی زکوٰۃ اور غلہ کا عشر اس وقت ادا کرے۔ آئندہ اپنی زکوٰۃ اور جو غلہ زید کی زمین سے خارج ہو اس کا عشر سب یا اکثر حصہ یا کچھ حصہ لازماً اس جماعت اسلامی کے بیت المال میں شامل کرے جو اقامت دین کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ اگر اس مزارع نے اپنی زکوٰۃ یا عشر اس جماعت کے بیت المال میں داخل نہ کیا تو زید اس سے زمین واپس لے لیتا ہے۔ مزارعت پر نہیں دیتا۔ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ زید کا مزارعت پر زمین دینا شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے۔ براہ مہربانی مدلل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

زمین مزارعت پر لینا جائز ہے لیکن شرط لازم نہیں ہوتی اگر مناسب خیال کرے اور یہ امید ہو کہ مالک زمین فقہ حنفی کے مطابق زکوٰۃ و عشر کو مصارف میں صرف کرے گا تو عشر دے دے ورنہ خود مطابق فقہ حنفی تقسیم کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

قال فی فتاوی قاضی خان علی هامش العالمگیریة ص ۱۸۹ ج ۳ رجل دفع ارضه مزارعة فدفعها العامل الی غیره مزارعة فان کان صاحب الارض قال للعامل اعمل فیه برایک یجوز دفع العامل الی غیره علی کل حال وان لم یقل صاحب الارض ذلک فان کان البذر من قبل صاحب الارض کان للعامل ان یزرعها بنفسه واجرائه ولیس له ان یدفعها الی غیره مزارعة الی ان قال وان کان البذر من قبل العامل کان له ان یدفع الارض الی غیره مزارعة لان البذر اذا کان من قبل العامل یکون هو مستاجر الارض وللمستاجر ان یدفع الارض مزارعة۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

مزارع کا مالک زمین کو اس شرط پر قرضہ دینا کہ قرض کی واپسی تک زمین سے کوئی تعلق نہ ہوگا

﴿ س ﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عمر کو چند صد روپیہ قرض بایں شرط دیا کہ زید عمر کی زمین بطریق مزارعہ کاشت کرے گا۔ یعنی غلہ محصول بیجوتا یا نصف لیتا رہے گا۔ یہ بات شرط کی گئی کہ جب تک عمر چند صد روپے ادا نہ کرے گا زمین سے تعلق نہ رہے گا۔ کیا زید کا قرض دے کر اس کی زمین مزارعت پر لینا تاوقتیکہ قرض ادا نہ ہو جائز ہے یا نہ۔

حافظ محمد الیاس امام مسجد عالیہ محمودیہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ ج ﴾

اس قسم کی مزارعت فاسد ہے اور ناجائز ہے۔ کما قال الشامی فی رد المحتار (باب ما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقه به) (قوله لانها اجارة فیکونان معاوضة مال بمال فیفسدان بالشرط الفاسد ولا یجوز تعلیقهما بالشرط کما لو قال زارعتک ارضی او ساقیتک کرمی علی ان تقرضنی الفا او قدم زید وتمامه فی البحر الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

مالک زمین کے لیے قبل از وقت مزارع سے زمین خالی کرانا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ذیل بیان کا ہیچ ہوا ہاتھ جس پر اتفاق جھگڑا ہو گیا یہ تنازعہ پھر قوموں کے بیچ ہو گیا۔ ایک طرف قوم بلوچ تھی اور دوسری طرف قوم سندیلہ تھی۔ یہ جھگڑا تین ماہ تک جاری رہا۔ قوم سندیلہ کے علاقہ میں جو بلوچ پایا جاتا سندیلہ قوم کے افراد سے پٹتے اور اگر کوئی سندیلہ قوم کا فرد ہمسایہ بلوچ قوم کے علاقہ میں مل جاتا تو بلوچ قوم کے افراد سے پٹتے۔ آخر کار کافی کوششوں کے بعد دیوان غلام عباس بخاری ایم پی اے کی سرکردگی میں تصفیہ ہوا۔ جس میں دعا خیر کی گئی کہ اس فیصلہ کے مطابق کوئی فریق زیادتی کا مرتکب نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کا یہ ارتکاب دعا کے خلاف ہوگا۔ اس تصفیہ کے مطابق آمد و رفت بحال ہو گئی۔ مگر اس تصفیہ کے ایک ہفتہ بعد سندیلہ قوم کے چند افراد جو خود بھی اس قدر زمیندار ہیں کہ ان کی زمین کاشت کے لیے دوسروں کے پاس ہے نے اپنے علاقہ میں انتقال ستہ جری کرانا چاہا جو بلوچ قوم کے زیر کاشت تھا اور یہ اراضی تقریباً چار سال سے بلوچ قوم کے افراد کے قبضہ میں ہے اور اس کا حصہ محصول سابق مالک جو آج کل مستحق ہیں اور چاہتے ہیں کہ بلوچ قوم اپنے قبضے چھوڑ دے اور زمین مالکوں کے حوالے کر دے مگر بلوچ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اب کاشت کا وقت ہے اس فصل کی برداشت کے بعد قبضہ چھوڑ دیں گے مگر مالک اس پر رضامند نہیں آخر کار معاملہ تھانے پر گیا۔ اب تھانے نے یہ معاملہ دیوان غلام عباس بخاری ایم پی اے کے سپرد کر دیا ہے۔ مگر دیوان صاحب سب معاملہ کو شرعی طور پر حل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا عرض ہے کہ شریعت میں اس معاملہ کا کیا حل موجود ہے۔

﴿ج﴾

مزارع حضرات نے زمین کو آباد کر دیا ہے تو از روئے شریعت مطہرہ ان کو ان کی اس محنت کا پھل حاصل کر لینے دیں۔ فوری طور پر اس سے پہلے کہ وہ اپنی محنت کا پھل زمین سے حاصل کر لیں انہیں بے دخل کر دینا ناجائز ہے۔ کیونکہ دو چیزیں یہاں ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہیں۔ ایک تو مزارع کے حق محنت کو باطل کرنا اور دوسرا مالکان کا اپنی زمین کو حاصل کرنے میں تاخیر کرنا یعنی اگر مزارع اس وقت زمین چھوڑ دیں تو ان کی محنت ضائع ہو جاتی ہے اور حق باطل ہوتا ہے اور اگر نہ چھوڑیں تو مالکان کو اپنی اراضی کے حاصل کرنے میں دیر ہوتی ہے تو فقہاء کرام نے یہاں پر مزارع کے حق کا لحاظ کیا ہے اور مالکان کو دیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ شریف میں ہے والتاخیر اهون من الابطال ص ۴۲۳ ج ۴ یعنی مالکان کا زمین کو دیر سے حاصل کرنا آسان ہے اس لیے کہ مزارع کو حق دیا جائے لہٰذا مالکان دیر کر لیں۔ یہاں تک کہ مزارعان موجودہ محنت کا فائدہ اٹھا لیں۔ فقط واللہ اعلم

ابو داؤد محمد صادق قادری نائب مفتی مدرسہ عربی انوار العلوم ملتان
۲۳ شوال ۱۳۹۷ھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں خرچ مقدمہ صرف مزارع پر ہوگا مالک پر نہیں۔ البتہ بطور احسان کے اگر خرچ ادا کردے تو اچھی بات ہے لازم نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کچہری روڈ ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

مالک زمین کا مزارع سے ٹیکس کاٹنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب جائیداد اپنی زمین کاشت کے لیے مزارعین کو اس شرط پر دیتا ہے کہ حاصل زمین نصف نصف ہوگا اور ٹھیکہ بھی نصف نصف ہوگا اور یہ بھی شرط لگاتا ہے جو مزارع کا نصف ٹھیکہ آتا ہے اس کے ہر روپیہ پر دس آنے بھی مالک زمین کو ادا کرے وہ مالک زمین ہر روپیہ پر دس آنے اس لیے وصول کرتا ہے کہ حکومت کو زرعی ٹیکس ادا کرے۔ حالانکہ زرعی ٹیکس صرف مالک زمین کے ذمہ ہوتا ہے اور زراعت کا تخم وغیرہ جو زمین میں ڈالا جاتا ہے وہ بھی مزارع کے ذمہ ہوتا ہے اور مزارع ان شرائط کو منظور کرتا ہے۔ کیا ان شرائط میں کوئی شرعی نقص تو نہیں اگر ہے تو کس قسم کا آیا وجہ حرمت ہے یا وجہ کراہت ہے یا کوئی حرج نہیں ہے یا صرف مروت کے خلاف ہے۔

عبدالعلی خطیب

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ یہ عقد شرعاً فاسد ہے۔ مالک زمین کے لیے مزارع سے نصف ٹھیکہ اور اس کے نصف ٹھیکہ کے ہر روپیہ پر دس آنے مزید وصول کرنا جائز نہیں۔ شرعاً اس عقد مزارعت کو فسخ کرنا لازم ہے۔ مالک زمین کو چاہیے کہ پیداوار میں حصہ زائد لے لے بجائے نصف کے ۳/۲ یا ۴/۳ یا ۵/۴ لے لے لیکن زرعی ٹیکس اور مالیہ ٹیکس خود ادا کرے مزارع پر کوئی شرط اس قسم کی نہ لگائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

مزارع اگر مشتری کی زمین کا قبضہ نہیں چھوڑتا تو یہ ظلم ہے
مشتری بطور مصالحت دوسری زمین لے سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عبدالحق ڈی نے ایک زمین ڈیڑھ کنال ملک ریاض سے

خریدی ہے اور اس نے اس زمین کا قبضہ دے دیا ہے۔ عبدالخالق نے اس زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کے بعد اس کے مزارع نے کسی مہینے کے بعد اس کے قبضے کے بیچ تو زبردستی سال گزرنے کے بعد کہا کہ میں آپ کو یہاں زمین نہیں دوں گا۔ آخرکار عبدالخالق مالک کے پاس گیا مالک نے کہا چونکہ آپ نے لی ہے جس کا میں نے آپ کو قبضہ دیا تو وہ میرے کی زمین تھی۔ اب میں آپ کو پیچھے زمین دیتا ہوں آپ اس پر قبضہ کر لیں۔ پھر اس نے زمین دی ہے عبدالخالق نے قبضہ کر لیا ہے۔ مالک نے کہا کہ یہ ظلم آپ پر ہے۔ بیچ نے کہا ہے کہ وہ زمین جو سڑک پر واقع تھی دونوں نے بیچ دی۔ لہذا میں آپ کو اتنی زمین دوں گا۔ یعنی قیمت کے اعتبار سے چونکہ اس زمین جتنی نہیں ہے۔ جو کہ میرے کی تھی۔ مالک نے کہا کہ آپ کسی منصف آدمی سے دونوں رقبوں کی قیمت کرا کر اپنی زائد رقم مزارع سے لے لو۔ کیا عبدالخالق ان دونوں رقبوں کی اس وقت قیمت کسی معتبر آدمی سے قیمت کرا کر زائد رقم لے سکتا ہے۔ مزارع سے جس نے عبدالخالق کے میرے کی زمین پر جبراً قبضہ کر لیا تھا یا کہ نہیں۔

عبدالخالق

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جب عبدالخالق نے رضا سے زمین میرے کی خرید کر اس پر قبضہ کر لیا تو شرعاً اس زمین کا مالک عبدالخالق ہی ہے اور مزارع کا اس زمین پر قبضہ کرنا شرعاً ناجائز اور ظلم ہے اور اس کی آمدنی حاصل کرنا حرام ہے۔ مزارع پر لازم ہے کہ وہ زمین کا قبضہ عبدالخالق کو دے دے۔

البتہ اگر مصالحت کی صورت میں رضامندی سے وہ زمین عبدالخالق کو دے دے اور مزارع سے زائد قیمت لینے پر عبدالخالق راضی ہو جائے تو یہ بھی درست ہے۔ بہرحال مزارع پر زمین کا واپس کرنا لازم ہے۔ اگر عبدالخالق قیمت لینے پر راضی ہو تو قیمت دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ رجب ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مزارع خرچ کی ہوئی رقم مالک زمین سے لے سکتا ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمیندار زمین کچی کو آباد کرے (یعنی بنجر زمین) اس کی صفائی پر نصف قیمت اصل زمین کی برابر خرچ ہوئی اور محصول زیادہ ہے جو کہ صرف مزارع ہے۔ وہ اگر دوسرے فریق کو حصہ پر

طے کر لی کہ جب پھل پک جائے گا اس وقت باغیچہ فروخت کریں گے تب تک اس باغیچہ کی دیکھ بھال اور نگرانی میرے ذمہ ہے جس وقت باغیچہ فروخت ہو جائے گا تو کل رقم کا ایک حصہ تجھے اور دو حصے میں لوں گا۔ ایسا کرنا درست ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنی زمین کا معاملہ کر لیا۔ مثلاً دس بیگھے زمین ہے جب گندم پک کر تیار ہو جائے تو اس میں سے تین من گندم میری باقی مزارع کی ہوگی کیا یہ مزارعت جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) اس طرح معاملہ کرنا کہ میوہ میں اتنا حصہ تمہارا اتنا میرا یہ جائز ہے۔ پک جانے کے بعد خود فروخت کریں یا جو کچھ دونوں کی مرضی ہے۔

(۲) یہ مزارعت ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس زمین میں نشانات قبر ہوں اس کو فروخت کرنا، مذکورہ زمین کو مشتری آباد کر سکتا ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان کرام شرع متین دریں صورت کہ ایک جگہ جہاں مدت قدیم سے چند قبور تھیں جن میں سے صرف ایک دو قبروں کا نشان موجود ہے۔ باقی جتنی قبریں تھیں وہ تمام کی تمام مسمار ہو چکی ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ یہاں کفار ہندو اپنی چھوٹی اولاد کو دفن کیا کرتے تھے۔ زمانہ قدیم سے ملکیت مسلمانوں کی ہے اور اس بات کا پورا علم نہیں ہے کہ جب ہندوؤں نے اپنے بچے یہاں پہلے پہل دفن کرنا چاہا اجازۃً یا بغیر اجازت کے دفن کر دیا کیونکہ وہ زمین تقریباً پچاس بیگھہ ہے جو کہ بنجر قدیم سرکاری کاغذات میں تحریر کی جاتی ہے۔ پہلے زمانہ میں زمین کی قدر و قیمت کم تھی۔ مقابر کے سوا اکثر زمین آباد ہو چکی ہے۔ اب مالک زمین (مقابر والی زمین جو کہ تقریباً ۴ کنال ہوگی) فروخت کرنا چاہتا ہے۔ صرف دو ایک قبر کے نشان باقی ہیں۔ مقابر والی زمین جہاں کہیں کھودی گئی ہے قبری لحد کا نشان ملتا ہے۔

(۱) کیا مالک زمین (مقابر والی زمین جو کہ اس کی مملوک ہے۔ جہاں ظاہری نشان قبور کے نہیں ہیں کھودنے سے لحد وغیرہ کے نشان ملتے ہیں) فروخت کر سکتا ہے یا نہ۔

(۲) مشتری زمین لینے کے بعد جہاں پر لحد وغیرہ کے نشان ملتے ہیں۔ اپنے تصرف کے بعد زمین کو آباد کر سکتا ہے۔ یعنی کھیتی وغیرہ یا مکان وغیرہ بنوا سکتا ہے یا نہ۔

(۳) جو ایک دو قبروں کے نشان باقی ہیں (مدت مزید گزر جانے سے جس کا پورا اور مکمل علم اجازت ناجازت کا

نہیں کہ مالک زمین کے اجداد وغیرہ نے ہندوؤں کو یہ پیچواں دفن کرنے کی اجازت دی تھی یا نہیں ، بائع یا مشتری اپنے تصرف میں مسمار کر سکتے ہیں یا نہ۔

المستفتی محمد بخش تحصیل شجاع آباد

﴿ج﴾

قال فی الدر المختار کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی۔ جب قبر پرانی ہو جائے اور میت کی لاش خاک میں مل جائے تو اس پر زراعت وغیرہ کرنا جائز ہے اور یہاں تو قبور ہنود اور مشرکین کے ہیں۔ جو دنیوی احکام میں انہی کے تابع ہیں۔ لہٰذا ان کی کوئی خاص حرمت نہیں کہ ان کی قبروں کی تعظیم کی جائے بلکہ ان کو بالکل مسمار کر کے اس پر زراعت وغیرہ کی جا سکتی ہے۔ مالک زمین اس کو فروخت کر سکتا ہے اور مشتری اس کو اپنے تصرف میں لا سکتا ہے لیکن ایک بات قابل تنقیح ہے کہ یہ زمین جب بنجر قدیم ہے تو مالک اس کا مالک کیسے بن گیا۔ بنجر قدیم کے آباد کرنے والا ہی اس کا مالک ہوتا ہے۔ احیاء موات فقہ کا ایک مشہور باب ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ بنجر کو آباد کرنے والا ہی اس کا مالک ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ من احیی ارضا میتۃ فھی لہ معلوم ہوتا ہے کہ قطعہ کا انگریزی کے کاغذات میں کسی کے نام پر درج ہونے سے وہ اس کا مالک تصور ہوتا ہے یہ شرعاً تملیک کے لیے سبب نہیں ہے۔ اس تنقیح کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اگر وہ مالک شرعاً نہیں ہے تو اب فروخت نہیں کر سکتا بلکہ اس کو آباد کرنے کے بعد ہی شرعی مالک ہونے پر وہ فروخت کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی دوسرے کی زمین میں درخت اگائے اور فوت ہو گیا تو اب یہ درخت کس کے ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی شخص نے کسی اور کی زمین میں رہائش اختیار کر لی اور وہاں مکان بنائے اور درخت لگائے اب وہ فوت ہو جاتا ہے اور ان کے ورثاء موجود ہیں۔ اب مالکان زمین دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ درخت ہمارے ہیں اس لیے کہ یہاں زمین ہماری ہے اور ورثاء دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ درخت ہمارے ہیں اس لیے کہ ہم نے ان کی پرورش کی ہے۔ بینوا توجروا شرعاً وہ درخت مالکان زمین کے ہوں گے یا پرورش کنندگان کے ورثاء کے ہوں گے۔

﴿ج﴾

اگر وہ درخت خود بخود پیدا ہو گئے ہیں تو پھر وہ مالک زمین کو ملیں گے۔ وفی العالمگیریۃ ص ۳۰۹ ج ۴ ولو

نصف زرع سالانہ اثبات لاحد فللصاحب الارض۔ بابت گران درختوں کو زمین میں سکونت اختیار کرنے والوں نے لگایا ہے تو پھر یہ درخت ان کے ورثاء کو ملیں گے۔ وفیہ ایضاً اذا ادعی علی عرصۃ کذا بالمیراث وقضی القاضی للمدعی بالعرصۃ بنیۃ الامہ ثم اختلف المقضی له بالعرصۃ والمقضی علیه بالعرصۃ فی الاشجار والمسکنی ولا بینۃ لواحد منهما فالقول قول المقضی علیه بالعرصۃ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ له نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿هو المصوب﴾

درخت لگانے والے کے جو ورثاء ہیں ان کے مرجانے کی صورت میں ان کے ورثاء کو ملیں گے۔ تکرار زمین جب چونکہ زمین مالک کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ مئی ۱۹۷۷ء

مرتہن کے لیے مرہونہ زمین سے نفع اُٹھانا، مزارع کا مالک زمین کو روپے دے کر زمین اپنے قبضہ میں رکھنا، اونی کپڑوں کے جائے نماز میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زمین رہن رکھنا اور مرتہن کے لیے زمین مرہونہ کی پیداوار کھانا شریعت محمدیہ کی رو سے جائز ہے یا نہ تو اس کی کوئی صورت اگر جائز ہوسکتی ہے بیان فرمادیں۔

(۲) ایک مزارع صاحب زمین کو رقم دے دے اس شرط پر کہ زمین کا حاصل نصف صاحب زمین کا ہے۔ جب تک صاحب زمین رقم ادا نہ کرے گا اس وقت تک زمین اس کے یعنی مزارع کے قبضہ میں رہے گی کیا یہ صورت جائز ہے یا ناجائز ہے۔ مفصل طور پر تحریر فرمادیں۔

(۳) اونی کپڑا جیسے لوکار یا کمبل ہے اس پر نماز جائز ہے یا ناجائز ہے۔ فقط والسلام

محمد موسیٰ صاحب متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

(۱) مرتہن کے لیے مرہونہ زمین سے انتفاع جائز نہیں ہے۔

(۲) البتہ اگر یہ شخص زمین مرہونہ کو بطور مزارعت کے لینا چاہے تو مزارعت کی تمام شرطیں (جو فقہاء نے تحریر کی ہیں) پوری کر کے لے سکتا ہے۔ ان شرطوں کی تفصیل بہشتی زیور میں بھی موجود ہے۔

(۳) اس کمبل یا اونی کپڑے کو بچھا کر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس کی زمین میں بند یا حوض ہے وہ پانی کا زیادہ حقدار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بند جو کہ غیر آباد زمین میں ہے عرصہ چند سال ہوئے ہم نے اس بند کو آباد کیا ہے اس پر ایک شخص مدعی نے دعویٰ کیا ہے کہ تمہارا اس بند میں پانی کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اوپر والا بارانی پانی جمع ہو کر آتا ہے اس سے پہلے ہم سیراب کیا کرتے تھے۔ حالانکہ اس مدعی کی ملکیت میں اس بند سے تھوڑی زمین ہے اور نصف میل تک زمین ہے۔ نصف میل دوسری کی نیچے زمین ہے اور جس پانی سے وہ بند آباد ہوتا ہے وہ پانی ہماری زمین سے گزر کر آتا ہے۔ اب مدعی کہتا ہے کہ وہ پانی جو تمہارے بند سے گزرتا ہے اس میں تمہارا حق نہیں ہے بلکہ یہ پانی ہماری طرف آتے رہا اور ہمارے بند کی سیرابی کا ذریعہ اس پانی کے بغیر کوئی نہیں۔ مگر اس پانی سے آباد کریں تو وہ غیر آباد رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے جو بارانی پانی جمع ہو کر آتا ہے وہ بھی ہماری زمین میں جمع ہوتا ہے تو ہم اس زمین کو پہلے آباد کر کے بعد میں اس کو وہ پانی دینے کے لیے تیار ہیں لیکن وہ کہتا ہے کہ تم اپنی زمین آباد کیے بغیر پانی نیچے آنے دو۔ اب ہم شریعت پر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جو شریعت مقدسہ فیصلہ دے ہم اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن وہ مدعی شریعت پر نہیں آتا۔ آپ فرمائیں کہ اس پانی میں کس کا حق ہے اور یہ بھی فرمادیں کہ جو شریعت کا فیصلہ نہ مانے اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔

نوٹ: ہمارے ہاں عرفاً اوپر والی ملکیت والا پہلے بند سیراب کرتا ہے اس کے بعد نیچے والے کو بچا ہوا پانی دیتے ہیں اور جس پانی سے یہ بند سیراب ہوتا ہے وہ پانی ہماری اپنی زمین میں جمع ہو کر آتا ہے اور اسی سے ہم بند سیراب کرتے ہیں۔ نیز سرکاری کاغذات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ پانی نیچے والے مدعی کا ہے اب جس مدعی جس کی اوپر ملکیت ہے اور جس کی زمین میں پانی جمع ہوتا ہے ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیا شرعاً بھی اس قانون کے مطابق پانی کا حق نیچے والے کا ہے یا اوپر والے کا واضح فرمادیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ یہ پانی بند سیراب کرنے والے کی اپنی زمین سے جمع ہو کر اس کی زمین سے گزرتے ہوئے

بعد میں اس بند سے پچھلے والا سیراب کرتا ہے اگرچہ یہ بند پہلے آباد نہ تھا تو چونکہ یہ پانی بند والے کا اپنا ہے اس لیے شرعاً اس کا اپنا حق ہے کہ اس پانی سے بند سیراب کرے۔ دوسرے آدمی مدعی جس کی زمین تقریباً نصف میل نیچے ہے اس کا دعویٰ کرنا شرعاً غلط و ناجائز ہے اور سرکاری کاغذات میں جو یہ پانی نیچے والے کا حق لکھا گیا ہے اور اگلے کو روکنے کا حق نہیں دیا گیا یہ غلط اور خلاف شریعت ہے۔ اس لیے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ البتہ اگر اگلے بند والے خوشی سے اپنا حق چھوڑ دیں اور اس پانی کو نہ روکیں تو ان کے لیے جائز ہے۔ الحاصل جب تک اگلے اس پانی کو فارغ نہ کریں پچھلے اس پانی سے زمین سیراب نہیں کر سکتے اور اگر یہ پانی مدعی علیہ کی زمین سے جمع ہو کر نہ بھی آتا ہو تو پھر بھی چونکہ عرفاً اگلی زمینیں سیراب کی جاتی ہیں اس لیے شرعاً بھی اگلے بند والے کا حق مقدم ہے۔ ان کی ضرورت سے فارغ ہو کر پچھلی زمین والا اپنی زمین اس بچے ہوئے پانی سے سیراب کر سکتا ہے۔ لہٰذا مدعی کا دعویٰ شرعاً بے جا اور غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی
الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کھڑی فصل کو معین مقدار کے عوض فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ کھیت گندم قریب القطع ہو چکا ہے۔ مالک زمین اپنے مزارع کو کہتا ہے کہ میں نے اپنا تمام حصہ گندم و بھوسہ تجھے دیا اس کے عوض میں بیس من گندم صاف وزن کر کے دے دو کیا یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

اگر بالیقین معلوم ہو کہ کھیت کے اندر جو غلہ ہے وہ بیس من سے کم ہے اور بیس من زیادہ ہے تو جائز ہے اس لیے کہ بیس من میں سے کچھ غلہ کھیت کے غلہ کے عوض میں ہو جائے گا اور باقی کھیت بھوسہ کے بدلے میں ہوگا اور اگر کھیت کے اندر کا غلہ مساوی بیس من ہو یا زیادہ ہو یا معلوم نہ ہو سکے تو جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمهملة الشيرج حتى يكون الزيت والحل اكثر مما في الزيتون والسمسم ليكون قدره بمثله والزائد بالثفل وكذا كل ماله ثفل قيمة (ص ۱۸۴ ج ۵ باب الربوا) اور گندم کے ثفل یعنی بھوسہ کی چونکہ قیمت ہے اس لیے وہ بھی اسی صورت میں داخل ہے۔ واللہ اعلم

محمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

عشر کی ادائیگی مالک زمین کے ذمہ ہے یا مزارع کے

﴿س﴾

ابھی تک ہمارا خیال تھا کہ زمین کی پیداوار سے عشر (۱۰/۱ حصہ) مالک کے ذمہ ادائیگی ہوتی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی صاحب کی تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ عشر کی ادائیگی بذمہ مزارع ہے۔

چونکہ ہم عام آدمی ہیں شاید صحیح مطلب نہ سمجھ سکے ہوں مہربانی فرما کر اپنی رائے عالی سے مطلع فرمادیں۔

امیر حمزہ خان نمبردار ولد محمد عمر خان مرحوم موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان علاقہ

﴿ج﴾

مزارعت یعنی بٹائی کی صورت میں عشر دونوں پر ہے یعنی جس قدر غلہ مالک زمین کے حصہ میں آئے اس کا عشر وہ دیوے اور جس قدر کاشتکار کے حصہ میں آئے اس کا عشر وہ دیوے۔ وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة (الدر المختار باب العشر ص ۳۳۵ ج ۲) مولانا تھانوی صاحب رحمہ اللہ بہشتی زیور میں لکھتے ہیں۔ یہ بات کہ بیسواں یا دسواں حصہ کس کے ذمہ ہے گو ہم آسانی کے واسطے یہی کہا کرتے ہیں کہ پیداوار والے کے ذمہ ہے۔ سو اگر کھیت تخمینہ پر ہو خواہ نقدی یا غلہ پر تو کسان کے ذمہ ہوگا اور اگر کھیت بٹائی پر ہو تو زمیندار اور کسان دونوں اپنے اپنے حصہ کا دیں۔ (بہشتی زیور ص ۳۹ حصہ ثالث) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مالک زمین نے بھوسہ اور گندم کے مخصوص وزن کی شرط لگائی ہو تو اب شرعی فیصلہ کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی اراضی بکر کاشت کرتا ہے۔ بکر نے زید کو مسئلہ کی تحریر کردی تھی کہ زمین کی پیداوار سے پندرہ ٹوپہ کروں گا۔ ۱۲ ٹوپہ گندم تین ٹوپہ جو بوقت برداشت فصل ادا کیا جائے گا۔ بھوسہ کا حصہ ہر صورت زید نے لینا ضروری تحریر کرایا تھا۔ گزشتہ سال فصل خریف میں زید کی کاشت کیے گئے۔ فصل ربیع میں بکر نے گندم ۱۲ ٹوپہ ۳ ٹوپہ جو کل جمع ۱۵ ٹوپہ جنس تحریر معاہدہ کے مطابق زید کے حوالہ کی گئی۔ زید نے جنس تو وصول کر لیا لیکن بھوسہ کا مطالبہ کیا بکر نے کہا کہ جب گندم کا وجود ہی نہیں ہے بھوسہ کہاں سے پیدا کیا جائے۔ ہر دو فریقین نے چاہا کہ شریعت کے حکم کے مطابق جو فیصلہ ہو منظور ہوگا۔ شریعت کیا حکم دیتی ہے۔ عدالت میں دعویٰ زید نے بکر کے خلاف دائر کر رکھا ہے۔

﴿ج﴾

جب ایک شخص اپنا اسباب مطلوب کے ساتھ صحیح معاملہ بیع کر گیا اور اس میں کوئی شرط خیار وغیرہ نہیں رکھی گئی تو بیع لازم ہے اور بائع شرعاً بغیر مشتری کی رضامندی فریقین کے بیع فسخ نہیں ہو سکتا ہے کما قال فی الهدایة ص ۲۵ ج ۳ واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولا خیار لواحد منهما الا من عیب او عدم رویة۔ ہاں اگر مشتری بائع کے ساتھ اس بیع کا اقالہ (فسخ) کر دے اور بائع اس بیع پر ندامت کی وجہ سے مشتری بیع کی فسخ پر رضامند ہو جائے تو مشتری کو بڑا ثواب ملے گا لیکن مشتری کو فسخ کرنے کے لیے شرعاً مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے من اقال نادما بیعته اقال الله عثرته یوم القیامة او کما قال هدایه ص ۱۷ ج ۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ محرم ۱۳۸۹ھ

پہاڑی ندیوں کا پانی کس طرح تقسیم کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ہمارے علاقہ میں ندیاں ہیں بعض بڑی بعض چھوٹی۔ ان میں لوگ تصرف کرتے ہیں بعض شرکاء پہلے بعض پچھلے یعنی اوپر اور بعض نیچے ہیں نیچے والے اوپر والوں کو کہتے ہیں کہ تم سب پانی اپنی اراضی پر استعمال نہ کرو ہمارا بھی حق ہے اور پہلے ورثاء اور شرکاء کہتے ہیں کہ چونکہ ہم پہلے ہیں لہٰذا جتنا پانی ہمیں ضرورت ہو اس کو ہم استعمال کر کے جب ہم سے فارغ ہو جائے تو پھر تم استعمال کرتے رہنا تو کیا پہلے (اوپر والے) شرکاء اس پانی کو مکمل استعمال کر سکتے ہیں یا ان کا جتنا تقسیم اسی مذکورہ طریق پر ہے۔

(۲) بعض لوگوں نے وادی یعنی ندی جس میں بارش کا پانی آتا ہے تقسیم کی ہے باوجودیکہ فقط بارش آتی ہے تو ندی بارش سے بھر جاتی ہے۔ کیا وجود پانی زیادہ ہونے کے بعض اوقات پانی کی یہ تقسیم صحیح ہے یا نہ، جب بارش نہ ہو تو وادی خالی رہتی ہے۔

﴿ج﴾

(۱) وفی العالمگیریة ص ۲۹۲ ج ۵ والماء الذی ینحدر من الجبل فی الوادی اختلفوا فیه لاهل الاعلی السکر والمنع عن اهل الاسفل ولکن لیس لهم قصد الاضرار باهل الاسفل فی منع

دفعا لما ماورا الحاجة و اعتبارا لسير خسي رحمه الله

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں اس پانی کی تقسیم کے بارے میں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ آپس میں مختلف ہیں۔ حضرت سرخسی رحمہ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ اس پانی کو پہلے اوپر والے ضرورت کے مطابق استعمال کریں گے اور اس کے بعد نیچے والوں کی باری آئے گی۔

(۲) اگر تمام کی رضامندی سے پانی تقسیم کیا گیا ہے تو یہ درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ارجب ۱۳۹۹ھ

ایک شخص کے کھیت سے پانی تجاوز کر کے دوسرے شخص کی کھیت کو خراب کرتا ہے کیا حکم ہے

﴿س﴾

از راہ کرم مطلع فرمادیں کہ زید و عمر کا کھیت شرقاً و غرباً اوپر اور نیچے ہیں جس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔ نمبر ۱ ۱ زید کا کھیت ہے اور نمبر ۲، ۳ عمر کا کھیت ہے۔ زید کا بیان ہے کہ مجھ سے اصل (نمو) مسدود نہیں ہو سکتی اس لیے تھوڑا سا ٹکڑا ویران پڑا رہے۔ مگر عمر کہتا ہے کہ نمو کنارہ مشکل ہے اور نمو تو لمبی اتنی لمبائی اور چوڑائی ہے جس کا عمل کرنا یا کرانا مشکل ہو حقیقت میں لہٰذا زید نے عمل ہی کرانی ہے۔ جس کا نقشہ حسب ذیل ملاحظہ فرمادیں۔ کیا شرعاً عمل کرنا کس پر لازم ہے۔

اس سے پانی آ کر نمبر ۲ اس کے اندر آ کر کھیتوں کو آباد کرتا ہے۔ ہم اس کو زمانہ بولتے ہیں۔ اب پانی نمبر ۲ میں جب آتا ہے تو پانی نمبر ۵ میں جا کر اس کے فصلات یا سیراب کھیت کو نقصان دیتا ہے کیونکہ مالکان نمبر ۲ نے اصل مسدود لیے ٹکڑا چھوڑ کر نقشہ کو مسدود کرتے ہیں اس کو بالکل مسدود نہیں کرتے۔ اصل میں پانی نمبر ۳ کو اگر ان کے نمبر ۲ سے جو ویران ٹکڑا ہے گزر کر نمبر ۵ میں جا کر نقصان دیتا ہے۔ اس نقصان ہونے کا ذمہ دار مالک نمبر ۱ و نمبر ۲ یا نمبر ۳ و نمبر ۲ ہے۔ جو ذمہ دار ہو ہم کو شرعاً کتب معتبرہ سے مستفیض فرمادیں کہ نمبر ۳ و نمبر ۲ کا یہ ٹکڑا نہیں ہے۔ صرف پانی جو ہے وہ نمبر ۳ و نمبر ۲ کا آ کر گزر کرتا ہے یہ صرف مسدود نمبر ۱ نمبر ۲ مالکان کے نہ کرنے کا موجب نقصان نمبر ۵ کو دیتا ہے عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

قطعہ اراضی نمبر ۵ کو جو نقصان پانی کے آنے سے پہنچ رہا ہے اس نقصان کا ذمہ دار شرعاً قطعہ اراضی نمبر ۲ کا مالک ہے جس کو سائل نے عمرو کے نام سے مسمیٰ کیا ہے۔ قطعہ اراضی مالک نمبر ۲ کا مالک نمبر ۵ کے اس نقصان کا ذمہ دار نہیں کیونکہ نمبر ۲ کے مالک نے تو اپنے پانی کو بند (نمو) کے ذریعے مسدود کر دیا ہے اور اپنی زمین میں سے ایک ٹکڑے کو غیر آباد چھوڑنے سے یہ کسی کے ضرر عین کا مرتکب تو نہیں بن رہا ہے۔ ہاں قطعہ نمبر ۳ کی طرف سے چونکہ یہ پانی گزر کر قطعہ

ذبح، قربانی اور عقیقہ کا بیان

اگر جانور ذبح کرے تو نماز قضا ہوتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو جانور مردار ہو جاتا ہے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص صبح کو فجر کی نماز کے وقت بیدار ہوا تو گائے بھینس مری جا رہی تھی۔ اگر ان جانوروں کو حلال کرتا ہے۔ نماز قضاء ہوتی ہے اگر نماز پڑھتا ہے تو جانور حرام ہوتے ہیں اب کیا کرے۔ جنبی شخص جانور کو ذبح کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسی صورت میں جائز ہے کہ جانور ذبح کرے اور نماز کی قضاء کرے اور اگر کوئی صورت ممکن ہو سکے کہ جانور بھی ذبح ہو جائے اور نماز بھی قضا نہ ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ قضاء کرنے کی گنجائش ہے۔ کیونکہ بتصریح فقہاء مال کے ضائع ہونے کی صورت میں نماز کا توڑ نا جائز ہے۔ لہذا تاخیر بھی جائز ہوگی۔ کما قال فی الدر المختار مع رد المحتار ص ۶۵۳ ج ۱ (باب مکروھات الصلوۃ) ویباح قطعھا نحو لقتل حیۃ وند دابۃ وفور قدر وضیاع ما قیمتہ درھم لہ او لغیرہ۔

جنبی شخص جانور ذبح کر سکتا ہے کیونکہ ذبح کا مسلمان یا کتابی ہونا شرط ہے۔ اس کے طاہر ہونے کی قید کوئی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ذبح فوق العقدہ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جانور گھنڈی سے اوپر ذبح کیا گیا ہے اس کا کھانا حلال ہے یا حرام ہے یا مکروہ۔

ذیرہ کیشن شاہ ،ضلع مظفر گڑھ تحصیل لیہ

﴿نوٹ﴾

جانور کے حلال ہونے کا مدار اس بات پر ہے کہ ان چار رگوں (حلقوم مری و دو جان) میں سے کم از کم کوئی تین کٹ جائیں۔ اگر تین نہ کٹیں گے تو جانور حرام ہے۔ اس بات پر تو اتفاق ہے کہ گھنڈی کے اوپر ذبح کرنے کی صورت میں اگر تین رگ کٹ جاتے ہیں تو جانور حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ کما قال الشامی ص ۲۹۵ ج ۲ وقول والتحریر للمقدسی ان یقول ان کان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ما قاله شراح الهداية تبعا للرستغفنی والا فالحق خلافه اذ لم يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ويظهر ذلك بالمشاهدة او سؤال اهل الخبرة فاغتنم هذا المقال ودع عنك الجدال لیکن ذبح فوق العقدہ میں چونکہ کم از کم تین رگ کٹ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کا فتویٰ ہے اور مولانا اشرف علی صاحب نے بھی اسی کی طرف رجوع فرمایا ہے جو امداد الفتاویٰ ص نمبر ۵۴۲، ۵۴۹ ج ۳ پر موجود ہے اور خود ہمارا بھی یہی مشاہدہ ہے۔ اس لیے ایسا جانور حلال ہے۔ فتاویٰ دار العلوم میں ص ۸۱ ج ۸ پر مفتی عزیز الرحمن صاحب نے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

سودی رقم سے خریدے گئے گوشت کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک آدمی کسی سے سود پر روپیہ لے کر پھر اسی رقم پر بھینس گائے وغیرہ خرید کر ذبح کرنے کے بعد پھر لوگوں پر اسی جانور کا گوشت فروخت کر رہا ہے اور جو لوگ اس آدمی سے گوشت خرید کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔

ایک یہ کہ ان کو پتہ ہے کہ یہ سودی رقم پر خریدا ہوا گوشت ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کو پتہ نہیں کہ یہ سودی رقم پر لیا ہوا گوشت ہے اور دونوں صورتوں میں گوشت کو پھر کھاتے ہیں۔ آپ سے ان دونوں صورتوں کا حکم مطلوب ہے۔ آیا دونوں صورتوں میں گوشت کھانا حلال ہے۔ خریدنے والوں کے لیے یا کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے یا ایک صورت میں حلال ہے۔ اگر ایک صورت میں حلال ہے تو یہ تعین فرما دیں۔

محمد شعیب بزدار کمرہ نمبر ۱۰ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

حرام مال اگر نقد ہے تو اس میں کرخی کا قول ہے کہ اگر بوقت اشتراء اسی خاص رقم کی طرف اشارہ کیا ہو اور پھر ادا بھی اسی سے کیا ہو تو خرید کردہ اشیاء حرام ہوں گی۔ اگر بوقت اشتراء اس حرام رقم کی طرف اشارہ نہ کیا یا اشارہ کیا مگر اس سے ادا نہیں کیا بلکہ دوسری رقم سے ادا کیا تو اس حالت میں خریدی ہوئی اشیاء میں کوئی کراہت نہیں۔ موجودہ زمانہ میں عام طور پر اشتراء مطلق ہوتا ہے۔ کسی خاص رقم کی طرف اشارہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر اشارہ اور رقم کی طرف کیا مگر ادا اس سے کیا تو کرخی کے نزدیک اس میں بھی کراہت نہیں۔ بعض نے کرخی کے خلاف بھی تصحیح کی ہے اور ترجیح بھی اسی کی معلوم ہوتی ہے کہ ہر حال میں حرام مال سے حاصل کردہ اشیاء حرام ہیں خواہ اشارہ کیا ہو یا نہ اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔ وان کان مما لا یتعین فعلی اربعة اوجه لان اشار الیها ونقدها فکذلک یتصدق وان اشار الیها ونقد غیرها او اشار الی غیرها ونقدها او اطلق ولم یشر ونقدها لا یتصدق فی الصور الثلاث عند الکرخی قیل وبه یفتی والمختار انه لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان هو الصحیح کما فی فتاوی النوازل واختار بعضهم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرة الحرام وهذا کله علی قولهما وعند ابی یوسف لا یتصدق شیء منه کما لو اختلف الجنس ذکره الزیلعی فلیحفظ. وفی الشامیة تحت (قوله قیل وبه یفتی) قاله فی الذخیرة وغیرها کما فی القهستانی (الی ان قال) قال مشائخنا لا یطیب قبل ان یضمن وکذا بعد بعد الضمان بکل حال هو المختار لا طلاق الجواب فی الجامعین والمضاربة الخ. وایضا فی الشامیة ولا یخفی انهما (ای قول الکرخی وخلافه) قولان مصححان وایضا فیها عن الحمیدی عن صدر الاسلام ان الصحیح لا یحل له الاکل ولا الوطی لان فی السبب نوع خبث اه فلیتامل (شامی ص ۹۹ ج ۶ کتاب الغصب)

الحاصل باوجود علم کے اس گوشت کا استعمال درست نہیں۔ اگر لاعلمی میں کھا لیا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

دریا کے تمام جانور حلال جاننے والی قوم مسلمان ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کھیل ایک قوم ہے جو کہ ہر دریائی چیز کھاتے ہیں۔ نکاح اور طلاق بھی

شریعت کے موافق ہوتے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ وہ قوم دریا کے سارے جانور حلال جانتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ آیا یہ قوم شرعاً مسلمان ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر ضروریات دین پر ایمان ہے تو اس عقیدہ سے کہ دریا کے جانوروں کو حلال سمجھتے ہیں اسلام میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ خود مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اگرچہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ صرف مچھلی ہی کو حلال سمجھتے ہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کن چیزوں سے ذبح جائز ہے

﴿س﴾

کن کن اشیاء سے ذبح جائز ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ہر وہ چیز جو دھار دار ہو جس سے رگیں کٹ جائیں اور خون بہہ جائے جیسے چھری دھار دار پتھر، کانٹے یا بانس کا چھلکا وغیرہ سب سے ذبح کرنا جائز ہے درمختار ص ۲۹۵ ج ۶ میں ہے۔ وحل الذبح بكل ما افرى الاوداج وانهر الدم الا سنا وظفرا قائمين۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

خرگوش حلال ہے یا حرام

﴿س﴾

چہ مے فرمایند علماء کرام دریں مسئلہ کہ خرگوش حرام ہے یا حلال۔ بینوا توجروا

عبدالغفور ایرانی مدرسہ عربیہ تجوید القرآن

﴿ج﴾

حلال است کما فی الهداية ص ۴۳۹ ج ۴ ولا بأس بأكل الارنب لان النبي صلى الله عليه وسلم اكل منه حين اهدي اليه مشويا وامر الصحابة رضي الله عنهم بالاكل منه فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

کیا طوطا و مینا واقعی حلال ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ہمارے اسکول میں ایک ہمارے دینی و مذہبی تعلیم دینے کے لیے استاد مقرر ہیں جو کہ عالم متبحر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ طوطا اور مینا (مال) حلال پرندے ہیں اور ثبوت کے لیے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد دوم مصنف سابق مفتی دیوبند مولانا محمد شفیع صاحب ہیں کیا دونوں پرندے حلال ہیں یا حرام۔ جواب سے ممنون و مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

ہر دو پرندے جن کی نسبت پوچھا گیا ہے حلال ہیں۔ کیونکہ یہ پرندے اگرچہ کھاتے وقت خوراک کو پنجے سے پکڑتے ہیں لیکن پنجے سے شکار نہیں کرتے کیونکہ یہ شکاری جانور نہیں۔

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس جانور کی چار رگیں کٹ گئی ہوں لیکن ذبح گھنڈی سے اوپر ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) اگر جانور ذبح کرنے کے وقت چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن گھنڈی دھڑ کے ساتھ مل جائے تو کیا مذبوحہ حلال ہے یا نہیں۔

(۲) اگر کوئی جانور بے احتیاطی سے مر جائے اور مرنے کے بعد اس پر تکبیر پڑھی جائے۔ کیا چمڑی حلال ہو جائے گی یا نہیں۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ گوشت تو اس کا حرام ہے لیکن اس کے چمڑے کے حلال ہونے کی وجہ اور صورت کیا ہے۔ کیا وہ چمڑا تکبیر پڑھنے کے بعد حرام ہے یا حلال۔ بینوا توجروا

مستفتی فضل الرحمن ضلع جھنگ

﴿ج﴾

(۱) جب رگیں کٹ چکی ہیں تو اس کے حلال ہونے میں ہرگز شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ بہر حال یہ مذبوحہ حلال ہے۔ اس کا استعمال درست ہے۔

(۲) اس کے چمڑے کو جب دباغت وغیرہ میں سکھایا جائے تو اس کو بیچنا اور استعمال کرنا درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ

مرزائی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

(۱) ایک مرزائی کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام مع دلائل مفصل کے رقام فرماویں۔

(۲) مرزائی قصاب سے گوشت خریدنے کا کیا حکم ہے۔ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب

السائل محمد اسلم فاروقی

﴿ج﴾

(۱) مرزائی مرتد ہے، مرتد کا ذبیحہ (مردار) کے حکم میں ہوتا ہے۔ کما ہو فی جمیع کتب الفقہ۔

(۲) مرتد سے کسی چیز کا خریدنا جائز نہیں ہے۔ اس کے تصرفات (خرید وفروخت) وغیرہ سب باطل یا موقوف ہیں اور اگر اس کے پاس گوشت اس کا اپنا ذبیحہ ہے پھر تو بوجہ مردار ہونے کے بھی اس کا خریدنا جائز نہیں۔ دونوں باتیں ہے۔ جملہ کتب الفقہ میں یہ مسئلہ درج ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۳ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

رات کے وقت ذبح کرتے وقت اگر ایک رگ رہ جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بوقت شب تقریباً ساڑھے نو بجے رات ہم نے بیل ذبح کیا تو تین رگیں کٹ گئیں لیکن حلقوم والی ایک کا کچھ حصہ جسم کی طرف رہ گئی اور ہم سمجھے کہ بیل صحیح ذبح ہو گیا ہے لیکن بعد میں تسلی سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ حلقوم والی کاٹنے میں غلطی ہے تو ہم نے حلقوم والی کا کچھ دوبارہ کاٹ ڈالی لیکن اس وقت بیل کا سانس ختم ہو گیا تھا اور کسی قسم کی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ اب آپ ہمیں وضاحت سے بتائیں کہ آیا بیل مردار ہو گیا یا حلال ہو گیا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر تمام رگیں جن کو ذبح کرنے سے کٹ گئی تھیں، صرف ذبح کرنے سے ایک کا کچھ جسم کی طرف رہ گئی۔ یعنی ذبح فوق العقدہ ہوا، تو بیل حلال ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ اگرچہ ذبح فوق العقدہ ہو جائے یعنی ذبح کرنے کے بعد عقدہ (گانٹھ) اجزاء کے ساتھ مل جائے تو بھی رگیں کٹ جاتی ہیں کیونکہ مری کا اب عقدہ پر نہیں بلکہ

عقدہ سے آگے سر کی طرف چلی گئی ہے۔ اس لیے اوداج کٹ جاتی ہیں۔ نیز حدیث شریف میں آتا ہے کہ الذبح ما بین اللبۃ واللحیین جو کہ مطلق ہے کوئی قید اس میں فوق العقدہ و تحت العقدہ کی نہیں مزید تحقیق اس مسئلہ کی امداد الفتاوی کی جلد ۳ کتاب الذبائح ص ۵۳۵ تا ۵۴۳ ج ۳ پر موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہ مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان

طوطا حلال ہے یا نہیں، مرغی کو اگر گھنڈی کے اوپر ذبح کیا گیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) طوطا حلال ہے یا حرام۔

(۲) مرغ کو ذبح کیا گیا ہے فوق العقدہ یعنی گنڈھ دھڑ کے ساتھ ہو گئی ہیں آیا مرغی حلال ہے یا حرام۔

﴿ج﴾

(۱) طوطا حلال ہے۔ کذا فی جمیع الکتب الفقہ۔

(۲) مرغی کے رگوں کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس میں احتیاط جمہور کے قول میں ہے کہ فوق العقدہ نہ ہو تو نہ کھایا جائے۔ باقی بکری وغیرہ بڑے جانوروں میں صاحب بصیرت اور تجربہ کار لوگ دیکھ لیں۔ اگر دونوں رگ اور خوراک کی نالی تینوں کٹ چکی ہیں تو کھایا جائے ورنہ اگر ان میں سے بھی کوئی رہ گئی ہے تو نہ کھایا جائے کذا فی الشامی کتاب الذبائح ص ۲۹۵ ج ۶۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۵ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

بکری کو جلد بازی میں فوق العقدہ ذبح کیا گیا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری مرتی جا رہی تھی مسلمان مرد جلدی کرتا ہوا تکبیر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے میں جلد بازی کرنے میں عقدہ دھڑ کی طرف چلی جائے اور جانور ابھی تڑپ رہا ہو۔ فوراً عقدہ کاٹ لے تو اس کا کھانا کیسا ہے۔ اگر عقدہ نہ کاٹے تو کیا ہے۔ مفصل تحریر فرما دیں کیونکہ دو رگیں عقدہ تک ختم ہو جاتی ہیں۔ الغرض دو رگیں کٹ جاتی ہیں۔ نصف سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن عضر زدی کا کوئی فرق ہو تو علم ہو جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس صورت میں دوبارہ کاٹنا تو مفید نہیں۔ جب ایک مرتبہ رگیں کاٹ لیں اور حلقوم کا اکثر حصہ بھی کاٹ لیا تو اس جانور کی موت اس کی طرف منسوب ہوگی۔ دوبارہ کاٹنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ پہلی مرتبہ جب عقدہ سے اوپر کاٹا تو اس جانور کو کسی تجربہ کار آدمی کے ذریعے سے دیکھا جائے۔ اس حلقوم کے ساتھ مری (کھانے پینے کا راستہ) بالکل ایک پردہ کے اندر متصل ہوتا ہے۔ اگر وہ ابھی نہیں کٹی (اور اکثر ایسا ہوتا ہے) تو جانور حرام ہے اور اگر وہ کٹ چکی ہے تو بوجہ مری کے کٹ جانے کے حلال ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ

چور اگر چوری کردہ بکری کو ذبح کرے تو حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چور نے ایک بکری چوری کی۔ دوسرے گاؤں میں جا کر ذبح کر دی۔ بکری کا مالک بھی وہاں پہنچ گیا۔ اب بکری ذبح چور نے کی تھی چور نے چونکہ تکبیر تین بار پڑھی۔ بکری حلال ہے یا حرام ہے۔

السائل مولوی ثناء اللہ بمعرفت ماسٹر محمد قاسم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اگر چور مذکور نے ذبح کرتے وقت عمداً تکبیر ترک کی تو جانور مردار ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور اگر تکبیر پڑھ چکا ہے یا پڑھنا بھول گیا تو جانور حلال ہے۔ قال تعالیٰ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیۃ باقی مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کرنے کی صورت میں جانور مردار نہیں بن جاتا بلکہ اس کا گوشت حلال ہے۔ اگرچہ چوری کرنے کا بہت بڑا گناہ چور کے سر پر ہوگا۔ حتیٰ کہ اصل مالک اگر یہ مذبوحہ جانور اس سے لے تو وہ کھا سکتا ہے یا یہ چور ضمان ادا کر دے تو اس کے لیے بھی کھانا جائز ہو جاتا ہے جیسا کہ فقہاء نے ذبح غاصب کی صورت میں لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ

﴿ھو المصوب﴾

صحیح ذبح کی صورت میں اگرچہ گوشت اس جانور کا مردار نہیں ہے لیکن اس کا کھانا مالک کی اجازت کے بغیر حرام قطعی ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشینی ذبح کے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی بے مثال تحقیق

﴿سوال﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہاں انگلستان میں لاکھوں مسلمانوں کو ایک بہت بڑی مشکل درپیش ہے اور وہ ہے حلال گوشت کا۔ کافی عرصے سے ہمارے یہاں کمشنر صاحب نے ایک فتوی جو ڈاکٹر فضل الرحمن کی طرف سے تھا یہاں کی حکومت کو پیش کیا کہ یہ گوشت جو کہ جانور کو حلال کرنے سے قبل بجلی کا جھٹکا دیا جاتا ہے یا گولی مار کر ذبح کیا جاتا ہے وہ گوشت حلال ہے اور اسلام میں اس کی اجازت ہے لیکن مسلمانوں نے اس کو قطعی طور پر نامنظور کر دیا ہے اور کہا ہے کہ جب تک ہمارے علماء دین اس مسئلہ میں اپنا فتوی نہ دیں یہ گوشت ہمارے لیے حلال نہیں ہوگا۔ یہاں بہت علماء دین آئے مثلاً مولوی مودودی صاحب انہوں نے بھی اس گوشت کو حلال قرار دیا اور خاموش رہے لیکن ہمیں اب بھی تسلی نہیں ہوئی اور گوشت کھانا ترک کر دیا ہے۔ آپ کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ آپ نے ایک فتوی کے ذریعے ایسے گوشت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ناجائز اور حرام قرار دیا اس لیے مختصر الفاظ کے ساتھ یہ عرض خدمت ہوں کہ مذکورہ فتوی ٹھیک نقل عبارت فرما کر مشکور فرمائیں۔ گستاخی معاف فرمائیں۔ عرض کروں اس سلسلہ میں جتنے اخراجات ہوں گے بندہ شکریے کے ساتھ حاضر کرے گا۔

راقم محمد عارف صدر جمعیت تبلیغ اسلام

﴿جواب﴾

میں سمجھتا ہوں کہ بٹن دبانے والا مسلمان بھی ہو اور بٹن دباتے وقت تسمیہ بھی پڑھے تب بھی مشین کے مروجہ ذبیحہ کو حلال نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ مردار ہی ہے آپ دیکھیں کہ بٹن دبانے والے نے صرف یہی تو کیا ہے کہ بند ہو جانے والی مشین کا جو کنکشن (تعلق، رابطہ) کٹ چکا تھا اور ان دونوں کے درمیان جو مانع تھا اس کو روک دیا اور پھر سے کنکشن جوڑ دیا اور بس۔ در اصل مشین کی چھری کو چلانے والی اور جانور کا گلا کاٹنے والی برقی لہر (کرنٹ) ہے نہ کہ ایک مسلمان کے ہاتھ کی قوت محرکہ اور یہ گلا کاٹنا برقی قوت اور مشین کا فعل ہے نہ کہ اس مسلمان کا جو ذبح اختیاری میں ذبح کا فعل (اپنے ہاتھ سے گلا کاٹنا) اور اس کی تحریک کا موجد ہونا شرط ہے۔ یہاں تو بٹن دبانے والے کا فعل سوائے "رفع مانع" (رکاوٹ کو ہٹا دینے) کے اور کچھ نہیں۔ "رفع مانع" (رکاوٹ دور کر دینے) سے فعل ذبح کی نسبت "رافع" (ہٹانے والے) کی طرف کس طرح ہو سکتی ہے؟ اس کی مثال اس طرح سمجھیں۔

(۱) ایک شخص چھری ہاتھ میں لے کر کسی جانور کو ذبح کرنا چاہتا تھا کہ کسی شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ذبح کرنے سے

فمعتبر وقت الرمي والارسال لمراعی الاهلية عند ذلک (اگر تیر پھینکا یا سدھایا ہوا شکاری جانور چھوڑا اسی حالت میں کہ وہ مسلمان تھا پھر فوراً تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا یہ حلال تھا اور پھر فوراً احرام باندھ لیا اور شکار کو جا لیا تو وہ شکار حلال ہوگا اور اگر تیر پھینکتے یا شکاری جانور چھوڑنے کے وقت مرتد تھا اور پھر مسلمان ہو گیا اور تسمیہ بھی پڑھ لیا تو وہ شکار حلال نہ ہوگا۔ اس لیے اعتبار تیر پھینکنے یا جانور چھوڑنے کے وقت ہے۔ اس وقت اہلیت ذبح کو دیکھا جائے گا۔ اسی طرح ہدایہ ج ۴ ص ۵۰۰ پر لکھا ہے۔ ولان الكلب والبازي آلة والذبح لا يحصل بمجرد الآلة الا بالاستعمال وذلک فيهما بالارسال فنزل منزلة الرمي وامرار السكين. (اس لیے کہ سدھایا ہوا کتا اور باز آلہ کے حکم میں ہیں اور ذبح آلے سے کام لیے بغیر نہیں پائی جا سکتی اور کتے اور باز کی صورت میں ان کا چھوڑنا ہی ان سے کام لینا ہے۔ یہ چھوڑنا تیر پھینکنے اور چھری چلانے کے قائم مقام ہے۔ ذبح اضطراری اور ذبح اختیاری کا بنیادی فرق یہی ہے کہ اختیاری ذبح میں امرار سکین (چھری چلانا) ہی عمل ذبح ہے اور ذبح اضطراری میں رمی (تیر پھینکنا) اور ارسال (سدھائے ہوئے شکاری جانور کو چھوڑنا) اور رمی عمل ذبح کے قائم مقام ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اختیاری ذبح میں "فعل انسانی" کو شرط قرار دیتے ہیں۔ کتاب الام ص ۲۳۳ ج ۲ پر فرماتے ہیں۔ والذكوة وجهان وجه فيما قدر عليه الذبح والنحر وفيما لم يقدر عليه ما ناله الانسان بسلاح بيده او رميه بيده فهي عمل يده وما احل الله عز وجل من الجوارح المعلمات التي تأخذ بفعل الانسان كما يصيب السهم فاما الحفرة فانها ليست واحد من ذا كان فيها سلاح او لم يكن ولو ان رجلا نصب سيفا او رمحا ثم اضطر صيدا فاصابه فذكاه لم يحل اكله لانها ذكوة بغير فعل احد.

ترجمہ: ذبح شرعی کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ جانور قابو میں ہے اس صورت میں ذبح کرنا نحر کرنا ہے اور جانور قابو میں نہ ہو تو اس صورت میں انسان اپنے ہاتھ سے ہتھیار کے ذریعہ قتل کر دے یا اپنے ہاتھ سے تیر پھینک کر یا ان سدھائے ہوئے جانوروں کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے (شکار کے لیے) کیے ہیں۔ جو تیر کی طرح انسان کے فعل (چھوڑنے) سے کام کرتے ہیں شکار کرے باقی گڑھا کھود رکھا ہے اس میں ہتھیار ہو یا نہ ہو وہ ان دونوں صورتوں میں سے ایک میں نہیں آتا اور اگر کسی آدمی نے کوئی تلوار یا نیزہ کسی جگہ گاڑ دیا اور پھر شکار کو اس طرف بھاگنے پر مجبور کیا اور اس نیزے یا تلوار سے گلا کٹ گیا تو اس کا کھانا حلال نہ ہوگا اس لیے کہ وہ بغیر کسی انسان کے فعل کے ذبح ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ برقی مشین سے جو جانوروں کے گلے کٹتے ہیں وہ یقیناً نہ انسان کا فعل ہے نہ اس کے ہاتھ کی قوت کا اس میں کوئی دخل ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی اس کو انسان کا فعل نہیں کہہ سکتا اسی لیے اس کو مشینی ذبیحہ کہتے ہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بلی نے مرغا پکڑ لیا مرنے سے پہلے ذبح کرلیا گیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرغ جس کو بلی نے پکڑا ابھی تک مرا نہیں تھا کہ اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا جب ذبح کیا گیا تو مرغ نے بالکل حرکت نہیں کی لیکن خون اس سے کافی نکل آیا حلال ہے یا حرام۔

﴿ج﴾

اگر ذبح سے قبل متصل اس کی حیات یقینی ہو تب تو ذبح سے وہ حلال ہوتا ہے خواہ حرکت کرے یا نہ کرے اور خواہ خون نکلے یا نہ نکلے اور اگر حیات یقینی نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو ایسی حرکت ہو جو علامت حیات کی ہو جیسے منہ کا بند کرنا یا آنکھ کا بند کرنا یا پاؤں کا سمیٹ لینا یا بال کھڑے ہو جانا یا ایسا خون نکلے جیسا زندہ کے نکلتا ہے تب تو حلال ہے ورنہ حرام لما في الدر المختار ص ۳۰۹ ج ۶ ذبح شاة مريضة فتحركت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حياته عند الذبح وان علم حياته حلت مطلقا وان لم تتحرك ولم يخرج الدم. وفي رد المحتار قوله فتحركت اي بغير نحو مد رجل وفتح عين مما لا يدل على الحياة كما يأتي قوله او خرج الدم اي كما يخرج من الحي الى قوله وهو ظاهر الرواية. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ صفر ۱۳۹۱ھ

جس مرغی کا سر بلی نے الگ کر دیا ہو کیا اس کا ذبح جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرغی کو بلی نے پکڑ کر اس کا سر توڑ لیا۔ اس کے بعد وہ مرغی اچھی طرح پوری جانفشانی سے کچھ دیر تک زندہ رہی اور پھرتی رہی۔ تو اسی اثنا میں ایک مسلمان آدمی نے اس مرغی کی باقی ماندہ گردن پر جس کے ساتھ کہ مرغی کا سر نہیں تھا تکبیر پڑھ کر چھری چلائی اور ذبح کیا اور اس کا پیٹ بھی تکبیر پڑھ کر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بھی وہ مرغی اپنی حیات سے کچھ دیر حرکت کرتی رہی۔ کیا یہ مرغی حلال ہوگی یا نہ۔

فتاویٰ بزازیہ اور عالمگیریہ میں بظاہر دو متضاد عبارتیں ہمیں معلوم ہوتی ہیں ان دونوں عبارتوں کا مطلب بھی ہمیں واضح فرمائیں۔

(۱) شاة قطع الذئب اوداجها وهي حية لا تذكى لفوات محل الذبح عالمگیریہ باب الثالث

فی المتفرقات۔

(۲) ولو انتزع الذئب رأس الشاة وبقيت حية تحل بالذبح بين اللبة واللحيين. بزازيه كتاب الذبائح عبارت سے مرغی کا حرام ہونا اور عبارت سے مرغی کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

مولوی عبدالرحمن درسگاہ تحریریات خیر المدارس ملتان

﴿ج﴾

اگر بلی نے اس کا سر بدن سے جدا کر دیا تھا تو پھر یہ مرغی ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگی۔ ...... ولو قطع رأس دجاجة فالباقي لا تحل بالذبح وان كان يتحرك كذا في الملتقط عالمگیریہ ص ۲۸۷ ج ۵.

ان دونوں جزئیات میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ جزئیہ نمبر ۱ میں محل ذبح فوت ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم کیا گیا ہے جبکہ جزئیہ نمبر ۲ میں محل ذبح موجود ہے۔ پس اگر حیات کے ہوتے ہوئے اس جگہ پر چھری پھیر دی تو وہ حلال ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

جان کر تکبیر نہ پڑھنے والے کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی آدمی جب وقت ذبح تکبیر دانستہ نہیں پڑھتا اور اس کی جگہ کلمہ شریف تین دفعہ پڑھتا ہے تو ذبیحہ حرام ہوگا یا حلال۔ مسلمان کے لیے کھانا جائز ہے۔

محمد یعقوب

﴿ج﴾

اگر تسمیہ کی نیت سے پورا کلمہ شریف پڑھ کر جانور ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہے لیکن تسمیہ کے لیے اس صورت کو اختیار کرنے میں کراہت ہے۔

لما في الهداية ص ۴۳۳ ج ۴ ونظيره ان يقول بسم الله محمد رسول الله لان الشركة لم توجد ولم يكن الذبح واقعا له الا انه يكره لوجود القرآن صورة فيتصور بصورة المحرم اھ۔ اگر بلا نیت تسمیہ کلمہ پڑھا تو ذبیحہ حرام ہے۔ لما في الهندية ص ۲۸۶ ج ۵ وكذا اى لا يحل لو سبح او هلل او كبر ولم يرد به التسمية على الذبيحة اھ۔ اور اگر بہ نیت تسمیہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر ذبح کیا تو جانور حلال ہے۔ لما

فی الهندیه ص ۲۸۵ ج ۵ ومنها التسمیة حالة الذکوٰة عمدا ای اسم کان .... وکذا التهلیل والتحمید والتسبیح اھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

اگر مری اور حلقوم (رگیں) نہ کٹیں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

فقیر محمد نے ایک بکرا ذبح کیا غلطی سے مری اور حلقوم قطع نہ ہوسکیں۔ ایک مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا انہوں نے کہا کہ ذبح اختیاری میں کم از کم تین رگوں کا کاٹنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک لازمی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک چاروں کا کاٹنا ضروری ہے۔ چونکہ اب تین یا چار رگیں قطع نہ ہوئیں لہٰذا بکرا حرام ہے لیکن ایک صاحب کہتے ہیں اور اپنے دعویٰ کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس کی نیت روزہ کے توڑنے کی نہیں۔ اسی طرح ذابح کی نیت مذبوحہ کو حرام کرنے کی نہ تھی لیکن غلطی سے ایسا ہو گیا تو مذبوحہ حلال ہے۔ اب ان دو میں سے کس کا قول صحیح ہے۔

رحیم اللہ بخش محمد بخش سوداگران اورت والا بزار منشن احمن شاہ تحصیل و ضلع مظفرگڑھ

﴿ج﴾

سابق الذکر مولوی صاحب کی بات صحیح ہے دوسرے مولوی نے قیاس فرمایا ہے وہ صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ شوال ۱۳۹۵ھ

اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے غلط ذبح کیا اور بوقت ذبح دو مری رگیں کٹ گئیں اور نرخرہ بھی کٹ گیا۔ مگر نرخرہ میں کوئی ایک چونی بھی نہ لگی ہوئی تھی۔ تو کیا ایسا ذبح حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

علامہ شامی نے اس میں بہت سا اختلاف نقل کرنے کے آخر میں فیصلہ کیا ہے کہ اگر بجملہ چار رگوں میں سے تین رگیں کٹ گئیں تو حلال ہے ورنہ حرام ہے اور وہ چار رگیں یہ ہیں۔ مری حلقوم اور دو ودجان خلاصہ یہ ہے کہ نرخرہ اگر کٹ

جائے پھر دیکھنا چاہیے کہ آیا ودجین جسے شاہ رگیں کہتے ہیں بھی کٹ گئی ہیں یا نہیں۔ اگر وہ دونوں کٹ گئی ہوں تو حلال ہے ورنہ حرام۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ شوال ۱۳۷۹ھ

بوقت ذبح سر کا دھڑ سے الگ ہو جانا اور پیٹ چاک کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ذبح کرتے وقت اگر آلہ تیز ہونے کی وجہ سے یا کسی مجبوری کی وجہ سے گردن سے سر الگ ہو جائے تو کیا وہ مذبوحہ مرغی وغیرہ حلال ہے یا مکروہ یا حرام۔

(۲) ذبح کرنے کے بعد پیٹ چاک کرنا ضروری ہے کہ بعد میں سر جدا کرے۔ اگر ذبح کے بعد پیٹ چاک کرنے سے پہلے سر جدا کیا جائے تو کیا حکم ہے۔

حافظ غلام مجتبیٰ مدرس گورنمنٹ ہائی سکول تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

ذبح کرنے میں اگر مرغی کا گلا کٹ گیا اور سر جدا ہوا تو اس کا کھانا درست ہے مکروہ بھی نہیں۔ البتہ اتنا زیادہ ذبح کر دینا یہ فعل مکروہ ہے۔ مرغی مکروہ نہیں ہوتی۔ قال فی الهداية ص ۴۳۶ ج ۴ ومن بلغ بالسكين النخاع او قطع الرأس كره له وتؤكل ذبيحته۔

(۲) پیٹ چاک کرنے کے بعد سر جدا کرنا ضروری نہیں پہلے بھی درست ہے بہتر یہ ہے کہ پہلے الگ کر کے دم مسفوح یعنی گردن کا خون دھو کر بعد میں پیٹ چاک کرے تاکہ یہ خون گوشت کے ساتھ نہ لگے کیونکہ یہ خون نجس ہے۔
فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بندوق سے جانور کا سر الگ ہو جائے لیکن گردن مکمل باقی ہو تو کیا حکم ہے

زمین سے عشر نکالتے وقت آبیانہ اور ٹیکس مستثنیٰ ہوں گے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلے کے بارے میں کہ

(۱) عشر یا نصف عشر کل کھیتی کے حاصل سے ادا کیا جائے گا یا گندم کی صفائی کی اجرت یا مزدوری کے اخراجات اور آبیانہ وغیرہ کے اخراجات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۲) اگر چھری کی کوئی یا اور کسی ذریعہ سے جانور کی کھوپڑی گردن سے جدا ہو جائے اور رگیں باقی ہوں یعنی گردن سالم رہ جائے تو کیا ذبح کرنے سے یہ جانور حلال ہو سکے گا یا نہیں۔

اور اگر گردن بالکل کٹ جائے تو اس صورت میں ذبح کرنے کی صورت کیا ہو گی جبکہ اس کی حیات ابھی باقی ہو۔

مولوی عبدالسلام تحصیل خانیوال

الجواب

(۱) بلا وضع مصارف کل پیداوار میں عشر واجب ہے۔ بارانی زمین میں عشر اور جس زمین کا آبیانہ ادا کیا جاتا ہے اس میں نصف عشر (بیسواں) ہے۔ بہرحال عشر یا نصف عشر کل پیداوار میں ہے دسواں حصہ یا مذکورہ اخراجات وضع کیے بغیر کل حاصل میں عشر لازم ہے۔ قال فی شرح التنویر بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج (ردالمحتار ص ۳۲۹ ج ۲)

(۲) اس بارہ میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے کہ عند الذبح کس قدر حیات کی موجودگی شرط ہے۔ صاحبین کے ہاں حیات مستقرہ (یعنی فوق مایکون فی المذبوح) ضروری ہے اور امام صاحب کے ہاں مطلق حیات شرط ہے۔ یعنی بوقت ذبح حیات قلیلہ خفیفہ بھی کافی ہے اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ پس صورت مسئولہ میں چونکہ محل ذبح (یعنی مابین الحلق واللبۃ) موجود ہے اور جانور میں حیات بھی باقی ہے اگرچہ قلیلہ ہے لہٰذا امام صاحب کے قول پر یہ جانور بعد الذبح حلال ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

البتہ جدا شدہ کھوپڑی حرام ہے۔ لقوله علیه السلام ما ابین من الحی فهو میت۔ اگر محل ذبح بالکل ختم ہو جائے تو جانور حرام ہے۔ اس لیے کہ ذبح متحقق نہیں۔ هکذا فی العالمگیریة کتاب الصید و هدایہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ رجب ۱۳۹۶ھ

اگر چھری میں "بسم اللہ اللہ اکبر" کی ہ پوری نہیں پڑھی گئی تو کیا حکم ہے

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص کا بکرا رات کو بھی چارہ کھانے سے پیٹ میں ہوا بھر گئی۔ بکرا اچانک مرنے کے قریب ہو گیا تو مالک

زندہ جانور کی کھال و گوشت فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ۔

(۱) بعض حضرات میں یہ رواج مروج ہے کہ زندہ جانور کے گوشت کی بیع کرے یا کھال کی بیع کر کے بیچ دیتے ہیں کیا یہ بیع صحیح ہے۔

(۲) دارو نیع بائع ومشتری کے لیے کیا شریعت فرماتی ہے۔

(۳) اگر بائع اور مشتری کے سوا اور کوئی اس جانور کا بچا ہوا گوشت خرید کر کے کھائیں تو کیا جائز ہے یا ناجائز۔

﴿ج﴾

زندہ جانور کے گوشت اور کھال کو قبل از ذبح فروخت کرنا بیع فاسد ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ بائع اور مشتری دونوں گنہگار اور آثم ہوں گے۔ ان کو توبہ کرنا لازم ہے اور گوشت اور کھال مشتری کے حوالہ کرنے کے بعد وجوبا بیع فسخ کر دے۔ ہر ایک اس کو فسخ کر سکتا ہے اور کھال و گوشت کے قبض ہو جانے سے اگر چہ وہ مشتری کی ملک میں آ جاتا ہے اور وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے لیکن چونکہ یہ ملک خبیث ہے اس لیے بیع کو فسخ کر کے واپس بائع پر رد کر دیا جانا یہ واجب ہے۔ اگر بالفرض آگے اسی مشتری نے دوسرے کسی شخص پر فروخت کر دیا تو اگر چہ وہ گنہگار ہوگا اور واپس بائع پر قیمت رد کرنا لازم ہوگا لیکن پھر بھی جس شخص نے اس سے گوشت یا کھال خریدا ہے اس کے لیے استعمال جائز ہوگا۔ کذا فی الفتاویٰ العقد

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ذی قعدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی زید لاعلم بندہ نے کبھی اس نے ذبح وغیرہ نہیں کی۔ اس نے ایک بکرا جو حرام ہو جانے کا ڈر تھا اور اس وقت اور کوئی قابل آدمی بھی موجود نہ تھا۔ اس خطرے سے بچنے کی وجہ سے بکرا کو حرام ہونے سے بچانے کی خاطر تکبیر چلائی۔ تکبیر چلاتے وقت بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اللہ اکبر پڑھا اور ذبح میں کوئی شک نہیں۔ ذبح ٹھیک تھا لیکن کلمے ٹھیک نہیں تھے کیونکہ بسم اللہ اللہ اکبر کی بجائے یہ کلمے پڑھے۔ اب مہربانی فرما کر یہ فرماویں کہ بکرا حلال ہے یا حرام ہے یا مدلل فقہ بیان فرماویں کیونکہ ہمارے چک میں ایک اہل حدیث زیادہ تر نہیں مانتا وہ کہتا ہے کہ میں فقہ کا مقلد نہیں ہوں اگر ہو سکے حدیث سے بھی ثابت کریں۔

محمد عبدالمجید

﴿ج﴾

اس میں تفصیل ہے ایک یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے غیر اللہ کے نامزد کوئی جانور کر دیا اور اس نیت سے اس کو ذبح کیا گو وقت ذبح بسم اللہ بھی کہے یہ صورت باتفاق و باجماع حرام ہے اور یہ جانور میتہ ہے اس کے کسی جزء سے انتفاع جائز نہیں اور آیہ کریمہ وما اہل لغیر اللہ میں اس کا داخل ہونا متفق علیہ اور مجمع علیہ ہے اور کتب فقہ در مختار وغیرہ میں تصریحا مذکور ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام محض تعبیر و عنوان میں ہے نیت میں اس کا تقرب وغیرہ مقصود نہیں جیسے حدیث میں عقیقہ کے وقت یہ کہنا وارد ہے ھذا عقیقۃ فلان یہ بلاشبہ حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

اگر کوئی جانور مر رہا ہو تو شیعہ کا ذبح کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بیل پر ہل چلاتے وقت اچانک موت واقع ہو گئی تو اس وقت میں ایک مذہب شیعہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص مسلمان موجود نہیں تھا جس کو ذبح کرنے کا طریقہ ہو اور بوجہ جہالت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مذہب شیعہ انسان سے ذبح کروانا نامناسب ہے۔ تو حالت اضطراری میں بوجہ مجبوری اس بیل شیعہ سے وہ بیل ذبح کرایا گیا اس بیل کا کھانا حلال ہے یا حرام ہے۔ جواب بالوضاحت مع الدلائل عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو شیعہ ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ ضروریہ کا منکر ہو یعنی شیعہ غالی ہو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہو یا افک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قائل ہو یا الوہیت علی رضی اللہ عنہ کا قائل ہو وغیرہ ذلک یا شیعہ تبرائی ہو جو سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو جائز اور کار خیر سمجھتا ہو تو ایسا شیعہ کافر ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے اور جو اس قسم کا غالی شیعہ نہ ہو یعنی امور دین میں سے کسی مسئلہ ضروریہ کا منکر نہ ہو اور سب صحابہ کو کار خیر نہ سمجھتا ہو تو وہ مسلمان ہے اور اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ ھکذا فی الشامیۃ اس سے آپ کو مسئولہ صورت کا حکم معلوم ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ جمادی الاولی ۱۳۹۱ھ

ذبح کرنے والے قصائی شیعہ قسم کے لوگ ہیں لہٰذا فتویٰ سے فرمادیں کہ کیا سنی لوگ اسے جائز سمجھ کر کھا سکتے ہیں مہربانی ہوگی۔

ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور حافظ عبدالمجید امام مسجد

﴿ج﴾

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں شیعہ کے ذبیحہ کی حلت میں علماء اہل سنت کا اختلاف ہے راجح اور صحیح یہ ہے کہ حلال ہے قال الشامی وکیف یصح القول بعدم حل ذبیحته مع قوله بحل ذبیحة الیهود والنصاری (امداد الفتاویٰ ص ۱۰۹ ج ۳) لیکن مجھے اس مسئلہ میں تا حال تشفی نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

[illegible] کہ غیرہ کا حکم کیا جا سکتا ہے اسلام کا حکم اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے احتیاط ہے اور حکم ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے حفاظت کے اعتبار میں یہ احتیاط ہے پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا۔ یعنی اس سے نہ تو مناکحت کی اجازت دیں گے نہ اس کی اقتدا کریں گے نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے اور نہ اس پر ریاست کا قرار جاری کریں گے۔ اگر تحقیق کی قدرت ہو اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو ویسے احکام جاری کریں گے اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو تو سکوت کریں گے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے۔ الخ (امداد الفتاویٰ ص ۵۴۳ ج ۴) واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ رجب ۱۳۸۷ھ

عورت کا ذبیحہ کن صورتوں میں حلال ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مسلمان عورت جو کہ بیوہ اور سیدہ جوان ہو اس کا ذبیحہ کن کن صورتوں میں حلال ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی غلام فرید معرفت ڈاکٹر محمد زمان میڈیکل ہال شورکوٹ تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

مسلمان عورت کا ذبیحہ بہرصورت حلال ہے اگر اور کوئی خرابی صورت ذبح میں نہ ہو تو صرف عورت ہونے کی وجہ

سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ یہ صرف عوام کے غلط مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے کہ عورت ذبح نہیں کر سکتی۔ کذا فی جمیع کتب الفقہ واللہ اعلم

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۳۰ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

اگر جانور ذبح کرنے کے بعد حرکت نہ کرے لیکن خون نکلے اور خرخراہٹ کی آواز ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس شرعی مسئلہ میں کہ ایک بیل اسی وقت بیمار ہوا اور آج صبح گر کے بے ہوش ہو کر گر پڑا ہے۔ حلق پر فوراً چھری چلائی گئی ہے خون کی دھار تقریباً دو فٹ کے فاصلہ پر پہنچی ہے اور حلق سے خرخراہٹ کی آواز بھی نکلتی رہی ہے لیکن ذبح کے بعد اس کے جسم کو کوئی حرکت نہیں ہوئی ہے بعض حاضرین موقع کہتے ہیں کہ حلال ہے اور بعض دوسرے حرام کہتے ہیں۔ آپ ہمیں شرعی فیصلہ سے مطلع فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔
المستفتی محمد علی سنٹرل کوٹ ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ جانور مذبوح حلال ہے۔ فی الدر المختار ص ۳۰۸ ج ۱ ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیاته عند الذبح وان علم حیاته حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم ۔ وفی الشامیة قوله فتحرکت ای بغیر مد رجل وفتح عین مما لا یدل علی الحیاة. کما یاتی قوله او خرج الدم ای کما یخرج من الحی الی قوله وهو ظاهر الروایة واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۰۰ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ

اگر بے ہوش بھینس سے ذبح کے بعد مرغی جتنا خون نکلے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ ایک بھینس کو بے ہوشی کی حالت میں ذبح کیا گیا ذبح کی حالت میں بھینس نے حرکت بھی نہیں کی اور نہ ہی خون آیا لیکن ذبح درست ہوا۔ ذبح ہو جانے کے تھوڑی دیر بعد تھوڑا سا خون آیا جتنا کہ دو مرغیوں کا خون ہوتا ہے۔ کیا یہ بھینس حلال ہے یا حرام۔

عبدالرشید صدیقی معرفت حاجی غلام محمد تحصیل و ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿الجواب﴾

اگر ذبح کرتے وقت بعض میں حیات کی کسی قسم کی علامت موجود ہو تو ذبیحہ حلال ہے ورنہ نہیں اگر خون اس طریقہ سے نکلا جیسا کہ عام طور پر ذبح کے وقت جانور سے نکلتا ہے تو یہ بھی حیات کی علامت ہے لیکن اگر بغیر کسی تیزی کے پانی کی طرح بہہ گیا تو حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا جس چاقو چھری سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے اس کا دستہ لکڑی کا ہونا ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک اور مسئلہ درپیش ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز حلال کی جائے تو جب تک چاقو کے ساتھ لکڑی نہ ہو تو وہ چیزیں حلال نہیں ہوتیں۔ پلاسٹک کے دستہ والے جو چاقو ہیں ان سے حلال نہیں ہوتا کیا پلاسٹک کے دستے سے حلال ہوتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

درمختار ص ۲۴۵ ج ۵ میں ہے۔ وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعۃ تغلیبا وانہر الدم ولو بنار او بلیطۃ او بمروۃ ہی حجر ابیض کالسکین یذبح بہا الا سنا او ظفرا قائمین ولو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ الخ درمختار کی عبارت سے واضح ہے کہ جس چیز سے ذبح کیا جائے اور رگیں کٹ جائیں اور خون بہہ جائے تو مذبوح حلال ہے چاہے آگ یا کانے کے چھلکے یا تیز پتھر سے بھی کاٹے جائیں۔ حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ ہر تیز چیز سے جس سے مذبوح کی رگیں کٹ جائیں مذبوح حلال ہو جاتا ہے۔ خالص پلاسٹک کی چھری یا چاقو بھی کیوں نہ ہو۔ اس بات کے لیے کوئی اصل نہیں کہ پلاسٹک کے دستہ سے حلال نہیں اور لکڑی سے حلال ہے۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۳ رجب ۱۳۷۸ھ

جانور ذبح کرتے وقت "بسم اللہ اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حلال جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر تک پڑھنے سے جانور حلال

شیعہ کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو لوگ صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں یعنی شیعہ حضرات ان کے ذبیحہ جانور کا گوشت کھانا درست ہے کہ نہیں اور بریلوی حضرات کے ہاتھ کا ذبیحہ جانور کے گوشت کا کھانا ٹھیک ہے یا نہیں۔
ملک محمد اشرف ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور

﴿ج﴾

جو شیعہ امور دین میں سے کسی متفقہ ضروریہ کا منکر ہو مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہو یا جبرئیل علیہ السلام کے وحی لانے میں غلطی کا قائل ہو یا صحبت صدیق کا منکر ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھتا ہو وہ کافر ہے اور اس کا ذبیحہ حلال نہیں اور جو ایسا نہیں اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

اگر ما اہل بہ لغیر اللہ کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے تو حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے مقتدیان اختلاف عقیدہ کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے کہ نذر و نیاز ما اہل بہ لغیر اللہ حرام ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ حلال ہے۔ نیز دلیل پیش کرتا ہے کہ ذبح کے وقت یہ نہیں کہتے کہ بسم اللہ فلاں بسم اللہ فلاں بلکہ تکبیر پڑھ کر ذبح کرتے ہیں اور تکبیر سے چیز حلال ہوتی ہے اور فریق اول کہتا ہے کہ جو نذر و نیاز اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی نبی ولی یا جن فرشتہ کے نام پر مانی جائے اسی وقت حرام ہو جاتی ہے۔ اگر بوقت ذبح تکبیر بھی پڑھی ہوئے ہرگز حلال نہیں ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے ہر دو فریق اس مسجد میں پنجگانہ اوقات و جمعہ میں نماز باجماعت الگ الگ مقام میں ادا کرتے ہیں۔ کیا اس صورت میں دونوں جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ نیز بحیثیت اکابرین اہل سنت کے عقیدے کے مطابق کون سا فریق اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔
اللہ بخش ضلع اٹک

﴿ج﴾

فریق اول کی بات صحیح ہے اور فریق ثانی کا استدلال غلط ہے نذر و نیاز غیر اللہ کی ہرگز جائز نہیں، ماسوی اللہ کے تقرب و تعظیم کے لیے کوئی چیز دی جائے یا کوئی جانور ذبح کیا جائے وہ ما اہل لغیر اللہ اور ما ذبح علی النصب میں داخل

﴿ج﴾

چونکہ یہ اضطراری ہے اس لیے جب رگیں کٹ گئیں اور بکری کا خون کافی نکلا تو یہ بکری حلال ہو گئی ہے اور کھانا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ شعبان ۱۳۹۲ھ

حلال جانور کے خصیے حلال ہیں یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ حلال جانور کے خصیے حلال ہیں۔ ان کو کھایا جائے یا حرام ہیں ان کو نہ کھایا جائے یا مکروہ وغیرہ ہیں۔

محمد سلیم

﴿ج﴾

حلال جانور کے خصیے کھانا مکروہ تحریمی ہے کھانا جائز نہیں۔ قال فی بدائع الصنائع واما بیان ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول فالذی یحرم اکلہ منہ سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ لقولہ عز شانہ ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث وھذہ الاشیاء السبعۃ مما تستخبثہ الطبائع السلیمۃ فکانت محرمۃ وروی عن مجاہد رضی اللہ عنہ انہ قال کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشاۃ الذکر والانثیین والقبل والغدۃ والمرارۃ والمثانۃ والدم فالمراد منہ کراھۃ التحریم الخ بدائع صنائع ص ۶۱ ج ۵ وفتاویٰ عالمگیریہ ص ۲۹۰ ج ۵ ودر مختار ص ۷۴۹ ج ۶ وکنز الدقائق ص ۴۴۸ مسائل شتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵/۱۲/۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

طوطا حلال ہے

﴿س﴾

مہربانی فرما کر طوطے کے متعلق تحریر کریں کہ وہ حلال ہے کتاب کے حوالے دے کر مشکور فرمادیں۔ اگر حلال ہے تو کس امام کے نزدیک اور اگر حرام ہے تو کس امام کے نزدیک۔

جناب اعراب دین خٹک تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

ہر اس پرندے کا کھانا حرام ہوتا ہے جو کہ پنجہ کے ساتھ شکار کرتا ہو اور وحشی درندہ ہو۔ طوطا چونکہ اس قسم کا پرندہ نہیں ہے لہٰذا اس کا کھانا حلال ہے جیسا کہ کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ ص ۲ ج ۲ پر ہے۔ ویحل من الطیر اکل العصافیر والسمان والقنبر والزرزور والقطا والکروان والبلبل والببغاء والحمامہ والطاؤوس وقال فی حاشیۃ الشافعیۃ قالوا لا یحل اکل الببغاء۔ ہاں امام شافعیؒ کے نزدیک طوطے کا کھانا جائز نہیں ہے اور فتاویٰ دارالعلوم امداد المفتیین ص ۷۶۹ جلد دوم پر ہے۔ طوطا بلاشبہ حلال ہے اور زیادہ جو حرمت پر استدلال کرتے ہیں صحیح نہیں کیونکہ ذی مخلب جس کو حدیث میں حرام فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ پنجہ سے پکڑ کر کسی چیز کو کھائے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ جانور جو پنجے سے شکار کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ طوطا شکاری جانور نہیں اور نہ پنجے سے جانوروں کا شکار کرتا ہے الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

ہمارے ہاں جو کوا عام ہے یعنی ''کاں'' یہ حلال ہے یا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موجودہ کوا جس کو عام زبان میں کاں بولتے ہیں یہ ہوتے بھی کثرت سے ہیں اس کا کھانا حلال ہے یا حرام ہو کر دیا ہے۔

بندہ اسحاق موضع عمال تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

واضح رہے کہ فقہاء کرام نے غراب (کوا) کی تین قسمیں ذکر کی ہیں اور تینوں کے احکام علیحدہ ہیں۔ ایک وہ غراب

ہے جو صرف نجاست اور مردار چیزیں کھاتا ہے اس کا کھانا ناجائز ہے۔ اور ایک وہ ہے جو کھیتی غلہ جات دانے اور پاک چیزیں کھاتا ہے اس کا کھانا حلال ہے۔ اور ایک وہ ہے جو مردار چیزیں اور دانے دونوں قسمیں کھاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اسے مکروہ کہتے ہیں اور امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کو صحیح کہا گیا ہے۔ کما قال فی البحر الرائق ص ۱۹۶ ج ۸ تحت قول الکنز (وغراب الزرع) لانہ یاکل الحب ولیس من سباع الطیر ولا من الخبائث قال رحمہ اللہ (لا الابقع الذی یاکل الجیف والضبع والضب والزنبور والسلحفاۃ والحشرات والحمر الاھلیۃ والبغل) یعنی ھذہ الاشیاء لا تؤکل اما الغراب الابقع فلانہ یاکل الجیف فصار کسباع الطیر والغراب ثلاثۃ انواع نوع یاکل الجیف فحسب فانہ لا یؤکل ونوع یاکل الحب فحسب فانہ یؤکل ونوع یخلط بینھما وھو ایضا یؤکل عند الامام وھو العقعق لانہ یاکل الدجاج وعن ابی یوسف انہ یکرہ اکلہ لانہ غالب اکلہ الجیف والاول اصح وھکذا فی الفتاوی العالمگیریہ ص ۲۹۰ ج ۵۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ذبح فوق العقدہ کی صورت میں بعض علماء حلت اور بعض حرمت کے قائل ہیں صحیح کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ذبح مافوق العقدہ جائز ہے یا نہ۔ جواز کے قائلین امام رستغفنی کی عبارت کو پیش کرتے ہیں اور صاحب ملتقی کی عبارت پیش کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عقدہ سے آگے مری اور حلقوم گذر گئے ہیں اور جامع صغیر اور مبسوط کی عبارت کی تعمیم سے استدلال کرتے ہیں اور حرمت کے قائلین صاحب وقایہ کی عبارت اور ان کے شراح زیلعی وغیرہ کی عبارت اور فتاویٰ سمرقندی کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ نیز مجوزین فتاویٰ دار العلوم دیوبند کی صورت پیش کرتے ہیں اور حرمت کے قائلین امداد الفتاویٰ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ فیصلہ کن بات مدلل مع عبارات مطلوب ہے اور مجوزین کے دلائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

(۲) اگر کوئی شخص ذبح مافوق العقدہ کی حرمت کا فتویٰ دے دے اور کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق یہ کہے کہ یہ جانور حرام نہیں جبکہ وہ آدمی خود امام ہے اور لوگوں سے کہے کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیں ایسے مفسد کا کیا حکم ہے حالانکہ مفتی صاحب نے ایک مختلف فیہ مسئلہ میں ایک جزئی دی ہے۔

السائل محمد اللہ شاہ دہلوی تحصیل لکی مروت ضلع بنوں صوبہ سرحد

﴿ج﴾

علامہ شامی نے جلد سادس ص ۲۹۵ پر ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اگر مری کٹ جائے بدون حلقوم کے اگرچہ یہ نادر ہے۔ لاتصالهما تو للاکثر حکم الکل کے ماتحت جائز ہے او الاولیٰ قال الرملی لایلزم منه عدم قطع المری اذ یمکن ان یقطع الحرقد تحریرج وهو اصل اللسان وینزل علی المری فیقطعه فیحصل قطع الثلاثة اور اسی نادر صورت کو علامہ شامی نے مد نظر رکھ کر کہا ہے۔ والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدة حصل قطع الثلاثة من العروق فالحق ما قاله شراح الهداية تبعا للرستغفنی والا فالحق خلافه اذ لم یوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ویظهر ذلک بالمشاهدة او سؤال اهل الخبرة فاغتنم هذا المقال ودع عنک الجدال۔ حرمت کے قائلین جو امداد الفتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں اگر کہیں ان سے ثابت ہوا ہے تو اس سے رجوع بھی انہوں نے کیا ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ امداد الفتاویٰ ج ۳ ص کتاب الذبائح مدت ہوئی کہ احقر نے اس کی حرمت کا فتویٰ کتب فقہ سے نقل کیا تھا۔ اب اس سے رجوع کرتا ہوں۔ (انتہی) گویا مولانا تھانوی رحمہ اللہ اب مطلقاً حرمت کا فتویٰ نہیں دیتے بلکہ علامہ شامی کی تفصیل مندرجہ ذیل پر فتویٰ دیتے ہیں۔

اس میں علامہ شامی نے بہت سا اختلاف نقل کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تجربہ کاروں سے دریافت کرنا چاہیے کہ فوق العقدہ ذبح کرنے سے تین رگیں بجملہ چار رگ یعنی حلقوم ومری ودو ودجین کے قطع ہو جاتی ہیں یا نہیں۔ اگر قطع ہو جاتی ہیں تو حلال ہے ورنہ حرام اور وہ امام جو اس ذبیحہ کے حرمت کا قائل ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے۔ اس میں نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ واللہ اعلم

نائب مفتی عبد الرحمن مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۶ ذوالقعدہ ۱۳۸۱ھ

ایصال ثواب کے لیے مزار پر مینڈھا ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسلمان شخص نے ایک مینڈھا عادت سے خریدا کہ میں اس جانور کو کسی ولی اللہ کے مزار کے پاس لے جا کر اللہ کے نام پر ذبح کروں گا اور اس کا ثواب اسی ولی اللہ کی روح کو بخشوں گا۔ پھر وہ اسی نیت پر قائم رہا پھر اس نے کچھ عرصہ کے بعد اسی جانور کو ولی اللہ کے مزار کے پاس خالص نیت واسطے خدا تبارک وتعالیٰ کے ذبح کیا اور اس کا ثواب ولی اللہ کو بخشا۔ حلال ہے یا نہیں۔ کیا مسلمان اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر خالصۃً شرعی طریقہ سے تکبیر کے ساتھ اس جانور کو ذبح کیا ہے تو یہ ذبح درست اور گوشت حلال ہے لیکن مزار کے پاس لے جانا یا وہاں ذبح کرنے کا تعین کرنا درست نہیں آئندہ اس سے احتراز کریں۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ

کیا ذابح اور مذبوح دونوں کا منہ قبلہ کی طرف ہونا شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید پوچھتا ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت مذبوحہ کا چہرہ قبلہ کی طرف کرنا شرط ہے یا ذابح کا منہ کرنا قبلہ کی طرف شرط ہے۔ اگر مذبوحہ کی توجیہ شرط ہے تو مروجہ ذبح میں تو مذبوحہ کی پیشانی (سر) مشرق کی جانب رہتی ہے اور پاؤں وغیرہ قبلہ کی طرف رہتے ہیں۔ حالانکہ شرعی شرط مذبوحہ کی توجیہ ہے وہ مفقود ہے۔ اگر ذابح کی توجیہ شرط ہے تو فقہاء کی عبارات میں لفظ توجیہ آتی ہے۔ جس کے معنی (یعنی توجیہ الذابح المذبوح) سے مذبوحہ کی توجیہ کرنا معلوم ہوتی ہے اور پہلی شق سے جو خرابی لازم آتی تھی اس کی وجہ مذبوحہ کو مروجہ طریقے کے برعکس لٹا کر ذبح کرنا چاہیے تاکہ منہ مذبوحہ کا قبلہ کی طرف متحقق ہو جائے۔ فقہاء کی عبارات میں توجہ و توجیہ دونوں آتے ہیں لہذا براہ مہربانی اس مسئلہ کی تفصیل سے جواب مع توجیہ عبارات فقہ و بیان فرما دیں۔

مستفتی عبدالغفور

﴿ج﴾

جانور کا چہرہ قبلہ کی طرف کرنا ذبح کے وقت مستحب ہے اور ترک اس کا مکروہ ہے مگر گوشت بلا کراہت حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے اور جب جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرنا مستحب ہوا تو ذابح کا منہ بھی قبلہ کی طرف ہی ہونا مستحب ہوا اور کیونکہ ذبح حلقوم کی طرف سے ہوتا ہے۔ قفا کی طرف سے نہیں تو جب جانور کا منہ قبلہ کی طرف ہوگا تو اس کا سر اور پاؤں جنوب کو ہوں گے یا بالعکس اور ذابح اس کی گردن کی طرف کھڑا ہو کر حلقوم کی طرف سے ذبح کرتا ہے تو اس کا چہرہ بھی قبلہ کی طرف ہی ہوگا۔ تو فقہاء کی عبارات میں کوئی تعارض و تدافع نہیں ہے۔ ویسے توجیہ و توجہ حلال ہونے کے لیے شرط نہیں۔ کما قال فی خلاصۃ الفتاوی ص ۳۰۸ ج ۴ وفی الاصل یستحب توجیہ القبلۃ فی وقت الذبح۔ وفی العالمگیریۃ ص ۲۸۷ ج ۵ واذا ذبحها بغیر توجه القبلة لکن یکره کذا فی جواهر الاخلاطی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

(۳) بجلی کے ذریعہ یا بندوق سے پچھاڑنے کے عمل کے نتیجہ میں بے ہوش ہو جائے یا مکمل طور پر بے جان ہو جائے یعنی مر جائے، دونوں حالتوں کے متعلق فتویٰ درکار ہے۔

(۴) عیسائی اور یہودی چونکہ اہل کتاب ہیں اس لیے اس امر کا لحاظ رکھیے۔

عبدالقادر ولد ضیاء الدین عرف انور پاشا ملتان چھاؤنی

﴿ج﴾

اہل کتاب کا ذبیحہ بھی قرآنی حلال ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام سے ذبح نہ کرے۔ قال اللہ تعالی وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وفی الدر المختار ص ۱۹۷ ج ۶ او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح اور بعض فقہاء نے کتابی کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں شرط بھی لگائی ہے کہ وہ کتابی اگر یہودی ہو تو حضرت عزیر علیہ السلام کی الوہیت کا معتقد نہ ہو اور اگر نصرانی ہو تو معتقد الوہیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہو۔

نیز اہل کتاب کسی قوم کا نام نہیں بلکہ اس مذہب والوں کا نام ہے جو نبی مرسل کی تصدیق کرتے ہوں کسی کتاب منزل کا اقرار کرتے ہوں پس اگر کوئی یہودی یا نصرانی مذہب کے اعتبار سے الحاد اور دہریت کے خیالات رکھتے ہوں تو اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا پس اگر ذبیحہ کرنٹ دینے یا بندوق مارنے سے اس حد پر پہنچ کر کہ اس کی زندگی کی امید نہ ہو لیکن حیاۃ اس میں موجود ہے اور پھر اسے ذبح کی جگہ پر سے گردن کاٹی جائے اور بسم اللہ اللہ اکبر اس پر کیا جائے اور تینوں رگیں کٹ جائیں تو اس ذبح کو حلال کہا جائے گا۔ اگر بھول سے تسمیہ رہ جائے تو اس سے حرام نہ ہوگا۔ البتہ اگر قصداً چھوڑے گا تو حرمت کا حکم کیا جائے گا اور اگر کرنٹ دینے یا بندوق مارنے سے جانور بالکل مر گیا ہے اس میں حیات باقی نہیں ہے تو وہ جانور حرام ہو گیا ہے۔ اخراج خون کو مکمل کرنے کے لیے گردن کاٹنے سے حلال نہ ہوگا اور اگر بجلی کے کرنٹ سے مشین جانور کے گردن پر سے گزر دی ہے جس سے گردن کٹ گئی ہے تو یہ صورت بھی ناجائز ہے۔ اس سے بھی جانور حلال نہیں ہوگا۔

واضح ہو کہ جانور کو ذبح کرنے سے قبل بجلی کے کرنٹ یا بندوق مارنے سے بے ہوش کرنا اس طرح جانور کو ایذا دے کر ذبح کرنا یہ فعل درست نہیں ہے لیکن اس عمل کا ذبح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

پس اگر جانور میں حیاۃ موجود ہے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا ہے اور غیر اللہ کا نام بوقت ذبح نہیں لیا گیا اور تسمیہ قصداً نہ چھوڑا گیا ہو اور رگ ذبح بھی اور بھری ہو تو اس ذبیحہ کو حلال کہا جائے گا۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ

یورپ والے خصوصاً ان شرائط کا جو جواب میں مذکور ہیں بالکل لحاظ نہیں کرتے۔ لہٰذا ان کا ذبح شدہ اور ایسی والا گوشت مطلقاً حرام اور قابل احتراز ہے بچنا چاہیے۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفااللہ عنہ
۱۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

کیا اگر گائے کمزور ہو تو اس میں پانچ سے زیادہ آدمی شریک نہیں ہو سکتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس علاقہ میں لوگوں کا رجحان اس طرف ہے کہ کمزور گائے میں قربانی کے لیے ۵ آدمی حصہ دار ہو سکتے ہیں تو برادکرم بتائیں کہ مذکورہ عمل شرعاً جائز ہے۔ اگر نہیں تو شرع محمدی کا مسلک کیا ہے۔ جو لوگ ایسا کریں ان کے ساتھ حصہ رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

محمد امین تحصیل و ضلع جھنگ

﴿ج﴾

واضح رہے کہ اتنا دبلا پتلا لاغر مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اور اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلا ہونے سے کچھ حرج نہیں اس کی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔ گائے، بھینس، اونٹ (چاہے کمزور ہوں چاہے موٹے تازے) میں سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے اور اگر سات آدمیوں سے کم لوگ شریک ہوئے جیسے پانچ آدمی شریک ہوئے یا چھ آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب بھی سب کی قربانی درست ہے۔ لہٰذا یہ رجحان رکھنا کہ کمزور گائے میں پانچ آدمی حصہ دار ہو سکتے ہیں درست نہیں بلکہ سات تک حصہ دار بن سکتے ہیں البتہ اگر پانچ شریک ہوئے تو بھی ان کی قربانی درست ہے اور ان کے ساتھ حصہ رکھنا درست ہے لیکن پانچ کی تعیین اس وجہ سے نہ کرے کہ زیادہ (یعنی سات آدمی) شریک نہیں ہو سکتے، ویسے اگر سات شریک نہ ہوں تو بھی جائز ہے۔ فی الدر المختار ص ۳۱۵ ج ۶ وتجب شاة او سبع بدنة هي الابل والبقر ولو لاحدهم اقل من سبع لم يجز عن احد وتجزى عما دون سبعة بالاولى الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

قربانی کی کھال لائبریری پر صرف کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ آیا قربانی کی کھالیں لائبریری کے مصرف میں آ سکتی ہیں جبکہ لائبریری صرف دینی کتب اور اسلامی تاریخی کتابوں پر مشتمل ہو اس سے کوئی دنیاوی غرض مقصود نہ ہو بلکہ صرف اشاعت دین مراد ہو۔

اراکین انجمن علمدی لائبریری کوٹ شہید خانیوال

﴿ج﴾

قربانی کی کھال کو لائبریری پر صرف کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں تملیک متحقق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قربانی کی کھالوں کی رقم کو قبرستان پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ کیا قربانی کی کھالوں کی رقم قبرستان کی مرمت یا چار دیواری وغیرہ پر لگانا جائز ہے یا نہیں۔ قربانی کی کھالوں کا پیسہ کس جگہ پر خرچ کرنا چاہیے۔

﴿ج﴾

قربانی کی کھال تو ہر کسی کو دینا جائز ہے اور اپنے استعمال میں لانا بھی جائز ہے لیکن قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے یعنی فقراء و مساکین کو ملک کر دینا قربانی کی کھال کی قیمت سے مسجد یا عید گاہ تعمیر کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ صفر ۱۳۹۰ھ

جس گائے کے جسم میں کوئی چیز رکھ دی گئی ہو اس کی قربانی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک گائے جس کے فرج میں جہاں سے پیشاب آتا ہے لڑکوں نے لکڑی داخل کی ہے جس کی وجہ سے وہ کئی دن جب پیشاب کرتی تو خون بھی ساتھ آتا تھا اس کے بعد اس کو آرام ہوا اب جب پیشاب کرتی ہے تو دم کو اوپر کرتی ہے باقی ظاہری کوئی عیب معلوم نہیں ہوتا۔ شرع کی رو سے فرما دیں کہ آیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں اور یہ بھی فرما دیں کہ جو گائے کبھی بچہ نہ جنتی ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

عبدالغنی مدرس مدرسہ احیاء العلوم ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور

﴿ج﴾

اس کی قربانی جائز ہے۔ کیونکہ یہ کوئی عیب فاحش نہیں اور جو گائے بچے جنتی نہ ہو تو اس کی بھی قربانی درست ہے۔ **کما قال العالمگیریۃ ص ۲۹۷ ج ۵ واما صفتہ فھو ان یکون سلیما من العیوب الفاحشۃ کذا فی البدائع وفیھا بعد اسطر ویجوز المجبوب العاجز عن الجماع والتی بھا السعال والعاجزۃ عن الولادۃ لکبر سنھا والتی بھا کی والتی لاینزل لھا لبن من غیر علۃ والتی لھا ولد فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

جس گائے کا ایک کان دو انگل اور دوسرا ایک انگل کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گائے قربانی کی ایک شخص نے خریدی ہے۔ اس کے دو کان بالکل صاف کٹے ہوئے ہیں نہ پھاڑے ہوئے ہیں بلکہ ایک کان کی مقدار دو انگل سے کچھ حصہ کٹا ہوا ہے اور دوسرا کان صرف ایک انگل کے برابر کٹا ہوا ہے۔ اس میں جو باقی لوگ شریک ہیں وہ شبہ کرتے ہیں کہ ہماری قربانی نا جائز ہے اور قربانی کا جانور بھی نہیں خرید سکتے۔ کہتے ہیں کہیں سے فتویٰ منگوا دیجئے تاکہ ہمیں اطمینان ہو جائے۔ سب لوگ اسی فتویٰ کے منتظر ہیں۔

مولوی عنایت اللہ صاحب ساہیوال

﴿ج﴾

قول مفتی بہ کے مطابق اگر دونوں کانوں کی کٹی ہوئی مقدار کو جمع کر کے ایک کان کا نصف یا اس سے زائد بنے تو اس جانور کی قربانی جائز نہ ہوگی ورنہ اس کی قربانی درست ہے۔ **کما قال فی الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ص ۳۲۳ ج ۶ لا (بمقطوع اکثر الاذن او الذنب او التی ذھب اکثر نور عینھا فاطلق القطع علی الذھاب مجازا وانما اراد بھذا تقریب العطف (او) اکثر (الالیۃ) لان للاکثر حکم الکل بقاء وذھابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی وفی الشامیۃ وفی غایۃ البیان ووجہ الروایۃ الرابعۃ وھی قولھما والیھا رجع الامام ان الکثیر من کل شئ اکثرہ وفی النصف تعارض الجانبان اذ ای فقال بعدم الجواز احتیاطا بدائع وبہ ظھر ان ما فی المتن کالھدایۃ والکنز والملتقی ھو الرابعۃ وعلیھا الفتوی کما یذکرہ الشارح عن المجتبی وکانہ اختار وھذا لان المتبادر من قول الامام السابق ھو**

المرجوع عنه هو ظاهر الرواية عنه الى قولهما وفي الدراية هل تجمع الخروق ادنى الاصحية اختلفوا فيه قلت وقدم الشارح في باب المسح على الخفين انه ينبغي الجمع احتياطا. والله تعالى اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

جس شخص کے پاس پچاس روپے ضرورت اصلیہ سے زائد ہوں اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ پچاس روپیہ نصاب قربانی کے ہے اور صدقہ فطر کے لیے نصاب ہو سکتا ہے یا نہ یعنی جس شخص کے پاس پچاس روپیہ حوائج اصلیہ سے زائد موجود ہو کیا اس پر قربانی واجب ہے یا نہ۔
حافظ محمد امام مسجد حاجی محمود والا تحصیل شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

آج کل پچاس روپیہ پاکستانی نصاب سے کم ہے اس مقدار پر صدقہ فطرانہ اور قربانی واجب نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ ۲۰۰ درہم شرعی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا حوائج اصلیہ سے زائد اگر مال کسی شخص کے پاس موجود ہو تو اس پر فطرانہ اور قربانی واجب ہوا کرتے ہیں اور پچاس روپیہ پاکستانی سے ساڑھے باون تولہ چاندی نہیں آیا کرتی۔ اگر ایک تولہ چاندی میں تین روپیہ تولہ آئے تو مقدار نصاب بحساب روپیہ پاکستانی ایک سو ساڑھے ستاون روپیہ بنتا ہے۔ کما قال في تنوير الابصار ص ۳۰۰ ج ۲ وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه يقوّم وفي الشامية (فرع) في الشرنبلالية الفلوس ان كانت اثمانا رائجة او سلعا للتجارة تجب الزكاة في قيمتها والا فلا. اهـ فقط والله تعالى اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

عید کی نماز سے پہلے جانور کو ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر عید پڑھنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز ہے

وسفرة ودلو او يبدله بما ينتفع به باقيا كما مر لا بمستهلك كخل ولحم ونحوه كدراهم فلو باع اللحم او الجلد به اى بمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه الخ وفي الدر المختار ص ٢٩٨ ج ٥ قبيل باب الرجوع في الهبة والصدقة كالهبة وقال في الدر المختار ص ٦٨٧ ج ٥ في بدء كتاب الهبة هي (اي الهبة) تمليك العين مجانا وفيه باب المصرف للزكوة ص ٣٤٥ ج ٢ وجازت التطوعات من الصدقات وغلة الاوقاف لهم الخ وفي الدر المختار ص ٢٧١ ج ٢ وحيلة التكفين التصدق بها على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد اھ ان روایات سے چرم قربانی (قیمت چرم) کے تصدق کا وجوب اور تصدق میں اشتراط تملیک اور صدقات واجبہ کا مصرف مثل زکوٰۃ اور حیلہ مذکورہ کے ساتھ مسجد میں صرف کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
٢٠ صفر ١٣٨٩ھ

کیا حق مہر سے عورت مالدار بن سکتی ہے

(السوال)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ عورت مالک نصاب ہوتی ہے لیکن یہ مال وہ مہر ہے جو کہ اس کے شوہر نے دیا ہے اور اس عورت کے پاس اس مہر کے علاوہ اور کوئی مال نہیں ہے تو کیا اس عورت پر قربانی واجب ہے۔

سائل عبدالرحیم امام مسجد [illegible] ملتان

(الجواب)

اس عورت پر قربانی واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
٢ ذی الحجہ ١٣٨٩ھ

قربانی کی کھالیں مسجد پر کس طرح صرف ہو سکتی ہیں مفصل فتویٰ

(السوال)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں مسجد میں لگ سکتی ہیں یا نہیں۔ اگر قربانی کی کھالیں مسجد میں لگ سکتی ہیں تو اس کا کیا طریقہ ہونا چاہیے۔ حیلہ وغیرہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔

مولوی [illegible] مدرس مدرسہ [illegible] ضلع میانوالی

﴿ج﴾

چرم قربانی کو فروخت کرنے سے پہلے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے ۔ اور اس سے چیزیں بنا سکتا ہے ۔ مسجد کے ڈول وغیرہ اس سے بنا سکتا ہے ۔ مگر فروخت کرنے کے بعد اپنے مصرف میں نہیں لا سکتا اور نہ مسجد میں یا مدرس یا امام اور مؤذن کی تنخواہ میں دے سکتا ہے ۔ قیمت چرم قربانی واجب التصدق ہے اور تملیک فقراء اس میں بھی زکوٰۃ کی طرح ضروری ہے ۔ چرم فروخت کرنے کے بعد قیمت کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے ۔ فان بيع اللحم او الجلد به اى بمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه (در مختار مع شرحه رد المحتار كتاب الاضحية ص ۳۲۸ ج ۱ وفي جامع الرموز ص ۳۶۵ ج ۳ فان بيع الجلد (اى جلد الاضحية) الى قوله تصدق بثمنه لان القربة انتقلت اليه. وفي الشامي (قوله اى مصرف الزكوة والعشر الخ) هو مصرف ايضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني وقال في الهداية ص ۴۳۸ ج ۴ كتاب الاضحية ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الى بدله الخ قوله تصدق بثمنه لان معنى التمول مسقط عن الاضحية فاذا تمولها بالبيع انتقلت القربة الى بدله فوجب التصدق (عنایہ الفتح ص ۸۱ ج ۳ کتاب ہے ۔ وله ان ينتفع بجلد اضحيته (الى قوله) وله ان يبيع هذه الاشياء بما يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه من متاع البيت كالجراب والمنخل لان البدل الذي يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه يقوم مقام المبدل فكان المبدل قائما معنى فكان الانتفاع به كالانتفاع بعين الجلد بخلاف البيع بالدراهم والدنانير لان ذلك مما لا يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه فلا يقوم مقام الجلد فلا يكون الجلد قائما معنى ۔ ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چرم قربانی کو فروخت کرنے سے پہلے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے اور واجب التصدق نہیں لیکن فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے اور قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور چونکہ قیمت چرم قربانی کی تملیک فقراء کو واجب ہے اس لیے بغیر حیلہ تملیک مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا یا امام اور مؤذن کو تنخواہ میں دینا جائز نہیں حیلہ تملیک کے بعد صرف کرنا جائز ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۳ محرم ۱۳۹۴ھ

﴿ج﴾

کسی عورت کے ساتھ حرام کاری اور زنا کرنا سخت گناہ ہے اور اسی طرح بغیر نکاح کے گھر بٹھانا سخت ترین جرم ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے شخص کو حد لگائی جاتی سنگسار کیا جاتا درے مارے جاتے اور اب جبکہ ہم اس نعمت سے محروم ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر حدود الٰہی قائم نہیں ہیں۔ تو عام مسلمانوں اور رشتہ داروں کا فرض ہے کہ ایسے آدمی سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کریں اور بائیکاٹ کیا کریں یہاں تک کہ وہ تائب ہو کر وہ اس عورت کو علیحدہ کرنے پر مجبور ہو جائے۔ قربانی میں اس آدمی کا حصہ رکھنا اچھا نہیں ہے کیونکہ اس کو تنبیہ نہیں ہو سکتی لیکن اس کے باوجود چونکہ اس کا حصہ رکھ لیا گیا ہو تو قربانی ادا ہو گئی اور خطیب صاحب کا حکم جواز قربانی بھی ٹھیک ہے اور اس کی خطابت و امامت بھی جائز ہے لیکن خطیب صاحب کو آئندہ کے لیے بائیکاٹ کی طرف توجہ دلانا بھی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ ہذا
الجواب صحیح عبد اللہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا کھالوں کی رقم کا وہی مصرف ہے جو زکوٰۃ کا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں یا کھالوں کی قیمت کا مصرف مصرف زکوٰۃ ہے یا عام صدقہ کے حکم میں ہے۔ اگر اس رقم سے مسجد کے لیے لاؤڈ سپیکر خریدا جائے تو کیا جائز ہے یا نہ۔

مولوی غلام محمد صاحب معرفت مولوی نصیر محمد زیروی

﴿ج﴾

فتاویٰ دار العلوم میں ہے کہ مدات قربانی کی کھال قیمت مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ مگر کسی محتاج کو تملیک کر کے یعنی پھر وہ محتاج اپنی طرف سے مسجد میں صرف کر سکتا ہے کذا فی رد المحتار۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھال قربانی کا مصرف وہی ہے جو مصرف زکوٰۃ ہے بغیر تملیک لاؤڈ سپیکر خریدنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حصہ پر پالنے والے سے گائے قربانی کے لیے خرید کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بابت اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی گائے بکر کو نصف (ادھار) پر دی۔ بکر اس پر راضی ہو

جو شخص چھ صد روپے کا مقروض ہو کیا وہ قربانی دے سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص چھ صد روپیہ کا مقروض ہے اس کے باوجود وہ خوشی نفلی قربانی کرنا چاہتا ہے کیا عند اللہ اس کی قربانی مقبول ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

مقروض کے لیے نفلی قربانی جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ پہلے قرضہ ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

مدرسہ کی عمارت یا طلباء پر کھالوں کی رقم کو خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مدرسہ کی تعمیرات پر یا استادوں کی تنخواہوں میں یا مدرسے کے طالب علموں پر صدقہ فطر اور قربانی کی کھال صرف ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ذوالفقار علی

﴿ج﴾

قیمت چرم قربانی اور صدقہ دونوں کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔ یعنی دونوں میں تملیک مسکین بلا معاوضہ شرط ہے۔ تعمیرات مدرسہ یا مسجد میں صرف کرنا یا مدرسین اور ائمہ مسجد کو تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

کسی غریب آدمی کا رقم زکوٰۃ اور چرم قربانی وصول کر کے مسجد پر خرچ کرنا

کپاس کو تیار ہونے سے قبل فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بعض آدمیوں نے زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور چرم قربانی جمع کر کے ایک فقیر عالم باعمل کو دے دیے ہیں۔ پھر اس

نے بعد الترغیب اپنی کامل رضامندی سے تمام مال مذکورہ مسجد میں دے دیا ہے۔ انتظامیہ نے تمام مال مسجد میں لگا دیا ہے۔

کیا یہ زکوٰۃ شرعاً ادا ہوگی یا ضائع ہوگی۔

(۲) بوقت ادائیگی زکوٰۃ یا بوقت تملیک نوٹ ہوں یا سکے والے روپیوں کا ہونا لازمی ہے۔

مولوی فضل الدین ضلع کوہاٹ

﴿ج﴾

(۱) شرعاً یہ زکوٰۃ وغیرہ ادا ہو گئیں۔

(۲) سکے والے روپیوں سے زکوٰۃ ادا کی جائے کیونکہ زکوٰۃ میں نوٹ دیے جانے کے بعد اگر زکوٰۃ لینے والا ان نوٹوں سے قرضہ اتارے گا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ البتہ اگر ان نوٹوں سے اپنے استعمال کی چیزیں خرید لیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

بندہ احمد عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود اللہ عفی عنہ

کیا قربانی کے دنبے اور دنبی کے لیے چکی والا ہونا ضروری ہے

﴿س﴾

ہمارے علاقہ مروت میں الجذع من الضان کے بارے میں سخت اختلاف واقع ہے۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں الجذع میں جواز کے لیے دُنبی قسم کہ جس کا دم گول ہو ضرور شرط قرار دیتے ہیں اور استدلال ان کا یہ ہے کہ رد المحتار میں مذکور ہے (صاحب الیہ) اور الیہ سے مراد وہ دنبہ ہے کہ جو دنبی قسم کا ہو۔ لہٰذا ہمارے علاقہ میں جو دو قسم کے بھیڑ ہوتے ہیں اس پر بوجہ انتفاء شرط کے اضحیہ کے لیے جواز کا حکم نہیں دیتے۔ اگرچہ بہت موٹا تازہ ہو۔ اور بعض علماء کرام یوں فرماتے ہیں کہ حدیث میں اور مجتہدین اور محدثین اور دیگر فقہاء اور تمام اہل ہند کے علماء کے فتاویٰ میں یہ شرط کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا رد المحتار کا قول کچھ معتبر نہیں لہٰذا براہ مہربانی آپ حضرات اپنی طرف سے اس مسئلہ میں جو امر حق ہو دلائل سے منور فرما دیں اور جو غیر حق ہو اس کی تردید واضح کریں کہ آیا یہ قید رد المحتار کی احترازی یا وضاحت کے لیے ہے۔

مولوی گل محمد خطیب جامع مسجد بیگو خیل

﴿ج﴾

لغت کی معتبر کتب اور تصریحات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ضان کا لفظ عربی زبان میں عام ہے۔ اون والے

﴿ج﴾

وفی العالمگیریۃ ص ۲۹۷ ج ۵ ویجوز المجبوب العاجز عن الجماع الی قولہ والتی لاینزل لھا لبن من غیر علۃ روایت سے معلوم ہوا کہ گائے مذکورہ کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

شریکوں کا قربانی کے گوشت کو اندازہ سے تقسیم کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر قربانی کے گوشت کو اندازہ سے تقسیم کر کے بعد میں ایک دوسرے کو معاف کر دیں تو یہ تقسیم صحیح ہوئی یا نہیں اور اس گوشت کو کھانا جائز ہے یا نہ۔

محمد اسحاق

﴿ج﴾

وفی الدر ص ۳۱۷ ج ۵ ویقسم اللحم وزنا لاجزافا وفی الشامیۃ وبہ ظہر ان عدم الجواز بمعنی انہ لایصح ولا یحل لفساد المبادلۃ خلافا لما بحثہ فی الشرنبلالیۃ من انہ فیہ بمعنی لا یصح ولا حرمۃ فیہ۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ قربانی کے گوشت کو اندازہ سے تقسیم کرنا جائز نہیں ہے اور گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ

البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور چرم ملا کر اندازہ سے تقسیم کیا جائے تو درست ہے اور کھانا جائز ہے۔ کما فی الدر المختار مع شرحہ رد المحتار ص ۳۱۷ ج ۵ ویقسم اللحم وزنا لاجزافا الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد صرفا للجنس لخلاف جنسہ اھ۔ وفی العالمگیریۃ ص ۳۰۸ ج ۵ وان قسموا مجازفۃ یجوز اذا کان اخذ کل واحد شیئا من الاکارع او الرأس او الجلد۔

والجواب صحیح محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

اگر دنبہ کی ساری چکی قربانی والے نے رکھ لی تو کیا حکم ہے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین بیچ اس مسئلے کے کہ ایک دنبہ قربانی کیا گیا ذبیحہ کی چکی (دم) ساری کی ساری قربانی کرنے والا خود رکھ لیتا ہے۔ کیا تینوں حصے کرے

(ج)

وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعة علیہم (درمختار ص ۳۲۸ ج ۶)

عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عیالدار ہے تو اپنے عیال پر فراخی سے صرف کرے کہ علاوہ تیسرے حصے کے خیرات کرنے سے زیادہ ثواب ہے۔ اگر عیالدار نہ ہو تو اس کے لیے تیسرے حصے کا صدقہ کرنا مستحب ہے۔ واجب نہیں۔ چکی کا تیسرا حصہ صدقہ کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ

قربانی کی کھال اپنی ضرورت کے لیے استعمال ہو سکتی ہے

قصاب وغیرہ کو قربانی کے گوشت پوست سے اُجرت دینا جائز نہیں ہے

قربانی کی کھال سے اپنا حصہ صدقہ کرنا، محض گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کرنا

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک آدمی قربانی کا صدقہ ادا کرتا ہے اور باقی شریک صدقہ ادا نہیں کرتے۔ کیا اس شخص کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

(۲) قربانی میں سے جو کھال پیسے ہوتی ہے۔ اس سے قصاب کی مزدوری دیتے ہیں اور اس سے مرمت کردہ آدمیوں کو دیتے ہیں اور جو مصنوعی قبر پر مولوی کو دے دیتے ہیں۔

(۳) اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ جس طرح ثلث حصہ بیچ دیا جاتا ہے اسی لیے ہم بھی ثلث حصہ بیچ دیتے ہیں۔ کیا قربانی ہوئی یا نہیں۔

(۴) ایک شخص محض گوشت کھانے کی نیت سے حصہ رکھتا ہے کیا باقی شرکاء کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

محمد حسین

﴿ج﴾

(۱) چرم قربانی کا تصدق واجب نہیں خود اپنے استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہوگا اب اگر قیمت کا تصدق باقی شرکاء نہیں کرتے تو وہ مواخذہ دار ان سے ہوگا۔ اس ایک کی قربانی میں خرابی نہیں۔

(۲) قصاب یا دیگر کام کرنے والوں کو گوشت سے اجرت دینا ٹھیک نہیں بلکہ جائز نہیں۔

(۳) تہائی کا دینا مستحب ہے واجب نہیں۔ چونکہ حکم جواب نمبر ۲ سے معلوم ہوگیا۔ اجرت کا ادا کر دینے سے واجب اگرچہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن قربانی کے ثواب سے محروم ہوگا۔ جتنا گوشت اجرت میں دیا ہے اس کی قیمت کا تصدق واجب ہے۔

(۴) گوشت کی نیت سے جو شریک ہوگا تو سب کی قربانی جائز نہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سات سال سے قضا شدہ قربانی کی نیت سے گائے کو ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے سات سال سے قربانی ادا نہیں کی۔ اب اس سال ایام نحر میں گزشتہ سات سالوں سے ایک گائے قضا کی نیت سے ذبح کر لیتا ہے۔ کیا زید کی گزشتہ سالوں کی قربانی ادا ہوگی یا نہ۔

(۲) زید نے کئی سال سے قربانی نہیں کی اور اس کے والدین نے بھی کئی سال سے قربانی نہیں کی۔ اب زید اپنے اور والدین کی طرف سے گزشتہ سالوں کی قربانی ادا کرنے کے لیے اس سال ایام نحر میں گائے ذبح کر لیتا ہے تو کیا یہ قربانی صحیح ہوئی یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں ہوئی تو زید گزشتہ سالوں کی قربانی کیسے ادا کرے۔

عبدالجلیل صاحب

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں زید کی گزشتہ سالوں کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔ قال فی الفتاوی قاضیخان سبعة اشتروا بقرة للاضحية فنوى احدهم الاضحية عن نفسه لهذه السنة ونوى اصحابه الاضحية عن السنة الماضية قالوا يجوز الاضحية عن هذا الواحد ونية اصحابه للسنة الماضية باطلة وصاروا متطوعين

۱۸۰ افراد والے گاؤں میں صبح صادق کے بعد قربانی کے جانور کو ذبح کرنا

﴿س﴾

شہر سے دور جنگل میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کی کل مردم شماری (خورد وکلاں) تقریباً ۱۸۰ افراد ہیں۔ وہ لوگ ہر سال نماز عید کے قبل قربانی کا جانور ذبح کر لیتے ہیں۔ احتیاطاً گاؤں کے حدود کے باہر جنگل میں ذبح کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ جس گاؤں میں نماز عید پڑھنے کا رواج ہو وہاں نماز عید کے قبل قربانی کا ذبح جائز نہیں۔ چاہے خواہ گاؤں کے اندر ذبح ہو یا باہر جنگل میں۔ کیا فقہ حنفی کے رو سے یہ قربانی جائز ہے یا نہیں۔

محمد حسن مرلی عظیم گورنمنٹ بی سی سول جناب آباد

﴿ج﴾

اس گاؤں میں جس کی آبادی تقریباً ۱۸۰ افراد ہے جمعہ اور عیدین جائز نہیں۔ یہ قریہ صغیرہ ہے اور جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے۔ ایسی بستی میں طلوع صبح صادق کے بعد قربانی درست ہے اور شہر یا قریہ کبیرہ کے رہنے والے اگر قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دیں تو ان کی قربانی نماز عید سے پہلے جائز ہے اگرچہ وہ شہر میں موجود ہوں۔ الغرض صورت مسئولہ میں ان لوگوں کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۵ھ

چرم ہائے قربانی کی رقم سے کوارٹر بنوا کر مدرسے کے مفاد کے لیے کرایہ پر دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا ادارہ راجپوت برادری کا گوجرانوالہ میں دینیات کا مدرسہ ہے۔ اس ادارہ میں زکوٰۃ و قربانی کی کھالوں کی رقم جمع رہتی ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس رقم سے زمین خرید کر کوارٹر وغیرہ بنا دیے جائیں۔ جو اس سے آمدنی ہوگی اس کو مدرسہ ہذا میں لگا دیا جائے۔ شریعت ان وجوہات کی اجازت دیتی ہے یا کہ نہیں۔

حاجی محمد ابراہیم محمد جمیل گلاس سٹیل ہاؤس جی ٹی روڈ کھیالی گیٹ گوجرانوالہ

﴿ج﴾

زکوٰۃ و قربانی کی کھالوں وغیرہ کی رقوم میں تملیک ضروری ہے۔ تملیک کے بعد ان رقوم کو مدرسہ کی ہر ضرورت میں صرف کرنا درست ہے۔ تملیک کا طریقہ یہ ہے کہ یہ رقوم کسی مستحق زکوٰۃ کی ملک کرائی جائیں پھر وہ شخص ان رقوم کو

مدرسہ میں جمع کرادے۔ اس طرح تملیک کے بعد ان رقوم کو مدرسہ کی تمام ضروریات، مدرسین کی تنخواہیں اور مدرسہ کے لیے کمرہ جات اور مدرسہ کی آمدنی کے لیے دکانیں بنانا جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ رجب ۱۴۰۰ھ

مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کے مطابق چھ ماہ کے بھیڑ، دنبہ کی قربانی درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بھیڑ، دنبہ، جو چھ ماہ کی قربانی درست ہے یا نہیں۔ حدیث پاک سے اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں۔ فتاویٰ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ میں لکھا ہے کہ چھ ماہ کی بھیڑ کی قربانی میں درست نہیں ہے۔

حافظ غلام حسین خان پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

دنبہ یا بھیڑ اور مینڈھا اگر موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ یا دنبہ میں اگر چھوڑ دو تو کچھ فرق معلوم نہ ہوتا ہو تو ایسے وقت چھ مہینے کا دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا گنگوہی اور مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ میں تامل ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں علماء و مفتی حضرات کا فتویٰ جواز کا ہے۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ، بہشتی زیور مع حواشی وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

بڑے جانور میں سات سے کم لوگوں کا شریک ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قربانی کی گائے میں سات حصص سے کم حصص رکھنا جائز ہے یا نہ۔ مثلاً چھ آدمی گائے کو برابر رقم دے کر خرید کر کے یا دو آدمی نصف و نصف خرید کر کے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

گائے کے اندر زیادہ سے زیادہ سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں شرط یہ ہے کہ ان میں سے کسی کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہوا تو ان شرکاء میں سے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوتی۔ سات سے دو میں سے کم حصے دار ایک گائے کی قربانی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ خواہ ہر ایک نے برابر قیمت ادا کی ہو یا کسی نے زیادہ ادا کی ہو اور کسی نے کم بشرطیکہ کم قیمت والا شخص بھی کم از کم ساتویں حصہ کی رقم ادا کر چکا ہو۔ کما قال فی الدر المختار مع

ولا الى كفن ميت وقضاء دينه الى ان قال لعدم التمليك وهو الركن الخ

(۲) وكذا لو اراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل لان ذلك جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد (شامی ص ۳۲۶ ج ۶) اس عبارت سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ جائز ہے یعنی عقیقہ قربانی کی گائے میں ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ھذا

گائے میں ساڑھے تین تین حصے رکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گائے کی قربانی میں ساڑھے تین حصے زید نے لیے ہوں اور ساڑھے تین حصے بکر نے لیے ہوں تو یہ قربانی شرعاً جائز ہے یا نہ ساتواں حصہ آدھا آدھا ہو گیا ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں قربانی جائز ہے۔ اگرچہ ساتواں حصہ نصف نصف ہو گیا ہے کیونکہ گائے میں اشتراک کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایک شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو زائد کی کوئی پرواہ نہیں ہے کما قال فی الدرالمختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۳۱۵ ج ۶ (او سبع بدنة) هي الابل والبقر سميت به لضخامتها ولو لاحدهم اقل من سبع لم يجز عن احد وتجزي عما دون سبعة بالاولى وقال الشامي تحته (قوله وتجزي عما دون سبعة) الاولى عمن لان ما لما لا يعقل واطلقه فشمل ما اذا اتفقت الانصباء قدرا اولا لكن بعد ان لا ينقص عن السبع وفي العالمگيرية ص ۳۰۵ ج ۵ وفي فتاوى الزعفراني ولو كانت البدنة او البقرة بين اثنين فضحيا بها اختلف المشائخ فيه والمختار انه يجوز ونصف السبع تبع فلا يصير لحما قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى وهذا اختيار الامام الوالد وهو اختيار الفقيه ابي الليث رحمه الله تعالى كذا في الخلاصة فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ صفر ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس گائے کے سینگ ایک تہائی ٹوٹے ہوئے ہوں قربانی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے جو کہ تین دندے یعنی بچی ہے اور بالکل موٹی تازی ہے صرف اس کے سینگ کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا ہے کیا اس گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

شاہ محمد قریب آباد تحصیل وہاڑی ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اس گائے کی قربانی جائز ہے ہدایہ ص ۴۴۶ ج ۴ ويجوز ان يضحي بالجماء وهي التي لا قرن لها لان القرن لا يتعلق به مقصود وكذا مكسورة القرن لما قلنا اور شامی ص ۳۲۳ ج ۶ میں ہے وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر او غيره فان بلغ الكسر الى المخ لم يجز قهستاني فقط واللہ اعلم

حررہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

کیا خصی جانور کی قربانی جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خصی جانور کی قربانی جائز ہے یا ناجائز۔ حدیث نبوی سے جواب عنایت فرمادیں۔

مستفتی محمد یعقوب مہاجر محلہ جاوریاں ملتان شہر

﴿ج﴾

خصی جانور کی قربانی جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود دو خصی دنبوں کی قربانی فرما چکے ہیں۔ عن جابر بن عبدالله قال ذبح النبي صلى الله عليه وسلم يوم الذبح كبشين اقرنين املحين موجوئين (اي خصيين) فلما وجههما قال اني وجهت وجهي الخ رواه ابو داؤد مشكوة شريف ص ۱۲۸ وفي الفتاوى العالمكيرية ص ۲۹۹ ج ۵ والخصي افضل من الفحل لانه اطيب لحما كذا في المحيط فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد حنیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ شوال ۱۳۸۵ھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ بہتر یہ ہے کہ شرکاء کی رضامندی سے دوسری خرید لی جائے اور اس کو ذبح ضروری ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ويكره ذبح الشاة اذا تقارب ولادتها لانه يضيع ما في بطنها (ص ۱۷۶ جلد ۸ بحر الرائق) ۔ حاملہ جانور کی قربانی مکروہ ہے جس کے بچہ میں روح پڑ چکی ہو۔ کیونکہ وہ ذبح کرنے سے ضائع ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کو بدل دیا جائے اور قربانی کا ہونا جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی فقیر نے جس پر قربانی واجب نہیں کوئی جانور خرید لیا تو وہ نذر بن جاتا ہے اور واجب ہو جاتا ہے اس کا بدلنا جائز نہیں ہے اور اغنیاء بڑی خوشی سے بدل سکتے ہیں۔ بلکہ اس صورت میں کراہت سے بچنے کے لیے ضرور بدل دینا چاہیے۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۳ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

حاجی کو کتنی قربانیاں کرنی چاہئیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص حج پر گیا ہے۔ وہاں قربانی ذبح کرتے ہیں وہ قربانی تو کرے گا لیکن دوسری وجوب قربانی بوجہ مالیت واجب ہے وہ کرے گا یا نہیں۔

غلام محمد دریال دوس شادن لنڈ تحصیل وضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

مسافر پر قربانی واجب نہیں اگرچہ اس کے پاس نصاب ساتھ بھی موجود ہو۔ لما في الدر المختار ص ۳۱۲ ج ۲ وشرائطها الاسلام والاقامة واليسار الذي يتعلق به. وفي الشامية (قوله والاقامة) فالمسافر لا تجب عليه وان تطوع بها اجزأته عنها فلا تجب على حاج مسافر حتیٰ کہ حاجی مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ منیٰ میں قربانی تمتع اور قران پر واجب ہے مفرد پر مستحب ہے۔ گھر والوں پر حاجی کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
یکم ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

جس بھینس کی عمر دو سال ہو لیکن نئے دانت نہ نکلے کیا حکم ہے

﴿س﴾

ایک بھینس جس کی عمر دو سال چار مہینے مکمل ہو چکی ہے باتحقیق، مگر ابھی اس کے دو دانت نہیں نکلے جو کہ بطور نشانی کے ہوتے ہیں کہ یہ جانور دو سال کا مکمل ہو چکا ہے تو کیا اس بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر مسئلہ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادیں۔ نئی دو دانت نکلے نہیں۔ باقی دانت پورے ہیں۔

العبد

﴿ج﴾

اگر بھینس کی عمر پورے دو سال یا اس سے زائد ہے اور صرف دو دانت ابھی نکلے نہیں باقی دانت پورے صحیح سالم ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

دیہات میں عید کی نماز سے قبل ذبح جائز اور شہر میں ناجائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) ایک شخص شہری عید الاضحیٰ کے روز نماز پڑھنے سے پہلے اپنے جانور کی قربانی کر کے بعد میں عید نماز جا کر پڑھتا ہے کیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں کیا دوبارہ قربانی کرے۔

(۲) ایک شخص دیہاتی ہے عید کے دن اس نے عید نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر دی دیہاتی کی قربانی کا شرعاً کیا فیصلہ ہے۔ یہ دونوں سوالوں کا مدلل جواب دیں۔

رشید احمد خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) شہری کے لیے شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ اگر نماز سے پہلے قربانی کی تو درست نہیں۔ دوبارہ قربانی نماز کے بعد واجب ہے۔ قال فی الہدایۃ ص ۴۴۳ ج ۴ ووقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر الا انہ لا یجوز لاہل الامصار الذبح حتی یصلی الامام العید فاما اہل السواد فیذبحون بعد الفجر الخ

﴿ج﴾

(۱) عمر اگر صاحب نصاب ہے تو اگر چہ وہ پہلے شریک بھی ہو چکا ہو لیکن پھر اس کو دوسری جگہ بیچ سکتا ہے اور بکر کی خریدنا بھی صحیح ہے اور قربانی بھی سب کی صحیح ہے اور اگر وہ فقیر ہے تب بھی وہ اگر اس حصہ کو فروخت کر دے اور دوسرے کے حوالہ کر دے تو دوسرے شخص کی قربانی صحیح ہو جائے گی اور سب شرکاء کی صحیح ہوگی اگر چہ یہ گنہگار ہوگا۔ اس کو فروخت کرنا نہیں چاہیے تھا اس لیے کہ یہ متعین اور اضحیہ علی الروایۃ ہو چکی تھی۔ فاشتری شاۃ بنیۃ لا ضحیۃ ان کان المشتری غنیاً لا تصیر واجبۃ بالاتفاق الروایات فلہ ان یبیعہا ویشتری غیرہا وان کان فقیراً ذکر شیخ الاسلام خواہر زادہ فی ظاہر الروایۃ تصیر واجبۃ بنفس الشراء وروی الزعفرانی عن اصحابنا لا تصیر واجبۃ واشار الیہ شمس الائمۃ سرخسی فی شرحہ والیہ مال شمس الائمۃ حلوانی فی شرحہ وقال انہ ظاہر الروایۃ

(۲) پانی نکالنے شرط ہے اور اتصال شرط نہیں ہے کما یفہم من عبارۃ قاضی خان علی ہامش العالمگیریۃ ص ۱۱ ج ۱ ... وثمرۃ ذلک تظہر فی الرجل اذا اخذ فی النزح لعیی فجاء من الغد وجد الماء اکثر مما ترک فمنہم من قال بنزح جمیع الماء ومنہم من قال بنزح مقدار الماء الذی بقی عند الترک وھو الصحیح الخ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۰ ذی الحجہ

بالغ یا نابالغ اولاد کی طرف سے والدین پر قربانی واجب ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قربانی واجب ہے یا سنت ہے۔

زید اور بکر دو حقیقی بھائی ہیں اور دونوں مالدار ہیں۔ زید کے صرف تین لڑکے ہیں جو کہ عاقل اور بالغ ہیں۔ یہ تینوں زید کے ساتھ ایک مکان میں رہتے ہیں اور زید ان تینوں کی روٹی وغیرہ سے خرچ خانگی مثلاً ملازم یعنی جھاڑو دینے والا پانی بھرنے والا وغیرہ کا کرتا ہے۔ ان میں سے دو شادی شدہ ہیں اور صاحب اولاد ہیں اور ایک نابالغ ہے اور یہ دونوں صاحب مال ہیں جو کہ ان کا خود پیدا کردہ ہے اور ذریعہ معاش نوکری یا زراعت ہے۔ باقی تمام خرچ مثلاً کپڑا وغیرہ خود کرتے ہیں اور جو کچھ کماتے ہیں وہ اپنے قبضہ میں رکھتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں اور مال موروثی علیحدہ بنایا ہوا ہے اور جو زید کی آمدنی ہے وہ زید خود رکھتا ہے ان کو کچھ نہیں دیتا ہے۔ اور تیسرے کا تمام خرچ زید کے ذمے ہے۔ لہٰذا التماس ہے

کہ ان دونوں کی قربانی کا شریعت میں کیا حکم ہے۔ قربانی خود اپنے عیال کے اطفال نابالغ کی خود کریں یا زید کرے۔ بکر کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ ایک لڑکا شادی شدہ دوسرا نابالغ ہے اور دو لڑکیاں نابالغ ہیں۔ ایک بالغ عاقل ہے اور یہ سب کے سب بکر کے ساتھ ہیں۔ ان کے تمام اخراجات بکر کرتا ہے اور نہ ہی اس کی اولاد نے کوئی مال و نقدی علیحدہ بنایا ہوا ہے یعنی ایک ہی کنبہ ہے۔ ان کی قربانی بکر کرے یا وہ خود کریں اور قربانی میں صاحب نصاب ہونا شرط ہے اور حولان حول بھی شرط ہے یا نہیں۔ اور نصاب کا ہونا مثل زکوۃ ہے یا صرف نصاب کی شرط ہے۔ بدلائل کتب فقہ زیب قلم فرما کر ممنون فرمائیں۔

سائل احمد بخش دوالمیال کیمبل پور

﴿ج﴾

مطلق صاحب نصاب ہر خواہ نامی ہو یا غیر نامی خواہ اس پر حولان حول ہو چکا ہو یا نہ ہوا ہو جب اس کی حاجات اصلیہ سے زائد اور فارغ ہو قربانی واجب ہے ہر ایک شخص پر اپنی ہی قربانی واجب ہوتی ہے۔ اس پر اہل و عیال بیٹے یا نابالغ کی جانب سے واجب نہیں ہوتی۔ یہ صدقۃ الفطر کی طرح نہیں ہے۔ اب زید کی اولاد میں اگر مذکورہ بالا شرطیں پائی جائیں تو ان پر خود قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔ زید پر تو بہر حال ان کی قربانی واجب نہیں۔ اور بکر کی اولاد پر قربانی واجب نہیں ہے کیونکہ وہ خود صاحب نصاب نہیں اور نہ ان کے والد بکر کے ذمہ ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی غلام فرید نے قربانی کے لیے ایک دنبہ پال رکھا ہے جس کی عمر ایک سال ہے۔ جسمانی لحاظ سے کافی فربہ ہے لیکن اتفاقاً اس کے ایک سینگ کا اکثر حصہ ٹوٹ گیا بوقت خرید سالم تھا۔ سینگ پھوٹنے پھوٹنے لگے (تقریباً ایک ایک انچ) ایک سینگ کے ٹوٹ جانے سے مذکورہ دنبہ کی قربانی شرعاً جائز ہے۔ واضح ہو کہ بندہ صاحب نصاب زکوۃ بھی نہیں ہے۔

غلام فرید

﴿ج﴾

جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ سے ٹوٹ گیا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ ہاں سینگ جڑ سے اکھڑ گیا

ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے۔ تو اس کی قربانی درست نہیں۔ بصورت مسئولہ میں قربانی اس جانور کی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ شوال ۱۳۹۰ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی گھر میں میاں بیوی اور بیٹی کمانے والے ہوں اور ہر سال ایک ہی فرد قربانی کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گھر میں تین افراد موجود ہیں۔ جب قربانی کا موقع آتا ہے تو زوجہ خاوند کو کہتی ہے کہ اگلے سال قربانی آپ نے کی اس سال میں زوجہ کی لڑکی کی ہے آئندہ سال میں کروں گی۔ مال گھر میں مشترک ہے۔ جیسا کہ ہر گھر میں جو کمائی خاوند کی ہوتی ہے، کچھ بیوی کی، کچھ لڑکی کی۔ گھر میں سردار خاوند ہے تو ہر سال واجب ہوگی اگر عورت کرے تو عورت کی قربانی ہوگی یا نہیں۔ خاوند پر بدلے کا گناہ ہوگا یا نہیں۔

غلام محمد صاحب فانی ولد غلام رسول تحصیل خوشاب

﴿ج﴾

جائیداد کا مالک اگر مرد ہے تو قربانی مرد پر ہوگی۔ عورت اور اس کی لڑکی پر قربانی لازم نہیں ہوگی۔ البتہ اگر یہ تینوں افراد نصاب کے مالک ہیں اور یہ لڑکی بالغ ہے تو تینوں الگ الگ قربانی کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ صفر ۱۳۹۹ھ

عید کے دن پیدا ہونے والے بکری کے بچے کی آئندہ سال قربانی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے دن شام کو پیدا ہونے والے بچہ (بکرا) کی قربانی آنے والی عید الاضحیٰ پر جائز ہے کہ نہیں۔

عبدالخالق ریلوے قیصر والا اسماعیل

پھر دوسرے سال اس شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کی پھر تیسرے سال اس شخص کا خیال یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے کے نام پر کروں جو فوت ہو چکا ہے کیا یہ شخص اپنے نام پر بھی کرے یا صرف اپنے بیٹے کے نام پر کرے جو فوت ہو چکا ہے یا دو قربانیاں کرے ایک اپنے نام سے اور ایک لڑکے کے نام سے۔ ایک درست ہے یا دو قربانیاں۔

خواجہ محمد حنیف

﴿ج﴾

اگر آپ غنی ہیں تو چونکہ آپ پر قربانی کرنا واجب ہے اس لیے بیٹے یا کسی دوسرے کے نام قربانی کر لینے سے آپ کا ذمہ بری نہ ہوگا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے نام قربانی کرنے سے آپ کی واجب قربانی ادا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ہے باقی بندوں کے نام پر قربانی کریں گے اسے ثواب پہنچ جائے گا چاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کریں یا کسی دوسرے کی طرف قربانی کرنا صحیح ہوگا لیکن واجب قربانی ادا نہیں ہوگی اور اگر آپ فقیر ہیں تو آپ پر اپنی قربانی واجب نہیں۔ اپنی طرف سے کریں گے تو نفلی ہوگی۔ نیز دوسروں کے نام کی بھی کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جس جانور کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی ہو اس کی قربانی درست نہیں

جس شخص نے بغیر نکاح کے عورت پاس رکھی ہو اس کو قربانی میں شریک کرنا

اگر جانور کے دانت ٹوٹے ہوئے ہوں تو قربانی کب تک درست ہے

﴿س﴾

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کا جواب مطلوب ہے جناب سے مشکور فرمائیں۔

(۱) ایک گائے جس کی ایک آنکھ خراب ہو چکی ہے۔ اس سے تھوڑی سی دیکھ پڑتی ہے اور دوسری آنکھ ٹھیک ہے کیا اس کی قربانی جائز ہے۔

(۲) ایک آدمی نے ایک عورت بلا نکاح بٹھائی ہوئی ہے۔ اس سے اس کی حرامی اولاد بھی پیدا ہوئی ہے۔ کیا اس کے ساتھ قربانی کے جانور میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص اس کے ساتھ گائے کی قربانی میں شریک ہو جائے تو ان کی قربانی کا چمڑا مدرسے کے لیے جائز ہے یا نہیں۔

(۳) اگر گائے وغیرہ یا قربانی کے جانور کے دانت ٹوٹ جائیں تو کس حد تک ان کی قربانی جائز ہے۔

محمد عبداللہ فارغ شدہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں اگر اس گائے کی خراب آنکھ کی بینائی نصف یا نصف سے زائد ختم ہو گئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر اکثر بینائی باقی ہو یعنی نصف سے کم بینائی ختم ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ شامی ص ۳۲۳ ج ۶ والرابعة هي قولهما قال في الهداية وقالا اذا بقي اكثر من النصف اجزأه وهو اختيار الفقيه ابي الليث وقال ابو يوسف اخبرت بقولي ابا حنيفة فقال قولي هو قولك قيل هو رجوع منه الى قول ابي يوسف الى ان قال وعليها الفتوى الخ بینائی کی مقدار معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دو دن اس گائے کو گھاس وغیرہ نہ ڈالے پھر اس کی خراب آنکھ باندھ لیں کچھ فاصلہ سے جہاں پہلے سے گھاس نظر آئے گھاس گائے کے قریب کرتے جائیں جس جگہ سے گھاس اسے نظر آنے لگے وہاں نشان لگا دیں۔ پھر اس کی ٹھیک آنکھ باندھ لیں اور اسے اسی طرح گھاس قریب کرتے جائیں اور جہاں سے اسے گھاس نظر آنے لگے وہاں دوسرا نشان لگا دیں۔ اگر نشان سے دوسرے نشان کا فاصلہ کم ہے دوسرے نشان سے گائے کی جگہ تک کے فاصلے سے تو اس کی دید نصف سے زیادہ ہے۔ اس گائے کی قربانی جائز ہو گی اور اگر پہلے نشان سے دوسرے نشان تک کا فاصلہ دوسرے نشان سے گائے کی جگہ تک کے فاصلے سے زیادہ یا اس کے برابر ہے تو اس کی بینائی آدھی نہیں ہے۔ شامی ص ۳۲۳ ج ۶ ومعرفة المقدار في غير العين متيسرة وفي العين قالوا تشد العين المعيبة بعد ان لا تعتلف الشاة يوما او يومين ثم يقرب العلف قليلا قليلا فاذا رأته من موضع اعلم عليه ثم تشد الصحيحة وقرب العلف اليها كذلك فاذا رأته من مكان اعلم عليه ثم ينظر تفاوت ما بينهما فان كان ثلثا فالذاهب هو الثلث وان نصفا فالذاهب النصف الخ

(۲) صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص باوجود سمجھانے کے اس حرام کاری سے باز نہیں آتا تو عام المسلمین اور برادری پر یہ فرض ہے کہ اس سے قطع تعلق کریں اس کا حقہ پانی بند کریں اس کو قربانی وغیرہ میں شریک نہ کریں اس کے ساتھ برتاؤ نہ کریں۔ لیکن اگر اس سے قطع تعلق نہ کریں گے اور اس کے ساتھ قربانی میں شریک ہوں گے تو قربانی واجبہ تو سب کی ادا ہو جائے گی لیکن سب شرکاء گنہگار و ماخوذ ہوں گے اور فقط اپنے حرام کاری سے جب تک کہ تائب نہ ہو اور اس عورت کو الگ نہ کرے یا جائز طریقہ سے آباد نہ کرے دینی درسگاہ کے لیے کھال قبول نہ کریں۔

(۳) اگر یہ گائے جس کے دانت ٹوٹے ہیں گھاس و چارہ وغیرہ کھاتی ہے چرتی ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ عالمگیری ص ۲۹۸ ج ۵ واما الهتماء وهي التي لا اسنان لها فان كانت ترعى وتعتلف جازت والا فلا الخ اور اگر چرتی نہیں گھاس نہیں کھاتی تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

کیا مال لقطہ کی قربانی جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مال لقطہ کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک بچھڑی تقریباً چالیس برس کا عرصہ ہوا کہ کسی آدمی کے جہیز میں خدا جانے کہاں سے چلی آئی ہے۔ تب سے کوئی مالک نہیں بنا اور وہ بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اب اس کی اولاد بہت ہو چکی ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس گائے مذکورہ کی فرع کسی آدمی سے مول لے کر قربانی کرتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں اور قربانی کرنے والے کو علم بھی ہے کہ یہ اس گائے مذکور کی نسل ہے۔ نیز اگر جس کو ملی ہے وہی اس کو قربانی کرنا چاہے تو کرنا جائز ہے یا نہیں۔

عبدالقیوم تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر

﴿ج﴾

مال لقطہ جس شخص نے اسے پایا اس کے فرع کو خرید لیا ہے وہ تو اس کی قربانی کر سکتا ہے کیونکہ لینے والے کے لیے بعد مایوس ہونے مالک کے ملنے سے اس کی بیع جائز ہے نیز اس کا کسی فقیر پر صدقہ کرنا جائز ہے اور خود بھی اگر وہ فقیر ہے اس سے انتفاع لے سکتا ہے ہاں خود اس بیچنے والے کی قربانی اس پر اور اس کے فرع پر صحیح نہ ہوگی اور دوسرا شخص جس نے خرید لیا ہے یا اس پر صدقہ کیا گیا ہے اس کے لیے جائز ہے۔ قال فی منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب اللقطة ص ۱۸۷ ج ۵ (قوله بان يتملكها) قال فى النهر معنى الانتفاع بها صرفها الى نفسه كما فى الفتح وعندا لا يستحق ما يليق فى يده لا تملكها كما توهم فى البحر لما انها باقية على ملك صاحبها مالم يتصرف فيها الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

غنی شخص کا قربانی کی کھالوں کی رقم سے اپنا قرضہ ادا کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے مبلغ اکیس سو روپیہ بطور قرض حسنہ دینی مدرسہ سے لیا۔ کچھ دن بعد زید کو چرم قربانی کی رقم تملیک کرنے کے لیے دی گئی۔ جب رقم زید کے ہاتھ میں آئی تو اس نے وہ اکیس سو روپیہ جو قرض لیا تھا اس چرم قربانی کی رقم سے واپس ادا کر دیا اور کہا کہ میرا قرض ادا ہو گیا جبکہ باقی رقم سے آپ نے اپنی زکوٰۃ بھی ادا کر دی۔ چونکہ زید غنی اور صاحب جائیداد ہے کیا اس طرح اس کا قرض ادا ہوا یا نہیں۔ چرم قربانی کی رقم جو اس

کی طاقت نہیں رکھتا۔ ویسے ہی دل میں وعدہ کر رکھا تھا کہ بکری کا بچہ جب بڑا ہو جائے تو اس کو قربانی کروں گا۔ یہ بکری کا بچہ قربانی سے پہلے ہی جاتا رہا اس کے عوض میں اور قربانی کرنے کا حکم تو نہیں۔

غلام محمد وارڈ نمبر ۶ محلہ بوہڑ تیاں ملتان شہر

﴿ج﴾

اس سے قربانی واجب نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بغیر چکی والے دنبے کا قربانی کے لیے کتنی عمر والا ہونا ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بھیڑا جس کی دم ہو چکی نہ ہو قربانی کے لیے کتنی عمر ہونا ضروری ہے۔

عبد القدوس براستہ کمبوال ضلع ساہیوال

﴿ج﴾

بھیڑ دنبہ چکی دار ہو یا بغیر چکی دار ہو ۶ ماہ کا یا اس سے قدرے زیادہ ہو مگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ قال فی الدر المختار ص ۳۲۱ ج ۲ وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن ان كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز من بعد وفي الشامية وان كان لها الية صغيرة مثل الذنب خلقة جاز۔ اور اس حکم کو چکی دار کے ساتھ خاص کرنا جمہور امت کے خلاف ہے۔ کیونکہ لغت کی معتبر کتب اور فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ضأن کا لفظ عربی زبان میں عام ہے۔ اون والے جانور میں خواہ بھیڑ ہو یا دنبہ چکی دار ہو یا غیر ذات الالیہ۔ نہایہ ابن اثیر میں اور اس کی تلخیص مصنفہ سیوطی میں ہے۔ ضأن كمنال عنم ذات صوف ضوائن جمع ضائنة وهي الشاة من الغنم بخلاف المعز نهايه ۳۱ اسی طرح عام کتب لغت میں یہ الفاظ اس کی تفسیر میں منقول ہیں۔ دو الصوف خلاف المعز جمعه ضان وضئين فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم شعبان ۱۳۹۸ھ

آٹھ ماہ کی بھیڑ کی قربانی درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بھیڑ جس کی عمر آٹھ ماہ ہے اور اتنی موٹی تازی اور قد آور ہے کہ ایک سال کی بھیڑوں میں چھوڑی جاتی ہے تو ان کے برابر دکھائی دیتی ہے۔ کیا اس کی قربانی صحیح ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا

محمد بلال گلگشت ملتان

﴿ج﴾

صحیح ہے۔ کما فی الدر ص ۲۳۳ ج ۵ وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن ان كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز من بعيد فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

جس شخص پر زنا کا الزام ہو اس کو قربانی میں شریک کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص پر زنا کرنے کا الزام ہے حقیقت میں یہ الزام غلط لگایا گیا ہے۔ بالفرض اگر یہ الزام صحیح بھی ہو تو کیا ایسا آدمی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں۔

شیخ محمد ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

شخص مذکور پر اگر یہ الزام صحیح بھی ہو تو اس پر صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے اور وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قربانی میں شریک ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

امام مسجد کی اگر تنخواہ مقرر ہے تو کھالیں دی جا سکتی ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام مسجد جس کی تنخواہ بھی مقرر ہے لیکن عیالداری کی وجہ سے تنخواہ بمشکل پوری ہوتی ہو۔ کیا قربانی کی کھالیں یا قیمت دی جا سکتی ہے یا نہیں۔ بطور امداد کے تنخواہ کی مد میں۔

﴿ج﴾

بطور معاوضہ درست نہیں۔ بطور امداد مستحق زکوٰۃ کو قیمت چرم قربانی دینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مخنث جانور کی قربانی درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر عید قربانی کا جانور مخنث پایا جائے تو کیا قربانی جائز ہوگی یا نہیں۔
عبدالباقی بلوچستان

﴿ج﴾

مخنث جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔ لما فی الدر ص ۳۲۵ ج ۶ ولا بالخنثیٰ لان لحمها لا ینضج۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ صفر ۱۳۹۹ھ

چرم قربانی کا صحیح مصرف کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چرم ہائے قربانی کا از روئے شریعت صحیح مصرف کیا ہے۔
غلام سرور شاہ صاحب

﴿ج﴾

قربانی کے گوشت اور چرم کا ایک حکم ہے جیسا اس کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے لیکن اگر قربانی کے چمڑے کو فروخت کر دے تو اس قیمت کا تصدق واجب ہے اس قیمت کا مصرف فقراء و مساکین ہیں۔ قیمت نہ خود استعمال کرے اور نہ ایسے آدمی کو دے جو زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے۔ امداد الفتاویٰ ص ۶۱۰ ج ۳۔ فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

خصی بکرے نے اگر فوطوں پر سے کھال ہٹا دی پھر بھی قربانی درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بکرا جو قربانی کے لیے مخصوص ہے چند ہفتوں قبل خصی کر دیا گیا لیکن اس کے بعد بکرے نے اپنا منہ مار کر فوطوں کے اوپر سے کھال اتار دی۔ بعض ادویات کے لگانے کے بعد زخم بالکل ختم ہو گیا

لیکن ایک فوطہ بالکل خالی اور مصنوعی نشان کی مانند رہ گیا۔ جبکہ دوسرا بائیں طرف تقریباً مرغی کے انڈے سے کچھ چھوٹا موجود ہے اور تحسین ہے اس میں ابھی سوزش باقی ہے ویسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ کیا ایسی صورت میں یہ بکرا قربانی کے لیے جائز ہے۔

چودھری عبدالسلام تحصیل [illegible]

﴿ج﴾

اس بکرے کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ عمر کے اعتبار سے پورا ہو فوطہ کی اس تکلیف کی وجہ سے قربانی کے لائق ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ شوال ۱۳۹۷ھ

قربانی کے لیے خریدی گئی گائے کا دودھ بچھڑے کو پلانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تقریباً عرصہ تین ماہ کا ہوا ہے کہ حاجی نور محمد پٹھان نے ایک عدد گائے مبلغ ۱۸۰۰ روپیہ میں شاہ محمد ولد امیر کو فروخت کر دی۔ اصل میں شاہ محمد (نام) نے گائے قربانی کرنے کے لیے خریدی لیکن ایک شیر خوار بچہ گائے کا تھا جس کو بیوپاری نے وعدہ زبانی کے مطابق کہ بچہ گائے کا واپس نہیں دے گے۔ اس وقت بچھڑے کی عمر ۲ ماہ کی تھی۔ وہی شاہ محمد نے خود ہی مبلغ ایک صد تیس روپیہ دیے اور پچاس روپیہ اور بچھڑا دینے کا واپس وعدہ کر لیا۔ اب مسمی حاجی شاہ محمد کو ایک مولوی نے شبہ ڈال دیا کہ اس گائے کی قربانی جائز نہیں ہے۔ حاجی مذکورہ نے یہ سوچ کر گائے پر قربانی جائز نہیں ہے اس نے گائے فروخت کر کے اپنی رقم کھری کر لی۔ فدوی کو تاحال بچھڑا دیا نہ پچاس روپیہ۔ لہٰذا بذریعہ درخواست ہذا ہم کو شرع محمدی فتویٰ سے آگاہ کریں۔

السائل فدوی نور محمد ولد قائم [illegible] تحصیل [illegible] ضلع ملتان

﴿ج﴾

جس گائے کے متعلق پوچھا گیا ہے اس کو قربانی میں ذبح کرنا بلا شبہ جائز ہے۔ قربانی بالکل درست ہے۔ بچھڑے کے متعلق چونکہ بائع نے صاف کہہ دیا تھا کہ یہ بیع میں داخل نہیں ہے اس لیے اس کو واپس کر دینا مشتری پر واجب ہے۔ نیز بچھڑے کو مشتری کے پاس گائے کے دودھ سے پرورش کے لیے چھوڑ رکھا گیا ہے اس کی شرط بیع میں نہیں لگائی ہے۔ بلکہ تبرعاً مشتری نے رکھا ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قربانی کے لیے نامزد جانور اگر ایام قربانی میں ذبح نہ ہو سکا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی زید نے ایک جانور کو اپنے قربانی نامزد کیا اور قربانی کے ایام سے پہلے کسی ضروری کام کی وجہ سے کسی دوسری جگہ چلا گیا اور امر مجبوری ایام قربانی میں واپس آ کر جانور کو ذبح نہ کر سکا کیا اب کسی دیگر جانور مذکور کو آئندہ سال کے لیے رکھ چھوڑے یا ذبح کر کے بطور صدقہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دے۔ بینوا توجروا

خدا بخش محمد یوسف بقلم خود

﴿ج﴾

اس جانور کو زندہ تصدق کر دے اور اگر ذبح کیا تو گوشت و پوست خیرات کر دے۔ خود نہ کھائے۔ ذبح کرنے سے اگر اس کی قیمت کم ہوگئی تو یہ کمی پوری کر دے۔ یعنی جتنی قیمت کم ہوئی اتنی رقم گوشت و پوست وغیرہ کے علاوہ صدقہ کرے۔ کذا فی الدر المختار ص ۳۲۰ ج ۶ **ولو ترکت التضحیة ومضت ایامھا تصدق بھا حیة ناذر لمعینة ولو فقیرا ولو ذبحھا تصدق بلحمھا انتھی۔** واللہ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کچہری روڈ
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۶ شعبان ۱۳۷۹ھ

مذکورہ فی السوال شخص پر قربانی واجب ہے اور زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے پاس پانچ بھینس تین بکریاں ہیں جو تجارت کے لیے نہیں ہیں اور اس کے پاس غلہ بھی سال کا موجود ہے لیکن اس کے پاس کوئی نقدی رقم موجود نہیں ہے اور دوسری اشیاء سے بھی صاحب نصاب نہیں ہے ہاں البتہ اگر وہ ایک بھینس فروخت کرے تو وہ تین ہزار روپیہ کا مالک بن سکتا ہے تو کیا اب زید پر فطرانہ اضحیہ اور زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ہے۔ نیز فقہ کی کتابوں میں جو آتا ہے کہ جو آدمی صاحب نصاب ہو اور حاجت اصلیہ سے وہ نصاب میں زائد ہو تو کیا زید کو صاحب نصاب کہا جائے گا یا نہیں۔ نیز اگر زید کو صاحب نصاب اس حال میں نہ کہا جائے تو کیا اس کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ لینا درست ہے یا نہ۔

عبدالقادر بندوقی ضلع حیدر آباد

ج

زید قربانی اپنے نام کی کرے اور اس کا ثواب والد کو بخش دے اور اگر قربانی متوفی والد کے نام کر دی گئی تو پھر زید پر اگر صاحب نصاب ہے تو اپنی طرف سے دوسری قربانی لازم ہوگی۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

بکری کا کان اگر تین انگل کٹا ہوا ہو تو کیا حکم ہے

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بکری ہے جس کے کان تیسرے حصے سے کم کٹے ہوئے ہیں۔ یعنی ۱۲ انگل اس کے کان موجود ہیں جبکہ تقریباً ۱۵ انگل ہوتے ہیں۔ کیا اس کی قربانی ہو سکتی ہے یا نہ۔

ج

شامی ج ۵ ص ۳۲۳ میں ہے۔ والصحیح ان الثلث وما دونه قلیل وما زاد علیه کثیر وعلیه الفتوی

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر ایک تہائی تک کان کٹے ہوئے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے اور صورت مسئولہ میں تو ایک تہائی سے بھی کم کٹے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس جانور کی قربانی بغیر تردد کے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

کھال کی قیمت بھائی کو دینا درست ہے

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت اپنی بہن بھائی کو دے دی گیا ان کی قربانی جائز ہے یا نہ۔

ج

قربانی کی کھال کی قیمت واجب التصدق ہے۔ اس کا مصرف فقراء و مساکین ہیں لہٰذا عزیزوں کو اس کی قیمت دینا جائز نہیں۔ البتہ بہن وغیرہ اگر غریب ہو تو اس کو دی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

لنگڑا پن کی حد مقدار مانع قربانی ہے، جانور خریدنے کے بعد جانور میں عیب کا پیدا ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک بیل لنگڑا ہے جو کہ قربانی کے لیے خریدا گیا جس پاؤں سے لنگڑا ہے اس کو آدھا زمین پر ٹکا کر چلتا ہے اور اس لنگڑے پاؤں کا سہارا بھی لیتا ہوا چلتا ہے۔ یہ کچھ زائد فاصلہ پر قصبہ سے لایا گیا ہے۔ کئی آدمی قربانی کے لیے شامل بھی ہو گئے ہیں۔ بیل مذکور وجود میں موٹا چربی والا ہے۔ مولوی صاحب خطیب مسجد قصبہ نے اس بیل کی قربانی ناجائز قرار دی ہے۔

(۲) ایک آدمی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مولوی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم سے زبانی سنا تھا کہ جانور قربانی کے لیے خرید لیا گیا بعد میں کوئی عیب اس میں پیدا ہو گیا تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے جو پہلے سے عیب دار ہو وہ قربانی کے لیے جائز نہیں۔

ہم دیہاتی لوگ بہشتی زیور کو ضروری مسئلہ جات کا ثبوت سے تسلیم کرتے ہیں۔ جناب کا مسئلہ عید الاضحیٰ کا اشتہار بھی ہم نے خواندہ مخلوق کو کافی ثبوت ہے جو ہمارے پاس آج شہر ثبوت ہے۔ ہمارا عمل تہائی دانت، کان، دم یا لنگڑا جو ذبح کی جگہ تک چل سکے جائز ہے۔

(۳) مولوی صاحب خطیب مسجد نے جمعہ کی تقریر میں مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ میں روزہ بوجہ قضائے حسن حاجت حلال سے افطار کروں۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے شرم آتی ہے آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت فرما کر مجھے سمجھا دیں۔ ایسے مسئلہ پر کچھ لوگ معترض ہیں ایسے خلاف تہذیب مسئلے تقریر میں لانا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) ایسا لنگڑا جانور جو لنگڑے پاؤں کا چلتے وقت سہارا لیتا ہے اور چلتے وقت اس پاؤں کو زمین پر ٹیک کر کے چلتا ہے اس کی قربانی جائز ہے ہاں اگر جانور اتنا لنگڑا ہو کہ لنگڑے پاؤں کا سہارا نہ لیتا ہو اور ذبح کی جگہ تک نہ چل سکتا ہو تو ایسے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔ کما قال فی رد المحتار تحت قول صاحب الدر المختار ص ۳۲۳ ج ۶ (والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک) ای الی المذبح (قوله العرجاء) ای التی لا یمکنها المشی برجلها العرجاء انما تمشی بثلاث قوائم حتی لو کانت تضع الرابعة علی الارض

وتستعمل بها جاز، عناية، وقال في البزازية والعرجاء التي تمشي بثلاث قوائم ولا تضع الرابعة على الارض لا وان كان تضع وتضعها ضعيفا الا انها تتمايل مع ذالك يجوز انتهى

(۲) جانور خواہ خریدنے سے پہلے عیب دار ہو یا خریدنے کے بعد عیب دار ہو جائے دونوں صورتوں میں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں ذبح کے وقت جانور کے ملنے اور حرکت کرنے کی وجہ سے اگر اسے کوئی عیب لگ جائے مثلاً آنکھ وغیرہ یا دو نقصان ہو جائے تو اس صورت میں قربانی ہو جائے گی۔ قال فی الدر المختار ص ۳۲۵ ج ۹ (ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع) كما مر (فعليه اقامة غيرها مقامها ان) كان (غنيا وان) كان (فقيرا اجزأه ذالك) وكذا لو كانت معيبة وقت الشراء لعدم وجوبها عليه بخلاف الغني ولا يضر تعيبها من اضطرابها عند الذبح.

(۳) ہر صحیح مسئلہ جس کی ضرورت خطیب صاحب محسوس کرے اور سوچ کے مناسب سمجھے اور صحیح انداز کے ساتھ پیش کرے تو وہ تہذیب کے خلاف نہیں ہے اور اس خاص مسئلہ کا مجھے علم نہیں۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۸ ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ

بیوی نے اگر قربانی کی نیت سے بکرا پالا ہو اس کی وفات کے بعد شوہر بیچ سکتا ہے
مقروض امام مسجد کے لیے قربانی کی کھالیں جائز ہیں یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسائل کہ

(۱) ایک عورت نے قربانی کی نیت سے ایک بکرا پالا اور جب ماہ شوال آیا تو عورت فوت ہو گئی اور اس کے خاوند نے مذکورہ وفات کے بعد اس کا بکرا جو کہ قربانی کی نیت کا تھا بیچ دیا ہے اور خاوند پر بھی قربانی واجب ہے اور صاحب نصاب ہے لہذا جو بکرا خاوند نے بیچا ہے کیا وہ بیچ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) ایک امام مسجد ایک گاؤں میں امامت کرتا ہے۔ اس امام مسجد کے گھر میں چوری ہو گئی ہے اور چوروں نے گھر کا تمام سامان نکال لیا ہے۔ مولوی صاحب نے قرضہ بھی [illegible] کیا دو سو روپیہ دینا ہے تو اس مولوی صاحب کے لیے قربانی کی کھالیں لینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر لوگ اپنی قربانی کی کھالیں مولوی صاحب کو دے دیں تو جائز ہے یا نہیں۔

مستفتی محمد رفیق تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

ہیں۔ طلبہ کو خود وہ لوگ بطور تملیک کے صدقات نہیں دیتے بلکہ مدرسہ میں پہنچانے کے لیے حوالہ کر دیتے ہیں اس لیے اس سے تملیک متحقق نہیں ہوتی۔ تملیک دوبارہ ضروری ہے۔ لوگ خود مدرسہ میں اگر طلبہ کو تملیکاً دے دیں تو دوبارہ تملیک کی ضرورت نہیں وہ طالب علم کی ملکیت ہو جائے گی۔ پھر آگے مدرسہ کو دے یا نہ دے یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر دے گا تو اس کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔

(۳) حیلہ شرعاً جائز ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ حیلہ میں قانونی اور اصولی بات طے ہو جاتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کا مصرف فقیر ہے وہ اسے مل گئی۔ اب وہ بحیثیت مالک ہونے کے جو جی چاہے کر سکتا ہے شامی میں ہے و حیلة التکفین لها التصدق علی الفقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد (الدر المختار ۲۷۱ ج ۲ کتاب الزکوٰۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نور محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ

دہریہ کو قربانی میں شریک کرنے سے سب کی قربانی خراب ہو جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کہ قربانی کے بیل کے اندر بہت سے لوگ شریک ہیں لیکن ان میں ایک شیعہ یا دہریہ خیالات کا ہے۔ کیا یہ قربانی جائز ہوگی یا نہ۔

کاتب الحروف محمد عطاء اللہ متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

دہریہ کے ساتھ شریک ہو کر کسی کی قربانی صورت مسئولہ میں صحیح نہیں اگر شیعہ بھی ہے یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قائل ہو (اور آج کل اکثر ایسے ہی ہیں) تو اس کی شرکت سے بھی سب کی قربانی نا جائز ہوگی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ

قربانی کا گوشت بغیر تقسیم کیے گھر میں استعمال کرنا

جس پر صدقۃ الفطر واجب ہے کیا اس پر قربانی واجب ہے

جس بچے کا عقیقہ تین سال بعد کیا جائے تو بالوں کے برابر وزن چاندی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) چند آدمی مل کر قربانی کرتے ہیں جانور ذبح کرنے کے بعد گوشت کو تین حصوں میں تقسیم نہیں کرتے تمام گوشت اپنے گھر لے جا کر خود اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے۔

(۲) بہشتی زیور میں لکھا ہوا ہے کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر قربانی واجب ہے حالانکہ صدقہ فطر تو چھوٹے بڑے سب کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کسی کے پاس قربانی کرنے کی وسعت نہیں ہوتی تو یہ وہ ضروری کرے یا نہ کرے۔

(۳) ایک شخص کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اب اس نے اپنے لڑکے کا عقیقہ تین سال یا پانچ سال بعد کرنا ہے لیکن اس نے اپنے بچے کے جب سر کے بال اتروائے تو اس نے ان کو بے تولے کہیں ڈال دیے لیکن اب جب وہ عقیقہ کرتا ہے کیا وہی پہلے اترے ہوئے بالوں کے برابر سونا چاندی دے یا اس وقت جو اس کے سر پر ہوں ان کے برابر ادا کرے۔

حضرت محمد صدیق تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) تین حصوں میں تقسیم کیے بغیر تمام گوشت اپنے گھر میں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

(۲) آپ نے غلط سمجھا ہے۔ بہشتی زیور تیسرے حصے میں صدقہ فطر کا بیان دیکھ لیں تو آپ کا اشکال رفع ہو جائے گا۔

(۳) ساتویں دن سر کے بال جو منڈوائے ہیں اس کے برابر سونا یا چاندی تول کر خیرات کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۵ محرم ۱۳۹۵ھ

عقیقہ کس کس جانور کا درست ہے اور کب کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کس کس جانور کا درست ہے۔ عقیقہ کی شرائط کیا ہیں۔

سائل غلام احمد مرچنٹ کبیر منڈی ملتان شہر

﴿ج﴾

جس کا اضحیہ (قربانی) صحیح ہو اس جانور کا عقیقہ بھی صحیح ہے ورنہ نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں دن ہو ورنہ چودھویں یا اکیسویں دن کرے بہرحال ساتویں دن کا لحاظ رہے۔ عقیقہ خود واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اس لیے اس مستحب طریقہ سے کرے اگر ساتویں دن کے بغیر عقیقہ کر لیا تو عقیقہ ہو جاتا ہے لیکن مستحب ادا نہ ہوگا عقیقہ کے ساتھ یہ بھی مسنون ہے کہ اسی دن لڑکے کے بال مونڈے جائیں اور بالوں کے برابر چاندی کے ساتھ وزن کر کے اس کو صدقہ کر دیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

طرح عقیقہ کے ایک جانور میں بھی تین چار بچے شامل ہو سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی حدیث یا فعل صحابہ سے عقیقہ میں اونٹ یا گائے کا ذبیحہ بھی درست ہے۔ قربانی کی حصہ داری تو ظاہر ہے۔ کیا عقیقہ کی حصہ داری پر بھی کوئی واضح ثبوت ہے۔ عقیقہ کو قربانی کا مترادف قرار دینا کہاں تک درست ہے۔

حکیم سید محمد احمد سہروردی ملتان شہر

﴿ج﴾

عقیقہ میں بھی چند آدمیوں کی شرکت گائے میں جائز ہے۔ قال فی البدائع الصنائع ولو ارادوا القربة الاضحية او غيرها من القرب اجزاهم سواء كانت القربة واجبة او تطوعا او وجبت على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة او اختلفت بان اراد بعضهم الاضحية وبعضهم جزاء الصيد وبعضهم هدى الاحصار وبعضهم كفارة شيء اصابه فى احرامه وبعضهم هدى التطوع وبعضهم دم المتعة والقران وهذا قول اصحابنا الثلاثة (الى ان قال) (ولنا) ان الجهات وان اختلفت صورة فهي في المعنى واحد لان المقصود من الكل التقرب الى الله عز وجل شانه وكذلك ان اراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل لان ذلك جهة التقرب الى الله تعالى عز شانه بالشكر على ما انعم عليه من الولد كذا ذكر محمد رحمه الله فى نوادر الضحايا اھ (بدائع الصنائع ص ۷۲ ج ۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

کیا دو سال کی گائے میں سات بچوں کا عقیقہ ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بندہ اپنے بچے کا عقیقہ کرتا ہے۔ دو سال کی گائے قربان کرتا ہے اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔ کہ دو سال کی گائے جائز ہے یا نہیں۔ اس میں کتنے عقیقے ہوتے ہیں جواب مہربانی فرما کر زیادہ وضاحت سے تحریر فرمادیں۔

(۲) ایک آدمی ہے جس نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی ہے جس میں قرآن مجید کا ایک رکوع تلاوت ہوا۔ اب اس نے انکاری ہو کر بیٹی کا دوسری جگہ رشتہ کر دیا ہے یعنی اپنی لڑکی دوسری جگہ دے دی ہے۔ اب طلب امر یہ ہے کہ مومن مسلمان ان کے ساتھ برتاؤ کر سکتے ہیں یا نہیں اگر کر سکتے ہیں تو کس طریقہ سے کر سکتا ہے۔ جواب سے مطلع فرمادیں۔

جس کے ہاں کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے۔ عقیقہ کر دینے سے بچے کی سب بلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔ عقیقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکری یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے یا قربانی کی گائے میں لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لے اور سر کے بال منڈوا دے اور بال کے برابر چاندی یا سونا تول کر خیرات کر دے اور لڑکے کے سر میں اگر دل چاہے زعفران لگا دے اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے ساتویں دن ہونے کا خیال بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کر دے چاہے جب کرے وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔ عقیقہ والد پر ہے مقدار مالیت کی تعیین نہیں لڑکے کے لیے دو بکری اور لڑکی کے لیے ایک جتنی قیمت کی ہو جائے عقیقہ مستحب ہے۔ یستحب لمن ولد له ولد ان یسمیه یوم اسبوعه ویحلق راسه ویتصدق عند الائمة الثلاثة بزنة شعره فضة او ذهبا ثم یعق عند الحلق عقیقة اباحة (شامی ص ۳۳۶ ج ۶) الغلام مرتهن بعقیقته تذبح عنه الخ مشکوٰة ص ۳۶۲ وهی شاة تصلح للاضحیة تذبح للذکر والانثی وعن بریدة قال کنا فی الجاهلیة اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاة ولطخ راسه بدمها فلما جاء الاسلام کنا نذبح الشاة یوم السابع ونحلق راسه ونلطخه بزعفران رواه ابو داؤد مشکوٰة ص ۳۶۳ قال فی المرقات ص ۸۳۷ ج ۷ وذهب جماعة الی ان یذبح عن الغلام شاتین وعن الجاریة شاة الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ رجب ۱۳۸۹ھ